

فہرست

صفحہ نمبر	عنوانات	نمبر شمار	صفحہ نمبر	عنوانات	نمبر شمار
۴۰	رکوع نمبر ۱ ذکر سجدہ آدم	۲۲	۵	دعوتِ حق	۱
۴۱	دعوتِ توحید	۲۳	۶	سورہ بنی اسرائیل رکوع نمبر ۱	۲
۴۲	انسان کی کرامت	۲۴	۸	بازگشا کی تفسیر	۳
۴۳	رکوع نمبر ۱ مقام امام	۲۵	۱۱	بنی اسرائیل کے فسادات	۴
۴۵	عممتِ انبیاء	۲۶	۱۳	دلالتِ علی	۵
۴۷	رکوع نمبر ۱ نماز کا بیان	۲۷	۱۶	رکوع نمبر ۲	۶
۴۸	واجب نمازیں	۲۸	۲۰	رکوع نمبر ۳ حقوق والدین	۷
۴۸	نماز آیات	۲۹	۲۲	حدیثِ فدک	۸
۵۰	نماز چنگانہ کی تفصیل	۳۰	۲۳	ذوالقربی	۹
۵۱	نماز تہجد	۳۱	۲۴	منیٰ کی حرمت سے منع	۱۰
۵۲	اذان و اقامت	۳۲	۲۵	رکوع نمبر ۱ قبل اذلا سے منع	۱۱
۵۵	طریقہ نماز	۳۳	۲۷	زنا سے منع	۱۲
۵۶	شکایاتِ نماز	۳۴	۲۷	قتل کی حرمت	۱۳
۵۹	سجدہ سہو	۳۵	۲۸	مالِ یتیم کے کھانے سے منع	۱۴
۵۹	مبطلاتِ نماز	۳۶	۲۹	حجیتِ خیر واحد	۱۵
۶۰	تعقیباتِ نماز	۳۷	۳۰	اعضا کی گواہی	۱۶
۶۰	مقامِ محمود	۳۸	۳۱	عبرت و نصیحت	۱۷
۶۲	کامیابی کے لئے دعا	۳۹	۳۳	رکوع نمبر ۵	۱۸
۶۲	بیتِ شکنی	۴۰	۳۴	سواری کے حقوق	۱۹
۶۵	قرآنِ شفا ہے	۴۱	۳۶	رکوع نمبر ۶	۲۰
۶۶	رکوع نمبر ۱۰ روح کے متعلق سوال	۴۲	۳۸	شجرہٴ ملعونہ	۲۱

صفحہ نمبر	عنوانات	صفحہ نمبر	عنوانات	صفحہ نمبر
۱۱۸	حضرت خضر کی طولانی زندگی	۶۷	روح کی حقیقت	۲۳
۱۲۳	رکوع نمبر ۲ ذوالقرنین کا ذکر	۶۸	کفار کا رد عمل	۲۴
۱۲۸	انوار علمیہ	۶۹	رسول بشر	۲۵
۱۳۰	رکوع نمبر ۳، مشرکین کو تہدید	۷۰	رکوع نمبر ۱۱، بشریت در رسالت	۲۶
۱۳۲	شرکِ عملی سے منع	۷۱	رکوع نمبر ۱۲ آیاتِ موسیٰ	۲۷
۱۳۵	سورہ مریم کے فضائل	۷۲	سورہ کہف کے فضائل	۲۸
۱۳۶	رکوع نمبر ۴، حضرت زکریا کا ذکر	۷۳	رکوع نمبر ۱۳	۲۹
۱۳۸	حضرت امام حسین اور حضرت یحییٰ میں مشابہت	۷۴	اصحاب کہف	۵۰
۱۴۰	حضرت زکریا کی دعا	۷۵	قصہ اصحاب کہف	۵۱
۱۴۲	رکوع نمبر ۴، عیسیٰ کی ولادت	۷۶	حدیث بساط	۵۲
۱۴۷	تنبیہ غلو اور تفريط کا انجام	۷۷	رکوع نمبر ۱۴	۵۳
۱۵۱	رکوع نمبر ۶، حضرت ابراہیم کا ذکر	۷۸	رکوع نمبر ۱۵	۵۴
۱۵۱	لفظ اب کی وضاحت	۷۹	رکوع نمبر ۱۶	۵۵
۱۵۴	حضرت ابراہیم کی دعا	۸۰	غریب سے ہمدردی	۵۶
۱۵۵	رکوع نمبر ۷، حضرت موسیٰ کا ذکر	۸۱	امراء طبقہ کو نصیحت	۵۷
۱۵۵	ولاء آل محمد	۸۲	درس آموز مال	۵۸
۱۵۶	اسماعیل کا ذکر	۸۳	رکوع نمبر ۱۸	۵۹
۱۵۷	ادریس کا ذکر	۸۴	رکوع نمبر ۱۹	۶۰
۱۶۱	رکوع نمبر ۸	۸۵	رکوع نمبر ۲۰، تمام حجت	۶۱
۱۶۲	جہنم پر ورود	۸۶	رکوع نمبر ۲۱، موسیٰ و خضر کا قصہ	۶۲
۱۶۴	لفظ کلا کی تحقیق	۸۷	سوال و جواب	۶۳
۱۶۵	رکوع نمبر ۹ جنت میں داخلہ	۸۸	غلط علم	۶۴
۱۶۶	وصیت نامہ	۸۹	رکوع نمبر ۲۲	۶۵
۱۶۹	سورہ ظہ کے فضائل	۹۰	پارہ ۱۶، رکوع نمبر ۱	۶۶

صفحہ نمبر	عنوانات	نمبر شمار	صفحہ نمبر	عنوانات	نمبر شمار
۲۲۲	ذکر موت	۱۱۵	۱۶۰	رکوع نمبر ۱۰ طہ کی تفسیر	۹۱
۲۲۶	رکوع نمبر ۴	۱۱۶	۱۶۱	ترجمہ کا بیان	۹۲
۲۲۹	رکوع نمبر ۵ ذکو ابراہیم	۱۱۷	۱۶۲	حضرت موسیٰ کا ذکر	۹۳
۲۳۰	بت شکنی کا واقعہ	۱۱۸	۱۶۵	نورانی لطیفہ	۹۴
۲۳۵	نارغرو دی میں جانے کے وقت اپنی عمر	۱۱۹	۱۶۶	عصا کے معجزے	۹۵
۲۳۸	ذکر قوم لوط	۱۲۰	۱۶۸	رکوع نمبر ۱۱، وزارت ہارون	۹۶
۲۳۹	رکوع نمبر ۶	۱۲۱	۱۸۰	موسیٰ کی ولادت	۹۷
۲۴۰	داؤد و سلیمان کا ذکر	۱۲۲	۱۸۷	رکوع نمبر ۱۲	۹۸
۲۴۰	داؤدی فیصلہ	۱۲۳	۱۹۲	رکوع نمبر ۱۳	۹۹
۲۴۱	وصی کا تعین	۱۲۴	۱۹۳	ولاد آمل محمد	۱۰۰
۲۴۲	سلیمان کی حکومت	۱۲۵	۱۹۷	رکوع نمبر ۱۴	۱۰۱
۲۴۲	حضرت ایوب کا ذکر	۱۲۶	۱۹۹	حضرت علیؑ نے تلوار کیوں نہ اٹھائی	۱۰۲
۲۴۵	حضرت ذوالکفل کا ذکر	۱۲۷	۲۰۲	رکوع نمبر ۱۵	۱۰۳
۲۴۶	حضرت یونس کا ذکر	۱۲۸	۲۰۵	رکوع نمبر ۱۶	۱۰۴
۲۴۷	طلب اولاد کے لئے	۱۲۹	۲۰۷	برزخ کا بیان	۱۰۵
۲۴۹	حضرت یحییٰ کا زہد	۱۳۰	۲۰۹	رکوع نمبر ۱۷	۱۰۶
۲۵۰	حضرت زکریا کی شہادت	۱۳۱	۲۱۲	سورہ انبیاء کے فضائل - پارہ ۱ کا	۱۰۷
۲۵۱	حضرت علی کی عبادت	۱۳۲	۲۱۵	رکوع نمبر ۱۸	۱۰۸
۲۵۲	رکوع نمبر ۱۹، نبوت رجعت	۱۳۳	۲۱۶	رسول و بشر	۱۰۹
۲۵۳	مشرکین کا انجام	۱۳۴	۲۱۸	رکوع نمبر ۲	۱۱۰
۲۵۴	شرک کی قسمیں	۱۳۵	۲۲۰	ترجمہ باری	۱۱۱
۲۵۶	شیطان علی کا انجام	۱۳۶	۲۲۱	تنبیہ	۱۱۲
۲۵۸	رحمت للعالمین	۱۳۷	۲۲۲	رکوع نمبر ۳	۱۱۳
۲۵۹	شان علی	۱۳۸	۲۲۳	افلاک	۱۱۴

دعوتِ حق

اننتیجہ فکلسان الواعظین مولانا محمد نجف صاحب جہسکانہ کوٹلہ قائم شاہ ضلع ڈیرا اسماعیل خان

دیکھئے قرآن کی تفسیر انوار العجف
 کہ دیالیں دور حاضر کے تقاضوں کو تمام
 دیکھنا ہو حق و باطل میں اگر فرق صحیح
 بالیقین کہتا ہوں میں ہے اہل عرفان کیلئے
 آں احمد کے مجتوب ہے مکمل داستان
 دینِ حق کی معرفت کے واسطے ہے بہترین
 اہل دانش کے لئے اس دور پر آشوب میں
 مکتبہ باب العجف کی یہ مقدس پیش کش
 یا الہی جلد کامل ہو کتاب لاجواب
 ہے جلا ایمان کی تفسیر انوار العجف
 ہے لکھی اس شان کی تفسیر انوار العجف
 دیکھ لو فرقان کی تفسیر انوار العجف
 رحمت یزدان کی تفسیر انوار العجف
 آں کے فرمان کی تفسیر انوار العجف
 راہ بر انسان کی تفسیر انوار العجف
 ہے عطا رحمان کی تفسیر انوار العجف
 ہے نزلے شان کی تفسیر انوار العجف
 بہترین عنوان کی تفسیر انوار العجف

شہ نجف کے فیض کی سائل ہے یہ زینہ مثال
 ہے سند عرفان کی تفسیر انوار العجف

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے جو رحمن و رحیم ہے (شروع کرتا ہوں)

سُبْحٰنَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ

پاک ہے وہ ذات جس نے میری کرائی اپنے بندے کو رات کے وقت مسجد الحرام سے

اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِیْ بَرَكْنَا حَوْلَہٗ لِنُرِیْکَ مِنْ اٰیٰتِنَا ۗ اِنَّہٗ

مسجد اقصیٰ تک جس کے ارد گرد کو ہم نے مبارک کیا تاکہ اسے دکھائیں اپنی کچھ نشانیاں تحقیق

هُوَ السَّبِیْعُ الْبَصِیْرُ ۝۱ وَاَتٰنَا مُوسٰی الْکِتٰبَ وَجَعَلْنٰہُ هُدًى

وہ ستنے والا جاننے والا ہے اور ہم نے دی موسیٰ کو کتاب اور اس کو بنایا باعثِ ہدایت

لِبَنِیْ اِسْرٰءِیْلَ الْاَلْتَّخِذُوْا مِنْ دُوْنِیْ وَکِیْلًا ۝۲

بنی اسرائیل کے لئے کہ نہ بناؤ میرے سوا کسی کو جائے اعتماد

ذُرِّیَّۃً مِّنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوْحٍ ۗ اِنَّہٗ كَانَ عَبْدًا شَکُوْرًا ۝۳

یعنی اولاد ان کی جن کو ہم نے اٹھایا ساتھ نوح کے تحقیق وہ شکر گزار بندہ تھا

رکوع نمبر ۱۔ سُبْحٰنَ الَّذِیْ۔ یہ کلمہ تسبیح و تقدیس پر دروگاہ ہے۔ اور مقام تعجب پر بالعموم زبان سے جاری کیا جاتا

ہے اس مقام پر چونکہ حضرت رسالت مآب کا مسجد الحرام سے مسجد اقصیٰ تک اور وہاں سے آسمانوں کی سیر کرنے کے بعد مقام قبا

تو سین تک جانا تعجب ناک تھا اس لئے اس کو سبحان کے لفظ سے شروع کیا گیا۔ اور شیخ ابوالحسن شعرانی محشی تفسیر مجمع البیان

نے ذکر کیا ہے کہ معراج کے احوال میں سے صحیح قول یہ ہے کہ حضور عالم بیداری میں بنفس نفیس اسی جسم عنقریب کے ساتھ معراج

پر تشریف لے گئے تھے اور نیند کی حالت میں خواب کے ذریعے سے معراج کرنے کا قول بالکل باطل ہے کیونکہ اس قسم کا معراج

تو ہر شخص کر سکتا ہے اور خواب کا معراج جب عام انسانوں کے لئے باعث تعجب نہیں تو جناب رسالت مآب کے لئے وہ

باعث تعجب کیسے ہو سکتا ہے اور آیت مجیدہ میں سبحان کا کلمہ تعجب اس بات کی دلیل ہے کہ معراج حقیقی تھا نہ کہ واقعہ خواب

اسی طرح حضرت عائشہ سے جو منقول ہے کہ معراج روحانی تھا چنانچہ آپ فرماتی ہیں کہ اُس رات حضور کا جسم اپنے بستر سے غائب

نہیں ہوا تھا یہ قول بھی باطل ہے کیونکہ قول مشہور کے مطابق حضور مکہ مکرمہ سے ہی معراج پر تشریف لے گئے تھے اور اس زمانہ میں

جناب عائشہ حضور کے عقد میں داخل نہیں ہوئی تھیں معراج کا مفصل بیان گزر چکا ہے۔ ج ۵
 مِنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ۔ بروایت مجمع البیان اکثر مفسرین کی رائے یہ ہے کہ اس رات آپ حضرت علی کی ہمیشہ ام ہانی کے گھر
 میں آرام فرماتے تھے جو پھر بن ابوہب مخزومی کی زوجہ تھیں اور پورے مکہ کے شہر پر مسجد الحرام کا اطلاق ہو سکتا ہے اور
 بعض نے کہا ہے کہ آپ مسجد الحرام میں ہی نحو استراحت تھے۔

إِلَى الْمَسْجِدِ الْأَقْصَى۔ مفسرین نے اس سے بیت المقدس مراد لیا ہے اور اس کو اقصیٰ اس لئے کہا گیا ہے کہ اس کا مسجد الحرام
 سے فاصلہ بہت زیادہ تھا اور بیت المقدس تک کی سیر آپ کے معراج کی انتہا نہیں ہے بلکہ زیادہ سے زیادہ یہی کہا جاسکتا ہے
 کہ اس آیت مجیدہ میں صرف بیت المقدس تک جانا ثابت ہے اور احادیث متواترہ کی رو سے وہاں سے قبا تو سین تک جانا
 ثابت ہے اور چونکہ زمین کی سیر میں بیت المقدس آپ کی آخری منزل تھی چنانچہ پہلے مدینہ میں اگر دو رکعت نماز ادا فرمائی،
 پھر مسجد کوفہ میں دو رکعت پڑھی اور آخر میں بیت المقدس میں پہنچے پس اس کو سفر ارضی کی انتہا قرار دیا گیا اور آسمانی سفر
 اس کے بعد شروع ہوا جس کی آیت میں نفی نہیں ہے۔

تفسیر صافی میں بروایت قوی منقول ہے ایک دن حضرت امام محمد باقر علیہ السلام مسجد الحرام میں تشریف فرما تھے آپ
 نے آسمان کی طرف نظر اٹھائی پھر کعبہ کی طرف دیکھ فرمایا سبحان الذی ۱۶ اور تین دفعہ یہ آیت پڑھی پھر اسماعیل جعفی سے پوچھا کہ
 عراقی لوگ اس کی کیا تفسیر کرتے ہیں (اس سے غالباً کوئی امام مراد ہے) اس نے عرض کی کہ وہ مسجد الحرام سے بیت المقدس تک
 جانا بیان کرتے ہیں آپ نے فرمایا وہ غلط کہتے ہیں پس آسمان کی طرف ہاتھ کا اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ یہاں سے وہاں تک
 آپ تشریف لے گئے تھے اور درمیان میں سب حرم ہے۔

بروایت عیاشی امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا گیا کہ تمام مساجد میں افضل کون کونسی ہیں تو آپ نے مسجد الحرام
 اور مسجد الرسول کا نام لیا۔ لوگوں نے مسجد اقصیٰ کا نام لیا تو آپ نے فرمایا وہ آسمان میں ہے اور رسول پاک وہاں شب معراج تشریف
 لے گئے تھے کسی نے عرض کی کہ لوگ تو بیت المقدس کے متعلق کہتے ہیں آپ نے فرمایا اس سے تو مسجد کوفہ بھی افضل ہے۔

مذکورہ بالا دونوں روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ تفسیر اہل بیت میں مسجد اقصیٰ سے مراد بیت المعمور ہے جو ملائکہ کیلئے
 مقام حج و جائے طواف ہے یا اس سے مراد عرش پروردگار ہے جو ملائکہ اعلیٰ میں اقدس و تجید پروردگار کا محل اور فرشتوں کی
 جائے پناہ ہے اور لغوی لحاظ سے بھی یہی معنی درست بنتا ہے کیونکہ اقصیٰ افضل التفضیل کا صیغہ ہے جس کا معنی ہے سب سے
 دُور اور امکانی حدود کے لحاظ سے سب سے دُور اسی کو کہا جاسکتا ہے نہ کہ بیت المقدس کو۔ اور جب کسی لفظ کو اپنے حقیقی
 معنی پر محمول کیا جاسکتا ہو اور قرآن و آثار بھی اس کی تائید میں ہوں تو بلاوجہ و بلاقرینہ تکلف کر کے اس سے مجازی معنی مراد
 لینا اور قرآن مخالفہ کو نظر انداز کرنا محض سنیہ زوری ہی ہے پس بفرمان اہل بیت مسجد اقصیٰ سے وہ جگہ مراد ہے جہاں شب
 معراج آپ تشریف لے گئے تھے اور احادیث متواترہ بھی اس کی موید ہیں بے شک بیت المقدس میں آپ تشریف لے گئے

لیکن وہ راستہ میں ایک پڑاؤ تھا۔ جس طرح مسجد کوفہ نہ کہ منتہائے سفر۔

يَاۤرۡكُنَا حَوٰكِيۡنَۙ جو لوگ مسجد اقصیٰ سے بیت المقدس مراد لیتے ہیں ان کے نزدیک برکت سے مراد گرد و نواح میں سرسبزی آبادی شادابی، خوش حالی اور باغات و اشجار کی رونق اور میوہ جات کی فراوانی ہے کیونکہ وہاں کے لوگ ان اشیاء ضروریہ کے لئے بیرونی مالک کے محتاج نہیں ہیں نیز اس اعتبار سے بھی وہ مبارک ہے کہ نبیوں کی عبادت گاہ اور ملائکہ کی فرود گاہ بھی ہے پس تقدیس و تسبیح کی رونقوں سے بہرہ ور اور مشرک و کفر کی نجاستوں سے بالاتر ہے گویا دینی و دنیاوی ہر قسم کی برکت کا وہ محل ہے اور اگر مسجد اقصیٰ سے تفسیر اہل بیت کے ماتحت اسمانی مقام سجدہ مراد لیا جائے تو اس کا مبارک ہونا تو معلوم ہی ہے

لذٰرِیۡۃٍۙ یعنی مقصد معراج یہ تھا کہ حضور کو آیات الہیہ دکھائی جائیں چنانچہ آپ نے اس سلسلہ میں بہت کچھ دیکھا۔ آسمان دیکھے مختلف حالات میں عبادت گزار فرشتے دیکھے انبیاء دیکھے جنت و نار دیکھی دریا ہائے نور دیکھے حجاب ہائے قدرت دیکھے اور ان آیات میں سے یہ بھی ایک آیت ہے کہ مختصر وقت میں بہت کچھ دیکھا اور جہاں آسمانوں پر انبیاء سے ملاقاتیں اور ان کو نماز پڑھانا آیات خداوندی میں سے ہے وہاں اپنے اسیائے طاہرین علیہم السلام کو اشباح نور کے لباس میں بحالت عبادت دیکھنا بھی آیات خداوندی میں سے ہے اور حضرت علیؑ کا فرمان ما لک ائینہ بھی اکبر معنی (علیؑ ماحکمی عن اہل بیت) یعنی اللہ کی کوئی آیت مجھ سے بڑی نہیں ہے تو جہاں دوسری بڑی بڑی آیات دیکھیں وہاں حضرت علیؑ کو بھی دیکھا اور جس معنی

دوسری آیات دیکھیں اسی معنی میں حضرت علیؑ کو بھی دیکھا تو جس طرح شب معراج دوسرے انبیاء کو دیکھنا ان کیلئے معراج کو ثابت نہیں کرتا اسی طرح آپ کا حضرت علیؑ کو دیکھنا بھی حضرت علیؑ کے معراج کو ثابت نہیں کرتا نیز ذات پروردگار کا حضرت علیؑ کے لہجہ میں کلام کرنا بھی انہی آیات میں سے ہے جو مقصود معراج تھیں۔ نیز شب معراج میں آپ نے جنت کے دروازہ پر یہ بھی لکھا ہوا دیکھا۔ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ و علیؑ اخو رسول اللہ جس کا مکان کے دروازہ پر نام تحریر ہو وہ اس کا مالک سمجھا جاتا ہے معلوم ہوا کہ جنت کا مالک علیؑ ہے پس جنت میں وہی جا سکے گا جو علیؑ کو اپنا پیشوا سمجھتا ہو اور حضورؐ کا ارشاد فریقین نے نقل کیا ہے۔ کہ علیؑ جنت و نار کا قسیم ہے حضرت علیؑ علیہ السلام کو ترکیب معراج قرار دیکر مسلمات مذہب کو ٹھکانے کی ضرورت ہی کیا ہے؟ کیونکہ حضرت علیؑ کی یہ فضیلت کیا کم ہے کہ قصد معراج میں حضرت علیؑ کی وصایت و خلافت محب و محبوب کے باہمی مکالمہ کا اہم موضوع تھا نیز گفتگو کا لہجہ بھی یہی تجویز ہوا، اور پھر یہ ہے کہ حضرت علیؑ کو وہاں دکھانا قدرت پروردگار سے کیا بعید ہے؟ نیز اگر حضرت علیؑ کا معراج دیکھنا ہے تو کعبہ میں دوش پیغمبر پر سواری معراج نہیں تو اور کیا ہے؟ حضرت رسالت آری نے زمین مکہ سے بلند ہو کر فضائے آسمانی کو چیرتے ہوئے عرضِ عظیم پر با قدم رکھا اور حضرت علیؑ نے زمین بیت اللہ سے بلند ہو کر فضائے کعبہ کو چیرتے ہوئے دوش پیغمبر بلکہ مہر نبوت پر با قدم رکھا اگر جبریل نے شب معراج یہ کہا تھا کہ حضور نے وہاں قدم رکھا ہے جہاں آج تک کوئی نبی یا ولی یا ملک نہ پہنچ سکا تو کہنا پڑا ہے کہ علیؑ نے برد فرج مکہ وہاں قدم رکھا۔ جہاں کسی کا قدم نہ پہنچ سکا۔

وَقَضَيْنَا إِلَىٰ بَنِي إِسْرَائِيلَ فِي الْكِتَابِ لَتُفْسِدُنَّ فِي الْأَرْضِ

اور ہم نے آگاہ کر دیا بنی اسرائیل کو تورات میں کہ تم فساد کرو گے زمین میں دو دفعہ اور

مَرَّتَيْنِ وَلَتَعْلُنَّ عُلُوًّا كَبِيرًا ۝ فَإِذَا جَاءَ وَعْدُ أُولَاهُمَا بَعَثْنَا عَلَيْكُمْ

سرسخی کرو گے سخت پس جب آیا ان دو میں سے پہلے وعدے کا وقت تو ہم نے

عِبَادَنَا أُولِي بُاسٍ شَدِيدٍ فَجَاسُوا خِلَالَ الدِّيَارِ ط وَكَانَ

بھیجا تم پر اپنے طاقتور بندوں کو پس وہ شہروں کے اندر گھس گئے اور یہ وعدہ

تنبیہ پر حضرت موسیٰ کی معراج طور پر تھی اور حضور کا معراج عرش پر ہوئی لیکن خداوند کریم نے ہر مومن کیلئے نماز کو تمام معراج قرار دے دیا اور حضور نے اس کا اعلان عام فرمایا کہ الصَّلَاةُ مِعْرَاجُ الْمُؤْمِنِينَ۔ یعنی نماز مومن کے لئے معراج ہے۔ وَآتَيْنَا مُوسَىٰ۔ معراج کے ذکر کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام اور اس کا قوم کا ذرا حضرت رسالت کا رب کا تسمیہ کے لئے ہے کہ آپ سے پہلے حضرت موسیٰ کو بھی ہم نے معجزات عطا کئے تھے پھر جس طرح لوگوں نے ان کو جھٹلایا اگر آپ کو بھی جھٹلا دیں تو ہم زور ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔

وَقَضَيْنَا۔ یہ قضا سے ہے اور اس کا معنی ہے حتمی فیصلہ کرنا اور اسی لئے تاقضی کو قاضی کہا جاتا ہے اس کے علاوہ چند مقامات میں مستعمل ہوتا ہے۔ (۱) پیدا کرنا جیسے فَقَضَانَا سَبْعَ سَمَوَاتٍ یعنی پیدا کیا ان کو سات آسمان (۲) واجب کرنا وَقَضَىٰ رَبُّكَ أَنْ لَا تَعْبُدُوا إِلَّا آيَاتُهُ اور تیرے رب نے واجب کیا ہے یہ بات کہ نہ عبادت کرو مگر اس کی (۳) خبر دینا اور اس آیت میں یہی معنی مراد ہے یعنی ہم نے بنی اسرائیل کو خبردار کر دیا اور تورات میں یہ بات واضح کر دی کہ ان کی اولاد میں دو دفعہ فساد کریں گی اور سرکشی کا مظاہرہ کریں گی۔ یعنی انبیاء کو قتل کریں گے اور خونریزی کریں گے مفسرین میں اختلاف ہے کہ دو دفعہ کے فسادات کون سے ہیں ایک قول یہ ہے کہ پہلا فساد حضرت ذکریا کا قتل ہے اور دوسرا فساد حضرت یحییٰ کا قتل ہے پس پہلی دفعہ کے فساد کے بعد ان پر ایران کا ایک بادشاہ ساہور ذوالاکتاف مسلط ہوا اور دوسری دفعہ کے فساد کے بعد ان پر بابل سے بخت نصر حملہ آور ہوا، اور ان کو تباہ و برباد کیا۔ دوسرا قول یہ ہے کہ پہلا فساد حضرت شعیا کا قتل اور دوسرا فساد حضرت یحییٰ کا قتل ہے اور پہلی دفعہ ان پر بخت نصر مسلط ہوا اور دوسری دفعہ بابل کا ایک بادشاہ تھا اور بعض کہتے ہیں کہ پہلی دفعہ ان پر جالوت مسلط ہوا تھا جو حضرت داؤد کے ہاتھوں قتل ہوا اور دوسری دفعہ بخت نصر ان پر مسلط ہوا، واقعہ کی تفصیل عنقریب بیان ہوگی۔

بَعَثْنَا۔ پہلی دفعہ کے فساد کے بعد خدا نے ان پر طاقتور لوگوں کو مسلط کر دیا اور خداوند کریم کافروں کو کافروں کے ذریعے ہی سزا دیا کرتا ج طرح بخت نصر کے ذریعے سے بنی اسرائیل کو ذی۔ فجاسوا۔ یہ جوس سے ہے اور اس کا معنی ہے تلاش کرنا یعنی انہوں نے شہروں میں پھیر پھیر کر تلاش کیا کہ سب ادا کوئی ان کی گرفت

وَعَدَّا مَفْعُولًا ۝ ثُمَّ رَدَدْنَا لَكُمُ الْكُرَّةَ عَلَيْهِمْ وَأَمْدَدْنَاكُمْ بِأَمْوَالٍ

ہونے والا تھا پھر ہم نے پلٹا دی تمہاری نوبت ان پر اور تمہاری ہم نے مدد کی مال و اولاد

وَبَيْنَيْنَ وَجَعَلْنَاكُمْ أَكْثَرَ نَفِيرًا ۝ ۶ ۝ إِن أَحْسَنْتُمْ أَحْسَنَّا لَكُمْ لَافْسِكُمْ

کے ساتھ اور تمہاری تعداد کو ہم نے بڑھالیا اگر تم نیکی کرو گے تو یہ نیکی تم اپنے نفسوں پر کرو گے

وَإِنْ أَسَأْتُمْ فَلَهَا فَإِذَا جَاءَ وَعْدُ الْآخِرَةِ لِيَسُوءَ وُجُوهَكُمْ وَلِيُؤَدِّيَ

اور اگر برائی کرو گے تو وہ بھی اپنے لئے پس جب آیا دوسرے وعدہ کا وقت تاکہ بگاڑے تمہارے چہروں کو اور تاکہ

خَلُّوا الْمَسْجِدَ كَمَا دَخَلُوهُ أَوَّلَ مَرَّةٍ وَلِيَبُذِّرُوا مَا عَلَوْا تَتْبِيرًا ۝ ۷ ۝

وہ داخل ہوں شہر میں جس طرح داخل ہوئے تھے پہلی مرتبہ اور تاکہ تباہ کر دیں جس پر بھی وہ غالب آجائیں اچھی طرح

عَسَىٰ رَبُّكُمْ أَنْ يُرْحِمَكُمُ وَإِنْ عُدْتُمْ عَدُنَا وَجَعَلْنَا جَهَنَّمَ لِلْكَافِرِينَ حَصِيرًا ۝ ۸ ۝

شاید تمہارا رب تم پر رحم کرے اور اگر تم پھر پلٹو گے تو ہم بھی پلٹیں گے اور ہم نے کیا ہے دوزخ کو کافروں کے لئے قید خانہ

سے بچ گیا ہونیسنہ جو جس اور جو جس مترادف استعمال ہوتے ہیں۔

ثُمَّ رَدَدْنَا تَفْسِيرُ صَافِي فِي هِيَ بَحْتِ نَفَرٍ كَيْ جَلِي جَانِي كِي بَعْدِ خَلَانِي بِيَهِنِ بِنِ اسْفَنْدِيَارِ كُو مِيهِيَا پَسِ اس نِي بِنِي اسْرَائِيلِ كِي قِيدِيُونِ كُو بَحْتِ نَفَرِي سِي اَزَادِ كِرَا كِي وَاپَسِ كِيَا اور حَكُومَتِ وَاثِيَالِ كِي حَوَالِ كِي پَسِ خَلَانِي اِنِ كُو مَالِ وَاوِلَادِ مِيهِيَا كَثْرَتِ سِي عَطَا فَرْمَانِي كِي وَهِي سِيَلِي كِي طَرَحِ خُوشِنِ حَالِ هُو كُنِي۔

اِنْ اَحْسَنْتُمْ اِنِ كُو تَنْبِيَهِي كِي كُنِي هِي كِي اِكْرَمِ اِحْتِي كَامِ كَرِي كِي تُو اِسِ كَا فَاوْدِهِي تَمِيهِي هُو كَا اور اِكْرَمِ اِحْتِي كَرِي كِي تُو اِسِ كَا اَنْجَامِ مِيهِي تَمِ هِي كُو مَجَلَّتِ نَا پْرِي سِي كَا۔

فَاِذَا جَاءَ يِعْنِي جَبِ دُوسَرِي وَفَعِهِي اِنِيُونِ نِي سِرْكَشِي كِي اور ظَلَمِ وَاوْدَانِ كُو اَحْتِيَا رِ كِيَا۔

لِيَسُوءَ وُجُوهَا مِيهِيَا شَرْطِ كِي جَزَا مَحْذُوفِ هِي يِعْنِي هَمِ نِي تَمِ پَرِ دُشْمَنِ مَسْلُطِ كَرِيَا تَا كِي تَمَارِي سِي چِيروُنِ كُو مُبْرِي طَرَحِ رُسُوَا كَرِي يَا يِي كِي تَمَارِي سِي سِرْدَارُونِ اور رُئِيسُونِ كُو تِيَا كَرِي۔

وَلِيُؤَدِّيَ اِسِ سِي مَعْلُومِ هُوَا كِي هِرِدُ وَفَعِهِي دُشْمَنِ نِي بِيْتِ الْمَقْدِسِ كُو ضَرَابِ كِيَا تَمَا۔

وَلِيُتَبِّرُوا تَبْتِيرِ اور تَدْمِيرِ دُو مُتْرَادِفِ لَفْظِي هِي اور اِنِ كَا مَعْنِي هِي هِلَاكِ وَا بَرِبَادِ كَرِنَا۔ تَبْتِيرِ كَا مَجْرُودِ تَبَارِ اور تَدْمِيرِ كَا مَجْرُودِ دَمَارِ هِي اور اِسِي مَنَاسِبَتِ سِي لُو هِي يَا سُونِي كِي مُكْرَمِي كُو تَبْرِ كِيَا جَاتِي هِي۔

وَإِنْ عُدَّتُمْ عُنْدَنَا - یعنی دو دفعہ کی گرفت کے بعد تو بہ کر کے ثابت قدم رہے تو خدا کے رحم و کرم کے حقدار ہوں گے لیکن اگر پھر سرکش بنے تو خدا کی گرفت دُور نہیں چنانچہ انہوں نے حضرت رسالتاً کے خلاف بھی سازشوں کے مجال بچائے جس کی پاداش میں گرفتار عذاب ہوئے اور جو فوری گرفت سے بچ گئے وہ ہمیشہ ذلیل و خوار رہے۔

تذکرہ - سورہ مزمل میں خداوند کریم نے اُمتِ پیغمبر کو اُمتِ موسیٰ سے تشبیہ دی ہے بنا بریں بنی اسرائیل کے فسادات کی طرح اُمتِ اسلامیہ میں بھی فسادات رونما ہوئے چنانچہ کافی دعیاشی سے منقول ہے امام جعفر صادق علیہ السلام نے پہلے فساد سے مراد حضرت امیر المؤمنین کا قتل لیا ہے اور دوسرے فساد سے مراد حضرت امام حسن علیہ السلام کے خلاف بنیاد ہے اور بڑی سرکشی سے مراد امام حسین علیہ السلام کا قتل ہے اور خداوند کریم نے حضرت قائم علیہ السلام کے خروج کا وعدہ فرمایا ہے کہ ان کے ہاتھوں دشمنانِ اکی محمد کو اپنے کئے کی دنیا میں سزا ملے گی۔

منقول ہے کہ جب بنی اسرائیل کی بدکاریاں حد سے بڑھ گئیں احکامِ خدا کی مخالفت قتل و غارت گری ظلم و تعدی اور بدعات کی طرف میلان اُن کا

بنی اسرائیل کے فسادات

شیوہ بن گیا۔ اصلاح کرنے والوں سے تبلیغ کی جرأت سلب کر لی گئی اگر کسی نبی نے زبان کھولی تو حکومتِ وقت کی جانب سے سزائے موت اس کا انجام ہوا پس بعض قتل ہوئے اور بعض کو زمین دوز قید خانوں میں عمر قید کی سزا دی گئی اور بعض ایک وقت کی انتظار کے لئے روپوش رہے بہر کیف ایک وقت تک حکمت پروردگار کے ماتحت ان کی رستی دراز رہی پس خدا نے اُن کی جانب ایک نبی بھیجا جس کا نام شعیب تھا اور یہ حضرت زکریا کے زمانہ سے پہلے تھے اور انہوں نے حضرت عیسیٰ اور حضرت رسالتاً کی آمد کی پیشین گوئی کی تھی اس زمانہ میں بنی اسرائیل کا بادشاہ ایک صالح نوجوان تھا جو حضرت شعیب کے وعظ و نصیحت سے متاثر تھا اچانک بادشاہ بیمار ہو گیا تو سنخار نامی ایک بادشاہ نے چھ لاکھ فوج کے ساتھ بیت المقدس پر حملہ کر دیا پس شعیب پیغمبر نے دعا مانگی تو خدا نے بنی اسرائیل کے بادشاہ کو شفا عطا فرمائی اور سنخار کی فوج میں دبا پڑ گئی چنانچہ وہ سب کے سب لقمہ اجل ہو گئے صرف سنخار اور اس کے چار ساتھی بچ کر بھاگے جن کو گرفتار کر لیا گیا اور بچک پروردگار ان کو رہا کر گیا تاکہ واپس جا کر اپنی قوم کو اپنی سرگزشت سنائیں اس واقعہ کے پورے سات برس بعد سنخار اپنی موت آپ مر گیا۔ اور اس کا پوتا بخت نصر اس کے تخت کا وارث ہوا، اس کی حکومت کے سترہ برس بعد بنی اسرائیل کا بادشاہ مر گیا اور بنی اسرائیل میں تخت و تاج کے معاملہ میں اختلاف و انتشار پھیل گیا اور خانہ جنگی شروع ہو گئی۔ حضرت شعیب نے ہر چند وعظ و نصیحت کی لیکن وہ نہ مانے اور بالآخر اس کے قتل کے درپے ہو گئے چنانچہ وہ ان کے ڈر سے روپوش ہو گئے۔ بنی اسرائیل کو کسی طرح اُن کا سُرخ مل گیا وہ ایک درخت کے تنے میں چھپے ہوئے تھے پس انہوں نے اس کو اُڑے سے کاٹ دیا اور وہ شہید ہو گئے اس کے بعد خداوند کریم نے حضرت ہارون کی اولاد سے حضرت ارمیا کو مبعوث فرمایا لیکن ان کی سرکشیوں اور دھاندلیوں کو دیکھ کر انہیں بھی روپوش ہونا پڑا چنانچہ بخت نصر نے اپنے لاؤ لشکر سمیت بیت المقدس کا رخ کیا۔

ایک روایت میں ہے کہ یہ زانیہ عورت کا بیٹا تھا اور حرامزادہ تھا، اور سخارب کے بعد تخت بابل کا مالک ہوا۔ اس نے بیت المقدس کو خراب کیا اور تورات کو جلا دیا حتیٰ کہ مسجد میں مردے پھینک دیئے اور ستر یا بہتر ہزار انسانوں کا قتل عام کیا ان کے اموال و املاک لوٹ لئے اور ان کی عورتوں اور بچوں کو ستر ہزار کی تعداد میں قید کر کے اپنے ہمراہ بابل لایا پس یہ لوگ ایک سو برس تک مجوسیوں کے غلام رہے اور یہ پہلی دفعہ کا عذاب تھا، اس کے بعد خداوند کریم نے اپنے رحم و کرم سے ان کو چھٹکارا دیا چنانچہ حکم خدا ایمان کا ایک نیک دل بادشاہ کو روش نامی اٹھا جس نے بنی اسرائیل کو حکومت اہل بکے استبدادی شکستہ سے آزاد کر کے واپس بیت المقدس پہنچایا اور مسجد کی از سر نو تعمیر کرائی پس اس بادشاہ کے ماٹے میں وہ ایک سو برس تک نہایت آباد و شاد گناہوں سے گزارہ کش اور اطاعتِ خدا میں سرشار رہے۔ خداوند کریم نے ان کے مال و رزق میں برکت دی نعمتِ اولاد سے ان کو بہرہ ور کیا پس خوب پھلے پھولے اور پھیلے چنانچہ ان کی تعداد میں معتدبہ اضافہ ہو گیا، لیکن جب نعمتِ خداوندی کے ماتحت بخت یا در ہوا اور رحمت پروردگار نے ان کی دستگیری کی تو شیطان نے پھر ان کو کفرانِ نعمت کے راستہ پر لگا لیا پس وہ آہستہ آہستہ راہِ حق کو چھوڑنے اور حدودِ شرعیہ کو توڑنے لگ گئے بدعات نے سر اٹھایا اور ظلم و تعدی بے راہ روی و بے انسانی اور حرام کاری و فحاشی نے ان میں رواج پالیا پس تورات کے احکام کو انہوں نے پس پشت ڈال دیا گیا اور ہدایت کرنے والوں کا گلا گھونٹ دیا گیا۔ چنانچہ حضرت یحییٰ علیہ السلام کا قتل بھی ان کی سرکشی اور بدستی کا شاخسانہ تھا۔ منقول ہے کہ بنی اسرائیل کا بدکار و عیاش بنی بادشاہ اپنی عورت کی لڑکی کے ساتھ شادی رچانا چاہتا تھا تو حضرت یحییٰ نے اس کو اس فعلِ بد سے منع فرمایا جب بیگم کو پتہ چلا کہ مبری لڑکی کے حرم سرا میں داخل ہونے سے حضرت یحییٰ راضی ہے تو اس نے بادشاہ کو آپ کے قتل کا مشورہ دیا چنانچہ وہ قتل کر دیئے گئے اور یہ دوسری دفعہ کافراؤں پر کہیبت خدا نے روم کے بادشاہ کو ان پر مسلط کیا جس کا نام انطیاخوس مذکور ہے چنانچہ اس نے شہر کو تباہ کیا، مسجد کو ویران کیا اور ان کے ایک لاکھ اسی ہزار مردوں کو تہ تیغ کیا اور اس کے بعد مسجد خرابہ بنی رہی یہاں تک کہ خلافتِ ثانیہ کے دور میں اس کو از سر نو تعمیر کیا گیا۔ بعضوں نے حضرت یحییٰ کے قتل کے بعد بنی اسرائیل کی تباہ کاری بخت نصر کے ہاتھوں ذکر کی ہے اور یہ واقعہ ہم نے تفسیر کی تیسری جلد ص ۱۲۶ پر ذکر کیا ہے اور منقول ہے کہ پہلے اور دوسرے فساد کے درمیان یا بیت المقدس کی پہلی اور دوسری تباہی کے درمیان ۱۰۰۰۰۰ دو سو دس برس کا فاصلہ تھا اور خلافتِ ثانیہ کے بعد سے بیت المقدس ہمیشہ مسلمانوں کے قبضہ میں رہا۔ لیکن گزشتہ ۱۱۶۶ء کی عربوں اور اسرائیلیوں کی جنگ میں جہاں عربوں کے اور کافی علاقے اسرائیلیوں کے پاس چلے گئے۔ وہاں بیت المقدس بھی ان کے قبضہ میں گیا اور اب اس کو بین الاقوامی شہر بنانے کی تجویز ندرتِ غور ہے۔

إِنَّ هَذَا الْقُرْآنَ يَهْدِي لِلَّتِي هِيَ أَقْوَمُ وَيُبَشِّرُ الْمُؤْمِنِينَ

تحقیق یہ قرآن ہدایت کرتا ہے اس (راہ) کی جو بہت سیدھا ہے اور خوشخبری دیتا ہے مومنوں کو جو

الَّذِينَ يَعْمَلُونَ الصَّالِحَاتِ إِنَّ لَهُمْ أَجْرًا كَبِيرًا ﴿۹﴾ وَأَنَّ الَّذِينَ

نیک اعمال بجالاتے ہیں کہ ان کے لئے بڑا اجر ہے اور تحقیق جو لوگ

لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ أَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا ﴿۱۰﴾

نہیں ایمان لاتے قیامت پر ان کے لئے ہم نے تیار کیا ہے دردناک عذاب

إِنَّ هَذَا الْقُرْآنَ - یعنی قرآن مجید کی دعوت انتہائی سیدھے راستے کی طرف ہے چنانچہ عالم میں
دلائل علیٰ جس قدر مذہب و دین ہیں سب میں طائر عقل کی پرواز پر پہرہ بٹھایا جاتا ہے پس وہ اپنے مذہبی اصول عقائد

میں تقلیدِ اکابر کے پابند ہیں۔ وہاں اپنے عقائد میں کسی کو کیوں کہنے کی مجال نہیں۔ لیکن دعوتِ اسلامیہ میں طائر عقل کو ہر ممکن کوشش
 سے پرواز کی دعوت عامہ دی گئی ہے بلکہ قرآن نے متعدد مقامات پر احبابِ عقول کو بار بار للکارا ہے اور بیانگ و بدل علا

کیا ہے کہ جس راستے کی اسلام دعوت دیتا ہے۔ یہی تمام راستوں سے زیادہ مضبوط اور سیدھا راستہ ہے چنانچہ توحید پروردگار
 جو دعوتِ اسلامیہ کی اصل اصیل ہے۔ قرآن نے اس کو بار بار دہرا کر اباب عقل و دانش کو غور و فکر کے لئے بھجھوڑا، اور

اور ناقابلِ تردید نفسیاتی و آفاقی براہین و اولہ پیش کر کے انصاف کو فیصل مقرر فرمایا اور دعوتِ اسلامیہ کے علمبردار حضرت پیغمبر
 نے پھر ایسے اچھوتے انداز بیان سے اپنے مشن کی صداقت و حقانیت کو واضح فرمایا کہ کسی ذی ہوش کے لئے مجالِ انکار نہ رہی

اور جن لوگوں نے ازراہ تعنت و عناد حضور کو جھٹلایا وہ بھی آپ کی تعلیمات میں تدغن کرنے کی جرأت نہ کر سکے اور حضرت رسالت
 نے جہاں توحید کا پرچم بلند فرمایا اور ساتھ ساتھ اپنی نبوت کے عقیدہ کی وضاحت فرمائی وہاں اپنے بعد کے لئے حضرت امیر المؤمنین

علی علیہ السلام کو اپنی ساری امت کا پیشوا و امام نامزد فرمایا چنانچہ ہم نے اس مسئلہ کو تمام مسائل اعتقادیہ کے ساتھ اپنی کتاب
 لمعۃ الانوار میں مدلل و مبرہن واضح کیا ہے۔ پس قرآن مجید نے جہاں مسئلہ توحید میں سیدھے راہ کی ہدایت فرمائی وہاں مسئلہ نبوت

میں بھی اس نے سیدھا راستہ پیش کیا ہے اب اگر تعینِ خلافت کے بھنور میں پھنسے ہوئے مسلمانوں کو قرآن سیدھا راستہ نہ بتائے تو
 اس کا اقوم کی ہدایت کا دعویٰ بے معنی ہو گا۔ اور حقائق تاریخ و حدیث اس امر کی شاہد ہیں کہ حضرت علی ہی رسول کے بعد امت کا

حقیقی پیشرو ہو سکتا ہے کیونکہ امتِ اسلامیہ میں نہ کوئی علی کی طرح قرآن کے اسرار و رموز کو جان سکتا ہے اور نہ فرماں رسالت کی
 علم و عمل میں مطابقت پیش کر سکتا ہے اور صرف علی ہی ہے جو قرآن و رسول کے فرامین کا عالم و عامل ہے پس وہی امت کا سربراہ

ہے اور اس کی امامت نبوت کی طرح حدود و عالمین کو شامل ہے اور تفسیرِ اہلبیت میں ہے کہ اس آیت میں اقوم سے مراد ولایتِ علی ہے
 علی۔ اس مسئلہ کو مدلل اور مبرہن طور پر ہم نے اپنی توضیحات کتاب 'اسلامی سیاست میں بیان کیا ہے۔

اور یہ واضح رہے کہ اصول میں سے ہر ایک کا بیان اپنا اپنا مناسب مقام رکھتا ہے پس جب شرک کا زور تھا اور بت پرستی کا پیرا تھا تو حضرت رسالت کی تبلیغ میں زیادہ زور مسئلہ توحید پر تھا اور عنوان بیان یہی ہوا کہ تَمَعَا قَوْلُوا الْاِلٰهَ الْاِلٰهَ تَمَعَا یعنی کلمہ توحید پڑھو اور جہنم کی آگ سے آزادی کا پروانہ حاصل کرو۔ بنا بریں مکہ میں مسئلہ توحید اور عبادت پروردگار ہی بیان پیغمبر کا اہم موضوع ہوا کرتا تھا اور اس زمانہ میں قرآن مجید کی اترنے والی آیات میں زیادہ تر اسی قسم کا بیان تھا جس طرح کہ کلمہ آیات میں غور کرنے سے پتہ چلتا ہے پس جب دعوت توحید کسی حد تک ذہن و دماغ میں اتر چکی اور اسلام کی پہلی اصل دلوں میں گھر چکی تو مسئلہ رسالت موضوع بیان بن گیا۔ حَتَّىٰ يُكَلِّمُوكَ فِي مَا شِجْرَ بَيْنَهُمْ اور یہود و نصاریٰ کے ساتھ بحث و مباحثہ زیادہ تر اسی مسئلہ کے ماتحت رہا اور مدنی آیات کے مطالعہ سے خوب معلوم ہوتا ہے کہ ان میں توحید کے ساتھ ساتھ مسئلہ نبوت کو کافی اہمیت دی گئی ہے اور جب یہ عقیدہ بھی مسلمانوں میں راسخ ہو گیا تو حضور نے مسئلہ امامت کا لاف غائب تو جہ بزرگی و ربانی اور ہر جمع میں حضرت علیؑ کا مقام واضح کیا، چنانچہ حدیث سفینہ حدیث ثقلین، حدیث مواہات، حدیث طبر، حدیث کساء وغیرہ جو تو اتر سے ثابت ہیں اسی سلسلہ کی اہم کڑیاں ہیں اور پھر حجۃ الوداع سے واپسی پر مقام خم غدیر میں تو صاف اعلان فرما دیا کہ مَنْ كُنْتُ مَوْلَا فَعَلِيَ مَوْلَا اور ایک لاکھ بیس ہزار حاجیوں کی موجودگی میں علیؑ کو اپنے بعد امت کا سربراہ بنایا۔ چنانچہ تمام صحابہ نے حضرت علیؑ کو اس عہدہ پر مہار کہا بھی پیش کی۔ پس اسی نظریہ اور طریقہ کے ماتحت منکرین توحید کی کثرت مسئلہ توحید کو اہم کر دیتی ہے اور منکرین نبوت کی کثرت مسئلہ نبوت کے بیان کو اہم بنا دیتی ہے اسی طرح منکرین ولایت کی کثرت اسلام کی مقتضی ہے کہ حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام کے فضائل و مناقب کو عام کیا جائے تاکہ گم گشتگان راہ ولایت صراط مستقیم کو تلاش کر سکیں اور یہی وجہ ہے کہ شیعہ بنا بر فضائل مرتضوی کے لئے مخصوص کر دیئے گئے اور اہل محمد کے فضائل میں ان کے مصائب کے بیان کو بھی بہت بڑا دخل ہے بلکہ درحقیقت مصائب اہل بیت ان کے فضائل کا نکھار و نچوڑ ہیں اور انہی کے ذریعے سے ان کے مناقب کو صحیح طور پر رکھا جاسکتا ہے پس شیعہ مجالس انہی مقاصد کیلئے وقت کر دی گئیں تاکہ نادانانہ لوگ ان کے مقام کو سمجھ کر ان سے تمسک پکڑیں اور ان سے ولا رکھنے والے ان کے فضائل و مناقب سن سچھ کر ان کے نقوش قدم کو اپنے لئے مشعل راہ قرار دیں لیکن نہایت افسوس کا مقام ہے کہ ان مجالس کو روح حقیقت سے الگ کر دیا گیا اور دور حاضر میں تو یہ مجالس ایک اکھاڑا کی شکل اختیار کر گئیں شیعہ کہلانے والے اہل محمد کے نام سے آشنا ہیں اور ان کے کام سے نا آشنا ان کے فضائل پر خوش ہوتے ہیں لیکن ان کی میرت کو اپنانے سے گریز کرتے ہیں۔ ان کو نیکیوں سے محبت ہے نیکی سے نہیں بُروں سے نفرت ہے برائی سے نہیں اسی طرح حدیث سے محبت ہے حدیث سے نہیں اور یزید سے نفرت ہے لیکن یزیدیت سے نفرت نہیں ہے حالانکہ درحقیقت یہ مجالس و محافل ناموس اسلام کی بقا کی خاطر معرض وجود میں آئیں چنانچہ آیت و کی تفسیر کے ذیل میں بروایت بن بابویہ تفسیر بریلوی امام علی رضا علیہ السلام سے منقول ہے۔ مَنْ كَذَّبَ مُصَابًا فَأَبَىٰ اَوْ اَبَىٰ كَذَّبَكَ عَيْنُهُ يَوْمَ تَبِي الْعِيُونَ وَمَنْ جَلَسَ مَجْلِسًا يَحْيَىٰ فِيهِ اَمْرُنَا لَمْ يَمُتْ قَلْبُهُ يَوْمَ يَمُوتُ فِيهِ الْقُلُوبُ۔ تو حجبہ : جو ہماری مصیبت کو یاد کرے پس

747

۷
۸

۹

خود روئے یا کسی کو رلائے تو اس کی آنکھ اس دن نہ روئے گی جس دن عام آنکھیں رونے والی ہوں گی اور جو شخص ایسی مجلس میں بیٹھے جس میں ہماری شریعت کو زندہ کیا جا رہا ہو تو اس کا دل اس دن مردہ نہ ہوگا جس دن عام دلوں پر مرونی چھائی ہوگی اور یقیناً ایسے لوگ آئمہ کی ناراضگی کا عمل ہوں گے جو زبان سے اہل بیت کی سیرت کی تعریف کریں اور عمل سے اسکی مخالفت و دشمنی کا کردار ادا کریں

آج کل کی مسموم فضا میں تو اکل محمد کی ذاکری دولت گمانے کا فن بن چکی ہے اور گلوکار لوگ اس میں زیادہ مقبولیت حاصل کرتے چلے جا رہے ہیں اور جس گانے کو شریعت مقدسہ نے حرام کہا تھا اس کو فضائل اہل بیت کی آڑ میں ذاکری کا نام دیا جاتا ہے فلم کاری اور گلوکاری کے پرستاروں کو سیرت اہل بیت کے ذریعے سے راہ حق پر لانے کی بجائے سیرت اہل بیت کے علمبرداروں نے ذاکری کے فلیپس کا پروگرام مرتب کر لیا ہے پس ذاکری نے فلم کاروں کو دھار دیا اور گلوکاری مجلس کا مال بن کر رہ گئی اور جو بھی اس طرز عمل کے خلاف زبان کھولے اس کو دشمن عزا داری بلکہ وہابی کے بدترین القاب سے یاد کیا جاتا ہے اور گلوکار طبقہ کو ایسے علماء سنیوں کی تائید بھی حاصل ہے جو داعی علم کی خود رو پیداوار کی حیثیت رکھتے ہیں وہ میدان علم میں تو وقار پیدا نہیں کر سکتے لہذا میدان تقریر میں علمائے اعلام کے خلاف زبان درازی کے ذریعے سے اپنا علمی رعب قائم کرنا چاہتے ہیں بنا بریں فضائل اہل محمد کے مہانے سے انہوں نے دامن توحید پروردگار میں ہاتھ ڈالنے کی بھی انسو سناک جسارت کی چٹا پتھر وہ اکل محمد کو خالق و رازق و معی و مہیت کہہ کر عوام کے جذبات سے کھیلتے ہوئے ایک طرف تو ان کے ایمان کا ستیاناس کرتے ہیں اور دوسری طرف ان کے حلوے ماندے کھا کر ان کے مال کے راہزن ہیں اسی لئے وہ حق گو علماء کو وہابی کہہ کے گانے والوں کی حمایت حاصل کرتے ہیں اور ان کو دین سے بے مہرہ کرتے ہوئے علماء پر کچھ اچھالنے کی جرأت دلاتے ہیں پس علماء اسلام اب ایک زبردست آزمائش کے مقام پر کھڑے ہیں کیونکہ انہیں اختیار کو دلا کا درس دینے کی بجائے شیطان اکل محمد کو ان بھڑیا صفت غدار مولویوں اور زندہ قسم کے بد لگام پادریوں کی مشرکانہ تعلیم سے بچانا ضروری ہے اور گانے والے لوگ اس قدر خطرناک نہیں جتنا کہ علماء سنیوں خطرناک ہیں بلکہ گانے والوں کو علماء کے خلاف زبان کھولنے کی جرأت ہی نہ ہوتی اگر یہ ان کی تائید نہ کرتے۔ پس حق بیان کرنے والے علماء کا فریضہ ہے کہ مسئلہ توحید کو نظر انداز نہ کریں اور سادہ لوح شیعوں کے اذیان میں مقام توحید مقام نبوت اور مقام ولایت کو اس طرح راسخ کریں کہ مشرکانہ بیان ان کے ایمان کی ناڈ کو نہ ڈبو سکے اور وہ ان فن کار مولویوں کے ہتکنڈوں سے متاثر نہ ہو سکیں اور اس وقت دلائے اکل محمد کا علماء حق سے اہم تقاضا یہی ہے اور دور حاضر میں مقام توحید کی وضاحت یقیناً جہاد اکبر ہے پس لوگوں کی دشنام طرازیوں اور بدزبانوں سے گھبرانے کی بجائے سیرت محمد اکل محمد پر چلتے ہوئے پیغم اسلام کو بلند کرنا اور بلند رکھنا ہر باضمیر مسلمان کا فریضہ ہے اور علماء پر یہ فریضہ اپنی علمی حیثیت کے ماتحت دوسرے فرائض سے اہم ہے

اجزائے کثیراً۔ ثواب کو اجر سے تعبیر کرنا اس کا فضل و امتنان ہے کیونکہ اجر وہ ہے جو کسی مزدوری کے بدلہ میں بطور صلہ کے ملے اور انسان جس قدر عبادت کرے وہ پروردگار کے سابق احسانات کا شکر نہیں ہو سکتی، چہ جائیکہ کسی اجر کا استحقاق حاصل کرے۔ اس مقام پر بتقدیر ہے کہ جس طرح مزدوری کرنے والا اجرت کا حقدار ہوتا ہے اور مالک پر اس اجرت کا ادا کرنا واجب ہوتا ہے۔ اسی طرح اللہ نے جس طرح ابتدا اپنے فضل و کرم سے انسان کو زیور وجود سے آراستہ فرمایا اسی طرح اس نے نیک عمل کرنے والوں کے لئے اپنے فضل و کرم سے

وَيَذَعُ الْإِنْسَانَ بِالْشَّرِّ دُعَاءَهُ بِالْخَيْرِ وَكَانَ الْإِنْسَانُ عَجُولًا ۝۱۱

اور مانگتا ہے انسان شر مثل مانگنے خیر کے اور انسان جلد باز ہے اور

جَعَلْنَا اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ آيَاتَيْنِ فَمَحَوْنَا آيَةَ اللَّيْلِ وَجَعَلْنَا آيَةَ النَّهَارِ

ہم نے بنیارات اور دن کو دو نشانیاں پس محو کیا ہم نے رات کی نشانی کو اور بنایا ہم نے دن کی نشانی کو

مُبْصِرَةً لِّتَبْتَغُوا أَفْضَلًا مِّن رَّبِّكُمْ وَلِتَعْلَمُوا عَدَدَ السِّنِينَ وَالْحِسَابَ ۗ

روشن تاکہ تلاش کرو رزق اپنے پروردگار سے اور تاکہ جانو آسمانوں کی تعداد اور حساب کو

وَكُلُّ شَيْءٍ فِیْ فَضْلِنَا تَفْصِيلًا ۝۱۲

اور ہر شئی کو ہم نے خوب واضح کر دیا ہے

آخرت میں جنت کا گھر تیار فرمایا اور اس کو جنت دینا اپنی ذات پر واجب قرار دیا جس طرح کسی مزدور کی اجرت مالک پر واجب ہوا کرتی ہے یہ وجوب اس معنی میں نہیں کہ اُسے کسی باز پرس کا خطرہ ہے بلکہ یہ وجوب اس کا لطف و احسان ہے۔

کبیر کا لفظ بھی قابل غور ہے کیونکہ جیسا منہ ویسی بات۔ پس جس کو اللہ کبیر کہے کیا مجال ہے کہ انسان اس کا تصور بھی کر کے اسی لئے تو وارد ہے کہ ادنیٰ جنتی کو بھی جو مکان جنت عطا ہو گا وہ اس دنیا اور اس کی نعمات سے بڑا ہو گا اور جب پست ترین جنت کا یہ حال ہے تو اعلیٰ مراتب کی کیا کیفیت ہوگی، چنانچہ ایک روایت مشہور ہے کہ ایک دفعہ ایک فرشتے نے سیر جنت کی خواہش کی تو خدا نے اس کو اجازت دے دی۔ پس ستر ہزار سال پرواز کرتا رہا آخر کار تھک گیا پھر دوبارہ حسب خواہش طاقت ملی اور اتنی مقدار پرواز کی پھر سہ بار پرواز کر کے ایک دیوار پر سیر کی حسرت لے کر بیٹھ گیا تو ایک عورت نکلی اور ازراہ تعجب فرشتے سے طول پرواز کی وجہ دریافت کی اس نے سیر جنت کی خواہش کو دہرایا تو اس نیک بخت نے جواب دیا کہ ابھی تک تو نے میرے گھر کا حال نہیں کیا باقی جنت کو کب دیکھے گا اور میں تو حضرت علیؑ کے شیعوں میں سے ایک کنیز ہوں۔ بالعظمتہ للہ۔

وَيَذَعُ الْإِنْسَانَ - قاعدہ عربی کے لحاظ سے یذعو ہونا چاہئے تھا لیکن تمام قرآنوں میں یذع لکھا گیا ہے رکوع نمبر ۲ اور یہ فرق فقط تحریری ہے ورنہ پڑھنے میں کوئی فرق نہیں پڑتا اور آیت مجیدہ کے معنی میں تین قول ہیں ۱) انسان غیظ و غضب کے عالم میں اپنے لئے برائی کی دعا اس طرح کرتا ہے جس طرح جو اس کی لامستی کی صورت میں اچھائی کی دعا کیا کرتا ہے اور یہ انسان کی جلد بازی کا ہی نتیجہ ہے پس اگر خدا اس کیلئے دعائے شر کو قبول کرتا تو وہ ہلاک ہو جاتا، لیکن خدا اپنے فضل و کرم سے اس کو مستجاب نہیں فرماتا، ۲) یعنی انسان نفع کی خواہش کے لئے بعض اوقات ایسی چیز طلب کرتا ہے جو اس کے لئے نقصان دہ ہوا کرتی ہے، ۳) انسان طلب حرام کے لئے اس طرح دعا کرتا ہے جس طرح طلب مباح کے لئے مانگتا ہے اور یہ اس

نَبَعَتْ رَسُولًا ۱۵ وَإِذَا أَسَأْنَا أَنْ نُهْلِكَ قَرْيَةً أَمَرْنَا مُتْرَفِيهَا

بھیجیں رسول اور جب ہم چاہیں کسی بستی کو ہلاک کرنا تو ہم حکم دیتے ہیں بڑے بڑوں کو (اطاعت کا)

فَفَسَقُوا فِيهَا فَحَقَّ عَلَيْهَا الْقَوْلُ فَدَمَّرْنَاهَا تَدْمِيرًا ۱۶ وَكَمْ أَهْلَكْنَا مِنْ

پس وہ نافرمانی کرتے ہیں تو ثابت ہو جاتی ہے ان پر بات پس ہلاک کرتے ہیں ان کو اچھی طرح اور کس قدر ہلاک کیں ہم نے امتیں

الْقُرُونِ مِنْ بَعْدِ نُوحٍ وَكُنْ بِرَبِّكَ بِذُنُوبِ عِبَادِهِ خَبِيرًا بَصِيرًا ۱۷

نوح کے بعد اور تیرا پروردگار اپنے بندوں کے گناہوں پر دانا و بینا ہونے کے لئے کافی ہے۔

عمل ہے اور گردن میں لازم کرنا طوق ڈالنے سے کنایہ کیا گیا ہے اسی بناء پر ہم نے مراد ہی ترجمہ کیا ہے اور قرآن مجید میں دوسرے مقام پر بھی طائر سے مراد عمل لیا گیا ہے۔ جیسے طَائِرُكُمْ مِنْكُمْ عِنْدَ اللَّهِ اور طَائِرُكُمْ مَعَكُمْ۔

اِقْدًا كِتَابِكَ۔ یعنی قیامت کے دن ہر شخص کو اپنا اعمال نامہ دیا جائے گا اور ارشاد ہو گا کہ خود پڑھو اور تم اپنے نفس کا خود ہی حساب لے لو۔ تفسیر مجمع البیان میں بروایت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ انسان کو اپنے تمام اعمال یاد آجائیں گے جس طرح کہ اس نے ابھی کئے ہوں اسی لئے تو کہے گا کہ ہائے یہ کیسی کتاب ہے کہ میرا کوئی چھوٹا یا بڑا عمل ایسا نہیں جو اس میں درج نہ ہو۔

وَمَا كُنَّا رَبًّا لَكَ۔ آیت مجیدہ میں صاف اعلان ہے کہ جب تک خداوند کریم کی طرف سے رسول کے ذریعے تمام حجت نہ ہو جائے کسی قوم پر عذاب نہیں آتا اور یہ عین لطف و کرم ہے اور رسول کے جانشین اور قائم مقام بھی رسول کے حکم میں ہیں۔ پس جن لوگوں کے پاس رسول آیا یا اس کا قائم مقام امام آیا یا امام کے نمائندے وقت کے علماء کے ذریعے سے ان تک پیغام حق پہنچ گیا تو تمام حجت ہو گئی چنانچہ آج کل علماء وقت ہی تمام حجت کا فریضہ ادا کر رہے ہیں لہذا جن لوگوں تک رسول کا پیغام علماء کے ذریعے سے پہنچ جائے گا ان کا بروز محشر عذر مسموع نہ ہو گا۔ ہاں جن لوگوں تک یہ پیغام نہ پہنچ سکے گا وہ معذور سمجھے جائیں گے البتہ حجت عقل کے ماتحت جہاں تک لوگ قابل گرفت ہوں گے ممکن ہے کہ ان سے باز پرس ہو۔

وَإِذَا أَسَأْنَا۔ اس میں شک نہیں کہ جس طرح جرم سے پہلے سزا نہیں دی جاسکتی اسی طرح جرم سے پہلے سزا کا ارادہ بھی نہیں کیا جاسکتا اور آیت میں ہلاک ہونے والی قوم کی معصیت سے ارادہ عذاب پہلے ظاہر ہوتا ہے حالانکہ یہ کسی صورت میں مستحسن نہیں پس آیت مجیدہ کی مفسرین نے چند توجیہات کی ہیں، اول جب ہم کسی بستی والوں کو تمام حجت کے بعد معذب کرنا چاہیں تو اس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ ہم وہاں کے امراء و رؤسا کو اطاعت دین کا حکم بھیجتے ہیں پس وہ اسکی نافرمانی کر کے فسق کے مرتکب ہوتے ہیں تو ان پر کلمہ عذاب ثابت ہو جاتا ہے پس ان کو گرفتار عذاب کر لیتے ہیں حکم شرعی اگرچہ بڑوں اور

مَنْ كَانَ يُرِيدُ الْعَاجِلَةَ عَجَّلْنَا لَهُ فِيهَا مَا نَشَاءُ لِمَنْ نُرِيدُ ثُمَّ

جو چاہے دنیا کا فائدہ تو ہم اس کو دنیا میں دے دیتے ہیں جو ہم چاہیں جس کے لئے چاہیں پھر

جَعَلْنَا لَهُ جَهَنَّمَ يَصْلُهَا مَذْمُومًا مَذْحُوسًا ﴿۱۸﴾ وَمَنْ أَرَادَ الْآخِرَةَ

کرتے ہیں اس کا انجام جہنم کہ اس میں ذلیل و خوار ہو کر چلے گا اور جو چاہے آخرت کو

وَسَعَىٰ لَهَا سَعِيهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَأُولَٰئِكَ كَانَ سَعِيهِمْ مَشْكُورًا ﴿۱۹﴾ كَلَّا نَبُذُّ

اور اس کے لئے کوشش کرے درحالیکہ مومن بھی ہو تو ایسے لوگوں کی کوشش بشکرہ قبول ہوگی

هُوَ آءٌ وَهُوَ آءٌ مِنْ عَطَاءِ رَبِّكَ وَمَا كَانَ عَطَاءُ رَبِّكَ مَحْظُورًا ﴿۲۰﴾

ہر ایک کو ہم مدد دیتے ہیں ان کو اور ان کو بھی تیرے رب کی مہربانی سے اور تیرے رب کی مہربانی ممنوع نہیں

الظُّرُكَيْفَ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ وَالْآخِرَةُ أَكْبَرُ دَرَجَاتٍ وَأَكْبَرُ تَفْضِيلًا ﴿۲۱﴾

راکھوں سے) دیکھو کس طرح ہم نے بعض کو بعض پر زیادتی دیدی اور آخرت کے درجات بڑے ہیں اور ان میں ایک کی دوسرے پر زیادتی بھی ہوتی ہے

چھوٹوں سب کے لئے یکساں ہوتا ہے لیکن چونکہ چھوٹا طبقہ بالعموم بڑوں کے اشاروں پر چلتا ہے بنا بریں تمام حجت کا مور و بڑے بڑوں کو قرار دیا گیا اور اس تو جہیہ سے اس آیت کا معنی گذشتہ آیت کے معنی کی تفصیل بن جائے گا کہ وہاں ارشاد ہے ہم کسی پر عذاب نہیں بھیجتے جب تک کہ رسول نہ بھیجیں (۲۰) مَرْنَا تَرْكِبِ نَحْوِي كَيْ لَمَّا سَ كَرِيَّةً كِي صِفْتِ هِي اَوْرَضِي يِه هُو كَا كَبِ جَبِ هَم كَسِي اِي سِي بَسْتِي كُو بَلَاك كَرْنِي كَا اِرَادِه كَرِي جَبِ كُو هَم نِي اَطَاعَتِ دِي ن كَا حَكْم دِي كَر اَمَامِ حِجَّتِ مِپِلِي كَر دِي هُو اَوْر اَمِنُون نِي اَرْتِكَابِ مَخَالِفَتِ كَر كِي رَاهِ فِسْقِ اِنْخِيَارِ كَرْتِي هُو نِي عَذَابِ كَا اِسْتِحْقَاقِ پيدا كَر لِيَا هُو اَوْر هَم نِي اِن كَر تِيَا كَر ڈَالَا هُو اِس بِنَا پَر اِذَا شَرَطِي كَر اَجْوَابِ مَحْذُوفِ هُو كَا كِي نَكَمِ كَلَامِ مِي اِس پَر دِلَالَتِ مَوْجُودِ هِي ۳۰ عبارت میں تقدیم و تاخیر ہے جس طرح آیت وضو میں ہے کہ جب نماز کے لئے کھڑے ہو تو وضو کر لیا کہ حالانکہ وضو کا حکم قیام سے پہلے ہوتا ہے (۲۱) مجاز ہے اور مقصد یہ ہے کہ جب کسی قوم کے عذاب کے آیام قریب ہوتے ہیں تو ان کے بڑے بڑوں میں فسق و فجور عام ہو جاتا ہے اور چھوٹے بھی ان کے ساتھ شریک جرم ہو جاتے ہیں پس عذاب خداوندی ان کو اپنی گرفت میں لے لیتا ہے جس طرح کہا جاتا ہے کہ جب کسی کے مرنے کا ارادہ ہو تو وہ کھانے پینے میں بد احتیاط ہو کر بیماری کو اپنی جانب کھینچ لاتا ہے اور آخر کار زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھتا ہے۔

فَدَمْرُنَا - دمار - تباہ اور ہلاک مترادف لفظ ہیں۔

الْقُرُونِ - قرن کی جمع ہے اس کی تحدید ۱۲۰ برس یا ۱۰۰ برس یا ۸۰ برس یا ۶۰ برس یا مختلف اراد کی گئی ہے اور اس مقام پر

نسلاً بعد نسل گذشتہ اقوام مراد لی گئی ہیں۔

صَنِّعَانٌ۔ یعنی دنیا کے طالبوں کو دنیاوی منفعت عطا ہوتی ہے اور وہ بھی مشیت پروردگار کے ماتحت جس کے لئے جس قدر وہ چاہے زیادہ یا کم جلدی یا دیر سے حسب مصلحت عطا فرماتا ہے۔

مَذْحُجْمًا۔ یہ دوسرے ہے اور اس کا معنی ہے دور ہونا۔

كُلًّا نُنِيبُهُ۔ یعنی خواہ کوئی کافر و فاسق ہو یا مومن صالح ہو دنیاوی عطا میں ان کو اور ان کو دینے میں ہم فرق نہیں کرتے۔ پس مومن کو چاہیے کہ اللہ سے آخرت طلب کرے کیونکہ اس صورت میں اس کو آخرت بھی مل جائے گی اور دنیاوی منفعت سے بھی محروم نہ رہے گا لیکن کافر کے لئے تو آخرت میں کچھ نہیں ہے۔ ویسے مومن کے لئے دنیا میں طلب حلال ممنوع نہیں ہے۔ بلکہ اسی میں بھی وہ نفع آخرت کا پہلو رکھ سکتا ہے مثلاً یہ کہے اے اللہ مجھے رزق حلال عطا فرماتا کہ بے فکر ہو کر تیری عبادت کر سکوں پس اس کو دنیا و آخرت دونوں کی بھلائی نصیب ہوگی۔

أَنْظُرُ۔ یعنی دنیاوی اعتبار سے لوگوں کو ایک جیسا نہیں بنایا گیا کوئی بیمار کوئی تندرست کوئی طاقتور کوئی کمزور کوئی آقا اور کوئی غلام ہے۔ لیکن اس کے بعد درجات آخرت میں جو فرق ہو گا وہ اس سے کہیں بڑھ کر ہے وہاں مومنوں کو اپنے عقائد و اعمال کے لحاظ سے درجات جنت میں ایک کو دوسرے سے فضیلت ملے گی اور کفار و مشرکین و منافقین کو اپنے عقائد فاسدہ اور اعمال کاسدہ کے تقادرت سے درجات جہنم میں عذاب کا حصہ ملے گا۔

لَا تَجْعَلْ۔ خطاب جناب سرور کائنات کو ہے اور مراد ساری امت ہے۔

وَالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا۔ آیت مجیدہ میں ہے کہ ماں باپ دونوں میں سے ایک بڑھاپے کے عالم میں ہوں تو ان کے ساتھ احسان کا برتاؤ ضروری ہے

یسی تو زندگی کے ہر دور میں اولاد پر والدین کی خدمت و اطاعت واجب ہے لیکن بڑھاپے کا زمانہ چونکہ خاص توجہ چاہتا ہے اس لئے اس زمانہ میں والدین کی خدمت کا خاص طور پر حکم صادر فرمایا۔

فَلَا تَقْلُ لَّهُمَا أُجْرًا۔ تفسیر مجمع البیان میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ اگر ان سے مختصر کوئی لفظ ہوتا تو والدین کی نافرمانی سے بچنے کے لئے خدا اس سے بھی منع فرماتا اور دوسری روایت میں ہے کہ کم از کم لفظ

جو انسان کو والدین کا عاق بنا دیتا ہے۔ وہ اُن ہے۔ اِنّ ایک حدیث میں ہے کہ جو والدین کا عاق ہو وہ جس قدر بھی اعمال کرے جنت میں داخل نہ ہوگا۔

اور والدین کا حق ہے کہ اگر وہ بوڑھے ہو جائیں حتیٰ کہ حاجات مزوریہ کے لئے بھی نہ جاسکیں یا اپنے بستر پر ان کا پیشاب یا پاخانہ نکل جائے تو ان سے نفرت نہ کرے بلکہ ان سے غلاطت کو اس طرح پاک کرے جس طرح وہ اس کے بچنے میں کیا کرتے تھے عام طور پر کسی بات سے تنگ دل ہونے والا آدمی اُن کا کلمہ زبان پر جاری کیا کرتا ہے خداوند کریم نے والدین کی

لَا تَجْعَلْ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ فَتَقْعُدَ مَذْمُومًا مَّخْذُومًا ۖ وَلَا تَقْضِ

نہ بناؤ اللہ کے ساتھ معبود ورنہ ذلیل و رسوا رہو گے اور فیصلہ کیا

رَبِّكَ الْآتِعِدْ وَالْآيَاتِ وَالْوَالِدِينَ إِحْسَانًا ۖ إِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ

تیرے رب نے کہ نہ عبادت کر دو مگر صرف اسی کی اور والدین کے ساتھ نیکی کرو اگر پہنچیں تیرے سامنے

الْكِبْرَ أَحَدُهُمَا أَوْ كِلَيْهِمَا فَلَا تَقُلْ لَهُمَا آفٍ وَلَا تُشْرِكُهُمَا وَ

بڑھاپے کو ایک یا دونوں تو ان کو آف تک نہ کہو اور ان کو نہ جھڑکو اور

قُلْ لَهُمَا قَوْلًا كَرِيمًا ۖ ۲۲ ۖ وَخَفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ

اُن سے شائستہ بات کرو اور جھکاؤ ان کے لئے بازو

خدمت میں اولاد کو ان تک کہنے کی بھی اجازت نہیں دی اور صحیح البیان میں ایک ضرب المثل نقل کی گئی ہے کہ والدین کے اطاعت گزار کو کہا جاتا ہے أَبْرَمًا التَّسْرِيعِي یعنی وہ گد سے بھی زیادہ فرمانبردار ہے کہتے ہیں گد جب بورھی ہو جائے تو اس کے بچے اگر اس کو دانہ بھراتے ہیں جس طرح پرندے اپنے بچوں کو بھرایا کرتے ہیں۔

تفسیر برہان میں بروایت کلینی امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ احسان یہ ہے کہ ان کی اچھی خدمت کی جائے

اور اشیائے ضروریہ طلب کرنے سے پہلے ان کو فرمایا کہ وہی جائیں۔ آگے چل کر آپ نے فرمایا اگر ان کی طویل خدمت میں تمھان

بھی آجائے تو منہ سے آف نہ نکلے اگر وہ مارنے لگ جائیں تو ان کے سامنے آواز بلند نہ کی جائے اور ان کے حق میں اچھی

بات منہ سے نکالے مثلاً یہ کہ خدا تمہیں بخشے اور یہ قول کریم ہے ماں باپ کی طرف شوخی سے گھور کر نہ دیکھا جائے بلکہ نیچی

نظر سے انھاری کے ساتھ ان کی طرف نگاہ اٹھائے اپنی آواز کو ان کی آواز سے بلند نہ کرے اور اپنے ہاتھ ان کے ہاتھ سے

اوپر نہ کرے اور نہ آگے بڑھ کر چلے۔

قُلْ رَبِّ ارْحَمْنَاهُمَا ۖ یعنی والدین کی زندگی میں اور ان کی وفات کے بعد ان کے لئے یہ دعا کرنی چاہیے جبکہ وہ مومن ہوں

اور حدیث نبوی میں ہے بنی سلمہ میں سے ایک شخص نے حضرت رسالت مآب سے دریافت کیا کہ والدین کے مرنے کے بعد

کوئی نیکی ہے جو میں ان کے لئے بجالاؤں تو آپ نے فرمایا ان کے لئے دعا کرو اور اللہ سے بخشش طلب کرو اس کے بعد

ان کے وعدوں کو پورا کرو، ان کے دوستوں کی عزت کرو اور ان کے قریبیوں کے ساتھ صلہ رحمی کرو اسی بنا پر والدین کی تقاضا

نمازیں و دیگر واجبات اولاد پر واجب ہیں جو تفصیل سے کتب فقہ میں مذکور ہیں، نیز نماز ہدیہ والدین اولاد کے لئے مستحب ہے

الذَّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيْنِي صَغِيرًا ط

زہی کے اذراہ شفقت اور دعا مانگو اسے رب تو ان پر رحم کر جس طرح انہوں نے بچپن سے میری پرورش فرمائی

رَبُّكُمْ أَعْلَمُ بِمَا فِي نُفُوسِكُمْ إِنْ تَكُونُوا صَالِحِينَ فَإِنَّهُ كَانَ لِلأَوَّابِينَ

تمہارا رب خوب جانتا ہے جو تمہارے دلوں میں ہے اگر تم نیک ہو گے تو وہ توبہ کرنے والوں کو بخشنے

جس کا طریقہ کتب اعمال میں موجود ہے۔

تفسیر صافی میں امام مولیٰ کاظم علیہ السلام سے منقول ہے ایک شخص نے اولاد پر والد کے حقوق کے متعلق دریافت کیا۔ آپ نے فرمایا اس کا حق یہ ہے کہ اس کو نام سے نہ بلائے اُس کے آگے نہ چلے اس سے پہلے نہ بیٹھے اور اس کو گالیاں دلوں کا سبب نہ بنے اور مروی ہے کہ خذیفہ نے ایک جنگ میں حضورؐ سے اپنے باپ کے قتل کی اجازت طلب کی تھی جو مشرکین کی فوج میں تھا تو آپ نے فرمایا کہ تم ایسا نہ کرو یہ کام کوئی دوسرا کر لے گا اور جہان ہمسایہ اور والدین اگرچہ کافر ہوں۔ ان کی عزت کرنے کا حکم ہے۔

ایک روایت میں میں نے کہیں دیکھا ہے کہ ماں کا ایام حمل میں بستر خواب پر پوری احتیاط سے کروٹ بدلنے کا عرصہ نہیں ہو سکتا اگرچہ اولاد ساری زندگی اس کی خدمت و اطاعت میں گزار دے اور کافی میں ہے حضورؐ نے ایک نوجوان کو فرمایا کہ تیری ضعیف ماں کا محبت بھری نگاہوں سے تیری طرف دیکھنا اور خوش ہونا تیرے لئے میرے ساتھ کئے ہوئے کئی جہادوں سے افضل ہے۔

رَبُّكُمْ أَعْلَمُ - یعنی اپنے دل میں اگر کوئی شخص والدین کا احترام رکھتا ہو یا نہ رکھتا ہو خداوند کریم قلبی حالات کو خوب جانتا ہے اور مروی ہے کہ بعض اولاد والدین کی زندگی میں اطاعت گزار ہوگی لیکن ان کے مرنے کے بعد ان کے لئے کار خیر نہ بجالائے گی پس وہ عاق مشور ہوگی اور بعض ان کی زندگی میں عاق ہوگی لیکن ان کے مرنے کے بعد ان کے حقوق و واجبات ادا کرے گی اور ان کے لئے کار خیر بجالائے گی وہ بروز عشر والدین کی اطاعت گزار مشور ہوگی۔

لِلأَوَّابِينَ - اس کا معنی توابین ہے اور تفسیر ربان میں ابن بابویہ سے مروی ہے کہ جناب بتول معظمہ چار رکعت نماز پڑھتی تھیں ہر رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد پچاس مرتبہ سورہ توحید پڑھا کرتی تھیں اور امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا یہ توابین کی نماز ہے۔

وَاتِ ذَا الْقُرْبَىٰ - تفسیر مجمع البیان میں ہے جب قافلہ اسیران اہل بیت کو عبید اللہ بن زیاد نے کوفہ سے شام کی طرف روانہ کیا تو ایک شامی مرد سے امام زین العابدین علیہ السلام نے اپنا تعارف اس طرح کرایا کہ کیا تو نے قرآن پڑھا ہے؟ اس نے جواب دیا ہاں! آپ نے فرمایا کیا تو نے یہ آیت پڑھی ہے وَاَتِ ذَا الْقُرْبَىٰ حَقَّهُ تو وہ کہنے لگا کیا آپ لوگ وہی ذوالقربی ہیں جن کو حق دینے کا خدا نے حکم دیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا ہاں

عَفْوًا ۱۵) وَاتِ ذَا الْقُرْبَىٰ حَقَّهُ وَالْيَتَامَىٰ وَالسَّبِيلَ وَلَا تُبْدِي

والا ہے اور دو قرابت دار کو اپنا حق اور مسکین مسافر کو اور نہ حد سے زیادہ

تَبْدِيرًا ۱۶) إِنَّ الْمُبْدِرِينَ كَانُوا إِخْوَانَ الشَّيْطَانِ طَوَّافِينَ

خرچ کرنا تحقیق حد سے زیادہ خرچ کرنے والے شیطانوں کے بھائی ہیں۔ اور شیطان اپنے

لِرَبِّهِ كَفُورًا ۱۷) وَإِمَّا تَعْرِضْنَ عَنْهُمْ ابْتَغَاءَ رَحْمَةٍ مِّنْ

رب کا منکر ہے اور اگر تو ان سے منہ پھیر لے اپنے رب کی رحمت کو چاہتے

رَبِّكَ تَرْجُوهَا فَقُلْ لَهُمْ قَوْلًا مِّسْوَرًا ۱۸) وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُولَةً

ہونے جس کی تم کو امید ہے تو کہہ ان کو بات آسان (عمدہ) اور نہ کرو اپنے ہاتھ کو بند

إِلَىٰ عُنُقِكَ وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُومًا مَّحْسُورًا ۱۹)

طرف اپنی گردن کے اور نہ پھیلاؤ پورا پھیلا نا کہ بیٹھ جاؤ غیر مدوح اور حسرت کی حالت میں

ہم وہی ہیں۔ کتب مقاتل میں یہ روایت مذکور ہے۔

تفسیر برہان میں بروایت کلینی منقول ہے کہ جب جہدی خلیفہ عباسی نے لوگوں کو اپنے حقوق واپس دلوائے تو امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے فرمایا اے امیر ہمارے حقوق واپس کیوں نہیں دلوائے جاتے؟ جہدی نے پوچھا وہ کیسے؟ تو آپ نے فرمایا جب خدا نے حضرت رسالت کو فدک اور اس کے گرد و نواح پر فتح و نصرت عطا فرمائی تو یہ زمین بغیر لڑائی و جہاد کے چونکہ ہاتھ آئی (لہذا اس میں مسلمانوں کا حصہ نہیں تھا) اور خدا نے اپنے رسول پر آیت بھیجی۔

وَآتِ ذَا الْقُرْبَىٰ حَقَّهُ۔ اور جبرئیل یہ حکم لایا کہ حضرت فاطمہ کو فدک دے دو پس آپ نے بی بی کو بلایا اور فدک ان کے حوالے کیا۔ اس کے بعد جب تک جناب رسالتؐ زندہ رہے بی بی کی جانب سے کاردار وہاں متعین ہوتے تھے جب ابو بکر کے ہاتھ میں خلافت پہنچی تو اس نے بی بی کے کارداروں کو نکال دیا پس بی بی نے جب اپنا دعویٰ پیش کیا تو اس نے گواہ طلب کئے چنانچہ حضرت علی علیہ السلام اور ام ایمن نے گواہی دی۔ پس اُس نے بی بی کو واپس کر دیا اور تحسیری دستاویز بی بی کے حوالہ کی چنانچہ آپ اسے لے کر واپس پلٹیں تو راستہ میں عمر مل گیا اس نے پوچھا کیا بات ہے تو بی بی نے سارا ماجرا بیان کر دیا۔ پس اس نے وہ دستاویز لے کر پھاڑ ڈالی۔ الحدیث

بروایت ابن بابویہ امام علی رضا علیہ السلام سے منقول ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی وَآتِ ذَا الْقُرْبَىٰ حَقَّهُ

تو حضور نے فاطمہ کو بلایا اور فرمایا اے بیٹی فذک وہ جگہ ہے جس پر مسلمانوں نے گھوڑے نہیں دوڑائے پس وہ صرف میرے لئے مخصوص ہے اور میں بحکم پروردگار تیرے حوالے کرتا ہوں پس اس کو اپنے لئے اور اپنی اولاد کے لئے قبول کر، عیاشی کی روایت میں ہے کہ آپ نے فاطمہ اور حسن اور حسین علیہم السلام کو طلب کیا اور فرمایا کہ فذک کا علاقہ بحکم پروردگار میں تم کو عطا کرتا ہوں۔ تفسیر مجمع البیان اور صافی میں روایت ابو سعید خدری بھی منقول ہے کہ جب یہ آیت اتری تو حضور نے جناب فاطمہ کو فذک عطا فرمایا۔ غرضیکہ روایت سنی و شیعہ میں بتواتر موجود ہے کہ آیت مجیدہ میں ذالقرنی سے مراد حضرت فاطمہ ہیں پس اس صورت میں مسکین اور مسافر سے مراد اکل رسول کے مساکین و مسافرین بھی لئے جاسکتے ہیں اور عام بھی مراد ہو سکتے ہیں پس ان کے حقوق سے مراد زکوٰۃ و صدقات وغیرہ ہوں گے۔

وَلَا تُبْسَىٰ ۖ صافی میں روایت عیاشی امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے ہر وہ پیسہ جو خدا کی نافرمانی میں خرچ کیا جائے وہ تہذیب یعنی فضول خرچی ہے اور جو پیسہ اللہ کی راہ میں خرچ کیا جائے وہ میانہ روی شمار ہوتا ہے اور ایک روایت میں ولائے علی سے روگردانی کو تہذیب سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اس کی اصل بذریعہ جس کا معنی ہے بیچ اور بیچ کو کھیت میں منتشر کیا جاتا ہے پس اسی مناسبت سے فضول خرچی کو تہذیب کہا گیا ہے کہ اس میں پیسے کو منتشر کیا جاتا ہے۔

وَمَا تَعْبُرُهُنَّ ۖ یعنی جب صاحبانِ حقوق سوال کرنے آئیں اور آپ کے پاس ان کے دینے کو کچھ نہ ہو پس ازراہ شرم و حیا اللہ کی طرف سے وسعتِ رزق کی خواہش کرتے ہوئے ان سے منہ پھیر لیں تو ایسی حالت میں ان کو جھڑکنے کی بجائے نرم و عمدہ لہجہ میں ان سے بات کر کے ان کو واپس پلٹائیں اور حضور کا یہ دستور تھا کہ جب ایسی حالت میں آپ کے پاس سائل آتے تھے تو آپ نہایت خندہ پیشانی اور خوش بیانی سے ان کے حق میں وسعتِ رزق کی دعا فرماتے تھے جس سے وہ سائل آپ کی معذرت سمجھ کر واپس ہو جاتے تھے۔

تفسیر قمی سے منقول ہے کہ یہ حصہ اطاعت والدین سے متعلق ہے یعنی اگر تنگی رزق کی صورت میں تم عیال داری میں چھنس جاؤ یا بیمار ہو جاؤ اور والدین کی صحیح خدمت کے بجالانے سے معذور ہو جاؤ تو والدین سے معذرت نرم لہجہ اور خوش بیانی سے کرو۔ اور قطعاً ان سے سخت کلامی اور تند لہجہ کو استعمال میں نہ لاؤ۔

لغوی لحاظ سے اعراض کا معنی ہے منہ پھیرنا اور یہ تین صورتوں میں ہوتا ہے، ۱) ناراضگی سے، ۲) مصروفیت کی وجہ سے، ۳) کسی کو ذلیل کرنے کے لئے اس مقام پر دوسرا معنی مراد ہے۔

وَلَا تَجْعَلْ ۖ اپنے ہاتھوں کو گردن سے باندھنا بخل سے کنایہ کیا گیا ہے یعنی بالکل بخیل نہ بن جاؤ اور ہاتھوں کو پورا پورا پھیلا کر کچھ دے دینے سے کنایہ ہے

بخل اور اسراف سے منع

یعنی ایسا بھی نہ کرو کہ جو کچھ اپنے پاس موجود ہو سب ایک سائل کو دے دو۔ ورنہ جب دوسرے سائل اور مستحق لوگ آئیں گے تو تمہیں پریشانی اور پشیمانی لاحق ہوگی۔ تفسیر مجمع البیان میں ہے ایک عورت نے اپنے بچے کو جناب رسالت کی خدمت

إِنَّ رَبَّكَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَن يَشَاءُ وَيَقْدِرُ إِنَّكَ كَانَ بعبَادِهِ خَبِيرًا بَصِيرًا ﴿۳۷﴾

تحقیق تیرا رب وسیع کرتا ہے رزق جس کے لئے چاہے اور تنگ بھی تحقیق وہ اپنے بندوں پر دانا بینا ہے

لباس مانگنے کے لئے روانہ کیا اور یہ سبھا دیا کہ اگر حضورؐ عذر کریں کہ میرے پاس موجود نہیں ہے تو ان سے اپنی ذاتی قیص لانگ لینا پنا پنچر اس لڑکے نے ایسا ہی کیا اور حضورؐ نے اپنی قیص اتار کر دے دی اور چونکہ آپ کے پاس پہننے کو دوسری قمیض موجود نہ تھی اس لئے نماز کے لئے مسجد میں نہ آسکے اور کفار نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ آپ نیند یا ہود و لعب کی وجہ سے نماز سے غافل ہو گئے ہیں۔ پس یہ آیت اتری۔

تفسیر صافی میں کافی سے منقول ہے کہ ایک دفعہ حضورؐ کے پاس کچھ سونا آگیا تو آپ نے یہ پسند نہ فرمایا کہ صبح تک یہ سونا میرے پاس بطور بچت کے موجود رہ جائے پس رات میں تحقیق پر تقسیم فرمایا اور صبح کو سائلین پہنچے تو آپ نے معذوری ظاہر کی۔ پس یہ آیت اتری۔

مَلُومًا مَّحْسُومًا۔ لُوم لوم سے ہے یعنی جب سائل خالی ہاتھ دروازہ سے واپس جائیں گے تو طاعت کریں گے۔ اور محسور حسر سے ہے یعنی ظاہر کرنا جس طرح کہا جاتا ہے۔ حَسْرَعَيْنِ ذَلِيلًا ہے کہ اس نے اپنے بازو کو کھولا اور میاں تہی دست ہونا مراد ہے اور تھک کر عاجز ہو جانے کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ جیسے خَائِسًا وَهُوَ حَسِيرٌ إِنَّكَ سَأَلَكَ۔ حدیث قدسی میں ہے إِنَّكَ مِنْ عِبَادِي مَنْ لَا يُضِلُّهُ إِلَّا الْفَقْرُ وَكَوَأَغْنِيكَ إِلَّا فَسَدَةٌ ذَالِكَ وَإِنَّكَ مِنْ عِبَادِي مَنْ لَا يُضِلُّهُ إِلَّا الْغِنَى وَكَوَأَفْقَرْتَهُ إِلَّا فَسَدَةٌ ذَالِكَ وَقَالَ إِنِّي لَا أَعْلَمُ بِمَصَالِحِ عِبَادِي رِصَالِي) تحقیق میرے بندوں سے بعض کے لئے فقر وفاقہ مناسب ہے اگر ان کو دولت مند کر دوں تو وہ بگڑ جائیں گے اور میرے بعض بندوں کے لئے دولت مند ہی مناسب ہوتی ہے اگر ان کو فقر وفاقہ دوں تو وہ بگڑ جائیں گے اور میں اپنے بندوں کی مصلحتیں خود بہتر جانتا ہوں اور حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام پنج ابلاغہ میں ارشاد فرماتے ہیں کہ خدا نے کسی کو وسیع رزق دے کر خوشحال بنایا اور کسی کو تنگی رزق اور بد حالی میں مبتلا فرمایا اور یہ سب اس کا عدل ہے پس خوشحالی اور بد حالی دونو امتحان کے لئے ہیں تاکہ غنی کا شکر اور فقیر کا صبر معلوم ہو (صافی)

وَلَا تَقْتُلُوا۔ بعض عرب فقر وفاقہ کے خوف سے اپنی نوزائیدہ لڑکیوں کو زندہ زمین میں دفن کر دیا کرتے تھے پس خدا نے ان کے رزق کی ضمانت دے کر ان کو اس فعل شنیع سے منع فرمایا ہے۔ اطلاق کا معنی فقر وفاقہ بیان کیا گیا ہے۔ دورِ حاضر میں اولاد کم پیدا کرنے کی تحریک عربوں کے جاہلی دستور کا اعادہ ہے۔ جو توحید سے برسبر پیکار ہونے کے مترادف ہے۔ آیت مجیدہ میں خدا نے پیدا ہونے والے تمام افراد کی کفالت اپنے ذمے لے لی ہے زمین پر بسنے والے انسان ہر دور میں چونکہ زمین پر اجارہ داری اپنا مخصوص حق سمجھتے رہے ہیں اور وہ خیال کرتے ہیں کہ پوری زمین کی ملکیت ہمارا اپنا پیدائشی حق ہے پس اس خیال کے آتے ہی وہ زمین پر دوسروں کی آمد کو روکنے کی فکر میں

وَلَا تَقْتُلُوا أَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ إِمْلَاقٍ نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَإِيَّاكُمْ

اور نہ قتل کرو اپنی اولاد (بیٹیوں) کو غربت کے ڈر سے ہم ان کو اور تم کو رزق دیں گے تحقیق ان کا

إِنْ قَتَلْتُمْهُمْ كَانَ خِطَاً كَبِيراً ۳۱ وَلَا تَقْرَبُوا الزَّوْجَ إِنَّهُ كَانَ فَاحِشَةً

قتل بڑا گناہ ہے اور قریب نہ جاؤ زنا کے تحقیق وہ بے حیائی

لگ جاتے ہیں تاکہ زمین سے حاصل ہونے والے رزق میں ہمارے ساتھ کم عدم سے آنے والا کوئی منہ و شریک نہ ہو سکے اگر زمین پر انسانی آبادی اور زمین سے حاصل شدہ رزق کا تناسب لگایا جائے تو ہر سال کی پیداوار سے زمین و آسمان سے آنے والی آفات و بلیات کا مقابلہ کرنے کے بعد بھی جس قدر غلہ صحیح و سالم انسانوں کے گھروں میں پہنچ جاتا ہے وہ اس سال کی موجودہ آبادی کی ضرورتوں سے کئی گنا زیادہ ہوتا ہے اور بخل کا ہاتھ اگرچہ اس کے پھیلاؤ کو کم کرنے کے لئے اپنی پوری طاقت کو استعمال کرتا ہے لیکن پھر بھی ہر ذی روح اس سے استفادہ حسب حیثیت کر لینے میں پوری طرح کامیاب رہتا ہے اور اگر بخل کی دبا یا اس کا دباؤ انسانی دماغوں سے کسی قدر کم ہو جائے تو ناممکن ہے کہ کوئی انسان غربت و افلاس کے افسوسناک و عبرت ناک ایام زندگی بسر کرنے پر مجبور ہو۔

غربت زدہ اور افلاس خوردہ انسانوں کی حالت زار کا علاج انضباط تولید سے نہیں ہو سکتا اور نہ اس بارہ میں نسل کشی مفید ہو سکتی ہے بلکہ اسباب معیشت پر بڑے بڑوں کی اجارہ داری کا خاتمہ اور بخل کشی ہی اس کا واحد علاج ہے جہاں ایک طرف عملی طور پر سرمایہ داری کو فروغ حاصل ہو وہاں قوی طور پر زیادہ غلہ اگاؤ کی تحریک یا اولاد کم پیدا کرنے کی سکیم قطعاً اچھے نتائج نہیں پیدا کر سکتی بلکہ نتیجہ ہی رہے گا کہ غریبوں کے بچے کم پیدا ہوں یا زیادہ وہ بد حال ہی رہیں گے الا ماشاء اللہ اور امیروں کے بچے خواہ درجنوں جنم لیں وہ خوشحال ہی رہیں گے الا ماشاء اللہ پس ارباب بست و کشاد اور صاحبان دانش و فکر نئی نسل کی آمد سے پر خاش رکھنے کے بجائے اپنے اندر بلند حوصلگی کو جبکہ وہ کذب و اندوزی کی لعنت کو دور کرنے کی کوشش کریں تاکہ ہر دنیا پر قدم رکھنے والا انسان اپنی ضروریات زندگی سے نفع مند ہو سکے اور حضرت رسالتاً نے امت مسلمہ کو انسانی آبادی کے بڑھانے کی تعلیم دی ہے اور ہر مسلمان کو تکثیر نسل کی دعوت دی ہے اور فرمایا کہ تمہاری کثرت بزرگتر میرے لئے باعث فخر ہوگی اور خداوند کریم بھی آیت مجیدہ میں انسانی نسل کی بقاء کی خاطر قتل اولاد کو منع فرماتے ہوئے رزق کی ذمہ داری کا وعدہ فرمایا ہے خِطَاً كَبِيراً۔ بعضوں نے خِطَاً پڑھا ہے اور خِطَاً غلطی ہے جو عمدہ نہ کی جائے نیز اِخْطَاً اور خِطَاً دونوں ایک معنی میں متعل ہوئے ہیں جس طرح ارشاد ہے لَا تَوَدُّ اِيْحَدٌ نَا اِنْ نَسِينَا اِذْ اَخْطَاْنَا بِهٖر كَيْفَ خِطَاْسَ مَوَاخِذَ مَرْفُوعَ هٖ اُورِ يَ اِن فَوْجِيزِوْ مِیْن سَ هٖ جَن سَ مَوَاخِذَ كِی بَرْنِی كِی شَب مِعْرَاجِ حَضْرَتِیْنِ دَر خِوَا سْتِ كِی تَمِی جُو مَنظُورِ مَہِوْیِ تَقْسِیْرِ نِزَا كِی جِلْدِ ۳ ص ۱۸۶ اُور مَظْہَرِ اُور خِطَاً كَا مَعْنِی ہٖ عَمْدَا غَلْطِی كِرْنَا خِطَاً یَحْطَاً یَحْطَاً مَوَاخِطِیْ اُور بَعْضِ اَوْقَاتِ خِطَاً كَا مَعْنِی عَمْدِی غَلْطِی مِی تَہَا ہٖ

وَسَاءَ سَبِيلًا ﴿۳۲﴾ وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ ط

اور بُرا طریقہ ہے اور نہ قتل کرو کسی نفس کو جو اللہ نے حرام کیا مگر ساتھ حق کے

وَمَنْ قُتِلَ مَظْلُومًا فَقَدْ جَعَلْنَا لَوْلِيهِ سُلْطٰنًا وَلَا

اور جو ظلم سے قتل کیا جائے تو دیا ہے ہم نے اس کے ولی کو حق قصاص پس وہ

پس وہ خطا کا مراد ہوا جو گناہوں کا جس طرح مثل اور مثل یا شبہ اور شبہ۔

لَا تَقْرَبُوا الزِّنٰٓا۔ عقلی طور پر زنا کی قباحت محتاج بیان نہیں ہے اس سے نسل انسانی میں نسبوں کی بقا مخدوش ہو جاتی ہے نیز وراثت مسلمہ رجمی اور اکثر حقوق انسانی پامال ہو جاتے ہیں دورِ حاضر کی معکوس ترقی کے بدترین نتائج میں سے ایک بات یہ بھی ہے کہ سمنہ شہوت کو بے لگام کر کے عورتوں اور مردوں کے آزادانہ اختلاط کے خواب دیکھے جا رہے ہیں بلکہ بعض ملکوں میں تو یہ وبا عام ہو چکی ہے جس نے تمام مہذب ممالک کے غیر انسانوں کے لئے آزمائش کی ایک نئی طرح ڈال دی ہے۔ اسلامی تہذیب سے بیگانہ مسلمانوں کے بچے ابتدائے بچپن سے نوجوانی کے پرکیت دور تک غیر اسلامی افکار و انظار سے متاثر ہو کر غیر اسلامی تہذیب و تمدن کے گندے اور نجس تالابوں میں مدتوں غوطہ زنی کرنے کے بعد جب اصلی اسلامی معاشرے کا جائزہ لیتے ہیں تو ان کے ماتھے پر شکن پڑ جاتے ہیں اور وہ اسلامی تعلیمات سے اعلانیہ باغی ہو جاتے ہیں۔ انہوں نے انسانیت کو جس شیشے میں دیکھا تھا وہ اسے اسی طرح ہی دیکھنا چاہتے ہیں وہ یہ نہیں برداشت کر سکتے کہ انسانی شہوت کو شرم و حیا عفت و عصمت اور غیرت و حمیت کی مضبوط لگام سے قابو میں رکھا جائے اور ناموس شرف اور بہائے نسب کی لاج رکھی جائے وہ انسان کو آج سے ہزاروں سال قبل کے انسانوں کی طرح حیوانی زندگی کے تاریک گڑھے میں دھکیلنے کے لئے مصر ہیں مہر کیت اسلام نے اس بارے میں جو تہذیب و تمدن پیش فرمایا ہے وہ اوجِ رفعت تک پہنچانے کے لئے بہترین طرز زندگی ہے اور قرآن مردوں اور عورتوں کے آزادانہ غیر شرعی اختلاط کو فاحشہ یعنی بے حیائی اور بُرا لہو لہو تبارہا ہے۔ تفسیر مجمع البیان میں حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام سے مروی ہے جناب رسالت نے فرمایا کہ زانی کے لئے دنیا میں تین سزائیں ہیں (۱) چہرے کی بے رونقی (۲) تنگی رزق (۳) عمر کی کمی اور آخرت میں تین سزائیں ہیں۔ (۱) غضب خداوندی (۲) حساب کی تنگی (۳) ہمیشہ کے لئے جہنم۔ تفسیر صافی میں مروی ہے جب زنا عام ہو گا تو زمین پر زلزلے زیادہ آئیں گے۔

وَلَا تَقْتُلُوا۔ آیت مجیدہ میں نفس محترمہ کا قتل حرام قرار دیا گیا ہے خواہ نہ ہو یا مادہ اور بُرا ہو یا چھوٹا اور شکم مادر میں بچے کا اسقاط بھی قتل نفس شمار ہو گا۔ جب اس میں رُوح داخل ہو چکی ہو۔

إِلَّا بِالْحَقِّ۔ یہ حکم سابق سے استثناء ہے یعنی حق کے ساتھ کسی کو قتل کیا جا سکتا ہے اور یہ حق کئی وجوہ سے پیدا ہوتا ہے (۱) وہ بلا جرم کسی کا قاتل ہو پس اس کو مقتول کا وارث قتل کر سکتا ہے (۲) کافر صریح (۳) مرتد ہو جانا (۴) زنا سے محض۔

يُسْرِفُ فِي الْقَتْلِ إِنَّهُ كَانَ مَنْصُورًا ﴿٢٢﴾ وَلَا تَقْرَبُوا مَالَ الْيَتِيمِ

قتل میں زیادتی نہ کرے کیونکہ اس کی حمایت کی گئی ہے اور نہ قریب جاؤ یتیم کے مال کے

إِلَّا بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ حَتَّىٰ يَبْلُغَ أَشُدَّهُ وَأَوْفُوا بِالْعَهْدِ إِنَّ

مگر اچھے طریقے سے یہاں تک کہ وہ جوانی کو پہنچ جائے اور پورا کرو عہد کو تحقیق

الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُورًا ﴿٢٣﴾ وَأَوْفُوا الْكَيْلَ إِذَا كِلْتُمْ وَزِنْتُمْ

عہد کے متعلق سوال کیا جائے گا اور پورا کرو ناپ کو جب ناپو اور تولو

۱۵، لواطہ، ۱۶، راہزنی، ۱۷، اگر کسی کو اپنی منکوحہ سے زنا کرتے ہوئے دیکھے تو شرعاً وہ اس کو قتل کر سکتا ہے وغیرہ
سُلْطَنًا۔ یعنی ولی مقتول کو دیت لینے یا قصاص لینے یا معاف کرنے کا حق دیا گیا ہے۔
فَلَا يُسْرِفُ۔ اس کی تفسیر دو طرح کی جاسکتی ہے۔

۱، اس کا فاعل قاتل ہو یعنی وہ قتل کرنے میں اسراف نہ کرے یعنی قتل کا فعل جو خود اپنے مقام پر اسراف ہے اس کا
از نکاب نہ کرے۔ کیونکہ ہم نے مقتول کے ولی کو حق قصاص دیا ہوا ہے جس طرح فرمایا ذَلِكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوَةٌ۔ اور یہاں
طرح ہے جس طرح یتیم کے مال کھانے سے منع کرتے ہوئے فرمایا لَا تَأْكُلُوْهُ اِسْرَافًا اس کا یہ مطلب نہیں کہ بیشک
میانہ روی سے کھاتے رہو بلکہ مقصد یہ ہے کہ یتیم کا مال کھانا جو بجائے خود اسراف ہے اس سے بچو، ۲، لایسرف کا فاعل
مقتول کا ولی ہے کہ وہ قاتل کو قتل کرنے میں اسراف نہ کرے یعنی ایک کے بدلہ میں صرف ایک کو قتل کرے اگر قاتل کئی
آدمی ہوں تو ان میں سے صرف ایک کو قتل کرے اور باقی مقتول کی دیت کا اپنا اپنا حصہ ادا کریں گے جو قصاص میں قتل
ہونے والے کے ورثا کو ملے گا اور اگر مقتول عورت ہو اور قاتل مرد ہو تو قصاص میں قاتل کو قتل کر کے نصف دیت اس کو
ادا کی جائے گی۔ بہر صورت بدلہ لینے کی صورت میں زیادتی ممنوع ہے اسی طرح قاتل کا مثلہ کرنا یعنی اس کا ناک کان وغیرہ
کاٹنا بھی شرعاً ممنوع ہے۔

وَلَا تَقْرَبُوا مَالَ الْيَتِيمِ۔ ویسے تو کسی بھی دوسرے انسان کا مال نا جائز طریقہ پر کھانے سے اسلام روکتا ہے لیکن یتیم کے مال
سے بالخصوص ممانعت کی گئی ہے بلکہ اس کے مال کی حفاظت کا حکم دیا گیا ہے چنانچہ اس کی وضاحت تفسیر نزہ کی جلد ۴ ص ۱۲
اور ص ۱۳ پر ہو چکی اور احسن طریقہ سے اس کے مل میں سے کچھ کھانے کی اجازت ہے اور اس سے مراد یہ ہے کہ جب کوئی انسان
یتیم کے مال کی حفاظت و نگہداشت میں اپنا قیمتی وقت صرف کرے تو وہ اس سے اپنا حق خدمت وصول کر سکتا ہے اور جوانی کے
بعد یتیمی کے احکام ختم ہو جاتے ہیں پس ولی کو چاہیے کہ جب یتیم جوان ہو جائے تو اس کو اس کا اپنا مال سنبھال کر دے دے اور

بِالْقِسْطِ الْمُسْتَقِيمِ ذَٰلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا ﴿۲۵﴾ وَلَا

ساتھ ٹھیک ترازو کے یہ بہتر ہے اور انجام کے لحاظ سے خوب ہے اور نہ

تَقْتُمْ مَالِيْنَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ

پیچھے چلو اس کے جس کا تم کو علم نہیں تحقیق کان آنکھ اور دل ہر ایک سے ان میں سے

اُولٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُوْلًا ﴿۲۶﴾ وَلَا تَنْشِ فِي الْاَرْضِ مَرْحًا اِنَّكَ لَنْ

سوال کیا جائے گا اور نہ چلو زمین میں (تکبر سے) اترتے ہوئے کہ تم نہ

شرعاً طرک کے جوان ہونے کی نشانیاں یہ ہیں:- (۱) ۱۵ سال (۲) زیر ناف مالوں کا اگنا (۳) احتلام ہونا اور عورتوں کے جوان ہونے کی علامتیں یہ ہیں۔ (۱) نو سال (۲) حیض یعنی ان علامتوں میں سے کوئی ایک علامت ظاہر ہو جائے تو اس کو بالغ سمجھا جائے گا لیکن یتیم کو مال دینے میں جوانی کے علاوہ اس کے عاقل و رشید ہونے کا لحاظ رکھنا بھی ضروری ہے چنانچہ ارشاد فرمایا کہ لَا تَوْلُوْا الشُّفَهَاءَ اَمْوَالَكُمُ الَّذِيْنَ بَرِّئُوْا مِنْهَا لَیْسَ بِیْ قُوْفُوْنَ کُوْمًا سَنُبَیِّنُ لَکُمْ اٰیٰتِہٖ لَعَلَّکُمْ تَعْقِلُوْنَ (۱) پر تفصیل ملاحظہ فرمائیں۔ اَوْ قُوْا بِالْعَقٰدِ - ہر عہد کی وفا لازم ہے خواہ کسی عام انسان سے ہو یا خدا و رسول سے ہو پس صحیح اور مردانہ ہی کے متعلق باز پرس اس لئے بھی ہوگی کہ یہ خدا و رسول کی جانب سے بندے کے ساتھ عہد و پیمان ہو چکا ہے اور مسلمان کا کلمہ توحید و رسالت و ولایت اسی عہد کی تجدید ہوا کرتی ہے۔

بِالْقِسْطِ الْمُسْتَقِيمِ - اور مردی ہے کہ قسط اس وہ ترازو ہے جس کے وسط میں وزن کے صحیح پر کھنے کے لئے ایک سنی لگی ہوتی ہے

وَلَا تَقْتُمْ - یہ قفو سے ہے اور اس کا معنی ہے پیچھے چلنا اور قفا لگی کو کہتے ہیں یعنی کسی

کی پیٹھ کے پیچھے ایسی بات مت کرو جس کا تم کو علم نہ ہو۔ پس اس میں غیبت بہتان گالی

گلوچ بدگمانی اور جھوٹی گواہی وغیرہ شامل ہیں۔ آیت مجیدہ کو خبر واحد کی حجیت کی نفی میں پیش کیا جاتا ہے کہ چونکہ خبر واحد

مفید علم نہیں ہوا کرتی پس آیت مجیدہ کی رُو سے اس پر عمل کرنا ممنوع ہے لیکن علمائے اصولیین نے اس کی رُو میں معتد

دلیلین پیش کی ہیں مثلاً یہ کہ آیت مجیدہ میں علم کا معنی اعتقاد و راجح ہے جو ظن کو شامل ہے پس وہ ظن جو شرعی طریقے سے حاصل

ہو اس کی تاباع سے آیت کو منافات نہیں ہے البتہ غیر شرعی طریقے سے حاصل ہونے والا ظن آیت کی رُو سے یقیناً قابل

عمل نہیں ہے اور اگر مطلق ظن پر عمل کرنے سے روک دیا جائے تو شریعت کے اکثر احکام سے روگردانی لازم آئے گی کیونکہ

بہت کم احکام ایسے ہیں جو علمی طور پر ہم تک پہنچ سکے ہیں اور اکثر کی باطن معتبر شرعی پر ہے نیز سلفا عن خلف تمام علمائے

اعلام مقام استدلال میں خبر واحد کو پیش کرتے چلے آئے ہیں اور کسی دور میں اس کی حجیت سے انکار نہیں کیا گیا پس یہ قرآن

تَخْرُقَ الْأَرْضَ وَلَنْ تَبْلُغَ الْجِبَالَ طُولًا ﴿۳۷﴾ كَلِّ ذَلِكَ كَانَ سَيِّئًا عِنْدَ

چیر لگے زمین کو اور نہ برابر ہی کر سکو گے پہاڑوں کی طول میں ان سب باتوں کی برائی تیرے

رَبِّكَ مَكْرُوهًا ﴿۳۸﴾ ذَلِكِ مِمَّا أَوْحَىٰ إِلَيْكَ رَبُّكَ مِنَ الْحِكْمَةِ وَلَا

رب کو ناپسند ہے یہ اس سے ہے جو تیری طرف تیرے رب نے وحی کی حکمت سے اور نہ

تَجْعَلُ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ فَتُلْقَىٰ فِي جَهَنَّمَ مَلُومًا مَّدْحُورًا ﴿۳۹﴾ أَفَأَنْفُسِكُمْ

ٹھہراؤ اللہ کے ساتھ اور معبود ورنہ ڈالے جاؤ گے جہنم میں غیر مدوح بعید از رحمت کیا تم کو

رَبِّكُمْ بِالْبَيْنِينَ وَاتَّخَذَ مِنَ الْمَلَائِكَةِ إِنَاثًا إِنَّكُمْ لَتَقُولُونَ قَوْلًا عَظِيمًا ﴿۴۰﴾

رب نے جن لیاڑھوں کے ساتھ اور تجویز کر لیا اپنے لئے فرشتوں کو بیٹیاں تحقیق تم ایک بڑی بات کہتے ہو (انفرامکی)

صاف بتلاتے ہیں کہ آیت مجیدہ خبر واحد کی حجیت کی نفی نہیں کرتی بلکہ ہر ظن غیر معتبر کی اتباع سے روکتی ہے اور خبر واحد ظن معتبر کا فائدہ دیتی ہے جو علم کا فرد ہے اس سلسلہ میں تفصیلی بحث کتب اصول میں ملاحظہ فرمائیں۔

اعضای گواہی جس چیز کا علم نہ ہو اس کا بیان کرنا افتراء یا بہتان کہلاتا ہے علم حاصل کرنے کے معتبر اور اہم ذرائع تین ہیں کان آنکھ اور دل، کان کے ذریعے مسوعات کا علم آنکھ کے ذریعے مبصرات کا علم اور

دل کے ذریعے معقولات کا علم حاصل ہوتا ہے ان کے علاوہ قوتِ شامہ قوتِ لامسہ اور قوتِ ذائقہ بھی ہیں جن کے ذریعے سے مشومات ملموسات اور مذاقات کا علم حاصل ہو سکتا ہے لیکن وہ بہت نادر ہیں اور ان کا دائرہ عمل بہت محدود ہے۔

اور ان کے مقابلہ میں کان آنکھ اور دل کے مدركات بہت زیادہ ہیں اور ان کا دائرہ عمل نہایت وسیع ہے اس لئے ان کا ذکر کیا گیا ہے اور مقصد یہ ہے کہ علم حاصل کرنے کے لئے جو ذرائع معین ہیں ان سے علم حاصل کرنے کے بعد اثر و

نتیجہ مرتب کرنا چاہیے پس جس کا تعلق سماع سے ہے وہ سماعت کے بعد بیان کیا جائے یا اس پر اثر مرتب کیا جائے اسی طرح جس کا تعلق آنکھ ناک زبان ہاتھ اور دل سے ہے وہ دیکھ کر سونگھ کر چکھ کر ہاتھ لگا کر یا دسیل قائم کر کے بیان کیا

جائے یا اس پر نتیجہ مرتب کیا جائے ورنہ اپنے مناسب طریقہ سے حاصل کئے بغیر صرف سنی سنائی یا عام افواہ کو قبول کرتے ہوئے یا قرآن ظاہر سے اندازہ کرتے ہوئے ایک نظر بہ تا کم کر کے اس کو کسی بیان یا عمل کے لئے بنیاد قرار دینا غلط اور حرام

ہے اور اگر چھوٹے طریقے سے علم کا دعویٰ کرے گا تو بروز محشر علم مسوعات میں کان سے گواہی لی جائے گی۔ مبصرات میں آنکھ کو گواہ بنایا جائیگا اور غلط عقائد میں دل سے گواہی لی جائے گی اسی طرح ناک زبان اور ہاتھ پاؤں اپنے سب علم میں گواہی دینگے

نیز بد اعمالیوں کے متعلق بھی جب فرشتے اعمال نامہ پیش کریں گے اور انسان اپنے کئے ہوئے بعض اعمال سے انکار

کے گا تو ہر گناہ کے متعلق اُن کے مناسب اعضاء سے گواہی ملی جلٹے گی۔ چنانچہ تفسیر برہان میں کافی دتہذیب وغیرہ سے منقول ہے کہ ایک شخص حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ ہمارے پڑوس میں گانے والی عورتیں ہیں جو طبلہ سازگی کے ساتھ گاتی ہیں۔ بعض اوقات میں طہارت خانہ میں جا کر زیادہ دیر تک سننے کے لئے بیٹھا رہتا ہوں۔ آپ نے فرمایا ایسا مت کیا کرو اس نے عرض کی حضور! میں اتفاقیہ طور پر طہارت خانہ میں جا کر سننے بیٹھ جاتا ہوں۔ ورنہ عدا تو اس عرض سے نہیں جاتا۔ آپ نے فرمایا کیا تو نے قرآن مجید کی یہ آیت نہیں پڑھی۔ اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ سَاهٍ یعنی کان آنکھ اور دل سے پوچھا جائے گا۔ وہ شخص کہتا ہے مجھے ایسا لگا کہ اس سے پہلے میں نے یہ آیت کسی عربی یا عجمی سے سنی ہی نہیں کہنے لگا یقیناً میں ایسا نہ کروں گا اور میں اپنے سابق فعل سے توبہ کرتا ہوں آپ نے فرمایا اٹھ کھڑا ہوں پس غسل کر اور نماز توبہ پڑھ کر تو نے ایک بڑا گناہ کیا ہے اگر تو اسی حالت میں مرجاتا تو نہ معلوم تیری کس قدر بُری طرح حالت ہوتی۔ پس اللہ سے معافی مانگ اور ہر ناپسندیدہ امر سے توبہ کر خدا قبیح کو ناپسند کرتا ہے اور قبیح کاموں کو اُن کے اہل کے لئے چھوڑ دو کیونکہ ہر کام کے لئے اہل ہوا کرتے ہیں۔

عبرت و نصیحت ائمہ معصومین علیہم السلام نے راگ و رنگ کو جس قدر مبغوض نگاہوں سے دیکھا مقام عبرت ہے کہ ان کے ماننے والوں نے اتنا ہی اس کو اپنا محبوب مشغلہ قرار دیا ہمارے ملک میں گانے کو جو فروغ حاصل ہے وہ محتاج بیان نہیں باقی قومیں گانے کو صرف دنیاوی عیش سمجھ کر اپناتی ہیں لہذا ان کا مذہب معاشرہ اس فعل سے گریز کرتا ہے لیکن قوم شیعہ کے بعض ناخدا تریں دگ گانے کو مذہب کی آڑ میں فروغ دینے کے درپے ہیں۔ فضائل و مصائب آل محمد کے بہانے سے موسیقاری کی ترویج نہایت گھٹیا حرکت ہے۔ لیکن اس دبا کا اعلان بہت مشکل ہے کیونکہ جو کان راگ و رنگ سے مانوس ہیں ان کو اس لذت کے ساتھ جب ثواب کا طبع بھی دلایا جائے تو وہ کیوں راگ سے نفرت کرے؟ اور یہی وجہ ہے کہ اکثر موسیقار و گلوکار اپنے فن کو شیطانِ آلِ محمد کی جیب تراشی کا آلہ بنا کر لہو و لعب کی ایٹیج کو چھوڑ کر ذکرِ حسینؑ کے ایٹیج پر آدھکے ہیں۔ وہ مذہب کی دعوت پر ڈاکر نہیں ہوتے بلکہ موسیقاری میں ڈاکری کو جذب کرنے کے لئے مذہب کے کندھوں پر سوار ہوئے ہیں۔ گویا دین ان پر نہیں بلکہ وہ دین پر سوار ہیں ان کی لگام دین کے ہاتھ میں نہیں بلکہ دین کی لگام ان کے ہاتھ میں ہے وہ دین کی منشاء کو سامنے رکھ کر اپنی خواہش کی قربانی کے لئے تیار نہیں بلکہ دین سے تقاضا کرتے ہیں کہ ہماری خواہشات کو وہ اپنا جزو سمجھے اُن کو ہزار سمجھایا جائے کہ آلِ محمد نے گانا حرام کیا ہے اور دین میں گلوکاری کی بالکل کوئی گنجائش نہیں تو سمجھانے والے کو دین کا دشمن قرار دیا جاتا ہے بے شک علمائے اعلام اس طرز عمل کے دشمن ہیں جس میں گانا، گلوکاری اور راگ و رنگ کو جزو مذہب سمجھا جائے نیز آلِ محمد کو عملی طور پر ظلم و ستم کا نشانہ بنایا جائے اور حدود مذہب کو روندتے ہوئے اپنی خواہشات کی تکمیل کیلئے ذکرِ آلِ محمد کو آڑ بنایا جائے۔ خداوند کریم تمام مومنین کو سچی بات کے سستے سمجھنے اور ماننے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

وَلَقَدْ صَرَّفْنَا فِي هَذَا الْقُرْآنِ لِيَذَكَّرُوا وَمَا يَزِيدُهُمْ إِلَّا نُفُورًا ﴿۱۱﴾

اور تحقیق ہم پیغمبر پھیر کر بیان کو لاتے ہیں اس قرآن میں تاکہ وہ نصیحت پکڑیں اور وہ زیادہ دور بھاگتے ہیں

قُلْ لَوْ كَانَ مَعَهُ آلِهَةٌ كَمَا يَقُولُونَ إِذًا لَأَبْتَعُوا إِلَىٰ ذِي الْعَرْشِ

کہہ دو اگر اس کے ساتھ اور خدا ہوتے جس طرح وہ کہتے ہیں تو تلاش کرتے مالک عرش کی طرف

سَبِيلًا ﴿۱۲﴾ سُبْحٰنَهُ وَتَعَالَىٰ عَمَّا يُقُولُونَ عُلُوًّا كَبِيرًا ﴿۱۳﴾ تَسْبِيحٌ

کوئی راستہ وہ منزہ اور بلند ہے اس سے جو وہ کہتے ہیں بہت بلند اس کی تنزیہ

لَهُ السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِيهِنَّ ط وَإِنْ مِنْ شَيْءٍ

بیان کرتے ہیں ساتوں آسمان اور زمین اور جو ان میں ہے اور کوئی شی نہیں مگر کہ

إِلَّا يَسْبِغُ بِحَمْدِهِ وَلَكِنْ لَا تَفْقَهُونَ تَسْبِيحَهُمْ إِنَّهُ كَانَ

اس کی تسبیح کرتی ہے ساتھ اس کی حمد کے لیکن تم ان کی تسبیح کو سمجھتے نہیں ہو تحقیق وہ صاحب

اچھے بات کہے پس اس کا نفع پائے ورنہ چپ رہے اور منظور رہے اور تہا سے لئے جاؤ نہیں کہ جو چاہو سو کوئی نہ خدا فرماتا ہے کاہ انکو اور دل سب سے پوچھا جائے گا۔

بروایت مصباح الشریعتہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے جو شخص فرائض مستحبات اور حقوق واجبہ اور کر کے سو جائے اس کی نیند قہر حمد ہے اور میں ان چیزوں کی بجا آوری کے بعد اس زمانہ والوں کے لئے نیند سے زیادہ بچانے والی کوئی چیز نہیں سمجھتا کیونکہ لوگوں نے دین کی رمان بھڑدی اور اپنے احوال کی نگہداشت سے غافل ہو گئے اور اٹے ہاتھ چل پڑے ایسے حالات میں بندہ اگر کوشش کر کے خود نہ بولے گا تو سننے سے کیسے بچ سکے گا مگر یہ کہ اس سے روکاؤٹ کا کوئی خاص سبب پیدا ہو اور نیند انہی اسباب میں سے ہے پھر آپ نے یہی آیت پڑھی۔ اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ اَمْۡ

وَلَقَدْ صَرَّفْنَا۔ یعنی قرآن مجید میں اثبات باری اور توحید پروردگار کے دلائل کو بار بار الگ الگ انداز سے بیان کیا جاتا ہے تاکہ ان کے اذہان قبول کر لیں لیکن پھر بھی وہ فائدہ نہیں اٹھاتے بلکہ دور بھاگتے ہیں

قُلْ لَوْ۔ دلیل توحید بیان فرماتا ہے کہ اگر اللہ کے علاوہ کوئی اور خدا ہوتے تو اپنی خدائی میں وہ شریک برداشت نہ کرتے لہذا وہ لڑائی بھگا کرتے پس اگر وہ کمزور ہیں۔ تو خدا کی شان کمزور ہونا نہیں ہے اور اگر زبردست ہیں تو انہیں میدان میں آجانا چاہیے جبکہ ایک خدا بار بار ان کو لٹکار رہا ہے پس اس تھماری اور چیلنج کے باوجود کسی کا مقابلہ پر نہ آتا اس امر کی دلیل ہے

كَلِيمًا غَفُورًا ﴿۴۲﴾ وَاِذَا قَرَأْتَ الْقُرْآنَ جَعَلْنَا بَيْنَكَ وَبَيْنَ

حلم و مغفرت ہے۔ اور جب تم قرآن کو پڑھو تو ہم حائل کر دیتے ہیں تیرے اور ان لوگوں

الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ حِجَابًا مَّسْتُورًا ﴿۴۳﴾ وَجَعَلْنَا عَلَىٰ

کے درمیان جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے ایک پردہ مخفی چڑھا دیتے ہم نے

قُلُوبِهِمْ اَكِنَّةً اَنْ يَفْقَهُوهُ وَفِيْ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا ط وَاِذَا ذَكَرْتَ

ان کے دلوں پر غلاف کہ سمجھیں اس کو اور ان کے کانوں پر پردے اور جب تم ذکر کرو

رَبِّكَ فِي الْقُرْآنِ وَحْدًا وَلَوْ اَعْلَىٰ اَدْبَارِهِمْ نُفُورًا ﴿۴۴﴾ نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا

اپنے رب کا قرآن میں تنہا تو پلٹ جاتے ہیں پیچھے کی طرف بھاگتے ہوئے ہم جانتے ہیں جس لئے

يَسْتَعِينُونَ بِهِ اِذْ يَسْتَبْعُونَ اِلَيْكَ وَاذْهُمْ نَجْوٰى اِذْ يَقُولُ

وہ سنتے ہیں جب سننے آتے ہیں تیری طرف اور جب آپس میں سرگوشیاں کرتے ہیں

کہ کوئی دوسرا خدا موجود نہیں ہے۔

اِنْ مِنْ شَيْءٍ - یعنی کائنات کا ذرہ ذرہ اور موجودات عالم کافر و فرود اپنے خالق بے مثال کی تسبیح و تقدیس میں اپنی زبان

فطری اور لہجہ ملکوتی سے سرشار ہے گویا مخلوقات عالم کی اس کی کبریائی کے سامنے بے بسی ہی ان کی تسبیح و تقدیس تکمیلی ہے

تفسیر صفائی میں ہے مخلوق کا نقص خالق کے کمال کی دلیل ہے اور مخلوق کی کثرت خالق کی وحدانیت کی برہان ہے۔

(گویا یہی مخلوق کی تسبیح تہری ہے)

تفسیر برہان میں بروایت کلینی امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ سوار پر سواری کے چھ حقوق

سواری کے حقوق

ہیں، ۱) اس کی طاقت سے زیادہ اس پر بھار نہ ڈالے، ۲) اس کی پیٹھ کو اپنی مجلس نہ بنائے یعنی سوار

ہو کر اپنے کام کو روانہ ہو جائے نہ کہ باتوں میں مشغول ہو کر اس پر خواہ مخواہ بوجھ ڈالے رہے، ۳) اترتے ہی اس کو چارہ یا دانہ

ڈالے، ۴) اس کے منہ پر دانہ نہ لگائے، ۵) اس کے منہ پر نہ مارے کیونکہ وہ اللہ کی تسبیح کرتا ہے، ۶) جب پانی کے پاس سے گزرے

تو اس کو پانی پینے کی مہلت دے۔ بروایت عیاشی آپ نے فرمایا کہ خشکی و تری میں کوئی پرندہ یا وحشی جانور اپنی تسبیح کو ضائع

کرنے سے ہی شکاری کے ہاتھ لگتا ہے۔

حِجَابًا مَّسْتُورًا - یہاں مستور یا توستار کے معنی میں ہے اور یا اس کا مقصد یہ ہے کہ جب آپ قرآن پڑھتے تھے تو

الظالمون ان تتبعون الارجالا مسحورا ﴿۳۷﴾ انظر كيف ضربوا لك

جب ظالم کہتے ہیں کہ تم نہیں پیروی کرتے مگر جاود کئے ہوئے کی دیکھ کس طرح بیان کرتے ہیں

الامثال فضلوا فلا يستطيعون سبيلا ﴿۳۸﴾ وقالوا آء اذا كنا عظاما

تیرے لئے مثالیں پس وہ گمراہ ہیں پس راہ راست پر آنے کی جرات نہیں رکھتے اور کہتے ہیں جب ہم ہو جائیں گے ہڈیاں

ورفاتاء انا لبعوثون خلقا جديدا ﴿۳۹﴾ قل كونوا حجارة او

اور خاک ترقیب اٹھائے جائیں گے نئے سرے سے ؟ کہہ دو کہ ہو جاؤ پتھر یا

حديدا ﴿۴۰﴾ او خلقا مما يكبر في صدوركم فسيقولون من يعيدنا

لوہا یا کوئی اور مخلوق جو تمہارے دلوں میں بڑی معلوم ہوتی ہے تو کہنے لگتے ہیں کہ ہم کو کون پلٹے گا؟

قل الذي فطركم اول مرة فسيعضون اليك رؤوسهم ويقولون

کہہ دو وہی جس نے پہلی دفعہ ایجاد کیا ہلاتے ہیں تیسری طرف اپنے سروں کو اور کہتے ہیں کہ

متى هو قل عسى ان يكون قريبا ﴿۴۱﴾ يوم يدعوكم فستجيبون

وہ کب ہوگی تو کہہ دو شاید وہ قریب ہے جس دن تم کو بلائے گا تو قبول کر دو گے اس کی

کفار قریش مثلاً ابو جہل، البر سفیان اور ام جہلی زوج ابولہب وغیرہ ایذا رسانی کے لئے آپ کے پاس آجاتے تھے پس ان کے

اور حضور کے درمیان قدرت پروردگار سے ایسا حجاب حاصل ہو جاتا تھا جو ان کو نظر نہ آسکتا تھا یعنی نہ وہ رسول خدا کو دیکھ

سکتے تھے اور نہ اس حجاب کو دیکھ سکتے تھے جو درمیان میں حاصل ہوا کرتا تھا اور حضور ان کی ایذا رسانی سے محفوظ رہتے تھے۔

وَقُرْآءِ - و اوپر زبر ہو تو اس کا معنی ہے کان کا پردہ اور اگر و قر ہو یعنی واؤ کی زیر ہو تو اس کا معنی ہوتا ہے بارشتر

وَ اِذَا ذَكَرْتَ رَقَبًا - صافی اور برہان میں تفسیر علی بن ابراہیم سے منقول ہے جب آپ تہجد میں قرآن پڑھتے تھے

تو آپ کی حُسنِ قرأت سے متاثر ہو کر قریشی صحیح ہو جاتے تھے پس آپ باواز بند بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھتے تھے تو بجاگ جاتے تھے۔

رَجُلًا مَسْحُورًا - مسحور کا معنی فریب خوردہ یا جاود کیا ہوا ہے اور بعضوں نے منقول کو بمعنی فاعل بھی قرار دیا ہے یعنی

مسحور بمعنی ساحر جس طرح آیت گذشتہ میں مستور بمعنی ساتر کیا گیا ہے۔

رَفَاتًا - ہر وہ شے جو شکستہ ہو کر ریزہ ریزہ ہو جائے اور فُعال کا وزن ریزہ ریزہ ہونے کو ظاہر کرتا ہے۔ جیسے عظام و فاق

بِحُدُودِهِ وَتُظُنُّونَ اِنْ لَبِثْتُمْ اِلَّا قَلِيْلًا ۝۵۱ وَقُلْ لِعِبَادِي يَقُولُوا

دعوت کو چھوڑتے ہوئے اور خیال کر دو گے کہ ہم نہیں ٹھہرے تھے مگر تھوڑی مدت اور کہہ دو میرے بندوں کو کہ بات وہ

الَّتِي هِيَ اَحْسَنُ اِنَّ الشَّيْطَانَ يَنْزِعُ بَيْنَهُمْ اِنْ الشَّيْطَانُ كَانَ

کری ہو اچھی ہو تحقیق شیطان بھڑکاتا ہے اُن کو تحقیق شیطان انسان

لِلْاِنْسَانِ عَدُوٌّ وَاَمِيْنًا ۝۵۲ رَبِّكُمْ اَعْلَمُ بِكُمْ اِنْ يَشَاءُ يَرْحَمْكُمْ اَوْ

کا کھلا دشمن ہے تمہارا پروردگار تمہیں خوب جانتا ہے اگر چاہے تو تم پر رحم کرے (اپنے فضل سے) یا

اِنْ يَشَاءُ يَعْزِبْكُمْ وَمَا اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ وَاَكِيْلًا ۝۵۳ وَرَبُّكَ اَعْلَمُ بِمَنْ

اگر چاہے تو تم کو عذاب دے (اپنے عدل سے) اور نہیں بھیجا ہم نے تجھے ان پر نگران اور تیرا رب خوب جانتا ہے

فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَقَدْ فَضَّلْنَا بَعْضَ النَّبِيِّنَ عَلٰی بَعْضٍ وَاَتَيْنَا

جو آسمانوں اور زمین میں ہیں اور تحقیق ہم نے فضیلت بخشی بعض نبیوں کو بعض پر اور ہم نے بخشی

اور تراب وغیرہ ۳۵

کُوْنُوْا حِيَاةً۔ یہ تہدید شدید ہے کہ قیامت کا انکار کرنے والوں بے شک تم پتھر ہو جاؤ یا اس سے سخت لوہا بن جاؤ بلکہ اس سے بھی کوئی سخت تر چیز تمہاری سمجھ میں ہے تو اس کا روپ دھار لو۔ خداوند کریم مزدور تمہیں دوبارہ زندہ کرے گا۔ اور اس کے سامنے تم کو ایک دن مزدور جواب دہ ہونا پڑے گا پس وہ لاجواب ہو کر پوچھتے ہیں اچھا کون ہمیں دوبارہ زندہ کرے گا تو اس کا جواب یہ ہے کہ جو پہلی دفعہ پیدا کرنے پر قادر ہے وہ دوبارہ بھی زندہ کرنے پر قدرت رکھتا ہے۔

فَسَيُخِضُّوْنَ۔ نفس کا معنی ہے اُدپر اور نیچے سر کو ہلانا یعنی وہ سن کر اُدپنیچے کو سر ہلاتے ہیں تسلیم کیلئے نہیں بلکہ تمسخر اور استہزاء کے طور پر پھر پوچھتے ہیں کہ کب دوبارہ زندہ کرے گا تو جواب یہ ہے کہ عنقریب ہے اس لئے کہ ہر آنے والی مدت قریب اور ہر جانے والی مدت بعید ہوا کرتی ہے۔ يَوْمَ يَذُوْكَرُوْا۔ یعنی خدا فرشتوں کے ذریعے سے بلائے گا فرشتے کہیں گے اَتَيْتُمُ الْعِظَامَ النَّحْوَةَ وَالْجُلُوْدَ النَّبَالِيَةَ عُوْدِيْ كَمَا كُنْتُمْ۔ یعنی لے لو سیدہ ہڈیاں اور کہتے چڑے اپنی پہلی حالت کی طرف پلٹ جاؤ۔ پس اس کی حمد کا اعتراف کرتے ہوئے اس کی دعوت کو لبیک کہیں گے لیکن اس دن ان کی حمد ان کیلئے نفع مند نہ ہوگی اور اُس دن اپنی دنیاوی زندگی کو یا برزخ کے وقفے کو بالکل قلیل سمجھیں گے۔ اور واقعی آخرت کے مقابلہ میں یہ سب قلیل ہے۔

رکوع نمبر ۶ قُلْ لِعِبَادِي۔ دعوت عامہ ہے کہ انسان طالبِ حق ہو کر متضاد خیالات کا جائزہ لے اور ہر فرقہ کی دلیل

دَاوُدَ زُبُورًا ۵۵ قُلِ ادْعُوا الَّذِينَ زَعَمْتُمْ مِنْ دُونِهِ فَلَا يَمْلِكُونَ

داؤد کو زبور کہہ دو کہ بلاؤ (مدد کے لئے) ان کو جنہیں سمجھتے ہو اس کے علاوہ (مددگار) پس نہ تو وہ مالک ہیں

كشفت الضر عنكم ولا تحويلاً ۵۶ أُولَئِكَ الَّذِينَ يَدْعُونَ يَبْتَغُونَ

تم سے مصیبت دور کرنے کے اور نہ حالت کے بدلنے کے وہ وہ لوگ ہیں جو بلا تے ہیں (طرف اللہ کے) چاہتے

إِلَىٰ رَبِّهِمُ الْوَسِيلَةَ أَيُّهُمْ أَقْرَبُ وَيَرْجُونَ رَحْمَتَهُ وَيَخَافُونَ

ہیں اپنے رب کی طرف قرب کہ کون زیادہ قریب ہے اور امید کرتے ہیں رحمت کی اور ڈرتے ہیں

عَذَابَهُ ۖ إِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ كَانَ مَحْذُورًا ۵۷ وَإِنْ مِنْ قَرْيَةٍ الْآخِرُ

اس کے عذاب سے تحقیق تیرے رب کا عذاب ڈرنے کے قابل ہے اور کوئی بستی نہیں مگر یہ کہ ہم اس کو

مُهْلِكُوهَا قَبْلَ يَوْمِ الْقِيَامَةِ أَوْ مَعَذِبُوهَا عَذَابًا شَدِيدًا ۖ كَانَ

ہلاک کریں گے روز قیامت سے پہلے یا اس کو عذاب دیں گے عذاب سخت یہ فیصلہ

میں غور و خوض کرے پس جو اچھی ہو قبول کرے اور جو ناقص اور ردی ہو اسے بلا تاویل رد کرے اور حق کو قبول کرنے میں نہ

آیا احواد کا مسلک اسے روکے اور نہ اکثریت کے شور و غل سے متاثر ہو اور یہی اللہ کے بندوں کی شان ہے۔

وَمَا أَنَا سَلْمَاكٌ - یہ حضور کو تسلی دی گئی ہے کہ آپ اپنا کام کئے جائیں چاہے وہ قبول کریں یا رد کریں اس کی ذمہ داری

آپ پر عائد نہیں ہوتی کیونکہ آپ ان کے چوکیدار نہیں ٹھہرائے گئے۔

فَضَّلْنَا - صافی میں بردایت کافی حضرت امام جعفر صادقؑ سے مروی ہے کہ تمام نبیوں کے سردار اور اولوالعزم صرف پانچ

ہیں حضرت نوحؑ، حضرت ابراہیمؑ، حضرت موسیٰؑ، حضرت عیسیٰؑ اور حضرت محمد مصطفیٰؐ اور بردایت علیؑ حضرت رسالتؐ نے فرمایا

کہ خدانے تمام فرشتوں پر انبیاء کو فضیلت دی۔ اور تمام نبیوں پر مجھے فضیلت عطا فرمائی اسے علیؑ میرے بعد فضیلت تیرے

لئے اور آئمہ کے لئے ہے جو تیری اولاد سے ہوں گے اور ملائکہ ہمارے دستوں کے خادم ہیں۔ الحدیث

زُبُورًا - زبور ہر کتاب کو کہا جاتا ہے لیکن حضرت داؤد کی کتاب پر یہ نام غلبہ حاصل کر چکا ہے جس طرح فرقان ہر آسمانی

کتاب کو کہا جاسکتا ہے کیونکہ وہ حق اور باطل کے درمیان فرق کرتی ہے لیکن اب یہ نام قرآن کے لئے خاص ہو گیا ہے۔

أُولَئِكَ الَّذِينَ - یعنی جن لوگوں کو خدا کا شریک ٹھہرایا جاتا ہے مثلاً حضرت عیسیٰؑ یا ملائکہ یا دور حاضر میں بعض جہلاکے

نزدیک آئی محمدؐ یہ تو سب کے سب توحید پروردگاری کی دعوت دینے والے تھے اور اللہ کے قرب کے خواہشمند تھے یہاں وسیلہ

منبر پر سوار ہوتے ہیں اور پھر اترتے ہیں پس آپ رنجیدہ خاطر ہو کر بیدار ہوئے اور مردی ہے کہ اس کے بعد آپ تازہ لیت آپ کبھی نہ تھے۔

وَالشَّجَرَةَ الْمَلْعُونَةَ - اس کا عطف روایا پر ہے یعنی منبر پر کیا ہم نے شجرہ ملعونہ کو قرآن میں مگر لوگوں کی آزمائش کے لئے امام محمد باقر علیہ السلام اور امام جعفر صادق علیہ السلام سے اس کی تاویل بنی اُمیہ منقول ہے اور خدانے اپنے حبیب کو تختِ خلافت پر ان کے ممکن کی اطلاع دی تھی کہ وہ آپ کی اولاد کو قتل کریں گے۔

تفسیر صفائی میں علامہ کاشانی مرحوم فرماتے ہیں کہ اس میں حدیث کا مضمون سنو، و شجرہ ملعونہ میں تو اترے منقول ہے البتہ سنیوں میں اس قدر اختلاف پایا جاتا ہے کہ بعضوں نے ذکر کیا حضور نے بنی امیہ کے بعض افراد کو اپنے منبر پر بندروں کی طرح اچھلتے کودتے ہوئے دیکھا تو آپ نے اس کی تعبیر یہ فرمائی کہ ان کو اپنے اسلام کے بدلہ میں یہی دنیاوی عیش نصیب ہو گا اور بعضوں نے یہ کہا ہے کہ آپ نے اپنے منبر پر بندروں کو اترتے پڑھتے دیکھا تو آپ غمزدہ ہوئے اور تفسیر قمی سے منقول ہے کہ حضور نے خواب میں بندروں کو اپنے منبر پر سوار ہوتے دیکھا تو آپ کو یہ بات بُری لگی اور سخت غمزدہ ہوئے۔ پس جبرئیل یہ آیت لے کر اترے اور شجرہ ملعونہ سے مراد بنی امیہ ہیں۔

نیز بروایت احتجاج امام حسن علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپ نے ایک گفتگو میں مروان بن حکم سے فرمایا، اے مروان میں تجھے باپ کو سب نہیں کرتا لیکن خدانے تجھ پر تیرے باپ پر تیرے خاندان پر تیری اولاد پر اور تیرے باپ کی قیامت تک ہونے والی ساری نسل پر اپنے نبی کی زبانی لعنت کی ہے۔ خدا کی قسم مروان تو اور حاضرین میں سے کوئی بھی رسول کی زبانی ہونے والی اس لعنت کا انکار نہیں کر سکتا جو تیرے اوپر اور تجھ سے پہلے تیرے باپ پر نازل ہوئی ہے۔ اے مروان! خدانے جس قدر تجھے ڈرایا ہے اتنا ہی تیری سرکشی میں اضافہ ہوا ہے اور خدانے سچ فرمایا ہے وَالشَّجَرَةَ الْمَلْعُونَةَ فِي الْقُرْآنِ وَنَحْنُ لَهُمْ فَمَا يَزِيدُهُمْ إِلَّا طُغْيَانًا كَبِيرًا۔ اور اے مروان تو اور تیری اولاد وہ شجرہ ملعونہ ہے جس کا قرآن میں ذکر موجود ہے۔ انتہی۔ اور خدا گذشتہ امتوں کا تذکرہ کر کے اُمتِ محمدیہ کو گرفتاری عذاب سے ڈراتا ہے لیکن ان لوگوں کی سرکشی میں اور زیادتی ہوتی ہے۔

ایک حدیث میں ہے کہ کتاب کے حقیقی وارث و عامل جو اس کے ظاہر و باطن پر عمل کرتے ہیں وہ شجرہ طیبہ ہیں۔ جس کی اصل ثابت اور فرع آسمان سے باتیں کرتی ہیں اور ہر زمانہ میں باذن پروردگار وہ پھل دیتا ہے اور اس کے دشمن شجرہ ملعونہ ہیں جو اپنے منہ سے اللہ کے نور کو بچانے کے درپے ہوں گے لیکن اللہ اپنے نور کی خود حفاظت کرے گا۔ واقعہ بنی امیہ نے آں رسول کو ختم کرنے کے لئے اڑی چوٹی کا زور لگایا لیکن مٹانے والے مٹے رہے اور جن کو مٹانے کی کوششیں کی گئیں وہ روز افزوں پھلتے پھرتے رہے اور پھیلتے رہے۔ تفسیر مجمع البیان میں منقول ہے مہال بن عمرو کہتا ہے میں نے امام زین العابدین علیہ السلام سے احوالِ پرسی کی تو آپ نے فرمایا ہماری حالت کیا پوچھتے ہو بس ایسی ہی ہے جیسی بنی اسرائیل کی فرعون کے

وَإِذْ قُلْنَا لِلْمَلَائِكَةِ اسْجُدُوا لِآدَمَ فَسَجَدُوا إِلَّا إِبْلِيسَ ط قَالَ أَسْجُدْ

اور جب ہم نے کہا کہ فرشتوں کو سجدہ کرو آدم کا تو سب نے سجدہ کیا سوائے ابلیس کے کہنے لگا کیا میں

لِمَنْ خَلَقْتَ طِينًا ﴿٦١﴾ قَالَ أَرَأَيْتَكَ هَذَا الَّذِي كَرَّمْتَ عَلَيَّ لَئِن

اس کا سجدہ کروں جس کو تو نے مٹی سے پیدا کیا؟ کہنے لگا کیا تجھے پتہ ہے یہ جس کو تو نے فضیلت دی ہے مجھ پر اگر تو نے مجھے

آخِرَتَيْنِ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ لَأَحْتَنِكَنَّ ذُرِّيَّتَهُ إِلَّا قَلِيلًا ﴿٦٢﴾ قَالَ أَذْهَبُ

مہلت دی روز قیامت تک تو میں کھینچ لوں گا اس کی اولاد کو سوائے قلیل کے فرمایا جا پس جو بھی

فَمَنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ فَإِنَّ جَهَنَّمَ جَزَاءُكُمْ جَزَاءً مَوْفُورًا ﴿٦٣﴾ وَاسْتَفْزِرُّ

تیری پیروی کرے گا ان سے تحقیق دوزخ تم سب کی جزا ہے مکمل جزا اور گمراہ کر

مَنْ اسْتَطَاعَتْ مِنْهُمْ بِصَوْتِكَ وَأَجْلِبْ عَلَيْهِمُ بِخَيْلِكَ وَرَجِلِكَ

جن پر تیری دسترس ہو ان میں سے اپنی دعوت کے ساتھ اور چڑھائی کر ان پر اپنے سواروں اور پیادوں کے ساتھ

وَشَارِكُهُمْ فِي الْأَمْوَالِ وَالْأَوْلَادِ وَعَدَّهُمْ ط وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطَانُ

اور ان کے ساتھ شرکت کر مال و اولاد میں اور ان کو وعدہ دے اور نہیں وعدہ دیتا شیطان

دور میں تھی کہ وہ ان کے بیٹوں کو ذبح کرتا تھا اور بیٹیوں کو زندہ رکھتا تھا اب حالت یہ ہے کہ رسول کے بعد جو شخص تمام

خلوق سے افضل تھا اس پر برسر منبر لعنت کی جاتی ہے اور ہمارے محبوبوں کی ہماری محبت کی وجہ سے حق تلفی کی جاتی ہے۔

وَإِذْ قُلْنَا أَلَمْ تَرَ أَنَا جَاءْتُكُمْ بِالْحَدِيثِ فِي غَمٍّ مُّبِينٍ ﴿٦٤﴾

رکوع نمبر ۷۔ ذکر سجدہ آدم

اس کا معنی ہے بڑے اکیڑھ یا تباہ کرنا اور ہر معنی مراد لیا جاسکتا ہے۔ ابلیس نے اس پیشین گوئی کی جرأت اس لئے کی کہ حضرت

آدم پر دوسرے کا جال ڈال کر اس نے اندازہ کر لیا تھا یا اس لئے کہ خدا نے فرشتوں کو پہلے جلا دیا تھا کہ جو مخلوق میں پیدا کروں گا

وہ فساد کرے گی چنانچہ فرشتوں نے یہ سوال بھی کر دیا تھا کہ فسادی مخلوق کو کیوں زمین کی خلافت کے لئے پیدا کرتا ہے۔ پس اس

سے ابلیس کو اولاد آدم کی مرثیت کا اندازہ ہو گیا تھا۔

وَاسْتَفْزِرُّ مِمَّا اسْتَفْزِرُّ اَزْ کا معنی ہے کوشش کرنا، یعنی آواز دے دے کر پوری کوشش سے ان کو پھسلا اور کوئی کمی نہ کر یہاں

الْأَعْرُورَ ۖ ﴿۶۴﴾ إِنَّ عِبَادِي لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطَانٌ وَكُنِيَ بِرَبِّكَ وَاكِيلًا ۖ ﴿۶۵﴾

مگر دھوکا تحقیق میرے بندوں پر تجھے غلبہ حاصل نہ ہوگا اور کافی ہے تیرا رب نگہبان

رَبُّكُمْ الَّذِي يُزِيحُ لَكُمْ الْفُلْكَ فِي الْبَحْرِ لِيَتَّبِعُوا مِنْ فَضْلِهِ إِنَّهُ كَانَ

تہارا رب وہ ہے جو چلاتا ہے تمہارے لئے کشتیاں دریا میں تاکہ تم تلاش کرو اس کا رزق تحقیق وہ تم

بِكُمْ رَحِيمًا ۖ ﴿۶۶﴾ وَإِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فِي الْبَحْرِ ضَلَّ مَنْ تَدْعُونَ إِلَّا

پر مہربان ہے اور جب تم کو مس کرے تکلیف دریا میں تو تم ہر ایک کو مہجول جاتے ہو جن کو بلاتے ہو سوائے

آيَاهُ فَلَمَّا نَجَّكُمْ إِلَى الْبَرِّ أَعْرَضْتُمْ وَكَانَ الْإِنْسَانُ كَفُورًا ۖ ﴿۶۷﴾ أَفَأَمِنْتُمْ

اس کے پس جب تمہیں نجات دے دے خشکی کی طرف تو پھر جاتے ہو اور انسان ہے بے شکرا کیا تم

أَنْ يَخْشِفَ بِكُمْ جَانِبَ الْبَرِّ أَوْ يُرْسِلَ عَلَيْكُمْ حَاصِبًا ثُمَّ لَا تَجِدُوا

بے خوف ہو کہ وہ تمہیں دھندلے خشکی میں یا بھیج دے تم پر پتھر پھیلے تم کسی کو اپنا مددگار

امرتہدید کے لئے ہے کہ بے شک تو انسان کو گمراہ کرنے کے لئے اپنے سواروں اور پیادوں کو لے کر آجا اور ان کے مالوں اور

اولادوں میں بھی تو شرکت پیدا کر لے اور ان کو جھوٹے جھوٹے وعدوں کے جال میں پھنسانے کی کوشش کر پھر بھی جو میرے بند

ہوں گے کبھی تیرے دام تزدیر میں نہ پھنسیں گے اور مروی ہے کہ حرام کمائی کے مال میں اور ہر حرام مجامعت کی اولاد میں شیطان

کا حصہ ہوتا ہے اسی لئے مروی ہے کہ اپنی حلال عورت سے مجامعت کرتے وقت انسان بسم اللہ پڑھے ورنہ اولاد میں

شیطان شریک ہوگا۔

تفسیر برہان میں بروایت عیاشی امام جعفر صادق علیہ السلام ایک حدیث میں ارشاد فرماتے ہیں کہ مجھے اللہ کی قسم

جس نے محمد کو برحق نبی بنا کر بھیجا ہے گوشت کے ٹکڑوں پر جمع ہونے والے بھڑوں سے بھی ایک مومن کو گمراہ کرنے کے

لئے ابلیسوں کی تعداد زیادہ ہوتی ہے۔ لیکن مومن پہاڑ سے بھی زیادہ مضبوط رہتا ہے کیونکہ پہاڑ کاٹنے سے کٹ سکتا

ہے لیکن مومن کا قدم صراط حق سے نہیں ہٹ سکتا۔

رَبُّكُمْ الَّذِي - خداوند علام نے ذکر آدم اور سجدہ ملائکہ کے ساتھ ابلیس کے تکبر اور اس کی انسان

دعوتِ لوحیہ دشمنی کی قلعی کھول دی اور ابلیس کے اعلان کو بھی دہرایا تاکہ انسان اس مکار دشمن کی عیاریوں

سے خبردار رہیں۔ ان آیات میں اپنی توحید کی دعوت دیتا ہے تاکہ شیطانی دام تزدیر سے آزاد ہو کر انسانی عقول توحید

يَوْمَ نَدْعُوا كُلَّ اُنَاسٍ بِاِمَامِهِمْ فَمَنْ اُوْتِيَ كِتَابَهُ بِيَمِينِهِ فَاولئك

جس دن ہم بلائیں گے سب لوگوں کو اپنے امام کے ساتھ پس جس کو دیا گیا اپنا اعمالنامہ دائیں ہاتھ میں تو وہ پڑھیں

يَقْرءُونَ كِتَابَهُمْ وَلَا يَظْلَمُونَ فَتِيلاً ﴿٤١﴾ وَمَنْ كَانَ فِي هَذِهِ اَعْمٰی

گے اپنے اعمالنامے کو اور نہ ظلم کئے جائیں گے بال برابر اور جو ہوگا اس دنیا میں در راہ ہدایت سے

فَهُوٰی الْاٰخِرَةِ اَعْمٰی وَاَصْلُ سَبِيْلًا ﴿٤٢﴾ وَاِنْ كَادُوْا لَيَفْتِنُوْنَكَ

اندھا تو وہ ہوگا آخرت میں (راہ جنت سے) اندھا اور مہنگا ہوا راستہ سے اور تحقیق قریب تھا کہ درغلا لیں تم کو

صورت حسن میں ممتاز ہے (۱۱) انسان دولت عقل و فکر اپنے پاس رکھتا ہے (۱۲) نبوت و رسالت و ولایت انسان کے حصہ میں مقرر کی گئی ہے (۱۳) موجودات عالم کو انسان کیلئے مسخر کیا گیا ہے جو اس پر واز کرنا چاہے تو نفا اس کے لئے مسخر ہے زمین کی مسافتوں کو طے کرنا چاہے تو اسباب و آلات اس کے تابع ہیں اور دریاؤں سمندروں کو عبور کرنا چاہے تو پانی کی سطح اس کے تابع فرمان ہے۔ پہاڑوں کے دامن زمین کی گہرائیاں ریگزار کے ذرات بلکہ مادی دنیا کے اندر ہر طاقت انسانی قدرت کے سامنے سرنگوں ہے۔ پس اس کی حکمرانی کے اندر جہاں جمادات نباتات و حیوانات جیسی سفلی مخلوق ہے وہاں شمس و قمر اور سیارے دستارے بھی انسانی وجود کے بقا و ارتقاء کے لئے مصروف گردش ہیں (۱۴) انسان اپنے مافی العقبہ کو اپنی زبان کے ذریعے ادا کر سکتا ہے (۱۵) باقی حیوانات منہ کے ذریعے اپنی خوراک استعمال کرتے ہیں اور انسان کو اس سلسلہ میں ہاتھ عطا ہوئے ہیں (۱۶) باقی حیوانات کی تخلیق معنی ہے اور انسان کو سیدھی قد و قامت عطا ہوئی ہے (۱۷) باقی حیوانات سے اس کو امتیاز یہ بھی حاصل ہے کہ اس کے ہاتھ میں انگلیاں اس کے تصرفات میں آسانی کا موجب ہیں (۱۸) انسان کا رعب باقی مخلوق پر حاوی ہے (۱۹) انسان کے رزق کیلئے پاکیزہ پھل میوہ جات اور غلہ پیدا کیا گیا ہے (۲۰) انسان کو حاصل علم بنایا گیا ہے (۲۱) انسان میں نیکی و برائی کے درمیان امتیاز کی قوت دی گئی ہے اور اس کو اپنے اختیار سے عبادت و اطاعت پروردگار کا اہل قرار دیا گیا ہے پس انہی وجوہات کے پیش نظر اگر انسان اپنی انسانیت کے تقاضوں کو پورا کرتے ہوئے معرفت پروردگار اور عبادت خالق اور جملہ حقوق انسانیہ کی پاسداری کا لحاظ کرے تو وہ ملائکہ سے افضل ہے۔ لیکن اگر اپنی برتری کو چھوڑ کر اپنے فرائض سے غفلت شماری کرتے تو یہی انسان درجہ میں ادنی حیوانات سے بھی گر جاتا ہے اور آیت مجیدہ میں ہے کہ ہم نے اس کو اپنی بہت سی مخلوق پر فضیلت دی ہے اس بہت سے مراد تمام اور کل ہے جو طرح قلیل سے مراد عدم ہوا کرتا ہے۔

يَوْمَ نَدْعُوا ۱۔ آیت مجیدہ میں امام کے معنی میں چند اقوال ہیں (۱) اس سے مراد نبی ہے یعنی ہر امت اپنے نبی کے ساتھ اٹھائی جائے گی (۲) کتاب یعنی ہر امت اپنی کتاب لے

رکوع نمبر ۸۔ مقام امام

عَنِ الَّذِي أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ لِتَفْتَرِيَ عَلَيْنَا غَيْرَةً ^{صَلَّى} وَإِذَا لَمْ تَحْذُرْكَ

اس سے جو ہم نے تجھ پر وحی کی تاکہ غلط نسبت دے ہماری طرف اس کے غیر کی اور پھر وہ تجھے اپنا دوست

خَلِيلًا ﴿٤٢﴾ وَلَا أَنْ تَبْتَئِكَ لَقَدْ كُذِّبَتْ تَرْكُنَ إِلَيْهِمْ شَيْئًا قَلِيلًا ﴿٤٣﴾

شہر الین اور اگر ہم تم کو ثابت نہ رکھتے تو قریب تھا کہ تم جھک جاتے ان کی طرف تمھوڑا تمھوڑا

کراٹھے گی (۴۲) اعمال نامہ (۴۱) امام جج ہے اُم کی یعنی ہر آدمی کو اپنی ماں کے نام سے اٹھایا جائے گا (۴۳) ہر شخص کو اپنے اپنے زمانہ کے امام کے ساتھ اٹھایا جائے گا اور آئمہ اہلبیت سے یہی آخری قول مروی ہے چنانچہ تفسیر مجمع البیان میں حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام سے مروی ہے امام دو قسم کے ہیں ایک امام ہدایت اور دوسرے امام ضلالت یعنی گمراہ لوگ اپنے گمراہ امام کے ساتھ محسور ہوں گے اور ہدایت یافتہ لوگ اپنے ہادی امام کے ساتھ اٹھیں گے۔ تفسیر صافی میں بروایت قمی امام تمھوڑا علیہ السلام سے مروی ہے کہ حضرت رسول کریم اپنی قوم میں حضرت علیؑ اپنے صحابہ میں حضرت حسنؑ اپنے ساتھیوں میں اور حضرت حسینؑ اپنے چناناروں میں تشریف لائیں گے اور جو امام جس قوم میں دنیا سے مرے گا وہ بروز محشر اسی گروہ سے اٹھے گا۔ بروایت مجلس امام حسین علیہ السلام سے مروی ہے ایک امام ہدایت کی دعوت دینے والا ہے اور کئی لوگ اس کی بات مانتے ہیں دوسرا امام گمراہ کرتا ہے اور کچھ لوگ اس کے پیچھے چلتے ہیں پس وہ جنت میں جائیں گے اور یہ دوزخ میں جائیں گے جس طرح خدا فرماتا ہے۔ فَرِيقٌ فِي الْجَنَّةِ وَ فَرِيقٌ فِي السَّعِيرِ۔

بروایت عیاشی امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ کبھی زمین خدا امام سے خالی نہیں رہ سکتی جو اللہ کی حلال کردہ اشیاء کو حلال کہے اور اللہ کی حرام کردہ چیزوں کو حرام کہے پھر فرمایا جناب رسولؐ نے فرمایا مَن مَاتَ بِغَيْرِ إِمَامٍ مَاتَ مِثْلَةَ جَاهِلِيَّةٍ یعنی جو شخص بغیر امام کی معرفت کے مر جائے وہ جاہلیت یعنی کفر کی موت مرتا ہے۔

تفسیر برہان اور مجمع البیان میں امام علی رضا علیہ السلام سے منقول ہے کہ ہر شخص بروز محشر اپنے زمانہ کے امام اور کتاب خدا اور سنت رسولؐ کے ساتھ بلایا جائے گا۔ اس کی مزید توضیح مقام محمود کے بیان میں ص ۱۰۰ پر ملاحظہ فرمائیں فَتَنًا كَثُفَى كَثُفَى فِي بَالٍ كَبْرًا تَلْكَ كِي طَرْحٍ جَوَّارِيكَ بَثُّهُ تَابَهُ اس کو قتل کہتے ہیں اور اس کے مقابلہ میں جو گھٹلی کی پشت پر ہوتا ہے اس کو نقیر کہا جاتا ہے اور پوری گھٹلی کے اوپر جو باریک جلی ہوتی ہے اس کو قلمیر کہا جاتا ہے وَمَنْ كَانَ تَقْسِيرًا آئِمَّةً اَهْلَ بَيْتٍ يَسِيءُ فِي حَرْجٍ وَاجِبٍ هُوَ اَوْ رَدَّ اس کو ٹالتا رہے حتیٰ کہ موت سر پر آجائے تو وہ بروز محشر اندھا محسور ہوگا۔ (برہان)

وَأَنْ كَادُوا - یہاں ان حقیقت ہے اِنَّ كَا۔ آیت مجیدہ کے شان نزول کے متعلق تفسیر مجمع البیان میں متعدد اقوال نقل کئے گئے ہیں، مشرکین نے کہا کہ آپ ہمارے بتوں کو کچھ نہ کہیں اور غریب طبقہ کو اپنے پاس سے دُور کر دین

جن سے بدلواتی ہے تو ہم آپ کے پاس بٹھیں گے پس آپ نے ان کے اسلام کا طع کیا تو یہ آیت اتری۔ جب بت توڑے گئے تو قریش نے خواہش کی کہ جو بت مردہ پر ہے اس کو رہنے دیا جائے آپ نے بھی اس کو چھوڑنے کا ارادہ کر لیا لیکن بعد میں توڑ دیا تو یہ آیت اتری ۳، کفار نے کہا ہم آپ کو حجرِ اسود کا بوسہ نہ لینے دیں گے۔ جب تک تم ہمارے بتوں کا سہارا نہ لو گے تو آپ نے دل میں خیال کیا کہ میری نیت کو خدا خوب جانتا ہے لہذا ظاہری طور پر ان کی بات کو قبول کرنے میں کوئی حرج نہ ہو گا پس یہ آیت اتری۔ ان کے علاوہ اور اقوال بھی ہیں جن کے ذکر کا چنداں نائدہ نہیں۔ تفسیر اہل بیت میں ہے کہ حضرت علی علیہ السلام کے بارے میں لوگوں نے چرمے گویاں کیں پس یہ آیت اتری کہ خبردار جو ہم نے وحی کی ہے وہ تجھے اس سے پھسلانا چاہتے ہیں تاکہ تم ہماری وحی کردہ بات کے خلاف کوئی دوسری بات ظاہر کرو اور ایسا کرنے کی صورت میں وہ تیرے سچے دوست بن جائیں گے اور اگر تم ثابت قدم نہ رکھتے تو واقعاً تم ان کی طرف تھوڑا تھوڑا کر کے جھک گئے ہوتے اور نتیجہ یہ ہوتا کہ کفار کو دنیا یا آخرت میں جو عذاب دیا جائے تیرا عذاب ان سے دوگنا ہوتا کیونکہ ذمہ داری کا تقاضا یہی ہے۔

تفسیر برہان دہانی میں ہے کہ جب مامون نے حضرت امام رضا علیہ السلام سے مسئلہ عصمتِ انبیاء پر مفصل گفتگو کی تو یہ اور اس قسم کی دوسری آیتیں بھی زیر بحث آئیں۔ پس آپ نے ان کے متعلق فرمایا یہ اس طرح ہے جس طرح کہا جاتا ہے اِقَالَكَ اَغْنِيكَ اَشْمَعِيكَ يَا جَارَةَ یعنی اپنوں سے بات کر کے ہمسائی کو سنانا مقصود ہوتا ہے پس یہاں بھی حضرت رسالت مآب کو خطاب کر کے تمام مومنوں کو تنبیہ کی گئی ہے کہ دشمنانِ دین کے چرموں میں پھنس کر کسی لالچ کی بنا پر اگر تم نے باطل کا ساتھ دیا اور حق کا دامن چھوڑا تاکہ ان کا قرب تم کو حاصل ہو تو ایسی صورت میں تمہارا عذاب کفار کے عذاب سے دوگنا ہو گا۔ در نہ نبی علیہ السلام کی شان اجل ہے کہ ان سے اس قسم کا خطاب ہو پس مامون مطمئن ہو گیا۔

تفسیر صافی میں بروایت عیاشی امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ خدا نے قرآن مجید میں کہیں بھی اپنے حبیب محمد مصطفیٰ کو سزائیں نہیں دی اور یہ آیت مجیدہ بھی اگرچہ ظاہر میں خطاب حضور کو ہے لیکن اس سے مراد امت ہے۔ جس طرح پنجابی میں مقولہ ہے اکھاں دی نون سنداواں نون نون۔

تفسیر مجمع البیان میں ابن عباس سے منقول ہے کہ رسول اللہ معصوم تھے اور آیت مجیدہ میں امت کو تہذیب کی کی گئی ہے تاکہ مومنین میں سے کوئی فرد مشرکین کی چکنی پڑھی باتوں میں پھنس کر یا کسی طمع و لالچ میں اگر احکامِ خداوندی اور شریعتِ مصطفوی سے روگردانی کی جرأت نہ کر بیٹھے۔

إِذَا الذُّقْنُكَ ضِعْفَ الْحَيَاةِ وَضِعْفَ الْمَمَاتِ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ عَلَيْكَ

پھر ہم چکھاتے تم کو دوگنا (عذاب) دنیاوی زندگی کا اور دوگنا مرنے کا پھر نہ پاتے تم ہمارے خلاف کوئی

نَصِيرًا ﴿٤٥﴾ وَإِنْ كَادُوا لَيَسْتَفْرِزُوا نَكَ مِنَ الْأَرْضِ لِيُخْرِجُوكَ مِنْهَا

مددگار اور تحقیق قریب ہے کہ تجھے تنگ کریں زمین سے تاکہ تجھے وہاں سے نکال دیں

وَإِذَا لَا يَلْبِثُونَ خَلْقَكَ إِلَّا قَلِيلًا ﴿٤٦﴾ سُنَّةَ مَنْ قَدْ أَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنْ رُسُلِنَا

اور پھر نہ ٹھہریں گے تیرے پیچھے مگر تھوڑے دن یہ طریقہ ان کا ہے جو ہم نے تجھ سے پہلے رسول بھیجے

وَإِنْ كَادُوا لَيَسْتَفْرِزُوا ۚ - یہاں بھی ان غفقت ہے تاریخ بتلاتی ہے کہ کفار قریش کی کوشش تھی کہ آپ مکہ سے نکل جائیں اور بعد میں یہود مدینہ کی کوشش تھی کہ آپ مدینہ سے چلے جائیں۔

لَا يَلْبِثُونَ ۚ - یعنی اگر یہ لوگ آپ کو نکال دیں تو ان کو بھی یہاں رہنا نصیب نہ ہوگا چنانچہ کفار نے آپ کو مکہ سے نکالا اور انجام یہ ہوا کہ دو سال کے اندر اندر جنگ بدر میں عذاب خداوندی میں گرفتار ہو گئے اور مکہ میں رہنا ان کو نصیب نہ ہو سکا جو حضور کو نکلنے میں پیش پیش تھے۔

خَلْقَكَ ۚ - اس کے دو معنی ہو سکتے ہیں، ۱) یہ کہ جو لوگ آپ کی مخالفت کر کے آپ کو نکالیں گے وہ خود بھی چین سے نہ بیٹھیں گے، ۲) خلاف خلف سے ہے یعنی پیچھے رہنا گویا ان کو بھی آپ کے بعد وہاں کی رہائش نصیب نہ ہوگی۔

سُنَّةَ مَنْ ۚ - یعنی نبیوں اور رسولوں کے بارے میں خدائی سنت ہے کہ اگر کوئی قوم اپنے رسول کو گھر سے نکال دے تو وہ عذاب میں گرفتار کر لئے جاتے ہیں اور یہ سنت ہمیشہ سے جاری ہے۔

صاحب تفسیر مجمع البیان فرماتے ہیں کہ آیت مجیدہ میں کفار قریش مراد ہیں اور انہوں نے حضور کے مکہ سے نکل جانے کا ارادہ کیا ہوا تھا یعنی اسباب ایسے بنا لئے تھے کہ آپ شہر کو چھوڑ جائیں ورنہ وہ آپ کے شہر چھوڑ جانے پر رضامند نہ تھے کیونکہ انہیں پتہ تھا کہ ان کا ہجرت کر جانا نہیں ہنگامہ گاپس آپ کے چلے جانے کے بعد وہ پشیمان ہوئے لیکن اس وقت ان کو کوئی فائدہ نہ تھا اور یہی وجہ ہے کہ وہ گرفتار عذاب نہ ہوئے ورنہ اگر نکالتے تو عذاب سے نہ بچتے اور سب مرجاتے (اقول) مجھے ان کی اس فرمائش سے اتفاق نہیں ہے کیونکہ ان کا حضور کے درپے قتل ہونا ان کے شہر بدر ہونے کا سبب بنا تھا اور نتیجہ میں وہ مبتلائے عذاب ہو کر رہے۔ کہ جنگ بدر میں رؤسا ان کے مارے گئے اور کچھ گرفتار ہو گئے اور اس کے بعد فتح مکہ کے موقع پر اسی شہر میں اسلام کا پرچم لہرایا گیا جو تاقیامت سرنگوں نہ ہوگا اور ہمیشہ ہمیشہ کے لئے وہی شہر اسلام کا مرکز قرار پا گیا۔ گویا یہ قرآن مجید کی پیشین گوئی ہے جو حرف بجز سچی ثابت ہوئی کہ انہوں نے حضور کو جلا وطن کیا تو اس کے بعد خود چین سے نہ رہ سکے۔

حضرت رسالتاً بغیر کسی عذر کے مغرب و عشاء اور ظہر و عصر کو جمع فرمایا کرتے تھے تفسیر مذاج ۲۴۵۰
 فَتَهَجَّدَ - بجمود سے ہے اور اس کا معنی ہے نیند اور تہجد کا معنی ہے نیند کو چھوڑ کر اٹھ کھڑا ہونا اور اس سے مراد نماز تہجد
 معروف ہے جو حضور پر بحکم آیت واجب تھی اور باقی امت کے لئے مستحب ہے۔
 نماز کے فضائل بیان کرنے کی چنداں ضرورت نہیں ہے احادیث میں اس کے تارک کو کافر کہا گیا ہے اور قرآن مجید میں
 مفہوم کے لحاظ سے تارک نماز کو مشرک کے لفظ سے تعبیر کیا گیا ہے۔ ہم نے تفسیر کی چھٹی جلد ص ۱۴۶ پر اس موضوع سے متعلق
 قدرے تفصیلی بحث کی ہے۔

ہر بالغ و عاقل پر واجب ہونے والی نمازیں نو ہو سکتی ہیں۔

واجب نمازیں

۱) نماز پنجگانہ یومیہ (۲) نماز آیات (۳) نماز جنازہ (۴) نماز طواف (۵) نماز قضاے والدین۔
 ۶) نماز نذر و عہد و مین (۷) نماز اجارہ (۸) نماز احتیاط (۹) نماز عیدین

تنبیہ :- نماز کسوف (سونچ گزین اور نماز خسوف (چاند گم سن) نماز آیات میں داخل ہیں۔

مسئلہ - نماز آیات سورج گرہن، چاند گرہن، زلزلہ، بجلی کی خوفناک کڑک اور تیز آندھی یا کوئی اور آسمانی خطرناک حادثہ جب
 رونما ہو تو دو رکعت نماز آیات کی نیت سے پڑھنی واجب ہے ہر رکعت میں پانچ پانچ رکوع ہوا کرتے ہیں چاہے ہر رکوع
 سے پہلے سورہ فاتحہ اور دوسرا سورہ پڑھتا ہے یا صرف پہلے رکوع سے قبل سورہ فاتحہ پڑھنے کے بعد کسی سورہ قرآنیہ
 کے پانچ حصے کر کے ہر رکوع سے پہلے ایک ایک حصہ پڑھتا جائے مثلاً پہلی رکعت میں پہلے سورہ فاتحہ پڑھے پھر بنیت
 سورہ توحید بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھ کر رکوع میں چلا جائے۔ پس اٹھے اور حالت قیام میں قل هو اللہ احد پڑھ کر رکوع کرے
 پھر اٹھ کر اللہ اکبر کہے اور اللہ الصمد کہہ کر رکوع میں جائے پھر اٹھ کر اللہ اکبر کہے اور لا یلد و لا یولد کہہ کر رکوع کرے
 پھر اٹھے اور اللہ اکبر کہے اور کھڑے ہو کر ولہ یکن لہ کفو احد کہہ کر رکوع میں جائے اور اس کے بعد کھڑے ہو
 کر سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهُ پڑھے اور تکبیر کہہ کر سجدہ میں جائے اور اسی طرح پھر دوسری رکعت پوری کرے۔
 مسئلہ - اگر پہلی رکعت میں ہر رکوع سے پہلے سورہ فاتحہ اور دوسرا مکمل سورہ پڑھے اور دوسری رکعت میں ایک سورہ کے
 پانچ حصے کرے اور دوسری رکعت میں الگ الگ سورہ پڑھتا رہے تو درست ہے۔

مسئلہ - اس میں کوئی فرق نہیں کہ ایک سورہ کو بار بار پڑھتا رہے یا ہر بار الگ سورہ پڑھے۔

مسئلہ - ہر دوسرے رکوع سے پہلے دعائے قنوت پڑھ سکتا ہے اور اگر چاہے تو ہر رکعت میں آخری رکوع سے
 پہلے دعائے قنوت پڑھے اور صرف دوسری رکعت کے آخری رکوع سے پہلے ایک قنوت پر اکتفا بھی کر سکتا ہے۔

مسئلہ - نماز آیات میں قرأت کو بہرے پڑھنا بہتر ہے اور یہ نماز جماعت سے بھی ادا کی جاسکتی ہے۔

مسئلہ - نماز کسوف و خسوف کا وقت اول گم سن سے شروع ہوتا ہے اور جب کھلتا شروع ہو تو ختم ہو جاتا ہے اور اگر کسوف یا

خسوف مکمل ہو چکا ہو تو وقت میں نہ پڑھنے کے بعد قضا لازم ہوتی ہے اور اگر مکمل خسوف یا خسوف نہ ہوا ہو اور عین وقت پر پتہ بھی نہ چلے تو بعد میں اس کی قضا لازم نہیں۔

مسئلہ: نماز آیات کے دوسرے اسباب کی صورت میں ادا کا کوئی وقت مقرر نہیں ہے پس سبب ظاہر ہونے کے بعد نماز واجب ہو جاتی ہے خواہ جس وقت پڑھے۔

مسئلہ: نماز آیات میں رکعتوں کا شک مبطل نماز ہوتا ہے۔

نماز جنازہ کا بیان اسی تفسیر کی جلد نمبر ۱۰۲ میں گزر چکا ہے اور یہ نماز واجب کفائی ہے واجب عینی نہیں اگر صرف ایک آدمی پڑھے تو باقیوں سے وجوب ساقط ہو جاتا ہے۔

نماز طواف: بیت اللہ کا طواف کرنے کے بعد دو رکعت نماز طواف مقام ابراہیم پر یا مسجد الحرام کے کسی مقام پر ادا کرنا واجب ہوا کرتا ہے۔

مسئلہ: رکعتوں کے شک سے نماز طواف باطل ہو جاتی ہے۔

نماز قضاۃ والدین: بڑے بیٹے پر والدین کی قضا نمازوں کا پڑھنا ضروری ہوا کرتا ہے۔

نماز نذر وغیرہ: اگر کوئی شخص نذر کرے کہ میں اتنی نماز پڑھوں گا اسی طرح اگر عہد کرے یا قسم کھائے کہ میں اس قدر نماز پڑھوں گا تو اس کا پورا کرنا واجب ہے۔

نماز اجارہ: اگر کسی میت کی نمازیں اجرت پر کوئی شخص لے لے تو اس کو نماز اجارہ کہا جاتا ہے اور اجرت لینے والے پر ان کا پڑھنا واجب ہے۔

نماز احتیاط: نماز کی رکعات میں شک ہونے کی صورت میں نماز احتیاط کا پڑھنا واجب ہوا کرتا ہے جبکہ شک کی صورت صحیح ہو اس میں صرف سورہ فاتحہ پڑھی جاتی ہے۔

نماز عیدین: نماز عید الفطر اور نماز عید قربان نبی دامام کی ظاہر موجودگی کی صورت میں واجب ہوتی ہیں اور زمانہ غیبت میں ان کا پڑھنا مستحب ہے۔ ہمارے رسالہ نماز امامیہ میں اس کی تفصیل موجود ہے۔

مسئلہ: نماز عیدین میں پہلی رکعت میں الحمد کے بعد کوئی سورہ پڑھ کر پانچ دفعہ دعائے قنوت پڑھی جاتی ہے۔ اور دوسری رکعت میں رکوع سے پہلے چار مرتبہ دعائے قنوت پڑھی جاتی ہے اگر امام ظاہر ہو تو اس کے لئے جمعہ کی شرائط کا موجود ہونا ضروری ہوتا ہے اور ان کی قرأت میں جہر بہتر ہے رکعتوں کا شک اس کے لئے مبطل ہے اور امام کی عدم موجودگی میں جماعت سے بھی پڑھی جاسکتی ہے اور فرادی طور پر بھی ادا کی جاسکتی ہے۔

مسئلہ: نماز عیدین کے بعد در خطبے پڑھے جاتے ہیں جو حمد و ثنائے پروردگار اور وعظ و نصیحت اور دعا پر مشتمل ہوتے ہیں۔

نماز پنجگانہ کی تفصیل

نماز پنجگانہ واجب کلی سترہ رکعت ہے ۲ صبح ۴ ظہر ۴ عصر ۳ مغرب اور ۴ عشاء اور اس کے علاوہ

یومیہ نافلہ کی تعداد بنا بر مشہور ۲۴ رکعت ہے ۲ صبح ۸ ظہر ۸ عصر ۴ مغرب ۱۱ عشاء ۱۱ نماز تہجد۔ یہ

کلی اکاون رکعت نماز ہے جو بعض روایات میں شیعہ کی علامت بتائی گئی ہے۔ تفسیر ہزاج ۵ ص ۲۳۲

نماز صبح طلوع فجر صادق سے طلوع آفتاب تک اس کا کل وقت ہے لیکن ابتداء میں مشرقی سُرخ کی ظاہر ہونے سے پیشتر فضیلت کا وقت ہے اور بعد میں صرف ادا کا وقت ہے اور نافلہ صبح نماز واجب سے پہلے پڑھی جاتی ہے جب کہ وقت فضیلت میں ادا کی جا رہی ہو۔ نماز صبح کی قرأت میں صرف مردوں پر جہر واجب ہے۔

نماز ظہر و عصر زوال آفتاب سے غروب آفتاب تک ان دونوں نمازوں کا وقت ہے البتہ زوال سے متصل بقدر ادائے ظہر نماز ظہر کا مختص وقت ہے اور غروب سے پہلے بقدر اولے نماز عصر نماز عصر کا مختص وقت ہے باقی درمیانی حصہ وقت مشترک ہے لیکن ظہر عصر سے مقدم رہے گی۔

مسئلہ۔ اول زوال سے لے کر سایہ کے برابر ہونے تک ظہر کا وقت فضیلت ہے اور بعد میں وقت ادا اور وقت فضیلت میں ظہر ادا کر لینے کے بعد سے سایہ کے دوگنا ہونے تک عصر کا وقت فضیلت ہے اور بعد میں صرف وقت ادا

مسئلہ۔ بعض علماء ظہر کی فضیلت کا وقت اول زوال سے لے کر سایہ کے پڑ بڑھ جانے تک قرار دیا ہے اور ظہر کی ادائیگی کے بعد پڑ تک عصر کی فضیلت کا وقت بیان کیا ہے اس صورت میں زوال کی ادائیگی بھی اسی پابندی سے ہوگی

یعنی زوال ظہر ایسے وقت میں پڑے جائیں کہ نماز ظہر بھی سایہ کے پڑ ہونے سے پہلے پڑھی جاسکے اور عصر کے زوال ایسے وقت میں پڑے کہ نماز عصر سایہ کے پڑ ہونے سے پہلے پڑھی جاسکے اور اسی کو روایت میں دو قدم اور چار قدم کے لفظوں

سے تعبیر کیا گیا ہے چونکہ بالعموم ہر انسان کا قد اپنے سات قدموں کے برابر ہوتا ہے اسی لئے سمجھانے کے لئے کہا گیا کہ انسان کا اپنا سایہ زوال کے بعد جب دو قدم کے برابر ہوگا تو ظہر کی فضیلت کا وقت ختم ہوگا اور اس کے چار قدم تک عصر کی فضیلت

کا وقت رہے گا۔ اسی طرح زمین پر عمود اکھڑی کی ہوئی ہر شے کو سات حصوں میں تقسیم کر کے مجازاً ہر حصے پر قدم کا اطلاق کیا جاتا ہے اور سایہ معلوم کرنے کے لئے جس چیز کو زمین پر عمود اکھڑا کیا جائے اس کو شاخص کہتے ہیں۔

مسئلہ۔ نماز ظہر میں کی سترات میں انحنات واجب ہے۔

غروب آفتاب سے لے کر نصف شب تک دونوں نمازوں کا وقت ہے البتہ غروب کے ساتھ

نماز مغرب و عشاء ساتھ بقدر ادا و مغرب نماز مغرب کا مختص وقت ہے اور نصف شب سے پہلے بقدر اولے نماز عشاء نماز عشاء کا وقت مختص ہے اور ان دونوں کے درمیان دونوں نمازوں کا وقت مشترک ہے لیکن بوقت ادا مغرب عشاء سے مقدم ہوگی۔

مسئلہ۔ اول غروب سے مغرب کی سُرخ کی زوال تک مغرب کا وقت فضیلت ہے اور بعد میں وقت ادا۔ اور

نماز مغرب کے وقت فضیلت میں ادا کر لینے کے بعد ایک تہائی شب تک نماز عشا کی فضیلت کا وقت ہے اور بعد میں صرف وقت ادا۔

مسئلہ :- نافلہ مغرب کا وقت نماز فریضہ کے بعد فضیلت کے وقت تک ہے اور نماز عشاء کے نافلہ کا وقت نماز فریضہ کے بعد آخر وقت تک ہے۔

مسئلہ :- نافلہ عشاء دو رکعت کا بیٹھ کر پڑھنا بہتر ہے اور یہ دو رکعت ایک رکعت کے شمار میں ہوتی ہیں۔ اور ان کو تیرہ کہا جاتا ہے۔

مسئلہ :- نماز مغربین کی قرائت میں مردوں پر بہر واجب ہے۔

مسئلہ :- اگر بھول کر وقت مشترک میں کوئی شخص ظہر کی بجائے نماز عصر کی نیت کرے تو یاد آجانے کے بعد فوراً نیت کو ظہر کی طرف پھیرے اسی طرح اگر عشاء کی نیت بھول کر کرے اور مغرب پڑھنی ہو تو یاد آنے پر فوراً مغرب کی نیت کر لے بشرطیکہ چوتھی رکعت کے رکوع میں نہ پہنچ گیا ہو اور اگر نیت پھینکنے کا وقت گزر جائے یا نماز ختم کرنے کے بعد یاد آئے تو وہ نماز صحیح ہوگی صرف پہلی نماز اس کو پڑھنی ہوگی لیکن اگر پہلی نماز کا وقت مٹھن ہو تو دوسری نماز باطل ہوگی جبکہ پہلی نماز کی طرف نیت نہ پھیر سکے

نماز تہجد تفسیر صافی میں بروایت خصال مذکور ہے حضرت رسالت اکرم نے حضرت علیؑ کو جو وصیتیں فرمائیں ایک یہ بھی تھی اے علیؑ دنیا میں مومن کی خوشی تین چیزوں میں ہے، ۱) بھائیوں کی ملاقات، ۲) روزہ سے انطاری، ۳) پھلی رات کو نماز تہجد پڑھنا، بروایت علل الشرائع حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا نماز تہجد لازمی طور پر پڑھی کرو۔ کہ یہ تہجد ہے پیغمبر کی سنت اور نیک لوگوں کا طریقہ ہے اور یہ جسموں سے تمسکان اور کوفت کو دور کرنے کا ذریعہ ہے اور حضرت سجادؑ سے دریافت کیا گیا کہ رات کو تہجد پڑھنے والوں کے چہرے نورانی کیوں ہوتے ہیں؟ تو آپ نے فرمایا اے لئے کہ وہ اللہ سے تنہائی میں ملاقات کرتے ہیں؟ پس خدا ان کو نور عطا فرماتا ہے ایک روایت میں میں نے کہیں دیکھا ہے کہ نماز تہجد قسار قبر سے محفوظ ہونے کا ذریعہ ہے بروایت تہذیب امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے جس طرح مال و اولاد دنیا میں انسان کی زینت ہیں اسی طرح پھلی رات کی آٹھ رکعت نماز انسان کے لئے آخرت کی زینت ہے۔

مسئلہ :- نماز تہجد کا وقت نصف شب کے بعد شروع ہو کر طلوع صبح صادق تک رہتا ہے نوجوان آدمی جو پھلی رات نہ اٹھ سکتا ہو تو نصف شب سے پہلے پڑھ کر سو سکتا ہے اگر دیر سے اٹھے اور طلوع صبح سے چار رکعت کا وقت باقی ہو تو نماز تہجد مختصر طور پر پڑھ سکتا ہے اگر کچھ حصہ نماز صبح کے وقت میں آجائیگا تو کوئی حرج نہیں لیکن اگر وقت اس مقدار سے کم باقی ہو نماز صبح ادا کر لینے کے بعد نماز تہجد کو قضا کی نیت سے پڑھ سکتا ہے۔

مسئلہ :- نماز تہجد کا معروف طریقہ یہ ہے پہلے آٹھ رکعت نماز تہجد کی نیت سے پڑھے پہلی دو رکعت اس طرح

پڑھے کہ پہلی رکعت میں الحمد کے بعد سورہ قتل یا ایہا الکفرون اور دوسری رکعت میں سورہ قل پڑھے اور اگر کسی کو سورہ قتل یا ایہا الکفرون یا ونہ ہو تو سورہ قل پڑھ سکتا ہے اس کے بعد چھ رکعتیں دو دو رکعت کر کے پڑھے اور ہر رکعت میں الحمد کے بعد کوئی ایک سورہ پڑھے لیکن سورہ قل بہتر ہے دوسری رکعت میں دعائے قنوت مستحب ہے۔ پھر دو رکعت نماز شفع پڑھے اس میں دعائے قنوت کی ضرورت نہیں بہتر ہے پہلی رکعت میں الحمد کے بعد سورہ ناس اور اور دوسری میں سورہ فلق پڑھے اور سلام پڑھنے کے بعد اٹھ کھڑا ہو اور ایک رکعت نماز وتر کی نیت سے ادا کرے اس میں الحمد کے بعد تین بار سورہ توحید اور دعائے قنوت میں کلمات فرج پڑھے اس کے بعد ہر جائز دعا پڑھ سکتا ہے کم از کم چالیس مومنوں کے لئے دعائے خیر کرے۔ منقول ہے کہ جو شخص غائبانہ طور پر چالیس مومنوں کے لئے دعا کرے خدا اس کی دعا کو مستجاب کرتا ہے۔ بالخصوص اپنے والدین اور اکابرین اور اساتذہ کو فراموشی نہ کرے اور جن لوگوں کے اس پر حقوق ہیں، ان کا نام لے کر ان کے لئے دعائے مغفرت کرے جس قدر ہو سکے گریہ کر کے خدا سے اپنے گناہوں کی مغفرت کی بھی دعا کرے اور خداوند کریم سے معافی کی گزارش کرے اور درخواست کرے اس مقام پر منقول دعائیں بہت زیادہ ہیں بہر کیف ہر شخص اپنی مرضی کی دعا مانگ سکتا ہے بشرطیکہ جائز ہو اور دعا میں عربی زبان کی پابندی بھی نہیں ہے اور کم از کم ستر دفعہ استغفار پڑھے کیونکہ روایت میں ہے کہ حضرت رسول کریم ﷺ ستر مرتبہ استغفار پڑھتے تھے اور امام زین العابدین علیہ السلام تین سو دفعہ العفو پڑھا کرتے تھے۔ کلمات فرج یہ ہیں۔

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ الْحَلِيمُ الْكَرِيمُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ الْعَلِيُّ الْعَظِيمُ سُبْحَانَ اللَّهِ رَبِّ السَّمَوَاتِ السَّبْعِ وَرَبِّ الْأَرْضِينَ السَّبْعِ وَمَا بَيْنَهُنَّ وَمَا بَيْنَهُنَّ وَرَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ

مسئلہ۔ وتر کی دعائے قنوت میں جن چالیس آدمیوں کے لئے دعا کرے ان کو نام بنام ذکر کرے۔ مثلاً کہے۔

اللَّهُمَّ اغْفِرْ لفلان و فلان وغیرہ اور فلاں کی جگہ مومن کا نام لے پھر واو عرف عطفت کے ساتھ نام لیتا جائے یہاں تک کہ چالیس پورے ہو جائیں اور اگر تندرستی بیماریاں کے لئے دعا مانگنی ہو تو کہے اللھم اشف فلان و فلان اگر دوسری حاجات وغیرہ دنیاویہ کے لئے دعا کرنی ہو تو کہے۔ اللھم اقص حوائج فلان و فلان وغیرہ مردوں عورتوں اور مردوں زندوں سب کو دعا میں شامل کر سکتا ہے۔

مسئلہ۔ اگر دن کو روزہ رکھنا ہو اور وتر کی حالت میں پیاس محسوس ہو اور یہ بھی خطہ ہو کہ نماز وتر کے ختم کرنے تک سحری کا وقت ختم ہو جائے گا تو ایسی صورت میں بجائے وتر کو مختصر کرنے کے نماز کی حالت میں پانی پی سکتا ہے بشرطیکہ قبلہ کی طرف پشت نہ کرے اور کوئی دوسرا فعل مبطل بجا نہ لائے پس پانی تک چل کر جانا اور پی لینا معاف ہے۔

نماز چونکہ خالق و مخلوق کے درمیان باہمی مکالمے اور راز و نیاز کا مقام ہے اور احادیث میں اس کو مومن **شرائط نماز** کی معراج سے تعبیر کیا گیا ہے لہذا نمازی کو چاہیے کہ تمام علائق دنیاویہ سے اپنے آپ کو آزاد کر کے اپنی پوری توجہ اس ذات کی طرف رکھے جس کے ساتھ اس کو مکالمہ کا شرف عطا ہوا ہے جس طرح محبت و محبوب کی مطلقاً

دیگر تمام علاقوں سے بے نیاز کر دیا کرتی ہے پس اس روحانی پاکیزگی کو حاصل کرنے کے لئے پہلے ظاہر کی طہارت واجب و لازم ہے پس ۱) بدن پاک و صاف ہو ۲) لباس پاکیزہ اور مباح ہو ۳) با وضو ہو اور بصورت دیگر تیمم کر چکا ہو ۴) اگر کپڑا لباس میسر نہ آئے تو کم از کم مقام شرم مستور ہو اور عورت کے لئے چہرہ تھیلیوں اور قدموں کے سوا سارا بدن مستور ہو خواہ کوئی دیکھنے والا ہو یا نہ ہو ۵) قبلہ رخ کھڑا ہو ۶) جائے نماز مباح ہو ۷) مقام سجدہ پاک ہو ۸) نماز کا وقت داخل ہو چکا ہو ۹) لباس میں مرد کے لئے ریشمی لباس ممنوع ہے ۱۰) جس جانور کا گوشت حرام ہے اس کا چمڑا یا کوئی جزو حالت نماز میں اس کے ساتھ نہ ہو ۱۱) مرد کے لئے سونے کا پہننا مبطل نماز ہے۔ ان کے علاوہ بہت سے امور میں جن کی پاسداری مستحب ہے اور ہر وہ امر جو منافی مضمون و خشوع ہو اس سے اجتناب کرنا بہتر ہے مثلاً ۱) سنانے تبر نہ ہو ۲) قریب عورت نہ ہو پس اگر عورت و مرد نماز پڑھیں تو ان کے درمیان کم از کم دس ذراع کا فاصلہ ہونا چاہیے یا درمیان میں پردہ حاصل ہو یا عورت مرد کے پیچھے کھڑی ہو جائے اور قبر کے سامنے ہونے کی صورت میں بھی اسی فاصلہ کا یا پردہ کا اہتمام کرے تو بہتر ہے ۳) اسی طرح سامنے تصویریں نہ ہوں اور مساجد کی نقاشی بھی اسی نقطہ نظر کے ماتحت ممنوع قرار دی گئی ہے کہ خیالات کے انتشار کی موجب ہے ۴) سامنے کتاب کھلی نہ ہو اگر ممکن ہو تو اس پر پہلے کپڑا ڈال دے ۵) سامنے کوئی آدمی اس کی طرف منہ کر کے نہ بیٹھا ہو ۶) سامنے دروازہ کھلا نہ ہو ۷) سامنے چراغ نہ جل رہا ہو ۸) جس جگہ نماز پڑھ رہا ہے وہ آتش خانہ نہ ہو ۹) شارع عام نہ ہو ۱۰) پانی کے بہاؤ کی جگہ نہ ہو ۱۱) پانی کا گھاٹ نہ ہو ۱۲) جس جگہ پر کھڑا ہے وہ متحرک نہ ہو جس سے سکون و اطمینان میں فرق آجائے ۱۳) گندی اور غلیظ جگہ نہ ہو وغیرہ۔

ان سب چیزوں کی رعایت اگرچہ واجبات میں سے نہیں ہے لیکن ان امور کو خشوع و خضوع میں بڑا دخل ہے پس مقبولیت نماز میں یہ امور روکاؤں کے موجب ہیں۔ اسی لئے مناسب ہے کہ واجبات کے علاوہ نماز میں ایسے اسباب کو ہٹایا کرے جو خشوع و خضوع کے موجبات ہوں اور مقبولیت نماز کا ذریعہ ہوں مثلاً گھر کی بجائے مسجد کو ترجیح دے اپنے جسم کو تو شہودا کر کے جائے ایسے وقت میں نماز پڑھے جس وقت پوری تو جبر اس کی طرف ہو اسی بنا پر خاک شفا پر سجدہ کرنے کو ترجیح دی گئی ہے۔

نماز میں چونکہ کعبہ بیت اللہ کی طرف منہ کرنا واجب ہے لہذا نماز پڑھنے سے پہلے وجوب استقبال اور تحقیق قبلہ

جہت قبلہ کا تعین ضروری ہے۔ ہمارے پورے ملک میں شمالاً جنوباً اور شرقاً وغرباً ہر جگہ اس بات کو اصول مسلمہ میں سے سمجھا گیا ہے کہ قطبی ستارہ جو اُفق شمال سے تقریباً ۳۲ درجے کی بلندی پر ہے اس کو دائیں کندھے کے درمیان رکھنے سے منہ سیدھا قبلہ کی طرف ہو جاتا ہے حالانکہ قطبی ستارہ کو دائیں کندھے پر رکھنے سے نقطہ مغرب کی طرف سیدھا منہ ہو جاتا ہے اور مغرب اور سمت قبلہ میں تلازم قطعاً نہیں ہے البتہ وہ مقامات جو مکہ سے سیدھے نقطہ مشرق پر واقع ہوں اور مکہ کے ساتھ ان کا عرض بلد موافق ہو ان کی جہت قبلہ نقطہ مغرب ہوگی پس جنوبی ہند

اور انڈونیشیا کے بعض مقامات کے قبلہ کی علامت صحیح یہی ہے کہ قطبی ستارہ کو دائیں کندھے کے وسط میں رکھا جائے۔ لیکن پاکستان میں کوئی بھی مقام ایسا نہیں جو مکہ سے سیدھا جانب مشرق واقع ہو اور اس کا عرض بلد مکہ سے ملتا جلتا ہو۔ بلکہ اگر نقشہ کو دیکھا جائے تو لاہور سے نقطہ مغرب پر اردن واقع ہے نہ کہ حجاز۔

آج کل جدید تحقیقات جغرافیائی لحاظ سے حدیقین اپنے دامن میں لئے ہوئے ہیں اور ماہرین نے پوری دنیا کا چھپے ناپ کر رکھ دیا ہے اور جدید آلات کے ذریعے سے نئے نئے انکشافات نے ذہن انسانی کی کایا پلٹ کر رکھ دی ہے لہذا ایسے حالات میں گزشتگان کی تقلید کرتے ہوئے آنکھیں بند کر کے لکیر کا فقیر بن کر رہ جانا دانشمندی نہیں جب کہ انکشافات جدیدہ کی واقعیت و صداقت اپنا لواہ منوا چکی ہے وہ اور زمانہ متحاجب کہ صرف اندازہ سے ہی کام نکالا جاسکتا تھا اب تحقیق کا زمانہ ہے البتہ جس مقام پر پائے تحقیق ننگ ہو اور لسان واقع گنگ ہو تو حالات حاضرہ جس ظن و اندازہ تک پہنچادیں۔ اُسے غنیمت سمجھ لیا جائے۔

آج کل تحقیقات جدیدہ کے ماتحت جو قبلہ نما بازار میں آئے ہیں اور ہر بڑے شہر میں دستیاب بھی ہو سکتے ہیں ان کی رو سے ہمارا یعنی لاہور کا قبلہ نقطہ مغرب سے تقریباً ۲۰ درجے جنوب کی طرف ہے پس اس صورت میں قطبی ستارہ سیدھا دائیں کندھے کے وسط میں نہ رکھا جائے بلکہ دائیں کندھے کے پچھلے کونے کی سیدھ میں اُسے رکھنا پڑے گا۔ پرنے خیالات کے مقلد اذہان کے لوگوں کے سامنے اس قسم کی تحقیق بالکل اجنبی معلوم ہوتی ہے اور وہ یہ سمجھتے ہیں کہ ہمیں قبلہ سے منحرف کیا جا رہا ہے لہذا وہ اپنی ضد پر اڑ جاتے ہیں حالانکہ انہیں یہ ذہن نشین کرنا چاہیے کہ پہلے لوگوں کے لئے تحقیق کرنے کے اسباب و آلات محدود تھے اور وسائل مختصر تھے پس ان کی تحقیق اپنے زمانہ کے لحاظ سے اس سے زیادہ نہ بڑھ سکتی تھی جہاں تک کہ وہ اس زمانہ میں پہنچے لیکن آج کل تحقیق کا میدان بہت وسیع ہو چکا ہے اور ذرائع و اسباب کی فراوانی ہے پس موجودہ تحقیق قبلہ سے منحرف نہیں کرتی بلکہ قبلہ کی صحیح رہنمائی کرتی ہے اور پہلے لوگوں کی تحقیق میں جو کمزوری رہ گئی تھی اب اس کمزوری کو دور کیا گیا ہے۔ اور کراچی و حیدرآباد کا قبلہ نقطہ مغرب سے ۱۸ درجے جنوب کی طرف ہے۔

مستحب ہے کہ پہلے اذان کہے اور پھر آقامت اور اس کے بعد نماز شروع کرے اور

کیفیت اذان و آقامت نماز

غالباً یہ مقدمات توجہ اور اتفات کو مجتمع کرنے کے لئے ہیں تاکہ نمازی اپنے آپ کو بارگاہ ایزدی میں حاضر کرنے کے لئے پوری طرح تیار ہو جائے۔ اذان کا طریقہ یہ ہے۔

پہلے چار دفعہ **اَللّٰهُ اَكْبَرُ**۔ پھر دو دفعہ **اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ** پھر دو دفعہ **اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ** پھر مستحب ہے کہ دو دفعہ **اَشْهَدُ اَنَّ عَلِيًّا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ** کہے پھر دو دفعہ **حَيَّ عَلَى الصَّلٰوةِ** پھر دو دفعہ **حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ** پھر دو دفعہ **حَيَّ عَلَى خَيْرِ الْعَمَلِ** پھر دو دفعہ **اَللّٰهُ اَكْبَرُ** اور آخر میں دو دفعہ **لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ**۔

تھوڑا سا وقفہ کر لینے کے بعد آقامت کہے جو اذان کی طرح ہے صرف چار تکبیر کی بجائے پہلے دو دفعہ **اَللّٰهُ اَكْبَرُ** اور آخری

تکبیر سے پہلے دو دفعہ قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ کہے اور بالکل آخر میں ایک دفعہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کہے۔

پس کوئی اور کلام کئے بغیر سیدھا ہو کر نماز کی نیت کر کے تکبیرۃ الاحرام اللہ اکبر کہے اور ہاتھوں کو کانوں تک بلند کر کے نہایت اطمینان و سکون سے قبلہ رو کھڑا ہو۔ دونوں ہاتھ پہلوؤں میں انگلیاں ملی ہوں نظر جائے سجدہ پر رہے اور قدموں کے درمیان قدر سے فاصلہ ہو، عورت کے لئے ہاتھوں کو سینہ پر رکھنا ان کی عفت و حیا کے پیش نظر مستحب ہے اور پاؤں ان کے آپس میں ملے ہوئے ہوں۔ پس بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ کو چہرہ پر پڑھ کر الحمد شروع کرے عورت بے شک بسم اللہ کو خاموشی سے پڑھے الحمد کے بعد سورہ اِنَّا اَنْزَلْنَاهُ يَكُوْنِي دُورًا پڑھ کر قیام کی حالت میں تکبیر کہے اور اللہ اکبر ختم ہونے کے بعد رکوع کی طرف جھکے اور حالت رکوع میں نظر قدموں کے درمیان ہو اور ہاتھوں کی انگلیاں کھلی ہوں اور گھٹنوں کو اوپر دبا کر رکھے پشت برابر ہو اور سر و گردن بھی پشت کی سیدھ میں ہو اطمینان و سکون کی حالت میں ذکر رکوع کرے۔ سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيمِ وَبِحَمْدِهِ ایک دفعہ واجب ہے اور تین دفعہ کہنا مستحب ہے یا صرف سُبْحَانَ اللَّهِ تین دفعہ کہہ دے اور بعد میں درود شریف پڑھ لیتا بھی مستحب ہے۔ پس سیدھا کھڑا ہو کر پڑھے سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ اور اللہ اکبر بھی وہیں قیام میں پڑھے بعد میں سجدہ کے لئے جھکے پہلے ہاتھوں کو زمین پر ٹیکے اور بعد میں گھٹنے زمین پر رکھے لیکن عورت کے لئے یہ ہے کہ پہلے گھٹنے زمین پر رکھے اور بعد میں ہاتھ، سجدہ کی حالت میں دونو ہتھیلیاں دونو پاؤں کے انگوٹھے دونو گھٹنے اور پیشانی یہ سات اعضا ہیں جن کا ٹیکنا واجب ہے اور ناک کا زمین پر رکھنا مستحب ہے سجدہ کی حالت میں نظر ناک پر دونوں ہاتھوں کی انگلیاں ملی ہوئی کانوں کے کناروں کے برابر ہوں، کہنیاں جسم سے الگ ہوں پیٹ زمین سے اوپر کو اٹھرا ہوا ہو لیکن عورت کے لئے مستحب ہے کہ زمین سے مل کر سجدہ میں پڑے اور اس کے دونوں ہاتھ کہنیوں تک زمین سے چھٹے ہوں حالت سجدہ میں اطمینان و سکون کے ساتھ سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيمِ وَبِحَمْدِهِ ایک دفعہ واجب ہے اور تین دفعہ کہنا مستحب ہے یا اس کی بجائے تین دفعہ سُبْحَانَ اللَّهِ کہنا بھی کافی ہوا کرتا ہے۔ پس درود شریف پڑھے اور اٹھ بیٹھے اور کہے اللہ اکبر اور اَسْتَغْفِرُ اللَّهَ رَبِّي ذُو الْعَرْشِ الْعَلِيِّ پڑھ کر تکبیر کہے اور بعد میں دوسرے سجدہ کے لئے جھکے اور دوسرے سجدہ سے فارغ ہو کر اٹھ بیٹھے اور اس بیٹھنے کو جلسۃ استراحت سے فقہا تعبیر کیا کرتے ہیں پس بِحَوْلِ اللَّهِ وَقُوَّتِهِ اَقُوْمُوا وَقَعُدُوا کہتے ہوئے اٹھے اور دوسری رکعت پڑھے حالت قیام میں سورہ حمد پھر کوئی دوسرا سورہ اور اس کے بعد دعائے قنوت پڑھے مثلاً رَبَّنَا اِنَّا فِي الذُّنُوْبِ حَسِيْنَةٌ وَفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةٌ وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ۔ اس کے اول و آخر میں درود شریف پڑھے اور حالت قیام میں تکبیر کہہ کر پھر رکوع اور بعد میں حسب سابق دونو سجدے بجالاتے اب دوسرے سجدہ کے بعد سیدھا بیٹھ جائے جب کہ نظر گود میں ہو پس دونو پاؤں دائیں طرف نکال کر اس طرح بیٹھے کہ بائیں پاؤں کے شکم میں دائیں پاؤں کی پشت ہو پس کمر شہادتین پڑھے اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلَهَ اِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدًا رَسُوْلُهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ پس درود شریف پڑھے اور اس کو تشہد کہا جاتا ہے پس اگر صبح کی نماز ہے تو سلام پڑھ کر ختم کرے پہلا سلام مستحب ہے اَسْلَامٌ عَلَيْكَ اَيُّهَا الْعَبْدُ

وَرَحْمَةً اَدْلٰهُ بِرَكَاتِهِ اور یہ سلام تشہد کی حالت میں بیٹھے ہوئے پھر نظر کو مغرب کی طرف بڑھا کر پڑھے۔
 السَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلَىٰ عِبَادِ اللّٰهِ الصّٰلِحِيْنَ اور گوشہ چشم سے دائیں طرف اشارہ کر کے تیسرا سلام پڑھے اَلسَّلَامُ
 عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ اور اگر مغرب کی نماز ہو تو تشہد کے بعد سلام نہ پڑھے بلکہ بِحَوْلِ اللّٰهِ اَعْمَ
 پڑھتے ہوئے اٹھ کھڑا ہو اور حالت قیام میں یا تو صرف سورہ فاتحہ پڑھے یا اس کے بجائے تسبیحات اربعہ پڑھے دوسرا
 سورہ نہ پڑھے اور تسبیحات اربعہ یہ ہیں سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللهُ اَكْبَرُ پھر رکوع
 و سجود کے تشہد پڑھے اور پڑھ کر نماز ختم کرے اور اگر چار رکعتی نماز یعنی ظہر یا عصر یا عشاء ہو تو تیسری رکعت
 میں سجدوں کے بعد تشہد پڑھنے کی بجائے بِحَوْلِ اللّٰهِ اَعْمَ پڑھتے ہوئے اٹھ جائے اور تیسری رکعت کی طرح
 چوتھی رکعت پڑھ کر تشہد و سلام پڑھے۔

آئمہ طاہرین علیہم السلام نے نماز کا جو طریقہ تعلیم فرمایا ہے وہ یہی ہے اس سے بڑھانا یا کم کرنا علماء کے بس
 میں نہیں ہے تشہد میں حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام کی دلالت کی شہادت پر اصرار کرنا خواہ مخواہ کی موٹگانی ہے کیونکہ
 درود میں سب اہل محمد شامل ہیں دوسرے حاضر کے مجتہد اعلم آقائے محسن حکیم طباطبائی فرماتے ہیں کہ تشہد میں دلالت علی
 کی شہادت کا اضافہ مبطل نماز ہے پس احتیاط کا تقاضا یہی ہے کہ حدیقین سے آگے قدم نہ بڑھایا جائے۔

نماز میں جو واجبات ہیں وہ چودہ ہیں۔ (۱) نیت اور اس کے حکم کا دائم رکھنا (۲) تکبیرۃ الاحرام یعنی پہلی اللہ اکبر
 جس سے نماز شروع ہوتی تھی (۳) قیام (۴) رکوع (۵) سجد (۶) قرأت (۷) ذکر رکوع (۸) ذکر سجدہ (۹) تشہد (۱۰) سلام
 (۱۱) ترتیب یعنی اس ترتیب سے پڑھی جائے جو اوپر بیان کی جا چکی ہے (۱۲) موالات یعنی ایک فعل کے بعد دوسرا فعل
 بلا تاخیر بجایا جائے کہ درمیان میں طویل خاموشی یا کوئی دوسرا شغل حائل نہ ہو (۱۳) طہانیت یعنی ہر فعل اپنے اپنے مقام پر
 بجالائے اور اطمینان و سکون کہ کسی جزو نماز میں نہ ترک کرے پس نماز کی حالت میں ہتے جلتے رہنا درست نہیں ہے (۱۴)
 بعض علماء نے جلسہ استراحت کو بھی واجب قرار دیا ہے۔ یعنی پہلی اور تیسری رکعت میں دوسرے سجدہ سے سر اٹھانے
 کے بعد تھوڑا سا بیٹھ رہنا اور پھر اٹھنا، ان واجبات مذکور میں سے پہلے پانچوں کو اگر نماز کہا جاتا ہے یعنی ان کی کمی یا بیشی
 عمدًا ہو یا سہواً نماز کو باطل کر دیتی ہے باقی سب واجبات ہیں ان میں اگر عمدًا کمی یا بیشی ہوگی تو نماز باطل ہوگی ورنہ نہیں۔

چونکہ نماز میں شکوک و شبہات کا انا لازمی ہے تو اہل محمد نے جو ان کے علاج بتلائے ہیں ان کو ذہن
 نشین کر لینا بھی ضروری ہے تاکہ موقعہ پر کام میں آئیں اور وارد ہے کہ مَا اَعَادَ الصَّلٰوةَ فِقِيْهَةٌ اَعْنٰهُ
شکيات نماز

فقہ رکھنے والا نماز کا اعادہ نہیں کرتا کیونکہ نماز پر وارد ہونے والے شبہات کا اس کو علاج معلوم ہوتا ہے اور ارشاد
 خداوندی ہے وَلَا تَبْطَلُوْا اَعْمَالَكُمْ۔ یعنی اپنے اعمال کو باطل نہ کیا کرو۔ بنا بریں شک پڑنے پر نماز کو توڑ دینا جائز نہیں
 بلکہ اگر اس کا علاج ہو سکتا ہے تو اسے علاج سے صحیح کر لیا جائے جس طرح ظاہری اجسام کی بعض بیماریاں لا علاج ہوتی ہیں

اور بعض قابل علاج۔ پس مریض کو ہلاک کر دینے کی بجائے قابل علاج بیماریوں کا علاج تلاش کر کیا جاتا ہے۔ اسی طرح نماز کے معنوی جسم کے لئے بعض بیماریاں لا علاج ہیں اور بعض قابل علاج ہیں۔ لہذا نماز کو توڑ دینے کی بجائے اس کا مناسب تدارک کرنا ضروری ہے۔

مسئلہ: نماز کے جن واجبات کو ارکان کہا جاتا ہے ان میں کمی یا زیادتی عذر ہو یا سہواً نماز کو باطل کر دیتی ہے اور اس کا کوئی علاج نہیں۔

مسئلہ: رشک رکعات میں پہلی رکعت کا تعلق ہو تو نماز باطل ہوتی ہے۔

مسئلہ: اسی طرح رشک رکعات میں دو سجدے مکمل کرنے سے پہلے دوسری رکعت کا تعلق ہو تو نماز باطل ہے۔

مسئلہ: صبح مغرب نماز قصر اور نماز آیات میں رشک رکعات سے نماز باطل ہو جاتی ہے۔

مسئلہ: ارکان کے علاوہ دوسرے واجبات میں سے کسی واجب کو عذر ترک کرنے سے نماز باطل ہوتی ہے۔

مسئلہ: دوسری اور تیسری رکعت میں رشک ہو جائے دو سجدوں کے بعد تو نماز صحیح ہے اور رشک قابل علاج ہے موجودہ رکعت

کو تیسری رکعت سمجھ کر پھرتی پڑھے اور سلام پڑھنے کے بعد بلافاصلہ اٹھ کر ایک رکعت یا بیٹھ کر دو رکعت نماز احتیاط پڑھے۔

مسئلہ: دوسری اور چوتھی رکعت کے رشک میں موجودہ رکعت کو چوتھی سمجھ لے اور سلام کے کھڑے ہو کر دو رکعت نماز احتیاط بجالائے۔

مسئلہ: تیسری اور چوتھی رکعت رشک میں اس کو چوتھی سمجھے اور بعد میں ایک رکعت کھڑے ہو کر یا دو رکعت بیٹھ کر نماز احتیاط پڑھے۔

مسئلہ: تیسری اور پانچویں رکعت کے رشک میں اگر حالت قیام میں ہو تو فوراً بیٹھ کر سلام پڑھے اب اس کی باقی نماز دو اور چار کے درمیان مشکوک رہ جائے گی کیونکہ جس رکعت کو چھوڑ دیا گیا ہے وہ تیسری یا پانچویں تھی۔ پس سلام کے بعد دو رکعت اٹھ کر نماز احتیاط بجالائے اور قیام زائد کے لئے دو سجدے سہو کے ادا کرے اور اگر تیسری اور پانچویں کا رشک رکوع یا اس کے بعد کی کسی حالت میں پڑے تو نماز باطل ہے۔

مسئلہ: اگر دوسری تیسری اور چوتھی رشک ہو تو چوتھی سمجھی جائے اور سلام کے بعد دو رکعت اٹھ کر اور دو رکعت بیٹھ کر نماز احتیاط پڑھے۔

مسئلہ: اگر تیسری چوتھی اور پانچویں کا رشک حالت قیام میں ہو تو قیام کو ختم کر کے بیٹھ جائے اب یہ رشک دو تین اور چار کا ہو جائے گا کیونکہ زائد مشکوک رکعت کو ختم کر دیا گیا ہے۔ پس سلام کے بعد دو رکعت کھڑے ہو کر اور دو رکعت بیٹھ نماز احتیاط بجالائے۔ اور قیام زائد کے لئے دو سجدے سہو کے ادا کرے۔

مسئلہ: اگر چوتھی اور پانچویں میں رشک ہو پس حالت قیام میں ہو تو بیٹھ جائے اور تیسری چوتھی کے رشک کا علاج

کرے اور زائد قیام کے لئے دو سجدے سہواً ادا کرے اور اگر دونو سجدوں کے بعد یہ شک پڑ جائے تو تشہد پڑھ کر سلام پڑھ لے اور صرف دو سجدے سہو کے ادا کر لے نماز صحیح ہوگی۔

پس یہ وہ قابل علاج شکوک ہیں جن کا تدارک بیان کیا گیا ہے اور اگر نماز میں سہو ہو جائے تو ارکان نماز کا سہو مبطل نماز ہے۔ اس کے علاوہ کوئی سہو مبطل نماز نہیں بلکہ اس کا تدارک ہو سکتا ہے۔

مسئلہ: اگر نماز میں سہو کی صورت میں اگر دوسرے رکن تک پہنچنے سے قبل یاد آجائے تو واپس اس رکن کو ادا کرے جس کا سہو ہوا تھا پھر نماز کی ترتیب کو قائم رکھے پس نماز درست رہے گی لیکن اگر دوسرے رکن میں داخل ہو چکا ہے تو پہلے رکن کے ترک کی وجہ سے نماز باطل ہے۔

مسئلہ: کسی رکن کی ادائیگی میں شک ہونے کی صورت میں اگر دوسرے رکن میں داخل ہو چکا ہے تو شک کی پرداہ نہ کرے اور اگر دوسرے رکن میں ابھی نہیں پہنچا تو رکن مشکوک پہلے بجالاتے پھر ترتیب نماز کو قائم کر کے اس کو پورا کرے اور رکن مشکوک کو بجالانے کے بعد اگر یاد آجائے کہ پہلے بھی ادا کر چکا تھا تو زیادتی رکن کی وجہ سے نماز باطل ہوگی۔

مسئلہ: کسی واجب کا سہو ہو جائے اور بعد میں رکن تک پہنچنے سے پہلے یاد آجائے تو اس کا تدارک کرے مثلاً سورہ فاتحہ بھول جائے اور دوسرا سورہ شروع کر دے پھر رکوع سے پہلے یاد آجائے تو سورہ فاتحہ پڑھے اور پھر سورہ دوبارہ پڑھ کر نماز کو آگے بڑھائے اسی طرح سجدہ یا تشہد بھول کر دوسری رکعت میں رکوع سے پہلے یاد آجائے تو بیٹھ کر بھولی ہوئی چیز کو ادا کرے پھر ترتیب کے ساتھ نماز کو پورا کرے اور ایسی صورت میں زیادتی کے لئے سجدہ سہو بھی کرنا ہے گا اور اگر رکوع میں مینج کر یاد آئے تو نماز سے فارغ ہونے کے بعد سجدہ یا تشہد کی قضا کرے اور پھر دو سجدہ سہو کے ادا کرے۔

مسئلہ: شک کی صورت میں ضروری ہے کہ پہلے کچھ فکر کر لے اگر کسی ایک طرف کا خیال غالب ہو جائے تو اسی پر عمل کرے ورنہ شک کا بتایا تھا علاج کرے۔

مسئلہ: جلسہ استراحت کو عمداً ترک کرنے سے نماز باطل نہ ہوگی لیکن گنہگار ہوگا اور سہواً چھوٹ جانے سے اس کا کوئی تدارک نہیں بلکہ نماز صحیح ہے۔

مسئلہ: کسی جب میں شک ورجب کہ اس سے دوسرے واجب کی طرف منتقل ہو چکا ہو تو مشکوک کی کوئی پرداہ نہ کرے۔

مسئلہ: چند شکوک ہیں جو نماز کی صحت میں خلل نہیں ہیں پس ان کی پرداہ نہ کی جائے۔

(۱) شک بعد از وقت مثلاً نماز کا وقت گزر جانے کے بعد شک ہو کہ میں نے پڑھی ہے یا نہ تو اسے پڑھی سمجھے اور پرداہ نہ کرے۔

(۲) شک بعد از قرائت مثلاً نماز سے فارغ ہونے کے بعد کسی چیز کی ادائیگی میں شک ہو تو اس کی پرداہ نہ کرے بلکہ نماز کو صحیح سمجھے۔

(۳) شک بعد از محل دوسرے رکن میں پہنچ جانے کے بعد پہلے کے کسی واجب یا رکن میں شک ہو تو اس کی طرف دھیان نہ کرے نماز صحیح ہوگی۔

(۴) شک مقتدی اگر مقتدی کو کسی مقام پر شک ہو خواہ نماز کی رکعات میں

ہی سہی اور پیش نماز کو یاد ہو تو وہ پیش نماز کی اقتداء میں اپنے شک کی پرواہ نہ کرے اس کی نماز درست ہوگی۔ (۵) شک امام اگر کسی مقام پر پیش نماز کو شک ہو اور مقتدیوں کو یاد ہو تو پیش نماز اُن کے اشارے سے اپنے شک کو نظر انداز کرے۔ (۶) شک در شک اگر کسی نمازی کو اپنے شک میں شک ہو جائے تو اس کی پرواہ نہ کرے یا یہ کہ نماز شک جسے نماز احتیاط کہا جاتا ہے اس میں شک پڑ جائے تو اس کی پرواہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے (۷) شک کثیر الشک جس آدمی کو شک زیادہ پڑتے ہوں تو وہ اُن کی پرواہ نہ کرے۔

مسئلہ ۱۔ تین متواتر نمازوں میں شک پڑنے سے وہ کثیر الشک سمجھا جائے گا پھر اگر متواتر تین نمازیں اس کی بلا شک ہو جائیں گی تو وہ کثیر الشک نہ رہے گا۔

مسئلہ ۲۔ سجدہ سہو چند مقامات پر واجب ہوا کرتا ہے۔

(۱) زیادتی کلام یعنی حالت نماز میں بھول کر کوئی بات مُنہ سے نکل جائے تو نماز کو باطل نہ کرے بلکہ بعد از سلام اس کے لئے دو سجدے سہو کے دیدے نماز صحیح ہوگی (۲) زیادتی سلام اگر بے جا سلام پڑھے مثلاً سہ رکعتی یا چار رکعتی نماز میں دوسری رکعت کے تشہد کے بعد نماز پڑھے تو یاد آنے پر فوراً کھڑا ہو جائے اور نماز کو پورا کر کے بعد میں دو سجدے سہو کے ادا کرے (۳) ایک سجدہ بھول جانے کی صورت میں نماز ختم کرنے کے بعد پہلے بھولے ہوئے سجدے کو قضا کرے پھر دو سجدے سہو کے لئے دے (۴) ایک سجدہ زیادہ کرنے کی صورت میں بعد از فرائض نماز دو سجدے سہو کے ضروری ہیں (۵) تشہد بھول جانے کی صورت میں بعد از فرائض پہلے تشہد قضا پڑھے پھر دو سجدے سہو کے لئے دے (۶) تشہد کے زیادہ ہو جانے کی صورت میں بھی سجدہ سہو واجب ہے (۷) رکوع کے شک میں جہاں پانچویں کا دخل پڑتا ہے بعد از فرائض دو سجدے سہو کے لئے ضروری ہوتے ہیں بلکہ ہر رکوع و بیٹھی کے لئے سجدہ سہو کا بجالانا ضروری ہے۔

مسئلہ ۳۔ سجدہ سہو کا طریقہ یہ ہے کہ نیت سجدتین کر کے اللہ اکبر کہہ کر سجدہ میں چلا جائے اور پڑھے بِسْمِ اللّٰهِ وَبِاللّٰهِ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی مُحَمَّدٍ پھر اٹھ بیٹھے اور دوبارہ اسی طرح سجدہ کرے اور بعد میں تشہد مختصر پڑھے کہ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی مُحَمَّدٍ۔

مسئلہ ۴۔ جو اسباب و ضوابط کو توڑ دیتے ہیں اُن کے عارض ہونے سے نماز ٹوٹ جاتی ہے اور علاوہ ازیں مندرجہ ذیل چیزیں مبطل نماز ہیں (۱) کھانا (۲) پینا اگرچہ قلیل مقدار میں ہی کیوں نہ ہو (۳) عدا کلام کرنا (۴) خوف خدا یا غم آل محمد کے علاوہ کسی دنیاوی کام کے لئے گریہ کرنا (۵) ہاتھ باندھنا جب کہ ضرورت تقیہ نہ ہو (۶) آمین کہنا سورہ فاتحہ کے بعد (۷) جان بوجھ کر کسی واجب کو ترک کرنا حتیٰ کہ طائیت اور موالات کا عمری ترک بھی مبطل نماز ہے البتہ جلسہ استراحت کا ترک مبطل نماز نہیں ہے (۸) قبلہ سے منحرف ہو جانا حتیٰ کہ دائیں یا بائیں ہو جائے معمولی انحراف سے نماز باطل نہیں ہوتی (۹) کوئی مافعل کثیر کرنا (۱۰) لباس یا بدن کا نجس ہونا (۱۱) جائے سجدہ کا نجس ہو جانا کہ اس سے انتقال کی کوئی صورت

نہ ہو (۱۲) جائے نماز کا نجاستِ متعیر سے متلوٹ ہو جانا کہ اس سے بچنے کی کوئی صورت نہ ہو (۱۳) لباس یا فرش کے غصبی ہونے کا علم ہو جانا (۱۴) کپڑے پر سجدہ کرنا (۱۵) کھانے کی چیز پر سجدہ کرنا (۱۶) کسی رکن نماز کا چھوٹ جانا (۱۷) شکایات کی وہ صورتیں جو قابل علاج نہیں ان میں سے کسی کا عارض ہونا۔

مسئلہ: کاغذ پر سجدہ ہو سکتا ہے اور بہتر ہے کہ اس پر تحریر نہ ہو۔

مسئلہ: خاک شفا پر سجدہ کرنا مقبولیت نماز کا موجب ہے اور منقول ہے کہ مقبولیت اعمال کو روکاٹ کے سات حجاب خاک شفا پر سجدہ کرنے سے دور ہو جاتے ہیں اور خاک شفا کے دیگر بعض فضائل ہم نے تفسیر کی چوتھی جلد ص ۱۱۱ و ص ۱۱۲ پر ذکر کئے ہیں۔

مسئلہ: دو سبزیاں جو کھائی جاتی ہیں ان پر سجدہ نہیں ہو سکتا باقی درختوں کے پتوں پر اور لکڑی پر سجدہ جائز ہے اور جو سبزیاں بعض علاقوں میں کھائی جاتی ہیں ان پر بھی بالعموم سجدہ نہیں ہو سکتا مثلاً پان کے پتے۔

مسئلہ: جن درختوں کا پھل کھایا جاتا ہے ان کے پتوں یا لکڑی پر سجدہ کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

مسئلہ: جن میوہ جات کے اوپر چھلکا کھایا نہیں جاتا مثلاً افروٹ یا بادام وغیرہ کا پھلکا اس پر سجدہ جائز ہے۔

مسئلہ: اُون، پٹ سن، ریشم اور کپاس وغیرہ (جن سے کپڑا تیار ہوتا ہے) پر سجدہ نہیں ہو سکتا۔ لیکن کپاس کے پتوں اور لکڑی پر سجدہ جائز ہے۔

سلام پڑھنے کے بعد کالوں تک ہاتھ بلند کر کے تین بار اللہ اکبر کہنا مستحب ہے۔

تعقیبات نماز

نماز سے فارغ ہونے کے بعد نمازی کو چاہیے کہ فوراً چلانے جائے بلکہ مصلاتے عبادت پر بیٹھ کر

ذکر خدا بجالائے اور تمام اذکار میں سے تسبیح جناب فاطمہ زہرا افضل ہے اور وہ یہ ہے۔ چونتیس مرتبہ اَللّٰهُ اَكْبَرُ تینتیس مرتبہ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ اور تینتیس مرتبہ سُبْحَانَ اللّٰهِ یہ تسبیح صرف توحید ہی توحید کا درس ہے پہلے کلمہ میں اللہ کی کبریائی کی گواہی ہے اور دوسرے کلمہ میں اللہ کی نعمات کا شکر ہے اور تیسرے کلمہ میں ہر غیر شائستہ صفت سے اس کی تنزیہ کا بیان ہے خود حضرت رسالت مآب نے اپنی پیاری شہزادی کو یہ تسبیح تعلیم فرمائی اور معصوم سے مروی ہے کہ اس کا پڑھنا ثواب کے لحاظ سے ایک ہزار رکعت نماز نافلہ کے برابر ہے۔ پس مومن کو چاہیے کہ نماز فریضہ کے بعد اس کو ترک نہ کرے۔

عَسَىٰ اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّخْشُوۡدًا۔ اور تفسیر صحیح البیان میں ہے کہ مقاماً کا معنی بعثا ہے۔

مقام محمود

(اور یہ مفعول مطلق ہے) یعنی خدا تجھے بروز محشر اٹھائے گا ایسا اٹھانا کہ تیرا مقام اولین و آخرین کیلئے لائق تریف ہوگا اور وہ مقام اشاعت ہے کہ آپ تمام مخلوق سے بلند ہوں گے اور روایات اہل بیت میں ہے کہ اس سے عہدہ شفاعت مراد ہے اور متعدد روایات کا مضمون یہ ہے کہ جن و انس جب حساب کے لئے کھڑے کئے جائیں گے تو حساب سے پہلے عرصہ محشر میں ان کو کافی دیر تک کھڑا رہنا پڑے گا۔ حتیٰ کہ چالیس دنوں کے وقفہ کے برابر ان کے قیام میں طول ہوگا۔ سورج کی تمازت

تیز ہوگی اور ان سے بہنے والے پینے کو ذہن جذب نہ کرے گی پس پینے کے ایک سمندر میں ڈوبے ہوئے ہوں گے اور وہ ان کے منہ تک پہنچ جائے گا اور اس حالت سے اس قدر گھبرا جائیں گے کہ دوزخ میں جلا ان کو آسان معلوم ہوگا پس حضرت ابوالبشر آدم علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کریں گے آپ ہمارے باپ اور پیغمبر ہیں ہماری سفارش کیجئے تاکہ اس حالت سے ہمیں چھٹکارا نصیب ہو خواہ ہمیں جہنم کی طرف ہی بھیج دیا جائے تو آپ اپنے ترک ادنیٰ کا عذر کر کے حضرت نوح کی طرف بھیجیں گے وہ اپنے بیٹے کے حق میں دعا کرنے کے ترک ادنیٰ پریشان ہوئے اور شفاعت کی جرأت نہ کریں گے۔ پس وہ حضرت ابراہیم کا حوالہ دیں گے وہ حضرت موسیٰ کی طرف اور حضرت موسیٰ حضرت عیسیٰ کی طرف ان کو بھیجیں گے اور آخر کار حضرت محمد مصطفیٰ تک نوبت پہنچے گی۔

اس دن تمام انبیاء حضرت محمد مصطفیٰ کے لواؤ کے سایہ میں ہوں گے پس تمام جن وانس حضور کے پاس فریاد لیکر پہنچیں گے اور عرض کریں گے حضور ہمیں اس مُصیبت سے بچائیے کہ اس تکلیف سے ہمیں آتش جہنم میں جانا آسان ہے تو آپ ان کی درخواست کو قبول فرماتے ہوئے دروازہ جنت کی طرف آئیں گے اور جنت عدن کے دروازہ پر پہنچیں گے جس کا نام دارالرضح ہے اور اس دروازہ کی وسعت مشرق سے مغرب تک کے فاصلہ کے برابر ہے پس دروازہ کھلے گا اور آپ عظمت پروردگار کے سامنے سجدہ میں جھک جائیں گے ایک ملک خدا کی جانب سے نذا دے گا کہ آپ جو مانگیں دیا جائیگا پس سجدہ سے سر اٹھا کر دوبارہ پھر سہ بارہ سجدہ کریں گے اور آخر میں عرض کریں گے اے پروردگار اپنے بندوں کے درمیان فیصلہ فرما تو ارشاد قدرت ہوگا تیری سفارش قبول ہے پس یا قوتِ اہمر کی ناقہ پیش کی جائے گی جس کی ہمارا زبرد سبزی ہوگی اس پر سوار ہو کر آپ مقام محمود تشریف لے جائیں گے مقام محمود عرش پروردگار کے سامنے ایک بلند مقام ہے جس کا فرش کستوری کا ہوگا۔ آپ کے دائیں جانب حضرت ابراہیمؑ اور جگہ ملے گی اس کے بعد حضرت علیؑ کے بازو سے حضرت رسالتؐ نے پکڑا اور فرمایا یا علیؑ پھر تجھے اسی جیسی سواری پر سوار کر کے لایا جائے گا اور تو میرے اور حضرت ابراہیمؑ کے درمیان کھڑا ہوگا۔ پس منادی ندا کرے گا اے خلائق اللہ کا عدل یہ ہے کہ ہر گروہ اس شخص کے ساتھ ہو جس سے وہ دنیا میں محبت کرتا تھا اور تمام لوگ اس فیصلہ کو قبول کریں گے پس اللہ کے نمائندوں کے مقابلہ میں ہر زمانہ کا شیطان اپنے پیروکاروں کے ساتھ جہنم میں دھکیلا جائے گا اور اسی طرح اس امت میں بھی ہر زمانہ کا شیطان اپنے پیروکاروں کی جماعت کے ساتھ دوزخ کی طرف روانہ ہوگا ایک شیطان آئے گا اس کے پیچھے اپنے پیروکار ہوں گے پھر دوسرا اپنے پیروکاروں کے ساتھ پیش ہوگا پھر تیسرا چوتھا و علیٰ ہذا القیاس اور دوسری طرف حضرت علیؑ کے پیچھے اپنے زمانہ کے اطاعت گزار پیروکار لوگ ہوں گے اور حضرت امام حسن کے پیچھے اپنے زمانہ کے مقتدی ہوں گے۔ اسی طرح ہر امام کے ساتھ اس کی جماعت ہوگی۔ امام جعفر صادق علیہ السلام نے اپنے صحابی غوث اور مفضل بن عمر سے فرمایا کہ میں بھی اپنے اطاعت گزاروں کے ساتھ حاضر ہوں گا اور تم دونوں میرے ہمراہ ہو گے پس ہم عرش پروردگار پر بیٹھیں گے پھر کتابیں لائی جائیں گی اور ہم اپنے دشمنوں کے خلاف گواہی

وَقُلْ رَبِّ ادْخِلْنِيْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّاَخْرِجْنِيْ مَخْرَجَ صِدْقٍ

اور کہہ لے رب مجھے داخل کر سچائی کے راستے میں اور مجھے نکال کے سچائی کے راستے میں

وَاَجْعَلْ لِّيْ مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطٰنًا نَّصِيْرًا ﴿۸۰﴾ و

اور معتد کر میرے لئے اپنی جانب سے غلبہ جو میرا مددگار ہو اور

دیں گے اور اپنے گنہگار شیعوں کی شفاعت کریں گے۔ الحدیث (برہان) اور تفسیر صحیح البیان میں ہے کہ مقام محمود ہی مقاد شفاعت ہے جہاں آپ لوگوں کی شفاعت کریں گے اور اسی مقام پر آپ کو لواء الحمد عطا ہوگا جس کے سائے میں تمام انبیاء و ملائکہ آرام حاصل کریں گے پس آپ پہلے شائق ہوں گے جن کی شفاعت قبول ہوگی

ادْخِلْنِيْ مُدْخَلَ صِدْقٍ - یعنی احکام رسالت کی ادائیگی میں مجھے صحیح اور موثر انداز عطا فرما اور اس کی ذمہ داریوں کو نبجانے کی سچی توفیق مرحمت فرما کہ اس مرحلہ میں قدم رکھوں تو درستی و صلاحیت کے ساتھ اور اس مرحلہ سے عہدہ برہنہ نکلوں تو کامیابی و کامرانی کے ساتھ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ عمومی معاملات کے لئے یہ دعا تعلیم کی گئی ہو اور ہر انسان یہ دعا اپنی کامیابی کے لئے پڑھ سکتا ہے اور تفسیر صفائی میں بروایت محاسن بقی امام

جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ اگر تم ایسے مقام میں قدم رکھو جس میں تمہیں خطرہ لاحق ہو تو یہی آیت پڑھ کر گھس جاؤ اور جب کوئی خوفناک مقام سامنے آتا دیکھو تو آیت الکرسی پڑھ لیا کرو۔

جَاءَ الْحَقُّ - تفسیر صفائی میں کافی سے منقول ہے کہ امام محمد باقر علیہ السلام نے اسی آیت کی تاویل میں فرمایا جب حضرت قائم تشریف لائیں گے تو باطل کی دولت ختم ہوگی اور بروایت خراج منقول ہے امام حسن عسکری علیہ السلام کی پھوپھی جناب حکیمہ خاتون روایت کرتی ہیں جب حضرت قائم علیہ السلام پیدا ہوئے تو پاک و پاکیزہ اور خشنہ شدہ تھے اور ان کے دائیں بازو پر یہی آیت تحریر تھی۔ جَاءَ الْحَقُّ - ۴۱

بروایت امام حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے فتح مکہ کے روز جب آپ تشریف لائے تو کعبہ کے ارد گرد تین سو ساٹھ بت موجود تھے پس اپنے عصا مبارک کی نوک ان کو نیزہ کی طرح مارتے تھے تو وہ منہ کے بل گر پڑتے تھے اور آپ یہی آیت تلاوت فرماتے تھے۔ جَاءَ الْحَقُّ ۴۱

تفسیر برہان میں حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام سے منقول ہے کہ جناب رسالت اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پاس سے گزرتے ہوئے جب مجھ میں کمزوری دیکھی تو اتر آئے اور مجھے اپنے کندھے پر اٹھالیا جب مجھے آپ نے بلند کیا تو میں یوں سمجھا کہ اگر چاہوں تو آسمان کو ہاتھ لگا لوں پس میں کعبہ کی چھت پر چڑھ گیا اور حضور پر سے ہٹ کر کھڑے ہو گئے۔ اور فرمایا اس بڑے بت کو گرا دو۔ وہ پستل کا تھا اور لوہے کی میخوں سے مضبوط بنا ہوا تھا۔ پس میں اس کو اکھیر رہا تھا اور

فَلْجَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا ﴿۸۱﴾

کہہ دو ظاہر ہوا حق اور مٹ گیا باطل تحقیق باطل مٹنے والا ہی ہے۔

اور حضور یہ آیت کریمہ پڑھتے جا رہے تھے۔ جَاءَ الْحَقُّ ایچہ آخر کار میں نے اُسے اکھیر پھینکا تو وہ زمین پر جا کر چور چور ہو گیا پس ہم چلے گئے۔ (پتیل کے جسم کا ٹھوکر سے شیشے کی طرح چور چور ہونا معجزہ ہے)

بروایت ابن شہر آشوب جابر سے مروی ہے کہ کعبہ کے اندر اور باہر اردگرد کل تین سو ساٹھ بت تھے اور کعبہ کے اُوپر ایک بہت بڑا بت تھا جس کو پہل کہتے تھے حضور نے حضرت علیؑ سے فرمایا کہ میرے کندھے پر سوار ہو کر اس بت کو گرا دو تو حضرت علیؑ نے درخواست کی کہ آپ میرے کندھوں پر سوار ہوں جب آپ سوار ہوئے تو حضرت علیؑ برداشت نہ کر سکے۔ پس رسولؐ خدا ہنس کر اتر پڑے اور کندھے جھکا دیئے اور علیؑ اُوپر سوار ہو گئے آپ فرماتے ہیں مجھے اس ذات کی قسم جس نے دانہ کو سنگافہ کیا اور روح کو پیدا کیا میں اس قدر بلند ہوا کہ اگر چاہتا تو آسمان پر ہاتھ ڈال سکتا تھا۔ چنانچہ میں نے مہبل کو بیت اللہ کی چھت سے گرا دیا اور یہ آیت اُتری جَاءَ الْحَقُّ ابن شہر آشوب فرماتے ہیں جب علیؑ دوش رسالت سے بیت اللہ کی چھت پر پہنچے اور بتوں کو زور سے اکھڑا تو اس وقت بیت اللہ کی دیواریں ہل رہی تھیں اور جب زمین پر پھینکا تو وہ چور چور ہو گئے سید رضی کی کتاب مناقب فاخرہ سے بروایت ابن عباس منقول ہے کہ جب حضورؐ نے کعبہ کی چھت پر صنم اکبر یعنی بڑے بت کو دیکھا تو علیؑ سے فرمایا یا علیؑ اس بت کا کیا کیا جائے تو علیؑ نے جواب دیا کہ میں جھک جاتا ہوں پس آپ میری پشت پر سوار ہو کر اس کو گرا دیں تو آپ نے فرمایا اے علیؑ: اگر میری اتت اذل سے لے کر آخر تک مل کر میرے صرف ایک عضو کو اٹھانا چاہیں تو نہ اٹھا سکیں گے۔ لیکن اے علیؑ تم میرے قریب آؤ۔ حضرت علیؑ فرماتے ہیں جب میں قریب آیا تو حضورؐ نے میری پنڈلی کو ہاتھ سے پکڑ کر بلند کیا اور مجھے اپنے کندھوں پر کھڑا کر لیا اور فرمایا بسم اللہ پڑھ کر اس کو پکڑ لو پس میں نے اس کو پکڑ کر زمین پر دے مارا اور میں نے عرض کی کہ اگر میں چاہوں تو آسمان کو چھو سکتا ہوں۔ آپ نے میرے حق میں شرف کی دُعا کی اور میرے نیچے سے ایک طرف کو کھسک گئے پس میں زمین پر آ رہا اور ہنسنے لگ گیا، آپ نے دُعا پوچھی تو میں نے عرض کی یا رسول اللہؐ آپ پر میرے ماں باپ قربان ہوں کعبہ کی چھت کی بلندی سے زمین پر آ پہنچا ہوں اور ذرہ بھر بھی بھی تکلیف محسوس نہیں ہوئی اور نہ چوٹ لگی ہے آپ نے فرمایا چوٹ کیسے اور تکلیف کیوں کر؟ جب کہ اٹھانے والا محمد تھا اور اٹھانے والا جبرئیل تھا۔ الحدیث

بروایت ابن بابویہ محمد بن حرب ہلالی حاکم مدینہ بیان کرتا ہے کہ میں نے ایک دفعہ امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کی کہ میں آپ سے ایک مسئلہ دریافت کرنا چاہتا ہوں جو میرے دل میں کھٹکتا ہے آپ نے فرمایا کہ اگر تو چاہے تو میں تیرا مسئلہ تبادلہ دوں اور اس کا جواب بھی بیان کر دوں۔ میں نے عرض کی آپ میرے دل کا سوال کیسے جان سکتے ہیں تو آپ نے فرمایا انقرس اور تو سم سے خدا فرماتا ہے إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِّمَنْتَوَسَّلِينَ اور جناب رسول خدا نے فرمایا اتَّقُوا

فَسَوَّيْتُمُ الْمُؤْمِنِينَ قَاتِلَهُ يُنظَرُ بِنُورِ اللَّهِ (یعنی مومن کی تار سے ڈرو کہ وہ اللہ کے نور سے دیکھا کرتا ہے) میں نے عرض کی اچھا آپ ہی بتائیے تو آپ نے فرمایا تو یہی پوچھتا ہے کہ کعبہ کی پھت سے بت گرانے کے لئے حضرت علیؑ جناب رسالتاً کو کیوں نہ اٹھا سکے حالانکہ وہ اس قدر طاقتور و شجاع تھے کہ خیبر کے قلعہ قوس کو اکھاڑ کر پیچھے پھینک دیا کہ وہ چالیس ذراع دور جا پڑا جس کو چالیس آدمی مل کر نہ اٹھا سکتے تھے حالانکہ جناب رسالتاً کو اونٹ گھوڑے اور گدھے اٹھائے پھرتے تھے اور شب معراج براق اٹھا کر کہاں سے کہاں تک لے گیا اور سب چیزیں قوت و توانائی میں علیؑ سے کم تھیں؟ میں نے عرض کی بے شک میں بھی کچھ پوچھنا چاہتا ہوں اور خدا کی قسم یہی میرے دل میں عقده تھا۔ آپ نے فرمایا کہ حضرت علیؑ نے حضرت رسالتاً کے ذریعے شرف و کمال پایا اور انہی کی بدولت اس مرتبہ پر پہنچے کہ نابشرک کو بوجھا دیا اور ہر باطل معبود کا ملیا میٹ کر کے رکھ دیا اور اگر حضرت رسالتاً علیؑ پر سوار ہوتے اور بت توڑتے تو درجہ علیؑ کا زیادہ ہوتا حضرت علیؑ علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جب میں پشت پینچ پر سوار ہوا تو میں نے اس قدر شرف و بلندی پائی کہ اگر چاہتا تو آسمان کو ہاتھ لگاتا (یعنی اٹھنے والے کی فضیلت اور شرف اٹھانے والے کی وجہ سے تھا پس اگر علیؑ اٹھانے والے ہوتے تو نبی کا شرف علیؑ کی وجہ سے بلند ہوتا۔) دیکھئے چراغ کی روشنی سے اندھیرے میں اُجالا ہوتا ہے اور گم گشتگانِ ظلمت کو راہ ہدایت نصیب ہوتی ہے۔ حالانکہ یہ روشنی فرع ہے جو ایک اصل سے رونما ہوتی ہے اور حضرت علیؑ فرماتے ہیں میری حضورؐ سے نسبت اس طرح ہے جس طرح ایک روشنی کو روشنی سے ہوتی ہے کیا تمہیں خبر نہیں کہ محمدؐ و علیؑ دونوں باقی مخلوق کی پیدائش سے دو ہزار پہلے ایک نور تھے اور بارگاہِ قدس رُبوبیت میں اس کی تاگستری کرتے تھے فرشتوں نے جب دیکھا کہ اس نور کی اصل بھی ہے اور خیرہ کن شعاع بھی، تو عرض گزار ہوئے اے معبود اور ہمارے مالک اس نور کی حقیقت کیا ہے؟ تو ان کو وحی ہوئی کہ یہ نور میرے نور سے ہے جس کی اصل نبوت اور فرع امامت ہے پس نبوت میرے بندے محمدؐ کے لئے ہے جو میرا رسول ہے اور امامت علیؑ کے لئے ہے جو میری حجت اور میرا ولی ہے اگر یہ دونوں نہ ہوتے تو میں باقی مخلوق کو پیدا نہ کرتا۔ تمہیں پتہ نہیں کہ غدیر خم میں علیؑ نے بازو سے پکڑ کر اس قدر بلند کیا کہ لوگوں نے دونوں کی بسنوں کی سفیدی دیکھی۔ پس آپ نے ان کو تمام مسلمانوں کا مولیٰ و امام مقرر کیا اور نبیِ تجار کے باغیچے والی روایت میں حضورؐ نے حسن و حسینؑ کو اپنے کندھوں پر سوار کیا جب کسی صحابی نے ایک کو لینا چاہا تو آپ نے فرمایا کہ یہ دونوں اچھے سوار ہیں اور ان کا باپ ان سے بھی بہتر ہے اور ایک دفعہ آپ مشغول نماز تھے تو ایک سجدہ کو بہت طول سے دیا نماز سے فارغ ہو کر ایک صحابی نے سجدہ کے طول کی وجہ پوچھی تو آپ نے فرمایا میرا بچہ مجھ پر سوار ہو گیا اور میں نے اس کا اتارنا پسند نہیں کیا جب تک کہ وہ اپنی مرضی سے اتر نہ جائے ان تمام واقعات میں حضورؐ ان کے شرف و بلندی کا اعلان فرماتے تھے اور حضرت محمدؐ مصطفیٰ امام بھی تھے اور نبیؐ بھی لیکن حضرت علیؑ علیہ السلام صرف امام تھے وہ نبی و رسول نہ تھے اس لئے وہ نبوت کا بوجھ نہ اٹھا سکے۔ الحدیث

وَنُزِّلَ مِنَ الْقُرْآنِ مَا هُوَ شِفَاءٌ وَرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ وَلَا يَزِيدُ الظَّالِمِينَ

اور ہم نازل کرتے ہیں قرآن سے وہ جو شفا ہے اور رحمت ہے مومنوں کے لئے اور نہیں زیادہ کرتا ظالموں کو

الْاٰخْسَارًا ﴿۸۲﴾ وَاِذَا اَنْعَمْنَا عَلٰی الْاِنْسَانِ اَعْرَضَ وَنَا بْجَانِبِهٖ وَاِذَا مَسَّهُ

سگر خساراً اور جب ہم انعام کریں انسان پر تو منہ پھیر لیتا ہے اور پہلو تھپی کرتا ہے اور جب چھو

الشَّرْكَانَ يَوْمًا ﴿۸۳﴾ قُلْ كُلُّ يَعْمَلُ عَلٰی شَاكِلَتِهٖ فَرُبُّكُمْ اَعْلَمُ

اس کو تکلیف تو نا امید ہو جاتا ہے کہہ دو کہ ہر ایک عمل کرتا ہے اپنے طریقے سے پس تمہارا رب جانتا ہے کہ

وَنُزِّلَ۔ تفسیر مجمع البیان میں قرآن کی شفا کے کئی معانی کئے گئے ہیں (۱) اس کا بیان جہالت کی بیماری سے شفا ہے (۲) اس کا نظم و نسق فصاحت و بلاغت اور سلاست و صداقت کا حد اعجاز پر ہونا معجزہ

ہونے کی حیثیت سے انصاف پسند طبائع کے لئے شرک و کفر کی بیماری سے شفا کا موجب ہے (۳) اللہ کے احکام و شرائع امثال و حکم اور اولہ توحید وغیرہ دنیا و آخرت کی فلاح کی کفالت کی بدولت ہر لحاظ سے روح انسان کے لئے شفا ہیں (۴) ظاہری جسمانی بیماریوں اور تکلیفوں کے لئے بھی اس کی قرأت شفا اور تیر و خوبی کی موجب ہے اور یہ سب کچھ ہے اُن لوگوں کے لئے جو ایمان رکھتے ہوں ورنہ ظالم لوگوں کے لئے فائدہ مند ہونے کی بجائے موجب عذاب ہے تفسیر صافی میں بروایت عیاشی امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے قرآن میں شفا اہل کے لئے ہے اور اس میں کوئی شک و شبہ نہیں لیکن اس کے اہل آئمہ ہدیٰ ہیں الخ۔ طب آئمہ سے مروی ہے کہ حکیم روحانی اور طبیب ربانی حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا جب مومن کو کسی قسم کی تکلیف ہو پس خالص نیت سے تکلیف کے مقام پر ہاتھ رکھ کر یہ آیت پڑھے وَنُزِّلَ الخ۔ تو اس کی جس قسم کی بیماری ہوگی دفع ہو جائے گی لیکن یہ ہے صرف مومنوں کے لئے اور آپ نے فرمایا کہ کسی مریض کے لئے تعویذ کرنا یا عمل کرنا یا دم کرنا جائز ہے جبکہ قرآن سے ہو اور جس کو قرآن سے شفا حاصل نہیں ہوتی اس کو کسی شے سے شفا نہیں مل سکتی کیا قرآن سے بڑھ کر بھی کوئی شے ہے پھر آپ نے یہی آیت پڑھی وَنُزِّلَ الخ

وَاِذَا اَنْعَمْنَا۔ یعنی کافر کی شان یہ ہے کہ اگر اس پر انعام ہو تو وہ بجائے شکر کے منہ دوسری طرف کر لیتا ہے اور جب تکلیف ہو تو نا امید ہو جاتا ہے لیکن مومن کی شان یہ ہے کہ نعمت پر شکر کرتا ہے اور تکلیف کے وقت بجائے مایوسی کے اس کی رحمت کی امید کرتا ہے پس ہر ایک کا عمل اپنے طریقہ و معرفت کی بنا پر ہے۔

شَاكِلَتِهٖ۔ تفسیر بہان میں ہے امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا گیا۔ بہشتیوں اور دوزخیوں کے لئے ہمیشہ جنت یا جہنم رہنے کی کیا وجہ ہے تو آپ نے فرمایا جہنمی اس لئے دائمی طور پر دوزخ میں جائیں گے کہ اُن کی نیت

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ﴿۸۴﴾ وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الرُّوحِ قُلِ الرُّوحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّي وَمَا أُوتِيتُمْ مِنَ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيلًا ﴿۸۵﴾ وَلَئِنْ سَأَلْتُمْ لَذَهَبَ بِالذِّكْرِ

راہ ہدایت پر کون ہے اور آپ سے روح کے متعلق پوچھتے ہیں تو کہہ دو کہ روح میرے رب

کے امر سے ہے اور تم نہیں علم دیئے گئے مگر تھوڑا اور اگر ہم چاہیں تو مٹادیں اس کو جو ہم نے

ہمیشہ گناہ کرنے کی تھی اور بہشتی اس لئے بہشت میں رہیں گے کہ ان کی نیت ہمیشہ اطاعت کرنے کی تھی پس نیتوں کی وجہ سے

اپنی جزایا سزا میں ہمیشہ رہیں گے پھر آپ نے یہ آیت پڑھی وَكُلٌّ يَجْمَعُ الْحَمْدَ

اور تفسیر قہمی سے منقول ہے کہ بوقت حساب مومن جب اپنی برائیاں دیکھے گا تو رنجیدہ ہوگا پھر جب نیکیاں دیکھے گا تو

خوش ہوگا پھر انعام دیکھے گا تو زیادہ خوش ہوگا اس کے بعد ایک اور فقرہ لایا جائے گا جس میں صرف نیکیاں درج ہوں گی۔

مومن جب پڑھے گا تو عرض کرے گا، اے پالنے والے تیری عزت کی قسم میں نے یہ نیکیاں نہیں کی تھیں تو جواب ملے گا کہ یہ

دُست ہے لیکن چونکہ تم نے ان کی نیت کی تھی لہذا ہم نے لکھ لی ہیں پس ان کی جزا بھی ان کو دی جائے گی۔

وَيَسْأَلُونَكَ - آیت مجیدہ میں مفسرین کے درمیان اس بارے میں اختلاف

پایا جاتا ہے کہ رُوح سے کیا مراد ہے (۱) ایک قول یہ ہے کہ سوال کرنے والے

یہودی تھے اور وہ اس رُوح کی حقیقت دریافت کرنا چاہتے تھے جو بدنِ انسانی میں ہے اور جواب سے اعراض کرنے کی وجہ

یہ ہے کہ وہ ازراہ استفادہ نہیں پوچھ رہے تھے بلکہ یہ سوال ان کا ازراہ سرکشی تھا چنانچہ منقول ہے کہ یہودیوں نے قریشیوں

سے بھی کہا تھا کہ تم ان سے رُوح کی حقیقت کا سوال کرو پس وہ اگر اس جواب کا تکلف کریں تو معلوم ہوگا کہ وہ نبی نہیں

ہے۔ کیونکہ ہماری کتاب تورات میں ایسا ہی مذکور ہے پس آپ کا جواب سے اعراض کرنا ان کے لئے حضور کی نبوت کی علامت تھی

اس لئے جواب سے انحراف کیا گیا۔

(۲) دوسرا قول یہ ہے کہ رُوح کی حقیقت دریافت نہیں کرتے تھے بلکہ پوچھنا یہ چاہتے تھے کہ روح قدیم ہے یا حادثہ۔

پس اس کا جواب صحیح دیا گیا کہ وہ امر پروردگار سے پیدا ہوا ہے یعنی حادثہ ہے۔ خواہ اس روح سے مراد رُوح انسانی ہو یا اس

سے مراد جبریلی ہو یا اس سے مراد ایک الگ مخلوق جو جیسا کہ حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام سے منقول ہے کہ ملائکہ میں

سے ایک ملک ہے جس کے ستر ہزار منہ اور ستر ہزار زبانیں ہیں اور وہ ہر زبان سے تسبیح پروردگار میں مصروف رہتا ہے اور

اس کا نام روح ہے اور تفسیر صفائی میں قہمی سے منقول ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ رُوح جبریلی اور میکائیلی سے

ایک بڑی مخلوق ہے جو رسولِ خدا کے ہمراہ تھا اور وہ ہر امام کے ساتھ ہوا کرتا ہے۔

(۳) تیسرا قول یہ ہے کہ اس مقام پر رُوح سے مراد قرآن ہے جس طرح دوسرے مقام پر ارشاد ہے وَكَذَلِكَ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ

أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ ثُمَّ لَا تَجِدُكَ بِهِ عَلَيْنَا وَكَيْلًا ﴿٨٤﴾ إِلَّا رَحْمَةً مِّن رَّبِّكَ ط

تیری طرف وحی کی ہے یہ۔ آپ نے ہمارے خلاف کوئی سہارا نہ پائے گا لیکن مہربانی ہے تیرے رب سے

إِنَّ فَضْلَهُ كَانَ عَلَيْكَ كَبِيرًا ﴿٨٤﴾

حقیق اس کا فضل تجھ پر بڑا ہے

رُوحًا مِّنْ أَمْرِنَا۔ یعنی ہم نے تیری طرف وحی کی رُوح کی، یعنی قرآن کی اپنے امر سے پس اس صورت میں سوال کرنیوالے مشرکین ہتھے اور پوچھنا چاہتے تھے کہ قرآن تم پر فرشتہ کیسے لاتا ہے اور اس کا نظم و نسق اور فصاحت و بلاغت وغیرہ ہمارے عام کلام سے جدا گانہ کیوں ہے اور اس میں اعجازی صفت کیسے آگئی ہے؟ پس اس کا جواب مکمل دیا گیا ہے کہ ان کو کہہ دو یہ اللہ کے امر سے ہے اور میری نبوت کی تصدیق کیلئے اترتا ہے کیونکہ اگر مخلوق کا کلام ہوتا تو تم اس کے مقابلے سے عاجز نہ آسکتے۔

وہ رُوح جو بدن کا مدبر ہے اس کی حقیقت میں علماء کو اختلاف ہے اور سچ تو یہ ہے کہ اس کی حقیقت

رُوح کی حقیقت

اور کثرت کو تلاش کرنا صفت کی موٹنگانی ہے اس کی اصل اور کثرت کو سولے ذات خالق کے کوئی

جان سکتا ہے نہیں ہر کیف جو کچھ علماء نے اس بارے میں ذکر کیا ہے وہ صرف اندازہ ہی کہا جاسکتا ہے اور وہ اقوال یہ ہیں۔

- ۱) رُوح ایک جوہر لطیف ہے جو بدن میں رہ کر اس کی تدبیر کا فریضہ انجام دیتا ہے۔
- ۲) رُوح ایک جسم لطیف ہے جو جسم کثیف میں جاری و ساری ہے اور اس کا ہر جزو زندگی رکھتا ہے۔
- ۳) رُوح حرارت غریزیہ کا نام ہے جس سے بدن کی حیات وابستہ ہے۔
- ۴) رُوح ایسی زندگی کا نام ہے جس کی بدولت جسم قدرت علم اور اختیار وغیرہ صفات کا حامل ہو سکتا ہے۔
- ۵) رُوح دل کی مخصوص قوت و کیفیت کا نام ہے۔
- ۶) رُوح بدن میں اخلاط اربعہ کے توازن اور مزاج کا نام ہے۔

پہلے ہر دو نظریات کے ماتحت رُوح جوہر مجرد کا نام ہے اور آخری اقوال کی بنا پر رُوح عرض ہوگا اور میرے

نزدیک پہلے قول کی صحت اقرب ہے اور احادیث میں اسی کی تائید ملتی ہے اور تفسیر مجمع البیان میں اجض علماء کی تحقیق

منقول ہے کہ خدا نے رُوح کو چھ جوہروں سے خلق فرمایا ہے ۱) نور ۲) طیب ۳) بقا ۴) حیوة ۵) علم ۶) علو

۱) رُوح انسانی میں ان سب کے خواص موجود ہیں جو ان کے آثار سے واضح ہوتے ہیں مثلاً ۱) نور کی وجہ سے جسم منور ہوتا

ہے آنکھوں میں بصارت کا نور کانوں میں سماعت کا نور ذہنی ہذا القیاس ۲) طیب جب رُوح چلا جائے تو یہ نورانیت بھی ختم

ہو جاتی ہے ۳) حیوة جب تک رُوح موجود رہے بدن خوشبودار رہتا ہے اور یہ نکل جائے تو بدن میں بدبو پیدا ہو جاتی ہے

۲) بقا یعنی جب تک رُوح موجود ہو تو اعضا تر و تازہ اور اپنی حالت پر باقی رہتے ہیں لیکن رُوح کے جانے کے بعد تازگی ختم ہو جاتی ہے اور گھنگلی آنے لگتی ہے اور آخر کار خاکستر ہو جاتا ہے (۴) رُوح کی وجہ سے زندہ ہوتا ہے اور اس کے بغیر مردہ ہو جاتا ہے (۵) رُوح کی وجہ سے علم کو قبول کرتا ہے ورنہ کچھ نہیں جانتا (۶) رُوح کا علوی ہونا معلوم ہے اس کے چلے جانے کے بعد جسم عالم سفلی میں مل جاتا ہے اور راہِ خدا میں شہید ہونے والوں کو خداوند کریم نے اسی اعتبار سے زندہ کہا ہے۔ کہ ان کے ارداح عالم بالا کی طرف منتقل ہو جاتے ہیں۔

تفسیر صفائی میں کافی سے مروی ہے کہ ایک شخص نے بارگاہِ شہد ولایت میں اگر عرض کیا کہ لوگ کہتے ہیں کہ بندۂ مومن زنا نہیں کرتا مومن چوری نہیں کرتا مومن شراب نہیں پیتا، مومن سود نہیں کھاتا اور مومن خون ریزی نہیں کرتا مجھے یہ بات ناگوار گذرتی ہے اور دل تنگ ہوتا ہے کہ جب ایک شخص میری نماز بھی پڑھے دُعا بھی مانگے باہمی رشتہ ناظم بھی ہو اور ایک دوسرے کی وراثت کا قرب بھی ہو وہ کیسے ایک معمولی گناہ کی وجہ سے دولتِ ایمان سے محروم ہو جاتا ہے (مقصد یہ ہے کہ مذکورہ بالا گناہ اگرچہ اپنے مقام پر کبائر میں لیکن ایمان جو توحید و نبوت و ولایت جیسے عقائد پر مشتمل ہے اُس کے مقابلہ میں یہ یقیناً معمولی ہیں پس اس کا تعجب بجا ہے کہ ایک فرعی جرم کے بدلہ میں اس کی اصولی نیکی کیسے ختم ہو جائے گی) حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے جواب میں ارشاد فرمایا تو درست کہتا ہے میں نے حضرت رسالتاً سے سنا ہے جس کی دلیل کتاب اللہ میں موجود ہے کہ لوگوں کے تین طبقے ہیں۔ اصحابِ مہمنا اصحابِ مشئمہ اور سابقوں۔

سابقوں سے مراد انبیاء ہیں اور ان کو خدا نے پانچ رُوح عطا فرمائے ہیں (۱) رُوح القدس (۲) رُوح ایمان (۳) رُوح قوت (۴) رُوح شہوت (۵) رُوح بدن۔ پس وہ رُوح القدس کی وجہ سے نجا ہیں، رُوح ایمان کی وجہ سے مومن و عابد ہیں۔ رُوح قوت کی وجہ سے دشمن سے جہاد اور کسبِ معاش کرتے ہیں۔ رُوح شہوت کی بدولت اچھی غذا اور نکاحِ حلال کے خواہشمند ہوتے ہیں اور رُوح بدن کے ذریعے سے وہ چلتے پھرتے ہیں۔ پس یہ لوگ بخشے بخشائے ہوئے ہوتے ہیں۔ اور خدا فرماتا ہے تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا ۙ ثُمَّ أَخْرَجْنَا هُنَّ أُمَّةً مِّنْهُنَّ لِيَذَّبَنَّهُنَّ بَرَدًا مِّنَ السَّمَاءِ ۚ فَذُوقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ۔

پھر آپ نے اصحابِ مہمنا کا ذکر فرمایا کہ وہ سچ مومن لوگ ہیں اور ان میں خدا نے چار رُوح تفویض کئے ہیں رُوح ایمان رُوح قوت، رُوح شہوت اور رُوح بدن اور ان میں چاروں رُوحیں موجود ہوتی ہیں حتیٰ کہ اس پر حالات بدلتے ہیں۔ مسائل نے حالات کے بدلنے کا مطلب پوچھا تو آپ نے فرمایا پہلی تو یہ کہ بوڑھا ہوتا ہے تو ارذلی عمر کی طرف پلٹ جاتا ہے اور اس کی رُوح ایمان کمزور ہو جاتی ہے اور اس کی بدولت وہ دین سے خارج نہیں ہوتا کیونکہ خدا نے خود ہی اس کو یہ عمر عطا کی ہے پس نہ وہ نماز کا وقت پہچانتا ہے نہ رات کو تہجد پڑھ سکتا ہے نہ دن کو عبادت کر سکتا ہے اور نہ لوگوں کے ساتھ صف میں کھڑا ہو سکتا ہے اور یہ سب رُوح ایمان کی کمزوری ہے لیکن اس کے لئے نقصان دہ نہیں اور بعضوں کی رُوح قوت کمزور ہو جاتی ہے

وہ نہ شریک بہاد ہو سکتا ہے اور نہ کسب معاش کر سکتا ہے اور بعضوں سے رُوحِ شہوت سلب ہو جاتی ہے کہ اولادِ آدم کی حسین ترین عورت بھی اس کے پاس سے گزرے تو وہ پرواہ نہیں کرتا اور نہ اس کی جانب مائل ہوتا ہے پس ایک رُوحِ بدن اس میں ہوتی ہے جس کی بدولت وہ موت کی انتظار میں زندگی کی گھڑیاں گزارتا ہے لیکن اس کا انجام اچھا ہے کہ ان حالات کا فاعل اللہ ہے اور بعض اوقات اس پر ان حالات کا توارد عالمِ شباب میں ہوتا ہے جبکہ وہ طاقتور ہوتا ہے گناہ کا ارادہ کرتا ہے تو رُوحِ قوت اس کو اُکساتی ہے رُوحِ شہوت اس کو مزین کرتی ہے اور رُوحِ بدن کھینچ کر اُسے گناہ میں ڈال دیتی ہے پس جب اس کو مَس کرتا ہے تو ایمان کا نقصان ہوتا ہے کہ وہ رخصت ہو جاتا ہے اور نہیں پلٹتا جب تک کہ وہ تائب نہ ہو پس جب توبہ کرے تو خدا قبول کر لیتا ہے اور اگر پھر وہ گناہ کرے تو خدا اس کو داخل بہنم کرتا ہے۔

ہاں اصحابِ مشئمہ وہ یہود و نصاریٰ ہیں جن کا قرآن میں ذکر موجود ہے وہ حضرت رسالتِ مآب کو تورت و انجیل کی رُوح سے قرب سمجھتے ہیں جس طرح گھروں میں اپنی اولاد کو پہچانتے ہیں لیکن جاننے کے باوجود حق پر پردہ ڈالتے ہیں پس جب انہوں نے جان بوجھ کر حق سے کنارہ کشی کی تو خدا نے اُن سے رُوحِ ایمان سلب کر لی اور یہ بات صرف یہود و نصاریٰ سے مختص نہیں بلکہ جو شخص بھی حجت تمام ہو جانے کے بعد حق سے روگردانی کرے وہ اسی قسم میں داخل ہے اور حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے یہود و نصاریٰ کا ذکر صرف مثال کے طور پر فرمایا ہے نہ کہ تخصیص کے لئے پس ایسے لوگوں کے بدن میں صرف تین رُوح ہوتے ہیں، رُوحِ قوت، رُوحِ شہوت اور رُوحِ بدن اور ایسے لوگوں کو خدا نے حیوانات سے تشبیہ دی ہے اِنْ هُمْ اِلَّا كَاذِبَاتٌ۔ یعنی وہ حیوانات کی طرح ہیں کیونکہ حیوان رُوحِ قوت کے ذریعے بوجھا اٹھاتا ہے۔ اور رُوحِ شہوت سے گھاس دانہ کھاتا ہے اور رُوحِ بدن کے ذریعے سے چلتا پھرتا ہے جب سائل نے آپ سے یہ پُرانہ معرفت تقریر سنی تو عرض کی اے مولا۔ آپ نے میرے دل کو زندہ کر دیا ہے باذن اللہ ہم نے تفسیر کی آٹھویں جلد میں مناسبت مقام کے لحاظ سے رُوح کے متعلق کچھ بحث کی ہے اور کتابِ لمعة الانوار فی عقائد الابرار میں بھی رُوح کے متعلق کافی معلومات درج ہیں جس کو توفیق حاصل ہو وہ اس کا مطالعہ کرے۔ رُوحِ القدس جو انبیاء میں ہوا کرتا ہے وہ ائمہ طاہرین علیہم السلام میں بھی ہوتا ہے جیسا کہ بعض روایات سے سمجھا جاتا ہے اور عقل کی رُوح سے بھی ایسا ہی ہونا چاہیے کیونکہ جب حضرت محمد مصطفیٰ تمام گزشتہ انبیاء سے افضل ہیں اور ائمہ طاہرین حضور کے صحیح جانشین ہیں تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ منقول میں وہ رُوح موجود ہو اور افضل میں نہ ہو۔ بلکہ ان میں ایک زیادتی بھی پائی جاتی ہے جیسا کہ تفسیر صافی میں بروایت عیاشی منقول ہے امام جعفر صادق علیہ السلام سے آیت مجیدہ میں رُوح کے متعلق دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا وہ ایک مخلوق ہے جو جب ریل و میکائیل سے بڑی ہے وہ حضرت محمد مصطفیٰ کے سوا کسی گزشتہ نبی کے ہمراہ نہ تھا۔ اور وہ ائمہ طاہرین علیہم السلام کے ہمراہ ہوتا ہے اور اسی مضمون کی روایت تسی سے بھی نقل کی جا چکی ہے۔

قُلْ لِيْنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰی اَنْ يَّاتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا

کہہ دو کہ اگر جمع ہو جائیں انسان اور جن اس امر پر کہ لائیں اس قرآن کی مثل تو

يَّاتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظٰهِرًا ﴿۸۸﴾ وَلَقَدْ صَرَّفْنَا لِلنَّاسِ فِيْ

نہیں لا سکتے اس کی مثل اگرچہ وہ آپس میں ایک دوسرے کے مددگار بھی ہوں اور تحقیق پھیر پھیر کر بیان کیں ہم نے لوگوں

هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ فَاَبٰی اَكْثَرُ النَّاسِ اِلَّا كُفُوْا ﴿۸۹﴾ وَقَالُوْا

کے لئے اس قرآن میں ہر قسم کی مثالیں لیکن نہ قبول کیا اکثر لوگوں نے مگر انکار اور کہنے لگے

وَلَوْ اَنَّ شِئْنَا - یعنی جس طرح ہم قرآن کو بھیجنے پر قادر ہیں اگر چاہیں تو اس کو واپس بھی لے سکتے ہیں پس اگر تمام دلوں سے اور کتابوں سے اس کو اٹھالیں تو پھر کون ہے جو ہم پر اس بارے میں غالب آسکے ہاں پیغمبر تجھ پر اللہ کا فضل و کرم ہے کہ وہ تیرے ساتھ ایسا سلوک ہرگز نہیں کرے گا۔

قُلْ لَوْ اَجْتَمَعَتْ - قرآن مجید کی اعجازی حیثیت کو واضح کیا گیا ہے کہ یہ کتاب انہی حروف سے مرکب الفاظ سے بنی ہے جن حروف سے تم الفاظ کو تیار کرتے ہو اور وہی عربی زبان ہے جس میں تم رد قرہ آپس کی بول چال رکھتے ہو پھر اگر تمہیں اس بات پر اصرار ہے کہ اللہ کا کلام نہیں بلکہ بندے کا کلام ہے تو وہ بندہ بھی ظاہری طور پر تمہارے معاشرے کا فرد ہے پھر کوشش کر کے تم اس جیسا کلام کیوں نہیں لا سکتے۔ ایک دو نہیں بلکہ آیت مجیدہ نے صاف اعلان فرمایا، کہ بے شک تمام جن و انسان مل کر بھی اس قرآن کا مقابلہ کرنا چاہیں تو اس جیسی کتاب نہیں لا سکتے۔

قرآن مجید میں اعجاز کا کوئی ایک پہلو نہیں بلکہ کسی کلام میں خوبی کے جو طور طریقے فرض کئے جاسکتے ہیں وہ قرآن مجید میں موجود ہیں مثلاً نظم الفاظ ضبط معانی سلاست لطافت فصاحت بلاغت گذشتہ ماقعاً کی کے مطابق واقع سرگذشت آئندہ کی سچی پیشین گوئیاں مجازات و کنایات و محاورات میں پختگی انداز بیان میں شیرینی لب و لہجہ میں موزونیت اور ضرب الامثال میں موقع شناسی اور اس کے علاوہ متعدد پہلو ہیں جو اس کلام مقدس میں حسن انداز سے سمودینے گئے ہیں کہ کسی دور کا مفکر کسی لحاظ سے اس میں کمزوری نہیں محسوس کر سکا اور اس کے معانی میں جدت یہ کہ ہر دور کا مفکر اس سے نت نئے مطالب کی طرف راہ پاتا ہے لفظی خوبی یہ کہ بار بار کی تلاوت سے گھبراہٹ پیدا نہیں ہوتی، مطالب میں اس قدر گہرائی کہ کسی زمانہ میں بڑے سے بڑا ماہر اس کی تہ تک پہنچنے کی جرأت نہیں کر سکا پس یہ ہمیشہ تروتازہ ہے اور ہر غوطہ لگانے والا اس بحر بیکراں سے نئے نئے موتی نکالنے میں کامیاب ہوتا ہے۔ پس کسی کی کیا مجال کہ اس پورے کلام کا تو بچائے خود اس کی ایک آیت کا بھی مقابلہ کر سکے۔

وَلَقَدْ صَرَّفْنَا - یعنی ہر طبقہ کو سمجھانے کے لئے ہر مزاج کے مطابق اور ہر عقل کے مناسب اولہ و براہین کو پھیر پھیر کر بیان

لَنْ نُؤْمِنَ لَكَ حَتَّى تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْأَرْضِ يَنْبُوعًا ۙ أَوْ تَكُونَ

ہم ہرگز ایمان نہ لائیں گے یہاں تک کہ آپ ہمیں زمین سے ایک چشمہ جاری کر دیں یا آپ کے لئے

لَكَ جَنَّةٌ مِّنْ نَّخِيلٍ وَعِنَبٍ فَتُفَجِّرَ الْأَنْهَارَ خِلَالَهَا تَفْجِيرًا ۙ

بلخ ہو کھجوروں کا اور انگوروں کا کہ ان کے درمیان نہریں نکال کر جاری کر دیں

کیا گیا ہے معمولی سمجھ والوں کے لئے مثالیں اور دلیلیں ان کے ذہن کے مطابق بیان کی گئی ہیں اور اعلیٰ ذہن والوں کے لئے دلیلیں اور مثالیں ان کے ذہن کے مطابق بیان کی گئی ہیں تاکہ ہر ذوق والا انسان اس سے پوری طرح فائدہ اٹھا سکے اس کے بعد جو لوگ انکار پر ڈٹے رہیں تو ان کا انکار برائے انکار ہی ہے ورنہ ان کے پاس کسی عذر کی گنجائش نہیں ہے۔

كَفُورًا ۖ مُصَدِّقًا لِّمَا كَفَرُوا بِهِ ۚ وَهُوَ الَّذِي يُعَذِّبُ الْمُذْنبِينَ ۚ

وَقَالُوا ۖ - ان آیات کا شان نزول یہ بیان کیا گیا ہے کہ اشراف مکہ جن میں مخزومی و قریشی سردار موجود تھے سب کے سب کعبہ کے پاس جمع ہوئے اور حضورؐ کو بلا بھیجا آپ چونکہ بدل دجان اپنی قوم کو دولت

ایران سے سرفراز دیکھنے کے متمنی تھے پس فوراً تشریف لائے انہوں نے کلام کی ابتدا اس طرح کی۔ اے محمدؐ آپ کی باتوں سے ہمیں کافی صدمہ پہنچا ہے تو نے ہمارے خداؤں کو گالیاں دیں۔ ہمارے دین پر نکتہ چینی کی، ہمیں بے وقوف کہا اور ہماری جماعت کا شیرازہ بکھیر دیا اگر تجھے الٰہ کی ضرورت ہو تو ہم دینے کو تیار ہیں۔ اگر شرف کا خواہشمند ہے تو تجھے اپنا سردار ملنے کو تیار ہیں اور اگر بیمار ہے تو طبیب منگوا کر علاج کرا سکتے ہیں آپ نے دو ٹوک جواب دیا کہ ان میں سے کوئی بات بھی نہیں مجھے اللہ نے رسول بنا کر بھیجا ہے اور مجھے اس نے کتاب دی ہے اگر قبول کر دو گے تو دنیا و آخرت میں تمہاری مہلانی ہوگی ورنہ میں اللہ کے حکم کی انتظار کروں گا کہنے لگے اچھا اپنے رب سے سوال کرو کہ ان پہاڑوں کو روانہ کر دے اور شام و عراق کی طرح یہاں نہریں جاری کر دے اور ہمارے پہلے بزرگوں کو دوبارہ زندہ کرے اور ان میں قحطی بھی ہو وہ سچا بزرگ تھا ہم ان سے آپ کی صداقت دریافت کریں گے آپ نے جواب دیا میں ان باتوں کے لئے نہیں بھیجا گیا کہنے لگے اچھا اپنے پروردگار سے کہو کہ تیری تصدیق کے لئے کسی فرشتے کو بھیجے اور ہمارے لئے باغات خزانے اور سونے کے مہلات تعمیر کرے آپ نے فرمایا میں کسی اور مقصد کے لئے بھیجا گیا ہوں مان لو تو ٹھیک ورنہ میں اللہ کے فیصلے کا منتظر ہوں کہنے لگے پھر آسمان کو ہمارے اوپر گرا دے کیونکہ تیرا خیال ہے کہ خدا ایسا کر سکتا ہے آپ نے فرمایا یہ اللہ کی مرضی ہے کہے یا نہ کہے ایک نے کہا اللہ اور فرشتے اگر تیری صداقت کی ضمانت دیں پس آپ اٹھ کھڑے ہوئے اور آپ کی پھوپھی عاتکہ کا فرزند عبد اللہ بن ابوالعباس مخزومی بھی ساتھ کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا اے محمدؐ تیری قوم نے تجھے جو پیش کش کی تو نے وہ بھی ٹھکرا دی۔ پھر انہوں نے اپنے لئے کئی باتوں کا مطالبہ کیا تو تو نے وہ بھی نہ مانیں پھر انہوں نے وہ عذاب طلب کیا جسکی تو دھمکی دیتا ہے تو تو نے اس کا بھی

أَوْ تَسْقُطَ السَّمَاءُ كَمَا زَعَمَتْ عَلَيْنَا كِسْفًا أَوْ تَأْتِي بِلِلِّكَةِ

یا گرامیں آسمان کو جس طرح تیرا خیال ہے یا لائیں اللہ کو اور نہ رشتوں کو ضامن (گواہ)

قَبِيلًا ﴿۹۲﴾ أَوْ يَكُونَ لَكَ بَيْتٌ مِّنْ زُخْرٍ أَوْ تَرْتُدِّي فِي السَّمَاءِ ۗ وَلِن

بنارک یا ہوتیرے لئے ایک گھر سونے کا (یا منقش) یا چڑھ جائیں آسمان میں اور تیرے

لَوْ مِّن لِّرَبِّكَ حَتَّى تُنَزَّلَ عَلَيْنَا كِتَابًا نَّقْرُؤُهُ ۗ قُلْ سُبْحَانَ رَبِّيَ هَلْ كُنْتُ إِلَّا

چڑھ جانے پر بھی تم ایمان نہ لائیں گے مہاتک کہ تمہارے ہم پر (اپنی نبوت کی گواہی کیلئے) کتاب جو تم کو پڑھیں کہہ دو میرا رب بلند والا ہے میں نہیں

انکار کیا بخدا میں تو تیرے اوپر ایمان نہ لاؤں گا۔ مہاتک کہ تو آسمان کی طرف ایک سیڑھی نصب کر کے اوپر چڑھ جائے اور میں خود آنکھوں سے دیکھوں پھر فرشتے تیرے ہمراہ آئیں اور کتاب بھی تیرے پاس موجود ہو جو تیری گواہی دے۔ ابو جہل کہنے لگا یہ تو صرف خداؤں کا سب کرنا اور بزرگوں کو گالیاں دینا ہی جانتا ہے اور میں عہد کرتا ہوں کہ ایک پتھر اٹھاؤں اور جب سجدہ میں جلتے تو اس کے سر پر گرا دوں یہ باتیں سن کر حضور غناک والپس گھر تشریف لائے اور یہ آیتیں اُتریں۔

تَفْجِيرًا۔ پھیرنا اور فجر کو فجر اسی مناسبت سے کہا جاتا ہے کہ سیاہیوں میں وہ ایک شگاف کی طرح ہوتی ہے۔

كِسْفًا۔ اس کا معنی ہے ٹکڑے ٹکڑے یعنی آسمان پھٹ کر ٹکڑے ٹکڑے ہو کر ہم پر گرے یعنی انہوں نے اپنے لئے عذاب کا مطالبہ کیا۔

قَبِيلًا۔ اس کا معنی قبیل اور ضامن ہے۔

سُبْحَانَ رَبِّيَ۔ چونکہ ان کے مطالبات میں سے بعض ایسے تھے جن میں خدا کو انہوں نے جسم سمجھا ہوا تھا مثلاً یہ کہ خدا کو گواہی کے لئے لاؤ یا خدا کے پاس آسمانوں میں چڑھ کر اس سے تصدیق نامہ لے آؤ پس آپ نے تنزیہ و تقدیس کے کلمات زبان پر جاری فرمائے۔

بَشَرًا سَوًّا۔ یعنی میرے پاس خدائی اعتبارات نہیں ہیں بلکہ میں تو بشر ہوں اور اس کافر ستادہ رسول ہوں تفسیر مجمع البیان میں ہے إِنَّ هَذِهِ الْأَشْيَاءَ لَيْسَتْ فِي طَاقَةِ الْبَشَرِ أَنْ يَأْتِيَ بِهَا دَأْبٌ أَنْ يَفْعَلَهَا فَلَا أَقْدَرُ مِنِّي أَنْ أَتَى بِهَا كَمَا لَعَنَ قَبْلِي مَنْ كَانَ قَبْلِي مِنَ الرُّسُلِ وَاللَّهُ تَعَالَى إِنَّمَا يُظْهِرُ الْآيَاتِ الْعَجْزَةَ عَلَى حَسْبِ الْمَصْلِحَةِ وَقَدْ فَعَلَ فَلَا تَطْلُبُونِي بِمَا لَا يُطَالِبُ بِهِ الْبَشَرُ۔ ترجمہ ۱۔ یہ چیزیں بشر کی طاقت میں نہیں کہ ان کو کر سکے اور بجالاتے پس میں بذات خود ان کے کرنے پر قادر نہیں ہوں۔ جس طرح کہ مجھ سے پہلے رسول بھی قادر نہیں تھے اور اللہ تعالیٰ عاجز کنیوالی نشانیاں مصلحت کے ماتحت ظاہر فرماتا ہے اور اب بھی وہ ایسا کر چکا ہے پس تم مجھ سے ایسی باتوں کا مطالبہ نہ کرو جن کا کسی بشر سے مطالبہ نہیں کیا جا سکتا۔

قُلْ كَفَىٰ بِاللَّهِ شَهِيدًا بَيْنِي وَبَيْنِكُمْ إِنَّهُ كَانَ بَعِيدًا خَبِيرًا كَبِيرًا ﴿٩٦﴾

کہہ دو کافی ہے اللہ گواہ میرے اور تمہارے درمیان تحقیق وہ اپنے بندوں پر دانا و بینا ہے

وَمَنْ يَهْدِ اللَّهُ فَمَا لَمْ يَهْدِجْ وَمَنْ يَضِلْ فَلَنْ تُجِدَ لَهُمْ أَوْلِيَاءَ مِنْ دُونِهِ

اور جس کو ہدایت دے اللہ تو وہ ہدایت یافتہ ہوتا ہے اور جس کو گمراہی میں چھوڑ دے تو ہرگز تو نہ پائے گا ان کے لئے مددگار کوئی

دُونِهِ وَتَحْشُرُهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَلَىٰ وُجُوهِهِمْ عُمِيَآ وَبِكَمَا وَصَّأ مَا وَهَمُوا

اس کے علاوہ اور ہم ان کو اٹھائیں گے قیامت کے دن منہ کے بل اندھے گرنے اور بہرے اور ان کا ٹھکانا

جَهَنَّمَ كُلَّمَا خَبَتْ زِدْنَاهُمْ سَعِيرًا ﴿٩٧﴾ ذَلِكَ جَزَاءُ الَّذِينَ كَفَرُوا بِآيَاتِنَا

دوزخ ہوگا جب بجھے گی تو ہم اس کو زیادہ بھڑکا دیں گے یہ ان کا بدلہ ہے کہ انہوں نے کفر کیا ہماری نشانیوں کا

وَقَالُوا إِذْ أَكْنَا عِظَامًا وَرَفَاتًا إِنَّا لَمَبْعُوثُونَ خَلْقًا جَدِيدًا ﴿٩٨﴾

اور کہا جب ہم ہڈیاں اور خاکستر ہوں گے تو کیا ہم اٹھائے جائیں گے نئے سرے سے؟

وہ پوری نوع بشر کو اس عہدہ بلیدہ کے لئے نااہل قرار دینے لگے تھے لیکن جب انہوں نے علم و کمال کے کٹینے میں آدم کی بشریت کو دیکھا تو اپنی جسارت پر خجالت محسوس کی اور اپنے الفاظ واپس لے لئے اور جو لوگ رسالت اور نبوت کو بشریت کے منافی سمجھتے ہیں وہ بشر کو اپنے جیسی حیوانی سیرت میں دیکھ کر یہ نظریہ قائم کرتے ہیں کیونکہ بشر اگر گرے ہوئے کردار کا مظاہرہ کرے تو وہ حیوان سے بدتر ہوتا ہے اور بلند کردار کی صورت میں ملائکہ سے افضل ہوا کرتا ہے پس رسول اور بشر میں کوئی منافرت نہیں اور رسول بشر ہی ہوا کرتا ہے جو انسانوں کو تبلیغ کرنے کیلئے آتا ہے چنانچہ خدا کفار کے جواب میں ارشاد فرماتا ہے اگر زمین کے آباد کار فرشتے ہوتے تو ہم ان کی اصلاح کے لئے کسی فرشتے کو ہی عہد رسالت دے کر بھیجتے لیکن چونکہ آبادی بشر کی ہے لہذا رسول میں ان ہی میں سے بشر ہوگا۔

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ نبیوں کی طرف خدا کی جانب سے جو وحی لانا تھا وہ خدا کا رسول فرشتہ ہوتا تھا اور نبی بشر تھے تو اسی طرح فرشتہ رسول باقی افراد بشر کی طرف کیوں نہیں آسکتا تو اس کا جواب یہ ہے کہ انبیاء بشر تھے لیکن ان میں ملکوئی پہلو غالب تھا وہ ملکوئی طاقت سے فرشتوں کو دیکھ سکتے اور ان کی بات سن اور سمجھ سکتے تھے لیکن تمام افراد بشر میں ملکوئی پہلو مغلوب اور ظلماتی مادی پہلو غالب ہے لہذا ان کی طرف فرشتہ نہیں آسکتا نہ یہ فرشتے کو دیکھ سکتے ہیں اور نہ اس کی بات کو سن اور سمجھ سکتے ہیں۔ قُلْ كَفَىٰ۔ اس کی تفسیر ج ۸ سورہ رعد کے آخر میں گزر چکی ہے۔

قَالَ لَقَدْ عَلِمْتُمْ أَنزَلَ هَؤُلَاءِ إِلَّا رَبَّ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ بِصَافِرٍ

فرمایا تو جانتا ہے کہ نہیں آتا ان نشانیوں کو مگر آسمانوں اور زمین کے رب نے وسیلیں

وَإِنِّي لَأَظُنُّكَ يَفْرَعُونَ مَثْبُورًا ﴿١٠٢﴾ فَأَرَادَ أَنْ يَنْتَفِزَهُمْ مِنَ الْأَرْضِ

اور میں تجھے سمجھتا ہوں اے فرعون ہلاک ہونے والا پس اُس نے چاہا کہ تنگ کرے ان کو زمین سے (کہ نکل جائیں)

فَاغْرُقْنَاهُ وَمَنْ مَعَهُ جَمِيعًا ﴿١٠٣﴾ وَقُلْنَا مِنْ بَعْدِهِ لِبَنِي إِسْرَائِيلَ اسْكُنُوا

تو ہم نے اس کو غرق کر دیا اور جو اس کے ہمراہ تھے سب کو اور کہا اس کے بعد بنی اسرائیل کو کہ ٹھہرو

الْأَرْضَ فَإِذَا جَاءَ وَعْدُ الْآخِرَةِ جِئْنَا بِكُمْ لَفِيفًا ﴿١٠٤﴾ وَيَا حَقِّ أَنْزَلْنَاهُ وَ

زمین میں پس جب آئے گا وعدہ آخرت کا تو لائیں گے ہم تم سب کو اکٹھا اور حق سے ہم نے آتا اس کو اور

بِالْحَقِّ نَزَّلْنَا وَمَا آرِسْنَاكَ إِلَّا مَشِيرًا وَنَذِيرًا ﴿١٠٥﴾ وَقُرْنَا نَافِرْتَهُ لِقِرَاءَةِ عَلَى النَّاسِ

وہ حق کے ساتھ اترا اور ہم نے نہیں بھیجا تجھے مگر بشیر و نذیر بنا کر اور ہم نے آتا قرآن جس کو الگ الگ کیا تاکہ پڑھو

عَلَى مَكَّتٍ وَنَزَلْنَاهُ تَنْزِيلًا ﴿١٠٦﴾ قُلْ أَمِنُوا بِهِ أَوْ لَا تُؤْمِنُوا إِنَّا

لوگوں پر ٹھہرے ٹھہرے کر اور ہم نے محفوظ رکھا اور کے آتا کہہ دو کہ ایمان لاؤ یا نہ لاؤ تحقیق

پتھر (۹) عصا (۹) ید بیضا۔

امام محمد باقر علیہ السلام سے ایک روایت میں طوفان اور پتھر کی بجائے من و سلوی اور رفع طور مذکور ہے۔

مَثْبُورًا۔ اس کے تین معانی کئے گئے ہیں (۱) سحر سکھایا ہوا (۲) مفعول بمعنی فاعل یعنی مسحور بمعنی ساحر (۳) فریب خوردہ
مَثْبُورًا۔ مفعول بمعنی فاعل ہے یعنی ہلاک ہونے والا کیونکہ ثبور کا معنی ہلاکت ہوا کرتا ہے۔

وَعْدُ الْآخِرَةِ۔ اس سے مراد قیامت کا دن ہے اور بقول مجمع البیان بعضوں نے نزول عیسیٰ کا وقت لیا ہے یعنی
حضرت مہدی علیہ السلام کی آمد کا زمانہ۔

لَفِيفًا۔ یعنی نیک و بد سب کے سب اکٹھے مبعوث ہوں گے پھر حساب کے بعد جنت والے جنت میں اور دوزخ والے دوزخ
میں چلے جائیں گے۔

وَقُرْنَا آتَا۔ اس کا پیچھے عطف ہے اور عامل آنزَلْنَا محذوف ہے یعنی ہم نے قرآن کو آتا۔

الَّذِينَ أوتُوا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهِ إِذْ آتَيْنَاهُمْ خَيْرُونَ الْآذِقَانِ سَجْدًا ۝

جن لوگوں کو علم دیا گیا اس سے پہلے جب تلاوت کی جائے ان پر تو گر جاتے ہیں ٹھڈی کے بل سجدہ کرتے ہوئے

وَيَقُولُونَ سُبْحَانَ رَبِّنَا إِنْ كَانَ وَعْدُ رَبِّنَا لَمَفْعُولًا ۝

اور کہتے ہیں پاکیزہ ہے ہمارا خدا تحقیق ہمارے رب کا وعدہ ہو کے رہے گا اور گرتے ہیں ٹھڈی کے بل

يَبْكُونَ وَيَزِيدُهُمْ خُشُوعًا ۝ قُلِ ادْعُوا اللَّهَ أَدْعُوا الرِّحْمٰنَ أَيَّامًا

روتے ہوئے اور زیادہ ہوتا ہے ان کا خشوع کہہ دو اللہ کو پکارو یا رحمن کو پکارو جو بھی پکارو

تَدْعُوا فَلَهُ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنٰى وَلَا تَجْهَرُوا بِصَلَاتِكُمْ وَلَا تَخَافُتُمْ

اللہ کے خوب نام ہیں اور نہ جہر کرو اپنی نمازیں اور نہ چپکے رہو

فَرَقْنَا بَيْنَهُمُ الْوَعْدَ الْوَعْدَ الْأُولَىٰ وَالْوَعْدَ الْآخِرَ ۝ وَالَّذِينَ كَفَرُوا لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝

اس کی کئی توجیہیں کی گئی ہیں۔ دہا یعنی اس کو ہم نے حق اور باطل کے درمیان فرق کرنے والا بنایا ہے اور اس کے مضامین الگ الگ ہیں مثلاً ادا نماز ہی خبریں قسطے، وعدے اور وعید وغیرہ (۳) یعنی اس کو توڑ توڑ کر اور مچھوڑ مچھوڑ کر ہم نے اتارا ہے جس طرح مصلحت کا تقاضا تھا۔

عَلَىٰ مَلَكٍ ۝ اس سے ٹھہر ٹھہر کر تلاوت کرنا مقصود ہے اور جلد بازی کرنے کی ضمانت نفی ہے چنانچہ مروی ہے کہ قرآن مجید کو تین دن سے پیشتر نہ ختم کیا جائے۔

أَمْسُوا ۝ کفار نے کہا تھا کہ ہم ایمان نہ لائیں گے جب تک ہمارے منہ مانگے معجزات آپ ظاہر نہ کریں تو ان کی تردید مکرر ہے کہ ہمیں تمہارے ایمان کی ضرورت نہیں، ایمان لاڈیانا لاؤ، البتہ جو لوگ ذوق صحیح اور ذہن مستقیم رکھتے ہیں وہ قرآن کو سن کر توحید پروردگار اور میری نبوت کو مان لیتے ہیں اور اللہ کے سامنے سجدہ کرتے ہوئے جھک جاتے ہیں اس آیت میں ذوق یعنی ٹھڈی منہ سے کنایہ کیا گیا ہے۔ اور حالت اختیاری میں سجدہ کا مقام پیشانی ہے۔ البتہ حالت انفرادی

جب پیشانی پر سجدہ ممکن ہو تو ٹھڈی پر بھی سجدہ کیا جاسکتا ہے

سُجَّدًا ۱۔ اس مقام پر تلاوت میں جب انسان پہنچے تو سجدہ مستحبہ ادا کرے اور اس کا طریقہ تفسیر کی چھٹی جلد سورہ اسراء ص ۱ پر مذکور ہے۔

يَبْكُونَ ۝ یعنی قرآن مجید کو سن کر ان کا خشوع زیادہ ہوتا ہے اور وہ خوف خدا سے گریہ کرتے ہیں۔

قُلِ ادْعُوا اللَّهَ ۝ اس کی کئی وجوہ ہیں۔ ۱۔ دہا مشرکین نے کہا ہم رحیم کو تو جانتے ہیں لیکن رحمن نہیں جانتے، ۲۔ یہود

بِهَا وَابْتَغِ بَيْنَ ذَلِكَ سَبِيلًا ﴿۱۱۰﴾ وَقِيلَ الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي لَمْ

اس میں اور تلاش کرو اس کے درمیان راستہ اور کہو حمد ہے اللہ کے لئے جس نے نہیں

يَتَّخِذُ وَلَدًا أُولَٰئِكَ يَكْفُرُونَ لَهُ شَرِيكًا فِي الْمَالِكِ وَلَمْ

بنایا بیٹا اور نہیں اس کے لئے کوئی شریک ملک میں اور نہ

يَكْفُرُونَ لَهُ وَلِيٌّ مِّنَ الدُّنْيَا وَكَبِيرًا ﴿۱۱۱﴾ ﴿۱۱۱﴾

اس کا کوئی معاون ہے ذلت سے اس کی کبریائی کو خوب بیان کر د

نے کہا دشمن کا ذکر قرآن میں بہت کم ہے حالانکہ تورات میں اس کا ذکر زیادہ ہے (۲۱) حضور ایک مرتبہ سجدہ میں اڑھن
 دیا رحیم پڑھ رہے تھے تو کفار نے کہنا شروع کر دیا دیکھو ہمیں توحید کی دعوت دیتا ہے اور خود دد کو پکار رہے
 پس یہ آیت نازل ہوئی کہ یہ سب اللہ کے نام ہیں اور ذات ایک ہے جس نام سے بھی اس کو یاد رکھو درست ہے۔
 اور اللہ کے اسماء حسنیٰ بہت سے ہیں ہم نے اس کے متعلق اپنی کتاب لعمرة الانوار میں بحث کی ہے۔ تفسیر مجمع البیان میں ہے
 کہ اس جگہ سے چند مطالب اچھی طرح معلوم ہو گئے (۱) اسم عین مسمیٰ ہے۔ کیونکہ فرمایا اللہ یا رحمان جس نام سے پکارو
 ذات ایک ہی ہے (۲) اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ دعانا ننگے سے پہلے اللہ کے اسماء کو ذکر کرنا زیادہ بہتر ہے (۳) یہاں
 سے یہ بات بھی واضح ہو گئی کہ خدا فعل قبیح نہیں کرتا کیونکہ اس کے بعض اسماء افعال سے مشتق ہیں۔ اگر وہ فعل قبیح کرے
 تو اس کا اشتقاقی نام حسن نہ ہوگا حالانکہ وہ فرماتا ہے کہ اس کے تمام نام حسن ہیں پس معلوم ہوا کہ وہ فعل قبیح نہیں
 کرتا۔ مزید وضاحت تفسیر کی جلد ۶ ص ۱۳۷ پر ملاحظہ ہو۔

وَلَا تَجْهَرُوا۔ اس کی متعدد توجیہیں کی گئی ہیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ نہ سب نمازوں کو جہر سے پڑھو اور نہ
 سب کو اخفات سے پڑھو بلکہ درمیانی راستہ اختیار کرو کہ رات کی نمازوں میں جہر اور دن کی نمازوں میں اخفات کر لیا کرو۔
 مِنَ الدُّنْيَا۔ یعنی خدا ذلیل نہیں تاکہ عزت اور غلبہ حاصل کرنے کے لئے کسی کو اپنا مددگار ٹھہرائے۔

سُورَةُ كَهْفٍ

- اس کی آیات کی تعداد ایک سو دس ہے یہ سورہ مکہ ہے مگر آیت نمبر ۲۸ اور آیت نمبر ۸۲ تا ۱۰۱ مدنی ہیں (برہان)
- ۱ جناب رسالتکتاب سے منقول ہے جو اس سورہ کو پڑھے گا وہ آٹھ دن تک ہر فتنے سے محفوظ رہے گا اگر ان دنوں میں دجال بھی نمودار کرے گا تو اس کو اس کے فتنے سے بھی خدا بچالے گا۔ (مجمع)
 - ۲ جو شخص اس سورہ کی آخری آیت کو سوتے وقت پڑھیگا اس کی خواب گاہ سے کعبہ تک ایک نور کی شعاع پیدا ہوگی۔ اور اس میں فرشتے ہوں گے جو اس کی بیداری تک اس کے لئے بخشش کی دعا کریں گے اور اگر سونے والا مکہ میں سو رہا ہو تو وہاں سے بیت المعمور تک ایک نورانی نفا ہوگی جس میں فرشتے اس کی بیداری تک اس کے لئے دُعا کرتے رہیں گے (مجمع البیان)
 - ۳ جو سورہ کہف کی دس آیتیں یاد کر کے پڑھے فتنہ دجال سے محفوظ رہے گا اور جو ساری سورت پڑھے گا وہ جنت میں داخل ہوگا۔ (مجمع)
 - ۴ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا جو سورہ کہف کو پڑھے تو وہ ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ تک اس کے گناہوں کا کفارہ ہوگا۔
 - ۵ آپ نے فرمایا جو شخص سورہ کہف کی آخری آیت پڑھ کر سوئے وہ جس وقت کا ارادہ کرے گا بیدار ہوگا۔
 - ۶ آپ نے فرمایا جو شخص ہر شب جمعہ سورہ کہف پڑھے وہ شہید مرے گا اور شہیدوں کے ساتھ مبعوث ہوگا اور قیامت کے دن شہیدوں کے ساتھ کھڑا ہوگا۔
 - ۷ جو شخص اس سورہ کو لکھ کر تنگ منہ والی شیشی میں رکھ کر گھر میں محفوظ رکھے تو فقر، قرضہ اور لوگوں کی اذیتوں سے محفوظ رہے گا۔
 - ۸ اگر اس کو لکھ کر غلہ کے خزانہ میں یعنی گندم جو چاول اور چنے وغیرہ کے انبار میں رکھا جائے تو باقرن پروردگار دنوں کو خراب کرنے والے ہر مومذی کیڑے سے نجات ہوگی (البرہان)

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

اللہ کے نام سے جو رحمن و رحیم ہے (شروع کرتا ہوں)

الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي أَنْزَلَ عَلَى عَبْدِهِ الْكِتَابَ وَلَمْ يَجْعَلْ لَكَ

حد ہے اس اللہ کی جس نے اتاری اپنے بند سے پر کتاب اور نہ رکھا اس میں

عَوَجًا ۱ قِيمًا لِيُنذِرَ بَأْسًا شَدِيدًا مِمَّنْ لَدُنْهُ وَيُبَشِّرَ الْمُؤْمِنِينَ

ٹیرھا پین وہ پختہ ہے تاکہ ڈرائے سخت عذاب سے جو اس کی طرف ہوگا اور خوشخبری دے مومنون کو

الَّذِينَ يَعْمَلُونَ الصَّالِحَاتِ أَنْ لَهُمْ أَجْرًا حَسَنًا ۲ مَا كَثُرَ فِيهِ

جو عمل کریں نیک تحقیق ان کے لئے اچھا بدلہ ہے اس میں وہ ہمیشہ

أَبَدًا ۳ وَيُنذِرَ الَّذِينَ قَالُوا اتَّخَذَ اللَّهُ وَلَدًا ۴ مَا لَهُمْ بِهِ

ہیں گے اور ڈرائے ان کو جو کہتے ہیں کہ بنایا ہے اللہ نے اپنا بیٹا نہ ان کو اس کا

مِنْ عِلْمٍ وَلَا يَأْبَاهُمْ كِبَرُتُ كَلِمَةٍ تَخْرُجُ مِنْ أَفْوَاهِهِمْ

علم ہے اور نہ ان کے باپ دادا کو بڑی بات نکلتی ہے ان کے منہ سے

وَلَمْ يَجْعَلْ - عبارت میں تقدیم و تاخیر ہے۔ الْكِتَابَ قِيمًا وَكَمْ يَجْعَلْ - الخ یعنی حمد ہے

اللہ کے لئے جس نے اتاری کتاب پختہ اور اس میں کوئی ٹیرھا پین نہ رکھا۔ قِيمَہ کا معنی پختہ مضبوط

اور مستقیم ہے ایسا (۱) میں تناقض نہیں گراوٹ نہیں کمزوری نہیں اور کسی قسم کا کوئی عیب نہیں۔

عَوَجًا - نظر آنے والی چیز کی کجی کو عوج جیسے دیوار اور لکڑی وغیرہ اور نظر نہ آنے والی چیز کی کجی کو عوج کہا جاتا

ہے۔ جیسے کلام اور دین وغیرہ (مجمع البیان)۔

قِيمَہ سے جو معنی لیا جائے گا اس کے مقابلہ میں عوج کا معنی ہوگا پس اگر قِيمَہ کا معنی ہے پختہ و مضبوط تو عوج کا معنی

غیر پختگی اور اگر قِيمَہ کا معنی ہے کتب سابقہ کی نگران و محافظ تو عوج کا معنی یہ ہوگا کہ یہ ان سے منحرف نہیں اور اگر قِيمَہ

معنی فصاحت و بلاغت و سلاست و صداقت میں معیار بلند پر فائز تو عوج کا معنی اسی معنی میں کمزوری ہوگا۔ گویا یہ کتاب

ہر حیثیت سے سیدھی ہے کج نہیں۔

إِنْ يَقُولُونَ إِلَّا كَذِبًا ۝ قُلْعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلَىٰ آثَارِهِمْ إِنْ

وہ محض جھوٹ کہتے ہیں شاید تو ہلاک کرنے والا ہے اپنے آپ کو ان کے پیچھے اگر وہ اس

لَمْ يُؤْمِنُوا بِهَذَا الْحَدِيثِ أَسَفًا ۝ إِنَّا جَعَلْنَا مَا عَلَى الْأَرْضِ

بات پر ایمان نہ لائیں ارمان سے ہم نے بنایا جو کچھ زمین پر ہے اس کی

زِينَةً لِّهَا لِنَبْلُوهُمْ أَيُّهُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا ۝ وَإِنَّا لَجَاعِلُونَ مَا

زینت تاکہ ہم ان کو آزمائیں کہ کون نیک عمل کرتا ہے اور ہم کرنے والے ہیں

عَلَيْهَا صَعِيدًا جُرُزًا ۝ أَمْ حَسِبْتَ أَنَّ أَصْحَابَ الْكَهْفِ وَالرَّقِيمِ

جو کچھ اس پر ہے مٹی محض کی خیال ہے کہ تحقیق کہف اور رقیم والے

كَانُوا مِنْ آيَاتِنَا عَجَبًا ۝ إِذْ أَوَى الْفِتْيَةُ إِلَى الْكَهْفِ فَقَالُوا

ہماری نشانیوں میں سے عجیب تھے جب پناہ لی جوانوں نے غار کی طرف تو کہیں

رَبَّنَا آتِنَا مِنْ لَدُنْكَ رَحْمَةً وَهَيِّئْ لَنَا مِنْ أَمْرِنَا رَشَدًا ۝

اے رب دے ہم کو اپنی طرف سے رحمت اور بنا ہمارے لئے ہمارا معاملہ آسان

مَا لَهُدٌ۔ یہاں سائبہ بابتقاء موضوع ہے یعنی جیب اس کا بیٹا ہی نہیں تو اس سے علم کا تعلق کیسے ہو سکتا ہے۔

وہ بہت سخت بات کہتے ہیں جو محض جھوٹ ہے۔

جُرُزًا۔ وہ زمین جو کچھ نہ اگاتی ہو۔

أَمْ حَسِبْتَ۔ یعنی کیا آپ کا یہ خیال ہے کہ اصحاب کہف کا قصہ بہت عجیب ہے پس

اصحاب کہف | قریشی لوگ سنتے ہی مومن بن جائیں گے حالانکہ زمین و آسمان کی تخلیق ان چیزوں سے

کہیں زیادہ غور طلب اور محرک ایمان تھی۔ لیکن وہ ایمان نہ لائے۔

كَهْفٌ۔ پہاڑ میں بڑی غار کو کہف اور چھوٹی کو غار سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

الرَّقِيم۔ اس کے معنی میں چند اقوال ہیں۔ (۱) رقیم وہ پہاڑ ہے جس میں وہ کہف تھی (۲) رقیم اس بستی کا نام تھا

جس سے وہ روانہ ہوئے تھے۔ (۳) رقیم پتھر کی اس تختی کا نام ہے جس میں اصحاب کہف کا واقعہ لکھا تھا اور رقیم رقم

فَضَرَبْنَا عَلَىٰ آذَانِهِمْ فِي لَيْلَتِنَا عَذَابًا ۝۱۱

پس بند کر دیا ہم نے ان کے کانوں کو غار میں کئی سال

ثُمَّ بَعَثْنَا مَوْلًىٰ مِنَ الْقُرْبَىٰ أَخْبَىٰ لِمَا لَبِثُوا أَمْدًا ۝۱۲

پھر ان کو اٹھایا تاکہ ظاہر ہو کہ دو فریقوں میں سے کس نے ان کے ٹھہرے رہنے کا وقت ضبط کیا ہے

سے ہے جس کا معنی لکھنا ہوا کرتا ہے (۲)، رقیم اس کتاب کا نام ہے جس میں یہ واقعہ درج کیا گیا تھا اور بعض کہتے ہیں اصحاب رقیم اصحاب کہف کے علاوہ تین آدمی تھے جو غار میں داخل ہوئے تھے اور دروازہ بند ہو گیا تھا پس ہر ایک نے اپنے اپنے نیک نیک اعمال کا واسطہ دیا تھا پس ہر ایک کی دعا سے ایک ایک تہائی دروازہ کھل گیا تھا۔ فتیۃ۔ فتی کی جمع ہے جس طرح غلام کی جمع غلامہ اور صبی کی جمع صبیۃ ہوا کرتی ہے تفسیر برہان میں بروایت کافی امام جعفر صادق علیہ السلام نے ایک شخص سے فتی کا معنی پوچھا تو اس نے کہا کہ اس کا معنی ہے جوان۔ تو آپ نے فرمایا اس کا معنی ہے مومن دیکھئے اصحاب کہف بوڑھے لوگ تھے لیکن ایمان کی وجہ سے خدا نے ان کو فتیہ کہا ہے (واقعی جو انفرودہ ہے جو ایسے حالات میں بھی ایمان کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑے)

ثُمَّ بَعَثْنَا - یعنی ایک کافی مدت کے بعد ان کو بیدار کیا تاکہ کافروں اور مومنوں کے دونوں گروہوں پر ان کی حقیقت ظاہر ہو

قریش مکہ نے تین آدمی نصر بن حارث عقبہ ابن ابی معیط اور عاص بن وائل کو یہود و نصاریٰ کی طرف بھیجا (بعض روایات میں مدینہ اور بعض میں بخران کا ذکر ہے) تاکہ حضرت محمد مصطفیٰ کے اوصاف اور

شان نزول

ان کی دعوت کے متعلق ان سے رائے طلب کریں۔ پس بروایت مجمع البیان یہود مدینہ نے ان کو تین سوال تعلیم کئے کہ اگر بتا دے تو وہ نبی سمجھو ورنہ جھوٹا جانو۔ گذشتہ زمانہ میں وہ کون تھے جو گھر سے نکلے اور ان کا قصہ کیا ہے؟ (۲) وہ کون ہے جس نے مشرق و مغرب کی سیر کی اور اس کا واقعہ کیا ہے؟ (۳) روح کی شایہ ہے ایک روایت میں ہے انہوں نے کہا اگر دو سوالوں کا جواب دے اور روح کے متعلق کچھ نہ بتائے تو جان لینا کہ وہ نبی ہے اور بروایت علی بن ابراہیم انہوں نے تین سوال حل طلب بتائے اور چوتھے کے متعلق کہا اگر وہ اس کے علم کا دعویٰ کرے تو جھوٹا ہے (۱) وہ جو ان گذشتہ زمانہ میں کون تھے جو گھر سے نکلے غائب ہوئے اور پھر سو گئے۔ کتنا سوئے پھر جاگے کتنے تھے ان کے ہمراہ غیر جنس کیا تھی اور ان کا قصہ کیا ہے؟ (۲) حضرت موسیٰ کو جس عالم کی اتباع اور اس سے سیکھنے کا حکم ملا تھا وہ کون تھا اور بات کیا ہوئی؟ (۳) وہ کون تھا جس نے مشرق و مغرب تک کی سیر کی اور یا جوج و ماجوج کی خدنگ پہنچا اس کا واقعہ کیا ہے؟ پھر انہوں نے یہ تینوں واقعات ان کو لکھوا دیئے اور کہا اگر وہ ایسے جوابات دے تو سمجھنا سچا ہے اور اگر کوئی اور جواب دے تو سمجھ لینا کہ جھوٹا ہے پھر اس کی بات کو قبول نہ کرنا اور جو تھا مسلم ہے اس سے قیامت کے متعلق پوچھنا کہ کب ہوگی اگر اس کے علم

کا دعویٰ کرے تو جھوٹا ہے کیونکہ اس کا علم سوائے خدا کے کسی کو نہیں ہے پس قریش کا یہ وفد مکہ میں پہنچا اور حضرت ابوطالب کے پاس جمع ہو کر اپنا مقصد بیان کیا حضرت ابوطالب نے کھلے منہ اجازت دی کہ بے شک تم جو جی چاہے اس سے سوال کرو۔ چنانچہ جب انہوں نے وہ سوال پیش کئے تو آپ نے انشاء اللہ کہے بغیر کل کا وعدہ دے دیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ دوسرے دن وحی نہوئی اور اسی بے چینی اور انتظار میں پورے چالیس دن گزر گئے کفار قریش خوشی سے تالیاں بجاتے تھے اور مومن شرم سے سرنگوں تھے بعضوں کے دلوں میں شکوک و شبہات آنے لگ گئے اور حضرت ابوطالب بھی اپنے مقام پر غمگین تھے۔ ختی کہ چالیس روز کے بعد سورہ کہف نازل ہوئی۔ حضور نے پوچھا کہ اے جبریل۔ دیر کی کیا وجہ ہے کہنے لگا ہم اذن پرودگار کے تابع ہیں (یعنی اس کی مصلحت وہ خود ہی بہتر جانتا ہے) سورہ مریم آیت نمبر ۶۲ ص ۱۵۵

واقعہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ یہ لوگ ایک ظالم بادشاہ کے زمانہ میں تھے جو اپنی رعایا کو بت پرستی پر مجبور کرتا تھا اور جو نہ مانے اسے قتل کر دیتا تھا یہ لوگ خفیہ طور پر مومن تھے چپکے چپکے وہاں سے نکل گئے راستے سے ایک کتاب بھی ساتھ ہولیا۔ آپ نے فرمایا حیوانات میں سے تین حیوان جنت میں جائیں گے (۱) بلعم بن باعور کا گدھا۔ (۲) حضرت یوسف کا میٹھا یا (۳) اصحاب کہف کا کتا۔ اگلی دفعہ تفسیر کی جلد ۶ ص ۱۳۲ پر دیکھئے۔

تفسیر مجمع البیان میں ہے یہ لوگ بادشاہ کے خوف سے اپنا ایمان چھپائے ہوئے تھے۔ ان کے بادشاہ کا نام دقیانوس اور شہر کا نام افسوس تھا جو بقول معجم البلدان طرسوس کے گرد نواح میں تھا اور عیسائیوں کا یہی عقیدہ ہے چنانچہ ان کی کتب تاریخ میں یہ ہے کہ روم کا دشمنی بادشاہ دقیانوس نصاریٰ کا سخت دشمن تھا وہ ان پر ظلم کرتا تھا اور وہ پوری قوم نصاریٰ کو صنف ہستی سے مٹانے کے درپے تھا اس کا زمانہ سن ۲۵۰ء کے آس پاس تھا اور اس کی حکومت بعد میں پچاس برس تک رہی پھر روم کا تخت حکومت قسطنطین نے سنبھالا جو عیسائی مذہب کا فرد تھا اور نصاریوں کو اس کی وجہ سے دوبارہ ملک میں اقتدار حاصل ہوا۔ اور طاقت مل گئی پس وہ پھوٹنے اور پھلنے لگا اور دقیانوس کے متعلق ایک خیال یہ بھی ہے کہ وہ مجوسی تھا۔ بہر کیف اصحاب کہف نصاریٰ تھے اور حضرت عیسیٰ پر ایمان رکھتے تھے اور مروی ہے کہ یہ بادشاہ کے خواص میں داخل تھے اور ایک دوسرے سے بھی اپنے ایمان کو مخفی رکھتے تھے چنانچہ ایک دفعہ اکٹھے ہوئے تو ایک دوسرے کو اپنا راز بتایا اور اتفاق کر کے وہاں سے بھاگ نکلے۔

حدیث بساط البرہان میں بروایت ابن شہر آشوب منقول ہے۔ ایک مرتبہ حضرت رسالت مآب نے چادر بچھائی اور اس کے چاروں گوشوں پر ابو بکر عمر البدر اور سلمان کو بٹھایا اور علی کو درمیان میں۔ پس ابو بکر کو حکم دیا کہ علی کو امامت کی

حیثیت سے سلام کرو۔ پھر باقیوں کو بھی وہی حکم دیا۔ چنانچہ سب نے حکم کی تعمیل کی پس علی کو فرمایا کہ سورج سے بات کرو۔ چنانچہ علی نے سورج کی طرف منہ کر کے فرمایا اے اللہ کی روشن نشانی السلام علیک۔ تو جوم آفتاب میں کپکپی سی طاری ہوئی۔ اور جواب میں کہا وعلیک السلام یا ولی اللہ ووصی رسول اللہ۔ پھر حضور نے آسمان کی طرف ہاتھ کھڑے کئے اور دعا مانگی۔ اے پرودگار تو نے سلیمان پیغمبر کو ملک عطا کیا اور ہوا کو اس کے تابع فرمان بنایا کہ وہ صبح و شام ایک ایک ماہ کا سفر کرتی تھی۔ اے اللہ ہوا

مَنْ نَقَصَ عَلَيْكَ نَبَاهُمْ بِالْحَقِّ إِنَّهُمْ فِتْيَةٌ آمَنُوا بِرَبِّهِمْ

ہم بیان کرتے ہیں تجھ پر ان کی خبر سچی تحقیق وہ جو افسردہ تھے جو ایمان لائے اپنے رب پر اور ہم نے ان

وَزِدْنَاهُمْ هُدًى ۱۳ وَرَبَطْنَا عَلَى قُلُوبِهِمْ إِذْ قَامُوا فَقَالُوا

کو زیادہ کیا ہدایت میں اور ہم نے مضبوط کیا ان کے دلوں کو جب اٹھ کھڑے ہوئے اور اعلان کر دیا۔

کو حکم دے کہ ان کو اصحاب کہف تک پہنچا دے پس ان سب کو ہوانے اٹھایا اور اصحاب کہف کے پاس جا کر اتار۔ ایک ایک نے باری باری کھڑے ہو کر اصحاب کہف کو سلام کیا۔ لیکن کسی کو جواب نہ ملا آخر میں حضرت علیؑ اٹھے اور سلام دیا تو انہوں نے جواب میں کہا وَعَلَيْكَ السَّلَامُ يَا وَصِيَّ مُحَمَّدٍ اس کے بعد اپنا مختصر تعارف کرایا آپ نے فرمایا تم نے میرے پہلے ساتھیوں کو سلام کا جواب کیوں نہیں دیا کہنے لگے ہم صرف نبی یا وصی نبی کو ہی سلام کرنا جانتے ہیں اور تو آخری نبی کا وصی اور رسول کا خلیفہ ہے پھر حضرت علیؑ نے سب کو چادر کے اوپر بیٹھنے کا حکم دیا اور ہوانے ہمیں دوبارہ اٹھایا اور پھر ایک دور دراز کے مقام پر اترے حضرت علیؑ نے پاؤں کی ٹھوک ماری تو ایک بیٹھے پانی کا چشمہ ظاہر ہوا۔ آپ نے وضو فرمایا اور ہم نے بھی وضو کیا آپ نے فرمایا امید ہے تم لوگ صبح کی نماز یا اس کا کچھ حصہ نبی علیہ السلام کی اقتداء میں ادا کر سکو گے پس ہوانے ہمیں اٹھایا اور ہم مسجد نبوی کے دروازے پر عین اس وقت پہنچے جب کہ حضور صبح کی نماز سے ایک رکعت پڑھ کر دوسری میں تھے اور حدیث میں ہے کہ یہ چادر حضور کو کعب بن اشرف کے بھائی خطلی بن اشرف نے پیش کی تھی۔ جو حضور کے معجزات دیکھ کر مسلمان ہو گیا تھا۔

رکوع نمبر ۱۲ مَفْصَلٌ قِصَّةٌ

سُحُنُ نَقْصُ۔ تفسیر برہان کی ایک طویل روایت میں حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام نے ایک یہودی کے سوال کے جواب میں ارشاد فرمایا کہ ملک روم میں ایک شہر ہے جس کا نام افسوس ہے وہاں ایک نیکدل بادشاہ کی حکومت تھی۔ جب وہ فوت ہوا تو اس کے تخت و تاج کی دراشت کے جھگڑے میں رعایا میں ابتری پھیل گئی اور ایران کے ایک بادشاہ دقیانوس کو علم ہوا تو وہ ایک لاکھ فوج سے حملہ آور ہو کر وہاں قابض ہو گیا۔ اس نے اپنے ایزنی رسم درواج کے مطابق وہاں عالی شان محلات تعمیرات کروائے اور دربار عام کی سجاوٹ اور اپنے رعب و دیدہ کی بجالی کے لئے شاہانہ ٹھاٹھ کا مظاہرہ کیا۔ چنانچہ سنہری تخت اور جواہر سے مرصع اس کے روپہلی پائے اور پر عمرہ ریشمی قالینیں اور ریشمی غاچی اور دائیں بائیں آستی آستی شایقوت سرخ سے جوڑی ہوئی چاندی کی کرسیاں وزیروں، مشیروں کے لئے اور سر پر نایاب ہیروں اور بیش بہا موتیوں سے مرصع سنہری تاج جس کی چمک دمک شب تیرہ تار میں مشعل راہ کا کام دیا کرتی تھی۔

دربار شاہی میں جب اپنی پوری آن بان شان سے سریر آرائے مملکت ہوتا تو چھ وزیر تملینا، بکلسینا، محمینا، مرطوس کینطوس اور سارلوس اپنے مخصوص درباری لباس میں ملبوس اس کے پشت سر اور دائیں بائیں مشک و کستوری و عرق گلاب سے پُر چاندی کے حام ہاتھوں میں تمام کر کھڑے ہوتے تھے پس نخت شاہانہ و سطوت ملوکانہ کے نشہ میں چور کبر و غرور کی شراب

سے دل و دماغ مخمور وہ سپیکر جبر و ہیكلی ظلم اپنی اصل و حقیقت سے بے خبر ہو کر دامن توحید و الجلال میں ہاتھ ڈالنے لگا۔ پہلے بت پرستی کا مروج تھا پھر خود خدا بن بیٹھا پہلے صنم کی الوہیت کا قائل پھر خود آلہ کہلوانے لگا۔ ماننے والوں کے لئے انعام و اکرام اور جو دوسخا کے دروازے کھل گئے اور خدا پرستوں کے لئے خون آشام تلواریں ہر وقت بے نیام ہو گئیں۔ سال میں ایک دفعہ اسکو سالانہ جشن کے موقع پر ایلانی شہشاہ کی طرف سے فوج کشی کی اطلاع ملی تو ڈر سے کانپ اٹھا حتیٰ کہ سر سے شوکت شاہانہ اتر کر قدموں میں آ رہی اسے دیکھ کر دانا و زراد کو لمحہ فکر ملا اور کھڑے کھڑے انہیں حقیقی خدا مل گیا اور بادشاہ پر خوشی و غمی کی حالتوں کا تو اردو حاجات ضروریہ میں بے بسی اور نیند و بیداری میں مجبوری شان خداوندی سے متصادم نظر آئیں۔

أَمَنُوا بِرَبِّهِمْ - یعنی وہ اولہ و برابین میں غور و غور من کر کے اپنے پروردگار کو مان گئے اور پھر اپنی وسعت نظر سے سمند عقل کی پشت پر سوار ہو کر جو نہی نفس و آفاق کی سیر کو نکلے تو ان کے لئے معرفت کی راہیں وسیع سے وسیع تر ہوتی چلی گئیں اور قلوب تذبذب نور ایمان سے فروزاں ہوتے چلے گئے۔

حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام حدیث سابق میں ارشاد فرماتے ہیں کہ وہ چھ وزیر ہر شب ایک کے ہاں باری باری سے کھانا کھایا کرتے تھے اور آج تمینا کی باری تھی۔ اس نے ماکول و مشروب کا شاندار انتظام کیا۔ جب کھانے پر جمع ہوئے تو تمینا نے اپنے دل میں روشن فالوس ایمان سے پردہ اٹھاتے ہوئے تقریر شروع کی۔ برادران گرامی! آج میرے دل میں ایک عقدہ ہے۔ اور دماغ میں ایک الجھن ہے جس کی وجہ سے کھانے پینے میں میری دلچسپی نہیں رہی میں نے اپنے اسپ فکر کو ہمینز کیا اور کافی سوچ بچار سے کام لیا کہ اس فلک نیلگوں کو بغیر ستون کے کس نے اٹھایا ہے اور کونسی گرفت ہے جو اس کو اپنی جگہ پر برقرار رکھے ہوئے ہے۔ آفتاب و مہتاب کی تذبذبین روشن کرنے والا کون ہے آسمان پر ستاروں کے ضیا بارتقمے کس نے حسن و خوبی سے جڑا دیئے ہیں۔ پھر سوچتا ہوں کہ موجزن پانی کی سطح پر زمین کو کس نے بچھایا پھر حرکت و اضطراب سے روکنے کے لئے اس پر پہاڑوں کو کس نے کھڑا کیا اور جب اپنی ہستی میں نگر کرنا ہوں تو کھو جاتا ہوں کہ مجھے عالم نیستی سے صغیر وجود پر اور شکم مادر سے فرش گیتی پر کون لایا۔ غذا کا بندوبست کس نے کیا اور تاریک پردوں کے اندر میری خبر گیری کرنے والا کون رہا؟ پس یہ دل سے اٹھنے والا غبار یا دماغ میں جگہ پکڑنے والے سوالات ایسے ہیں جنہوں نے مجھے اس نتیجے تک پہنچایا ہے کہ اس پورے عالم کا مدبر و صانع یہ بادشاہ دقیانوس نہیں بلکہ کوئی اور ہے وہ بادشاہوں کا بادشاہ ہے اور اس کی سلطنت آسمانوں اور زمینوں پر محیط ہے۔ اور وہی لائق عبادت ہے۔ تمینا کی تقریر میں کرب کے کان گھلے اور ہر ایک نے داد و تحسین سے تائید کی پھر سب نے تمینا کے قدموں میں جھک کر اپنے مخفی ایمان کو ظاہر کیا اس کے بعد ان کو دقیانوس کی طاقت و سطوت مرعوب نہ کر سکی اور اپنے ایمان پر ثابت قدم رہے)

إِذْ قَامُوا - تفسیر مجمع البیان میں ہے کہ وہ بادشاہ کے بھرے دربار میں کھڑے ہو گئے اور جرأت کا اظہار کر کے اذکار الفاظ میں بانگ و بل کہہ دیا۔

رَبَّنَا رَبُّ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ لَنْ نَدْعُو مِنْ دُونِهِ إِلَهًا لَقَدْ

کہ ہمارا رب آسمانوں اور زمین کا پروردگار ہے۔ ہم ہرگز نہ پکاریں گے اس کے سوا کسی کو معبود سمجھ کر در نہ ہم بالکل غلط

قُلْنَا إِذْ أَشْطَطْنَا ۝۱۴ هُوَ آءِ قَوْمَنَا اتَّخَذُوا مِنْ دُونِهِ إِلَهَةً ط

بات کہنے والے ہوں گے یہ لوگ ہماری قوم والے ٹھہرا بیٹھے ہیں اس کے علاوہ اور خدا کیوں نہیں لاتے

لَوْلَا يَأْتُونَ عَلَيْهِمْ بِسُلْطٰنٍ بَيِّنٍ ط فَمِنْ أَظْلَمٍ مِمَّنْ افْتَرَىٰ عَلَىٰ

ان پر کوئی واضح دلیل؟ پھر کون زیادہ ظالم ہے اُس سے جو اللہ پر افترا

اللَّهِ كَذِبًا ۝۱۵ وَإِذْ عَثَرْتُمْهُمْ وَمَا يَعْبُدُونَ إِلَّا اللَّهَ فَأَوَّا إِلَىٰ

بانٹے؟ اور جب تم ان کو چھوڑ چکے ہو اور جس کی وہ عبادت کرتے ہیں سوائے اللہ کے تو پناہ لے لو

الْكَهْفِ يَنْشُرْكُمْ رَبُّكُمْ مِنْ رَحْمَتِهِ وَيُهَيِّئْ لَكُمْ مِنْ

طرف غار کے پھیلانے کا تمہارے لئے تمہارا رب اپنی رحمت اور پیدا کرے گا تمہارے لئے

رَبَّنَا رَبُّ السَّمَاوَاتِ - الخ۔ کہ تو ہمارا رب نہیں بلکہ آسمانوں اور زمین کا پروردگار ہمارا رب ہے۔ لَنْ نَدْعُوَا۔ الخ۔ ہم ہرگز اس کے سوا کسی کو رب مانتے کے لئے تیار نہیں اگر ہم نے ایسا کیا تو یقیناً ہماری بات غلط ہوگی اور ہم غلط کار ہوں گے۔

هُوَ آءِ قَوْمَنَا۔ پھر آپس میں مشورہ کیا کہ ہماری قوم نے بلادِ مدینہ غیر اللہ کو خدا مانا ہے اور ہم ان کو اور ان کے خداؤں کو جب بالکل چھوڑ چکے ہیں تو ہمیں ہجرت کر کے چلے جانا چاہیے۔ پس کسی غار میں پڑ رہیں گے اور خدا اپنی رحمت کے سایہ میں ہمیں محفوظ رکھے گا۔

حدیث سابق میں ہے تمیلخانے اپنے باغ کی کھجوریں جو گھر میں موجود تھیں فروخت کیں ان کے تین درہم وصول ہوئے۔ وہ جیب میں ڈال لئے اور گھوڑوں پر سوار ہو کر شہر سے نکل کھڑے ہوئے جب تین میل کا فاصلہ طے ہو چکا تو تمیلخانے کہا جب اللہ کی

خوشنودی کے لئے دنیا کی زمینوں کو خیر باد کہہ چکے ہیں تو گھوڑے کس لئے ہیں پس پیدل دن بھر سفر کیا اور سات فرسخ چلے پاؤں پر آبلے آگئے اور خون جاری ہو گیا۔ ایک ذنبیوں کا چرواہا ملا۔ اس سے پانی یا دودھ طلب کیا اس نے دونوں چیزیں پیش کر دیں۔ اور

کہنے لگا تمہاری شاہانہ تشکیلیں اور بھالتے ہوئے پیرے دیکھ کر مجھے تک پڑتا ہے کہ تم بادشاہ سے بھاگ کر آرہے ہو کہنے لگے ہمیں جھوٹ کی ضرورت نہیں پھر سچ سچ بات بتادی وہ ان کے قدموں سے ہو کر کہنے لگا میں بھی پہلے سے ہی اسی نظریہ کا حامی ہوں پس ازراہِ کرم میرے لئے اس قدر انتظار کرو کہ بکریاں اپنے اپنے مالکوں کے حوالے کر دوں پھر اسی واپس آتا ہوں چنانچہ وہ فوراً

واپس پلٹ آیا اور کتا بھی اس کے ہمراہ تھا۔

أَمْرِكُمْ مَرْفَقًا ۝۱۶ وَتَرَى الشَّمْسَ إِذَا طَلَعَتْ تَزُورُ عَنْ كُهُفِهِمْ

تمہارے معاملہ میں آسانی اور دیکھو گے سورج کو جب طلوع کرتا ہے تو ترچھا ہوتا ہے ان کے غار سے داہنی

ذَاتَ الْيَمِينِ وَإِذَا غَرَبَتْ تَقْرِضُهُمْ ذَاتَ الشِّمَالِ وَهُمْ فِي فَجْوَةٍ

طرف اور جب غروب کرتا ہے تو منحصر ہوتا ہے ان سے بائیں طرف اور وہ ایک کھلی جگہ میں ہیں اس

مِنْهُ ذَلِكَ مِنْ آيَاتِ اللَّهِ ط مَنْ يَهْدِ اللَّهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ وَغَيْرُ

سے یہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہے جس کو اللہ ہدایت دے وہ ہدایت لیتا ہے اور جس کو گمراہی میں چھوڑ

يُضِلُّ فَلَنْ تَجِدَ لَهُ وَلِيًّا مُرْسِدًا ۝۱۷

دے تو ہرگز نہ پاؤ گے اس کے لئے دوست ارشاد کرنے والا

یہودی کے سوال کے جواب میں آپ نے فرمایا کتابت سابقہ سیاہ تھا اور اس کا نام قطمیر تھا۔ یہ لوگ کتے کو دیکھ کر گھبرائے۔ کہ

اس کی وجہ سے کہیں ہمارا راز فاش نہ ہو جائے پھر مار کر اس کو پلٹانا چاہا آخر کار اس نے فصیح زبان سے کلمہ توحید زبان پر جاری کر کے

رازداری اور حفاظت کا عہد کیا اور یہ اس کو ہمراہ خوشی خوشی لے چلے وہ چرواہا ان کو مہاڑ کی ایک بڑی غار میں لایا جس کو وصید کہتے

تھے اور غار کے سامنے ایک چشمہ پانی اور پھلدار درخت تھے انہوں نے پھل کھائے اور پانی پی لیا پھر غار میں داخل ہو گئے۔ بحکم پروردگار

ان کے ارواح کو قبض کر لیا گیا خدا نے ہر ایک کیلئے دو دو فرشتے مقرر فرمائے جو دائیں بائیں ان کے پہلو بدلتے رہتے ہیں۔

مَرْفَقًا۔ رفق سے ہے آسانی اور نفع اور اس کا معنی ہاتھ کی کہنی بھی ہوتا ہے۔ مرفق اور مرفق دونوں جائز ہیں لیکن کہنی کے

معنی میں مرفق بہتر ہے۔

وَتَرَى الشَّمْسَ۔ تفسیر مجمع البیان میں ہے کہ اللہ کے کمال لطف اور رحمت حفاظت کا کرشمہ ہے کہ ان کے غار کا رخ

قطب شمالی کی طرف ہے پس طلوع کے وقت سورج ان کے دائیں اور غروب کے وقت بائیں جانب ہوگا۔

تَزُورُ۔ کا معنی ہے کہ ترچھا ہو کر جاتا ہے اور تَقْرِضُ قرض سے ہے جس کا معنی کاٹنا ہوتا ہے لیکن یہاں انحراف کرنا مراد ہے۔

وَهُمْ فِي فَجْوَةٍ۔ فجوة کا معنی کھلی جگہ اور فجوة الدار گھر کے صحن کو کہا جاتا ہے یعنی غار اندر سے کافی وسیع تھی کہ باہر

سے کھڑے ہو کر ان کو دیکھا نہیں جاسکتا تھا اور انہیں دھیمی دھیمی ہوا بھی پہنچتی رہتی ہے۔

حضرت امیر المومنین علیہ السلام کی سابقہ روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ جب یہ لوگ وہاں سے روانہ ہوئے تھے تو بادشاہ باقی

رعایا کے ساتھ عید پر گیا ہوا تھا اور اس سے یہ بھی انکشاف ہوا کہ انہوں نے بادشاہ کے سامنے اپنے ایمان کا اظہار جرات سے کر دیا

تھا۔ جس طرح آیت نمبر ۱۲ کے مضمون سے معلوم ہوتا ہے اور یہی وجہ تھی کہ یہ لوگ عید کے تہوار اور جشن میں اس دفعہ شامل نہیں ہوئے

وَتَحْسَبُهُمْ آيِقَاطًا وَهُمْ رُقُودٌ ۚ وَنُقَلِّبُهُمْ ذَاتَ الْيَمِينِ وَذَاتَ

اور تم خیال کر دے گے کہ جاگتے ہیں حالانکہ وہ سوتے ہیں اور ہم ان کے پہلو بدلتے ہیں دائیں اور

الشِّمَالِ ۚ وَكَلْبُهُمْ بَاسِطٌ ذِرَاعَيْهِ بِالْوَصِيدِ لَوِ اطَّلَعْتَ عَلَيْهِمْ

بائیں اور ان کا کت بازو پھیلائے بیٹھا ہے چوکھٹ پر اگر جھانکو ان پر تو پلٹ جاؤ گے ان سے

لَوَلَّيْتُمْ مِنْهُمْ فِرَارًا ۚ وَكَلِمَاتٍ مِنْهُمْ رُعبًا ۙ ۱۸ ۝ وَكَذَلِكَ بَعَثْنَاهُمْ

سندار کر کے اور ان کا رعب تم پر چھا جائے گا۔ اور اسی طرح ہم نے ان کو

لِيَتَسَاءَلُوا بَيْنَهُمْ ۚ قَالَ قَائِلٌ مِّنْهُمْ كَمْ لَبِثْتُمْ ۚ قَالُوا لَبِثْنَا

اٹھایا تاکہ ایک دوسرے سے پوچھیں تو کہنے والے نے کہا ان میں سے کہ کتنے سوتے ہوں گے کہنے لگے سوتے رہے

تھے در نہ اگر ایمان کو ظاہر نہ کر چکے ہوتے تو بادشاہ کے ہمراہ حسب دستور ان کا شامل ہونا لازمی تھا غالباً جس جشن میں یہ لوگ شامل تھے اور دل میں توحید کی شمع جلی تھی وہ سال گزشتہ کا تھا اور جب وہاں سے بھاگے ہیں یہ دوسرا جشن تھا۔ واللہ اعلم۔

روایت سابقہ میں ہے کہ بادشاہ اپنے جشن مسرت سے واپس آیا تو معلوم ہوا کہ وہ کہیں بھاگ گئے ہیں پس اپنے لاؤ لشکر سمیت ان کی تلاش میں نکلا اور پاؤں کے نشانات معلوم کر کے غار کے دروازہ پر پہنچا دیکھا کہ وہ سوتے پڑے ہیں (اقول، ان لوگوں نے غارتگ قدموں کے نشان دیکھ کر اندازہ کر لیا کہ بس اس کے اندر ہیں باہر نہیں ہیں۔ کیونکہ بعد کی آیات صاف بتلا رہی ہیں کہ غار کی گہرائی کی وجہ سے یا اس مقام کی نوعیت کا رعب اس قدر ہے کہ کسی کی مجال نہیں کہ وہاں جاسکے یا ان کے قریب پہنچے) بہر صورت بادشاہ کہنے لگا پس یہی سزائے ان کے لئے کافی ہے کہ اسی جگہ کو ان کے لئے قید خانہ بنا دیا جائے پس حکم دیا کہ چوٹے اور پتھر سے ان کے سامنے دیوار کھڑی کر دی جائے۔

۱۵۔

وَتَحْسَبُهُمْ ۚ - مجمع البیان میں ہے کہ ان کی آنکھیں کھلی ہیں اور سانس سے رہے ہیں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ بات کرنا چاہتے ہیں لیکن نہیں کرتے اسی لئے فرمایا کہ اے مخاطب تو ان کو دیکھے گا تو سمجھے گا کہ وہ جاگتے ہیں حالانکہ وہ سوتے رہے ہیں۔
وَنُقَلِّبُهُمْ ۚ - یعنی وہ اس طرح پہلو بدلتے ہیں جس طرح کوئی جاگنے والا انسان کر رہا ہو اور اگر وہ پہلو نہ بدلیں تو زمین ان کے جموں اور لباس کو کہنے کر دے۔

وَكَلْبُهُمْ ۚ - بعضوں نے کہا ہے کہ وہ رات کے وقت نکلے تھے پس وہ ایک چرواہے کے پاس سے گزرے تو وہ اور اس کا کتا ہمراہ ہو لیا اور بعضوں نے کہا ہے کہ کوئی ساکتان کے ہمراہ ہو گیا تھا کہ ہزار کوشش کے باوجود اس نے ان کا پیچھا نہ چھوڑا اور

يَوْمًا أَوْ بَعْضَ يَوْمٍ قَالُوا رَبُّكُمْ أَعْلَمُ بِمَا لَيْسْتُمْ فَاِتَّبِعُوا اِحْدَاكُمْ

ایک دن یا دن کا کچھ حصہ کہنے لگے تمہارا رب بہتر جانتا ہے جو کچھ سوچے ہو پس بھیجو اپنے میں سے ایک کو

بِوَرِقِكُمْ هَذِهِ اِلَى الْمَدِيْنَةِ فَلْيَنْظُرْ اَيُّهَا اَزْكَى طَعَامًا فَلْيَاْتِكُمْ

ان درہموں کے ساتھ شہر کی طرف تاکہ دیکھے کونسی پاکیزہ غذا ہے پس تمہیں لاکر دے کہنا

آخر کار حکم پروردگار بولا کہ میں اللہ کے دستوں کا دست ہوں جب تم سو جاؤ گے تو میں تمہاری محافظت کروں گا اور ایک روایت میں ہے کہ تین سو نو برس تک وہ کتا بغیر کھائے پیئے کے رہا نہ وہ سویا اور نہ اپنے مقام سے اٹھا۔

الْوَصِيْدُ - اس کے کئی معانی کئے گئے ہیں۔ (۱) غار کا صحن (۲) دروازہ (۳) غار کے اندر جو کھلی جگہ تھی اس کا دروازہ۔ (۴) غار کے اندر کی کھلی جگہ اور عقل اس امر کی تائید کرتی ہے کیونکہ کتا غار کے دروازہ پر یا غار کے صحن میں اگر ہوتا تو باہر سے آنے والے کفار اس کو ضرور دیکھ لیتے اور وہ مزید کھوج لگاتے پس کافر مایوس ہو کر واپس جانے لگے تو غار کے دروازے کو پتھروں سے بند کر دیا اور چلے گئے پس ادھر سے ایک چرواہا آنکلا تو اس نے اپنے ریوڑ کی جگہ بنانے کے لئے پتھروں کو ہٹا دیا اور غار کے دروازہ کے نزدیک اپنی آرام گاہ بنالی اور اصحاب کہف اس سے بہت آگے اندر کی طرف تھے۔

لَمَلَيْسَتْ مِنْهُمْ رُغْبًا - یعنی وہ جگہ نہایت ڈراؤنی اور دشتناک ہے اور خدا نے رعب پیدا کر دیا ہے تاکہ وہاں کوئی مینچنے کی جرأت نہ کر سکے اور ممکن ہے کہ تلاش کرنے والے کفار وہاں تک پہنچے ہوں اور ڈر کے مارے اندر نہ جاسکے ہوں پس اپنے غصہ کی جھڑاس نکلانے کی خاطر دروازہ کو پتھروں سے بند کر کے چل دیئے ہوں اور ان کا یہ فعل بھی اصحاب کہف کے لئے لطفِ خداوندی بن گیا تاکہ سنگلی بانوروں کے لئے اندر جانے کا راستہ بند ہو جائے اور وہ ان کی ایذا سے محفوظ رہیں۔

بَعَثْنَا هُمُ - یعنی ان کے دوسرے عجائب کی طرح ایک عجیب یہ بھی ہے کہ ہم نے ان کو اٹھایا نیند سے جو موت کے مشابہ اور اس کے لگ بھگ تھی (جمع)

تفسیر صافی میں بروایت استباج امام بخاری سے منقول ہے کہ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے والوں کی مثالیں بہت کم ہیں ان میں سے ایک اصحاب کہف بھی ہیں کہ ایک جماعت مرنے کے بعد مبعوث ہونے کی منکر تھی پس خدا نے ان کو زندہ کر کے منکرین پر حجت تمام کر دی تاکہ قیامت کی آمد پر ایمان پختہ ہو جائے۔

يَوْمًا - کہتے ہیں جب سوئے تھے تو صبح تھی اور جب جاگے تو عصر تھی اس لئے پہلے کہہ دیا کہ ایک دن پھر دیکھ کر کہا کہ دن کا کچھ حصہ اور اس جگانے یا دوبارہ زندہ کرنے کی مصلحت یہ تھی کہ وہ اپنے سونے کی مقدار اور اللہ کی عجیب حکمت دیکھ کر مزید معرفت حاصل کریں حدیث سابق میں حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ خدا نے اسرائیل کو سکھ دیا اور اس نے دوبارہ ان میں روح کو چھڑک دیا سورج کو چمکاتا دیکھ کر ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ ہائے ساری رات غفلت میں گذاردی اور عبادت بھی نہ کر سکے (اس روایت سے

بِرِزْقٍ مِّنْهُ وَلِيَتَلَطَّفَ وَلَا يَشْعِرَنَّ بِكُمْ أَحَدًا ۝۱۹ إِنَّهُمْ إِنْ يَظْهَرُوا

اس سے اور چوکتا رہے کہ تمہارا کسی کو پتہ نہ چل جائے اگر وہ تم پر غالب ہوئے تو

معلوم ہوتا ہے کہ وہ رات کو سوئے تھے پس قرآن میں یوم یا بعض یوم کا اطلاق مجازی ہوگا اور باہر جو دیکھا تو وہ چشمہ موجود نہ تھا اور نہ اس جگہ کے پھل دار درخت موجود تھے پس بھر حیرت میں ڈوب کر کہنے لگے کتنا عجیب ہے کہ ایک رات کے اندر اس قدر گہرے پانی کا چشمہ خشک ہو گیا اور درختوں کا نام و نشان تک نہ رہا۔

اُدْكِ طَعَامًا - تفسیر صافی میں بروایت محاسن امام محمد باقر و امام جعفر صادق علیہما السلام سے منقول ہے کہ اس سے مراد کھجور ہے ابن عباس کا قول ہے کہ مقصد یہ ہے کہ شہر میں چونکہ اکثر مجوسی و کافر لوگوں کی آبادی تھی اور تمھوڑے مومن بھی تھے جو ایمان کو چھپا کر رکھتے تھے پس یہ بات طے پائی کہ جو شخص جاٹے وہ پاکیزہ غذا تلاش کرے یعنی کسی مومن دوکاندار کا سماع لگائے اور اس سے خرید کر لائے تاکہ ذبیحہ اس کا حلال اور کھانا طاہر و طیب ہو۔ (مجمع البیان)

وَلِيَتَلَطَّفَ - کہتے ہیں تعداد حروف کے لحاظ سے یہ لفظ قرآن کا نصف ہے تاکہ پہلا نصف ختم اور لام سے دوسرا نصف

شروع ہوتا ہے۔ حدیث سابق میں حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام نے فرمایا کہ بیدار ہوتے ہی انہیں بھوک محسوس ہوتی اور ایک آدمی کو کھانا لانے کے لئے بھیجنے کی تجویز ہوتی۔ تمیلخانے کہا کہ میرے سوا کوئی بھی نہ جاٹے۔ پورا ہے سے کہا تم اپنا لباس مجھے دے دو تاکہ کوئی پہچان نہ سکے پس لباس تبدیل کر کے جانب شہر روانہ ہوا۔ اُسے ساری دنیا نئی معلوم ہونے لگی کہ نہ وہ نشانیاں تھیں اور نہ وہ راستے تھے جب شہر کے باہر پہنچا تو دروازے پر دیکھا کہ سبز رنگ کا علم لہرا رہا ہے جس پر زرد رنگ میں لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ عَيْسَى رَسُولَ اللَّهِ لکھا ہوا ہے پس علم کو آنکھوں سے لگایا اور دریائے حیرت میں ڈوب کر خیال کیا شاید میں عالم خواب میں کوئی شے دیکھ رہا ہوں اسی شمش و پتج میں بازار کی راہ لی۔ نانابائی کی دکان پر پہنچا اور اس سے پوچھا کہ تمہارے اس شہر کا نام کیا ہے۔

اس نے شہر کا نام افسوس بتایا تو اس نے بادشاہ کا نام پوچھا اس نے کہا کہ اس کا نام عبدالرحمن ہے کہنے لگا بھائی جان میرے جسم کو بھنجوڑو کیا میں خواب تو نہیں دیکھ رہا۔ نانابائی نے اس کی بات پر حیرت کرتے ہوئے کہا تو کیسا انسان ہے مجھ سے باتیں بھی کرتا ہے اور کہتا ہے کہ میں نیند میں ہوں۔ تمیلخانے اپنے نفس پر زور ڈال کر اپنے آپ کو سنبھالتے ہوئے بیب سے درہم نکال کر دکاندار کو طرف پھینکا اور اس سے روٹیاں طلب کیں۔ آپ نے فرمایا وہ ہمارے موجودہ سکنے کے لحاظ سے دس درہموں کے

وزن سے بھی زیادہ تھا۔ نانابائی نے وہ درہم دیکھتے ہی فرط حیرت سے تمیلخانے کے منہ کو ٹکنا شروع کیا پھر کہنے لگا اوجھلے مانس کیا تمہیں کوئی خزانہ ملا ہے؟ تمیلخانے جواب دیا خزانہ کیسے پرسوں میں نے اپنی کھجوریں بیچ کر یہ پیسے لئے تھے اور شہر چھوڑ کر سلا گیا تھا کیونکہ شہر دالے و قیائوس کی پرہا کرتے تھے۔ دکاندار یہ کلمات سن کر بگڑ گیا اور غصہ میں آکر کہنے لگا کھری کھری بات یہ ہے کہ خزانہ سے مجھے جتھے دو درہم حکومت میں رپورٹ کر کے تجھے گرفتار کرادوں گا تو تو ایک ایسے شرابی کا ذکر کرتا ہے جس نے ربوبیت کا دعویٰ کیا تھا اور تین سو برس سے زیادہ عرصہ اس کی موت کو ہونے کا ہے چنانچہ تو تو، میں میں، میں بات بڑھی اور نتیجہ یہ ہوا کہ وہ

عَلَيْكُمْ يَرْجِبُوكُمْ أَوْ يُعِيدُوكُمْ فِي مِلَّتِهِمْ وَلَنْ تُفْلِحُوا إِذَا

سنگسار کریں گے یا اپنے دین پر پھیر لیں گے اور پھر ہرگز کہیں بھی تمہیں چھٹکارا نہ

أَبَدًا ۝ وَعَدْنَا عَلَيْهِمْ لِيَعْلَمُوا أَنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ وَ

ملے گا اور اسی طرح ہم نے ان کو مطلع کیا ان پر تاکہ وہ جان لیں کہ اللہ کا وعدہ سچا ہے اور

أَنَّ السَّاعَةَ لَا رَيْبَ فِيهَا إِذ يَتَنَزَّعُونَ بَيْنَهُمْ أَمْرَهُمْ

تحقیق قیامت میں کوئی شک نہیں جب جھگڑتے تھے آپس میں بات پر پس

دکاندار اس کو پکڑ کر دربار شاہی میں لے آیا۔ بادشاہ نے باہر دربارت کیا تو انبانی نے کہا کہ اس کو خزانہ ملا ہے اور ماننا نہیں بادشاہ نے مزہبت نرمی و عنایت سے خطاب کرتے ہوئے کہا، اے جوان گھبرانے اور ڈرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ ہمارے پیغمبر حضرت عیسیٰ نے خزانوں سے غصہ وصول کرنے کا ہمیں حکم دیا ہے پس تم غصہ دے دو باقی خود استعمال کرو۔ تمہیں کاغذ کا لٹیرا کھینے لگا بادشاہ سچی بات تو یہ ہے کہ مجھے کوئی خزانہ نہیں ملا اور میں مسافر نہیں ہوں بلکہ اسی شہر میں سکونت رکھتا ہوں۔ بادشاہ نے آزمائش کے لئے کہا کہ اگر تو اس شہر کا باشندہ ہے تو اپنے ذاتی کاروں کے نام لو۔ اس نے نام گئے شروع کر دیئے اور کوئی ہزار نام گن ڈالے جن میں سے ایک کو بھی وہ نہ پہچان سکے۔ بادشاہ نے کہا ایسے ناموں کے لوگ یہاں نہیں ہیں۔ اچھا تم اپنا گھر دکھاؤ چنانچہ بادشاہ اور اچھی خاصی ایک جھیت ساتھ ہو گئی اور شہر کی ایک بہت بڑی عمارت کے دروازہ پر آ پہنچے اور کہا یہی میرا گھر ہے۔ چنانچہ وہی باب کھلیا گیا اور ایک بڑا بوڑھا آدمی جس کے ابرو آنکھوں پر گر چکے تھے نکل آیا۔ بادشاہ نے کہا اے بوڑھے میاں! تجھے عجیب بات ہم سنائے ہیں یہ جوان دعویٰ کرتا ہے کہ یہ گھر میرا ہے بوڑھے نے بڑھ کر پوچھا تیرا نام کیا ہے تو اس نے جواب دیا۔ تمہیں بن قسطنطین۔ پس بوڑھے نے پہچانا اور قدموں پر گر کر بوسہ دیتے ہوئے کہنے لگا، خدا کی قسم یہ میرا داد ہے۔ بادشاہ کہنے لگا پھر یہ ان بچے آدمیوں میں سے ہے جو دنیاؤں کے تشدد سے بھاگ کر روپوش ہو گئے تھے پس اس کی تعظیم میں گھوڑے سے اترا اور لوگوں نے اس کے ہاتھوں اور پاؤں کے بوسے لینے شروع کئے پس اس نے اپنے ساتھیوں کا حال بھی بتایا اور بادشاہ سمیت سب ان کی طرف روانہ ہوئے

أَعْتَدْنَا۔ یعنی ہم نے ان کو سلایا پھر اٹھایا اور اسی طرح لوگوں کو ان کے حالات سے مطلع کیا۔ مجمع البیان میں ہے کہ کافر بادشاہ جب ان کا تعاقب کر کے غار کے دروازہ پر پہنچا تھا تو اس نے بطور سزا کے دروازہ کو بند کر دیا تھا کہ وہ جھوک پیاس سے مر جائے اور یہ غار ان کی قبر بن جائے گی اور وہ ان کو زندہ سمجھتا تھا۔ پھر زمانہ بدلا حکومتوں نے پٹا کھایا اور دو مومنوں نے ان کے نام اور واقعہ کو ایک سیسے کی تختی پر لکھ کر ایک تانبے کے صندوق میں بند کیا اور اس صندوق کو دیوار میں چھپا کر رکھ دیا جو غار کے دروازہ پر بنائی گئی بہر کیف انقلاب زمانہ سے ایک نیک طینت بادشاہ کو اقتدار ملا اس وقت لوگوں میں مذہبی طور پر کافی انتشار تھا کچھ مومن تھے جو حشر و نشر

فَقَالُوا ابْنُوا عَلَيْهِم بُنْيَانًا ۗ رَبُّهُمْ أَعْلَمُ بِهِمْ ۚ قَالَ الَّذِينَ غَلَبُوا

کہنے لگے تعمیر کرو ان کے آگے دیوار، ان کا رب ان کو اچھا جانتا ہے کہا ان لوگوں نے جو اپنے

عَلَىٰ أَمْرِهِمْ لَنَتَّخِذَنَّ عَلَيْهِم مَّسْجِدًا ﴿۲۱﴾ سَيَقُولُونَ ثَلَاثَةٌ رَّاغِبُونَ

معاصلہ میں غالب تھے ہم بنائیں گے ان کے آگے مسجد کچھ کہتے ہیں تین ہیں چوتھا کتاب ہے

کے قائل تھے اور کچھ منکر و کافر تھے۔ بادشاہ نے گڑگڑا کر درگاہ ربوبیت میں التجا کی اسے پانے والے تو کوئی ایسی نشانی بھیج جس سے واضح طور پر شر و نشر کے عقیدے کی صداقت معلوم ہو سکے چنانچہ خدا نے ایک شخص کے دل میں یہ بات ڈال دی کہ اس دیوار کو گرائے جو غار کے دروازے پر ہے اور وہاں اپنی بکریوں کے لئے ایک احاطہ تعمیر کرے چنانچہ اس نے دیوار گرا دی اور خدا نے ان کو نیند سے جگایا اور ان میں سے ایک آدمی روٹی لینے کو شہر میں آیا اور بادشاہ تک اطلاع پہنچ گئی اور وہ غار کے دروازے تک پہنچ گیا۔

لِيَعْلَمُوا - گویا اس نیک دل بادشاہ کی دعا مستجاب ہوئی۔ اور ان کو موقع دیا گیا تاکہ جان لیں کہ اللہ کی طرف سے ثواب و عقاب اور شر و نشر کا وعدہ سچا ہے اور قیامت کے آنے میں کوئی شک نہیں کیونکہ جو خدا اتنی بسی مدت پسند آدمیوں کو سزا کر سکتا ہے۔ یا مار کر جلا سکتا ہے وہ سب پر بھی قادر ہے۔ پس اس زمانہ میں جو شر و نشر کا جھگڑا اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ اصحاب کہف کے ذریعے سے خدا نے ان کو صحیح نقطہ نظر سمجھنے کا موقع دے دیا۔

إذِئْتَنَّا زَعْمُونَ - مجمع البیان میں ہے جب بادشاہ لوگوں کو لے کر مزید حالات کی دریافت کے لئے وہاں پہنچا اور ان سے خطاب کرنا چاہا تو وہ پھر مر کر سو گئے۔ بادشاہ اس تعجب ناک حادثہ سے حیرت زدہ ہوا۔ اور وہاں یہ اختلاف پیدا ہو گیا کہ ان کی حفاظت کے لئے کونسا انتظام کیا جائے؛ بعضوں نے کہا کہ باہر سے ایک دیوار کھڑی کر دی جائے اور غالب جماعت یعنی بادشاہ اور اس کے ہمنواؤں نے مسجد تعمیر کرنے کا فیصلہ کیا۔

رَبُّهُمْ أَعْلَمُ - یعنی کہنے لگے کہ اس سقیقت کو خدا بہتر جانتا ہے کہ وہ مردہ ہیں یا زندہ ہیں۔

سَيَقُولُونَ - یعنی یہود و نصاریٰ کے اقوال اس بارے میں حقیقت میں کوئی کچھ کہتا ہے اور کوئی کچھ کہتا ہے یہ سب ربم غیب کی خبریں ہیں اور حقیقی علم اللہ کو ہے اور تھوڑے آدمی ہیں جن کو اسلی تعداد کا صحیح علم ہے۔

تفسیر مجمع البیان میں ہے جب نصاریٰ نجران کا وفد آیا اور اصحاب کہف کا ذکر چلا تو یعقوب فرقتے نے کہا تین ہیں چوتھا کتاب ہے۔ نسطوریہ فرقتے نے کہا پانچ ہیں چھٹا کتاب ہے اور مسلمان کہتے تھے وہ سات ہیں آٹھواں کتاب ہے۔

مِرَاءً ظَاهِرًا - یعنی آپ ان کے ساتھ اس حد تک بات کریں جو ہم نے ظاہر کر دی ہے چونکہ یہودی جھگڑا کرتے تھے تو تجانس کا لحاظ رکھتے ہوئے سنور کی لاف جھگڑے کا لفظ منسوب کر دیا گیا۔ یہ کہ ظاہری طور پر ان کے ماتھے مکالمہ کرتے رہتا کہ وہ آپ کو جہالت کے ساتھ متہم نہ کریں ورنہ حقیقت حال کو تو خدا ہی بہتر جانتا ہے اور حکم ہوا کہ تم اس بارے میں ان سے رائے

كَلْبَهُمْ وَيَقُولُونَ خَسَةً سَادِسَهُمْ كَلْبَهُمْ رَجْمًا بِالْغَيْبِ

اور کچھ کہتے ہیں پانچ ہیں چٹا کتا ہے یہی اندازے سے اور

وَيَقُولُونَ سَبْعَةً وَثَامِنَهُمْ كَلْبَهُمْ قُلْ رَبِّي أَعْلَمُ بِعَدَّتِهِمْ

کچھ کہتے ہیں سات ہیں اور آٹھواں کتا ہے کہ دو میرا رب خوب جانتا ہے ان

مَا يَعْلَمُهُمْ إِلَّا قَلِيلٌ ۗ فَلَا تَمَارِقِيهِمُ الْأِمْرَاءَ ظَاهِرًا وَلَا

کی تعداد کو ان کو نہیں جانتے مگر تھوڑے پس نہ جھگڑو ان کے متعلق مگر ظاہری طور پر اور نہ

طلب نہ کرو اور سابق حدیث میں حضرت امیر المومنین نے فرمایا کہ بادشاہ و رعایا تمیلینا کے ہمراہ دروازہ غار کے قریب پہنچے تو تمیلینا نے کہا تم سب رُک جاؤ کیونکہ گھوڑوں کی ٹاپوں کی آواز سن کر میرے ساتھی و قیادوس کی فوج کے خیالی سے گھبرانے لگی۔ پہلے میں ان کو حقیقت سے مطلع کر لوں پنا نچو وہ اندر آیا تو سب اٹھ کر اُسے گئے اور اس کی سلامتی پر شکر نداء بجلائے۔ تمیلینا نے پوچھا تمہارا کی خیالی ہے کہ ہم یہاں کتنی دیر ٹھہرے ہیں کہنے لگے ایک دن یا اس کا بعض حصہ تو تمیلینا نے بتایا کہ ہم یہاں تین سو نو برس سوچکے ہیں۔ و قیادوس مر گیا اور صدیاں گزر گئیں اسے مومن بادشاہ اپنی رعایا سمیت غار کے دروازہ کے قریب آئے ہوئے ہیں کہنے لگے اے تمیلینا اب ہم کو لوگوں کے لئے فتنہ نہیں بننا چاہیے پس خشوع و خضوع کے ساتھ دعا کر دو خدا ہمیں پہلی حالت کی طرح سلا دے۔ پنا نچو سب نے دعا کے اٹے ہاتھ بلند کئے پس دوبارہ ان کی روں قبض کر لی گئی اور وہ سو گئے۔ اور قدرت خداوندی سے غار کا دروازہ بند ہو گیا۔ پس کسی کو اندر جانے کے لئے راستہ بیسر نہ ہو سکا اور مسلمان بادشاہ نے دروازہ غار پر مسجد تعمیر کرا دی۔

تفسیر مجمع البیان میں اصحاب کہف کے نام یہ ہیں۔

مکملینا، تمیلینا، مرطوس، نینونس، سارینونس، درونوس، اور کثو طینونس (چرواہا)

رکوع نمبر ۱۶۔

وَلَا تَقُولُوا ۙ حُضُورًا لِّمَنْ هُوَ بِهٖمْ ۙ قُلْ رَبِّي أَعْلَمُ بِمَا تَعْمَلُونَ

اور تفسیر مجمع البیان میں ہے کہ قبضہ اصحاب کہف اور ذوالعترین کے بارے میں جب آپ سے سوال کیا گیا تو آپ نے

فرمایا میں کل بتاؤں گا اور انشاء اللہ نہ کہا پس وحی رک گئی (جیسا کہ سورہ کہف کے شان نزول کے بیان میں مذکور ہو چکا ہے۔)

وَأَذْكُرُ لَكُمْ ۙ مَقْصِدِي هِيَ ۙ قُلْ رَبِّي أَعْلَمُ بِمَا تَعْمَلُونَ

جس بگہ یار آبلے فوراً کہہ دینا چاہیے انشاء اللہ اور اہل بیت، عصمت کی طرف سے روایات متواترہ وارد ہیں کہ جب کسی کام

تَسْتَفْتِيهِمْ فِيهِمْ مِنْهُمْ أَحَدًا ۲۲ ﴿۲۲﴾ وَلَا تَقُولَنَّ لِشَايٍ إِنِّي فَاعِلٌ

رائے طلب کرو ان کے متعلق ان میں کسی سے اور نہ کہو کسی شئی کے لئے کہ میں یہ کل

ذَلِكَ عَدَا ۲۳ ﴿۲۳﴾ إِلَّا أَنْ يَشَاءَ اللَّهُ ۚ وَاذْكُرْ رَبَّكَ إِذَا نَسِيتَ

کروں گا مگر یہ کہ چاہے اللہ اور اپنے رب کو یاد کرو اگر بھول جاؤ

وَقُلْ عَسَى أَنْ يَهْدِيَنَّ رَبِّي لِأَقْرَبٍ مِنْ هَذَا ارشادًا ۲۴ ﴿۲۴﴾

اور کہو امید ہے کہ عطا کرے گا مجھے اپنا رب نشانی جو اس سے بھی زیادہ قریب ہدایت ہوگی

وَلَبِثُوا فِي كَهْفِهِمْ ثَلَاثَ مِائَةٍ سِنِينَ وَازْدَادُوا تِسْعًا ۲۵ ﴿۲۵﴾

اور ٹھہرے وہ غار میں تین سو سال اور علاوہ نو سال

کیلئے حلف اٹھایا جائے اور مشیت پروردگار کا استشاد بھول جائے تو جب بھی یاد آجائے زبان پر باری کر لینا چاہیے۔ یعنی انشاء اللہ کہہ دے۔

وَقُلْ عَسَىٰ - یعنی اصحاب کہف کا قصہ بھی ہدایت کا داعی ہے لیکن کہہ دو کہ خدا مجھے ایسی دلیلیں اور معجزات و آیات عطا فرمائے گا جو اس قصہ سے بھی ہدایت خلق کے لئے زیادہ موثر اور قابل قبول ہوں گی۔

تفسیر صافی میں روایت المواقظین سے روایت امام جعفر صادق علیہ السلام مروی ہے کہ حضرت قائم آل محمد کے ہمراہ آادی ہوں گے۔ پندرہ آدی موسیٰ کی قوم سے سات اصحاب کہف اور یوشع بن نون سلمان البوہانہ انصاری مقدار اور مالک اشتر اور یہی آپ کے انصار ہوں گے۔

اقول۔ جن روایات میں اصحاب بدر کی تعداد دیا چالیسی کا ہونا مذکور ہے ممکن ہے وہ ان کے علاوہ ہوں۔ واللہ اعلم
وَلَبِثُوا - تفسیر مجمع البیان میں منقول ہے ایک یہودی نے حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام سے سوال کیا کہ اصحاب کہف کتنی مدت ٹھہرے رہے تو آپ نے فرمایا تین سو نو برس ٹھہرے۔ یہودی نے عرض کی کہ ہماری کتابوں میں پورے تین سو برس لکھے ہوئے ہیں تو آپ نے فرمایا وہ شمسی حساب ہے اور میں نے قمری حساب بتایا ہے۔ کیونکہ ہر سو سال شمسی کے ساتھ تین سال قمری زیادہ ہوجاتے ہیں۔ پس جب شمسی تین سو ہوں گے تو قمری یقیناً تین سو نو ہوجائیں گے۔

الْبَصْرِيَّة ۲۵ - یہ دونوں فعل تعجب کے لئے ہیں بوزیادتی و عظمت پر دلالت کرنے ہیں یعنی کس قدر وہ بعیر اور سبع ذات ہے
وَاصْبِرْ نَفْسَكَ ۲۶ - تفسیر مجمع البیان میں ہے کہ یہ آیت سلمان البوذرہ صیب عمار اور جناب وغیرہ اصحاب کہف میں ازی ہے بوزیادتی و عظمت کے لوگ تھے۔ اور عین بن عیین اور اس کے ساتھی حضور کے

غریب سے ہمدردی

قُلْ اللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا لَبِثُوا ۚ لَهٗ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۗ ط

کہہ دے کہ اللہ خوب جانتا ہے جتنا ٹھہرے اس کے لئے ہے آسمانوں اور زمین کا غیب

اَبۡصِرۡ بِهٖ وَاَسۡمِعۡ ۗ مَا لَهُمۡ مِّنۡ دُوۡنِهٖ مِنۡ وَّلِيٍّ وَّلَاۤ اِشۡرَکٍ ۗ

وہ کتنا بصیر اور سمیع ہے نہیں ان کے لئے اس کے سوا کوئی ولی اور نہیں شریک کرتا

فِيۡ حُكۡمِهٖ اَحۡدًا ۙ ﴿۲۶﴾ وَاَثَلۡ مَا اُوۡحِيَ اِلَيْكَ مِّنۡ كِتٰبِ رَبِّكَ ۗ ط

اپنے حکم میں کسی کو اور پڑھ جو وحی کی گئی تیری طرف تیرے رب کی کتاب سے

لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ ۗ وَلٰكُنۡ تَجِدُ مِّنۡ دُوۡنِهٖ مُّلتَحَدًا ۙ ﴿۲۷﴾ وَا

کوئی تبدیلی کرنے والا نہیں اس کے کلمات کو اور ہرگز نہ پاؤ گے اس کے سوا کوئی جابٹے پناہ اور

اَصۡبِرۡ نَفۡسَکَ مَعَ الَّذِیۡنَ یَدۡعُوۡنَ رَبَّهُمۡ بِالۡغَدٰوَةِ وَالۡعِشَیِّ

رد کو اپنے نفس کو ساتھ ان لوگوں کے جو پکارتے ہیں اپنے رب کو صبح اور شام

یُرِیۡدُوۡنَ وَجۡهَہٗ ۗ وَلَا تَعۡدُ عِیۡنَکَ عَنْہُمۡ ۗ تُرِیۡدُ زِیۡنَةَ الْحَیٰوَةِ

چاہتے ہیں اس کی رضا اور نہ ہٹاؤ اپنی آنکھیں ان سے کہ چاہو زینت زندگی دنیا کی

الدُّنۡیَا ۗ وَلَا تَطۡعُ مَنۡ اَغۡفَلۡنَا قَلۡبَہٗ عَنۡ ذِکۡرِنَا ۗ وَاتَّبَعۡ هَوٰیہٗ ۗ وَا

اور نہ اطاعت کر اس کی جس کا دل ہم سے ذکر سے غافل ہے اور وہ اتباع کرتا ہے خواہش کی اور

پاس آئے تو یہ غریب صحابی بھی موجود تھے جن کے مجھے ادنیٰ تھے وہ کہنے لگے **سَنُوْرًا** ہمیں ان لوگوں سے بدبو آتی ہے آپ ان کو دور کر دیا کریں تو ہم بھی آپ کی صحبت سے فیضیاب ہو سکیں گے اور تفسیر برہان میں ہے کہ اس دن سخت گرمی تھی اور سلمان کے پاس ایک ہی ادنیٰ چادر تھی جس میں روٹی بھی بانڈھا تھا اور پہنٹا بھی تھا اور گرمی کی وجہ سے سلمان کو پسینہ آیا پٹو اتھا اور وہ چادر شرابور ہوئی تھی پس عینہ کہنے لگا، جب تک ہم آپ کے پاس بیٹھے رہیں ان لوگوں کو نکال دیا کیجئے۔ پس یہ آیت اتری اور بردایت مجمع البیان آپ ان غریبوں کو ڈھونڈتے پھرتے کہ کہاں ہیں؟ دیکھا تو مسجد کے آئینے میں سب سے پیچھے ذکر خدا میں مشغول تھے آپ کی زبان دُشّا سے یہ کلمات جاری ہوئے اس اندکاسد ہے جس نے مرنے سے پہلے مجھے یہ حکم دے دیا کہ میں امت کے ان آدمیوں کے ساتھ

كَانَ امْرُءًا فُرْطًا ۱۸ وَقِيلَ الْحَقُّ مِنْ رَبِّكُمْ فَمَنْ شَاءَ فَلْيُؤْمِنْ

اس کی عادت تجاوز کرنا ہے اور کہہ دو کہ حق تمہارے رب کی طرف سے ہے جو چاہے ایمان لائے اور جو

وَمَنْ شَاءَ فَلْيُكْفُرْ اِنَّا اَعْتَدْنَا لِلظَّالِمِينَ نَارًا اَحَاطَ بِهَمُ سُرُودًا

چاہے کفر کرے۔ تحقیق ہم نے تیار کیا ہے ظالموں کے لئے دوزخ کہ ان کو گھیرے گی اس کی فصیل

وَ اِنْ يَسْتَعِثُّوْا يَغَاثُوْا بِمَاءٍ كَالْمُهْلِ يَشْوِي الْوُجُوْهَ ط بِلْسٍ

اور اگر فریاد کریں گے تو دیا جائے گا ان کو پانی پگھلی ہوئی دھاتوں کی طرح جو جلادے گا چہروں کو بڑا

الشَّرَابِ ط وَسَاءَتْ مُرْتَفَقًا ۱۹ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ

پینا ہے اور بڑی رہائش ہے تحقیق جو لوگ ایمان لائے اور نیک کام کئے

اِنَّا لَا نَضِيْعُ اَجْرَ مَنْ اَحْسَنَ عَمَلًا ۲۰ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ جَنٰتٌ

ہم نہیں ضائع کرتے اجر اس کا جو نیک کام کرے ان کے لئے ہمیشہ باغات ہیں

عَدْنٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ يُجَلُّوْنَ فِيْهَا مِنْ اَسَاوِرَ

کہ ان کے نیچے نہریں جاری ہوں گی آراستہ کئے جائیں گے سونے کے کنگنوں سے

مِنْ ذَهَبٍ وَيَلْبَسُوْنَ ثِيَابًا خَضْرًا مِّنْ سُنْدُسٍ وَّ اِسْتَبْرَقٍ

اور پہنیں گے اطلس اور دیبا کے سبز لباس آرام سے

رہوں اور اپنے نفس کو اس پر رضامند رکھوں پس میرا مرنا اور جینا تمہارے ہی ساتھ ہے۔

چونکہ امراء طبقہ کے لئے غریبہ کا ایمان اور ان کا صحبت پیغمبر میں بیٹھنا ناگوار تھا بنا بریں قرآن
امراء طبقہ کو نصیحتیں مجید میں امراء کی نصیحت کے لئے کئی انداز اختیار کئے گئے ہیں، اتمام حجت، راہ جنت کی

پیش کش اور جہنم کی تہدید چنانچہ فرماتا ہے۔

وَقِيلَ الْحَقُّ - یعنی امیر طبقہ کے لوگوں سے کہہ دیجئے کہ حق اللہ کی جانب سے واضح ہو چکا ہے اگر چاہو تو اسے قبول کر لو
اگر نہ چاہو تو بے شک شکر اور غریب طبقہ سے بیرکھنے کی کیا ضرورت ہے خدا کا دین ہر ایک کے لئے ہے اور اس کے
نزدیک عزت دار وہی ہے جو اس کے دین کی پاس کرے خواہ امیر ہو یا غریب۔

مُتَّكِنِينَ فِيهَا عَلَى الْأَرَائِكِ نِعْمَ الثَّوَابُ وَحَسُنَتْ مَرْفَعَاتُكُمْ ۝۳۱

بیٹھیں گے اس میں نیچے لگا کر اچھے بدلہ ہے اور اچھی رہائش ہے

وَاضْرِبْ لَهُم مَّثَلًا رَجُلَيْنِ جَعَلْنَا لِأَحَدِهِمَا جَنَّتَيْنِ مِنْ أَعْنَابٍ وَ

اور سناؤ ان کو مثال دو شخصوں کی کہ دینے ہم نے ایک کو دو باغ انگوروں کے اور

حَفَفْنَاهُمَا بِنَخْلٍ وَجَعَلْنَا بَيْنَهُمَا زُرْعًا ۝۳۲ كَلَّا الْجَنَّتَيْنِ اتَتْهُمَا

گھیرا ان کو کھجوروں کے ساتھ اور ان کے درمیان کھیتی بھی تھی دونو باغوں نے اپنا پورا پھل نکالا

وَلَمْ تَظْلِمْ مِنْهُ شَيْئًا لَّا وَفَجَرْنَا بِهَا نَهْرًا ۝۳۳ وَكَانَ لَهُ ثَمَرٌ فَقَالَ

اور نہ کم کیا اس سے کچھ بھی اور ہم نے بہا دی ان دونو کے درمیان نہر اور تھا اس کے لئے اور پھل بھی (ان کے علاوہ)

لِلظَّالِمِينَ - امام محمد باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ ظلم تین قسم کے ہیں (۱) وہ ظلم جو قابل بخشش نہیں (۲) وہ ظلم جو بخشا جا سکے گا۔ (۳) وہ ظلم جو نہ چھوڑا جائے گا۔ پہلا ناقابل مغفرت ظلم تو ہے شرک اور دوسرا قابل بخشش ظلم ہے اپنے نفس پر زیادتی کرنا اور تیسرا حقوق العباد کا ظلم ہے جو معاف نہ کیا جائے گا جب تک صاحب حق راضی نہ ہو۔

سَوَادِقُهَا - آگ کی دیوار جو ان کا احاطہ کرے گی اور بعض نے اس سے مراد دھواں لیا ہے۔
كَالْمُهْلِ - مہل کے کئی معانی کئے گئے ہیں ۱۱، پگھلی ہوئی دھاتیں سکھ پتلی تانبہ وغیرہ (۱۲) تیل کا تھپٹ (۱۳) پیپ اور خون وغیرہ
يَشْوِي الْوُجُوهُ - یعنی وہ اس قدر گرم ہوگا کہ جب یہ لوگ پانی پینے کو طلب کریں گے تو یہ اُن کے منہ میں ڈالا جائے گا جس سے ان کے منہ جھلس جائیں گے اور پیٹ کے اندر بھی آگ کی سی جلن پیدا ہو جائے گی۔

رکوع نمبر ۱۷

وَاضْرِبْ - جنت کے انعام اور دوزخ کی تہدید کے بعد تیسرا طریقہ ایک عام
تیسرا طریقہ درس آموز مثال

کا خوف کریں اور انقلاب زمانہ کے تقاضوں سے سبق سیکھیں ایک دولت مند آدمی مر گیا۔ اس کے دو لڑکے تھے انہوں نے برابر برابر ورثہ تقسیم کیا ایک مومن تھا اس نے اپنے پیسہ کو اخروی نیک کاموں میں لگا دیا اور صابر و شاکر رہا لیکن دوسرے نے جاہل دینا لی۔ چنانچہ دو باغوں کے علاوہ کھیتی باڑی کا سلسلہ بھی شروع کیا جس کا قرآن ذکر کر رہا ہے

كَانَ لَهُ ثَمَرٌ - یعنی ان باغوں کی آمدنی کے علاوہ بھی اس کے پاس غلہ یا پھل یا پیسہ موجود تھا اور ساتھ افراد نازان بھی زیادہ
ظَالِمٌ لِّنَفْسِهِ - یعنی وہ کافر اور مشرک تھا۔ ۹۷

لِصَاحِبِهِ وَهُوَ يُحَاوِرُهُ أَنَا أَكْثَرُ مِنْكَ مَالًا وَأَعَزُّ نَفَرًا ﴿۳۲﴾ وَدَخَلَ جَنَّتَهُ

تو ساتھی کو کہنے لگا کہ وہ اس سے باتیں کر رہا تھا میں تجھ سے مال اور قبیلے کے اعتبار سے بڑا ہوں اور اپنے باغ میں

وَهُوَ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهِ قَالَ مَا أَظُنُّ أَنْ تَبِيدَ هَذِهِ أَبَدًا ﴿۳۵﴾ وَمَا أَظُنُّ

داحل ہوا کہ وہ اپنے نفس کا ظالم تھا کہنے لگا میرا خیال نہیں کہ یہ برباد ہو جائے کسی اور نہ میں یہ خیال

السَّاعَةَ قَائِمَةً ۚ وَلَئِنْ رُدُّدْتُ إِلَىٰ رَبِّي لَأَجِدَنَّ خَيْرًا مِنْهَا مُنْقَلَبًا ﴿۳۶﴾

کرتا ہوں کہ قیامت قائم ہوگی اور اگر بالفرض پلٹا جاؤں گا طوف اپنے رب کے تو پاؤں گا اس سے بھی اچھی بازگشت

قَالَ لَهُ صَاحِبُهُ وَهُوَ يُحَاوِرُهُ أَكَفَرْتَ بِالَّذِي خَلَقَكَ مِنْ تُرَابٍ

اس کو ساتھی نے کہا جو اس سے باتیں کرتا تھا کیا تو نے انکار کیا ہے اس کا جس نے تجھے مٹی سے پیدا کیا ہے

ثُمَّ مِنْ لُطْفَةٍ ثُمَّ سَوَّكَ رَجُلًا ﴿۳۷﴾ لَكِنَّا هُوَ اللَّهُ رَبِّي وَلَا أُشْرِكُ

پھر لطف سے پھر تجھے درست مرد بنایا (لیکن میں دکھتا ہوں) اللہ میرا رب ہے اور نہیں

بِرَبِّي أَحَدًا ﴿۳۸﴾ وَلَوْلَا إِذْ دَخَلْتَ جَنَّتَكَ قُلْتَ مَا شَاءَ اللَّهُ لَا قُوَّةَ

شریک کرتا اپنے رب کا کسی کو اور تو نے کیوں نہیں کہا جب اپنے باغ میں گیا (ما شاء الله لا قوة الا بالله)

إِلَّا بِاللَّهِ إِنْ تَرَىٰ أَنَا أَقَلَّ مِنْكَ مَالًا وَوَلَدًا ﴿۳۹﴾ فَعَسَىٰ رَبِّي أَنْ

اگر تو دیکھتا ہے مجھے کہ مال اور اولاد میں تجھ سے کمزور ہوں شاید خدا مجھے عطا

مَا أَظُنُّ ۚ - یعنی میری طاقت نہیں کہ تازلیست اس آمدنی اور دولت کو ختم کر سکوں یا یہ کہ میرا یہ بخت و اقبال قابلِ زوال نہیں

لَئِنْ رُدُّدْتُ ۚ - گو یا وہ ساتھی اس کو قیامت کے قیام سے ڈرایا کرتا تھا لیکن اس کا خیال یہ تھا کہ اول تو قیامت نہ

آئے گی لیکن بالفرض آ بھی گئی تو جس طرح اس دنیا میں خدا نے مجھے نعمات دے رکھی ہیں وہاں وہ مجھ سے بھی زیادہ

سے گایک دایت میں ہے کہ دونوں بھائی نہیں تھے بلکہ ہمسائے تھے، ایک مالدار تھا اور دوسرا فقیر تھا۔

بروایت اختصاص مفید حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے جب حضرت علیؑ کو مجبور کر کے بیعت کے

لئے چلے تو آپ نے قہر پیغمبر کو دیکھ کر یہ آیت پڑھی يَا أَيُّهَا الْعَمْرَأَاتُ الْقَوْمِ اسْتَضعفوني - الخ جس طرح حضرت

بارون نے حضرت موسیٰ سے قوم کا شکوہ کیا تھا کہ انہوں نے مجھے کمزور سمجھا ہے اور میرے قتل کے درپے ہوئے ہیں۔

يُؤْتِينَ خَيْرًا مِّنْ جَنَّتِكَ وَيُرْسِلَ عَلَيْهَا حُسْبَانًا مِّنَ السَّمَاءِ

کر دے بہتر تیرے باغ سے اور بھیج دے اس پر آگ آسمان سے پس

فَتُصَبِّحُ صَعِيدًا زَلَقًا ۝۴۰ أَوْ يُصْبِحُ مَا وَهَا غُورًا فَلَنْ تَسْتَطِيعَ

ہو جائے مٹی پھسلنی یا ہو جائے اس کا پانی خشک تو تمہیں ہرگز طاقت نہیں اس

لَهُ طَلَبًا ۝۴۱ وَأَحِيطَ بِشِرِّهِ فَأَصْبَحَ يُقَلِّبُ كَفَّيْهِ عَلَىٰ مَا أَنفَقَ

کو تلاش کر لانے کی اور چننا بچھلا کر ہلاک کیا گیا اس کا پھل تو وہ دونوں ہاتھ ملت تھا اس پر جو خرچ کر چکا تھا

پس رسول کی قبر سے ہاتھ نکلا اور وہ پہچانتے تھے کہ رسول کا ہاتھ ہے اور آواز بھی سنائی دی کہ سب نے پہچانی کہ یہ رسول کی آواز ہے فرمایا: يَا هَذَا أَكْفَرْتِ يَا لَذِي خَلَقَكَ مِنْ تُرَابٍ - الخ۔

لَكِنَّا - اصل میں لیکن انا تھا ہمزہ کو گر کر نون کو نون ادغام کر دیا گیا۔

کو لایا۔ غریب نے اس کو یہ مشورہ دیا کہ دولت پر ناز کرنے کی بجائے ماشاء اللہ لٹ پڑھا کرو لیکن وہ نہ مانا پس نتیجہ یہ ہوا کہ اس کا سب کچھ تباہ ہو گیا اور اس کے پاس سوائے کف انسوس ملنے کے اور کچھ نہ رہا۔

تفسیر برہان میں بروایت ابن بابویہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ مجھے تعجب ہے اس شخص سے جو چار چیزوں سے

گھبراتا ہے وہ چار چیزوں پر عمل کیوں نہیں کرتا (۱) مجھے تعجب ہے جو کسی کے خوت سے گھبراتا ہے وہ حسبنا اللہ و نعمہ اللوکیل کیوں نہیں پڑھتا حالانکہ خدا اس کے بعد فرماتا ہے فَاثْقَلُوا بِنِعْمَةِ اللَّهِ وَفَضْلِ لَحْمِ كَيْسَنَهُمْ سُوءٌ۔

(۲) جو غمزدہ ہوتا ہے وہ کیوں نہیں پڑھتا لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ سُبْحَانَكَ إِنِّي كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِينَ۔ کیونکہ اس کے بعد خدا فرماتا ہے فَاسْتَجِبْنَا لَهُ وَنَجَّيْنَاهُ مِنَ الْعَمَةِ الخ۔ (۳) جس کے ساتھ دھوکا فریب کیا جائے وہ کیوں نہیں پڑھتا

وَأُقْوِضْ أَمْرِي إِلَى اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ بَصِيرٌ بِالْعِبَادِ کیوں کہ اس کے بعد خدا فرماتا ہے فَوَقَاهُ اللَّهُ سَيِّئَاتِ مَا مَكَرُوا (۴) جو شخص دنیا اور اس کی زینت چاہتا ہے وہ کیوں نہیں پڑھتا مَا شَاءَ اللَّهُ وَلاَ قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ کیونکہ اس کے بعد خدا فرماتا

يَسْئَلُ رَبِّي أَنْ يُوْتِيَنِي خَيْرًا مِّنْ جَنَّتِكَ الخ۔

حُسْبَانًا۔ اس کا مادہ حساب ہے۔ یہاں مراد عذاب ہے۔

زَلَقًا۔ وہ مٹی جس سے پاؤں پھسلے۔

وَأَحِيطَ۔ یعنی امیر نے غریب کی بات پر کان نہ دھرا اور نتیجہ میں اس کا سارا باغ تباہ و برباد ہو گیا۔ یہ قصہ امراء کے لئے بلکہ ہر صاحب نعمت کے لئے باعث عبرت و نصیحت ہے۔

فِيهَا وَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلَى عُرُوشِهَا وَيَقُولُ يَلَيْتَنِي لَمْ أُشْرِكْ بِرَبِّي أَحَدًا ﴿٢١﴾

اور دو گرچے تھے اپنی چھتوں سمیت اور وہ کہتا تھا کاش میں نہ شریک کرتا اپنے رب کے ساتھ کسی کو

وَلَمْ تَكُن لَّهُ فِتْنَةٌ يَنْصُرُونَكَ مِنْ دُونِ اللَّهِ وَمَا كَانَ مُنتَصِرًا ﴿٢٢﴾

اور نہ تھا اس کا کوئی گروہ جو اس کی مدد کریں اللہ کے بغیر اور نہ وہ بدلہ لینے والا ہوا

هُنَالِكَ الْوَلَايَةُ لِلَّهِ الْحَقِّ هُوَ خَيْرٌ ثَوَابًا وَخَيْرٌ عُقْبًا ﴿٢٣﴾ وَأَضْرِبْ لَهُمْ

اس جگہ حکومت اللہ کے لئے ہے جو حق ہے وہی اچھا ہے بدلہ کیلئے اور خوب انجام کے اعتبار سے اور بیان کرو ان سے مثال

مَثَلِ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا كَمَاءٍ أَنْزَلْنَاهُ مِنَ السَّمَاءِ فَاخْتَلَطَ بِهِ نَبَاتُ الْأَرْضِ

زندگی دنیا کی مثل بارش کے ہے جو نازل کی ہم نے آسمان سے پس گھنی اُگے اس کے ذریعے سے انگری زمین

فَأَصْبَحَ هَشِيمًا تَذْرُوهُ الرِّيحُ وَكَانَ اللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ مُّقْتَدِرًا ﴿٢٤﴾

کی پھد ایک وقت کے بعد ہو گئی بھوسہ جس کو اڑا دیا ہواؤں نے اور اللہ ہر شے پر قدرت رکھنے والا ہے

الْمَالُ وَالْبَنُونَ زِينَةُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَالْبَقِيَّةُ الصَّالِحَةُ خَيْرٌ عِنْدَ

مال اور اولاد تزینت ہیں زندگی دنیا کی اور باقی رہنے والی نیکیاں خوب ہیں

رکوع نمبر ۱۸۔

وَأَضْرِبْ - یہ امر اطمینان کو سمجھانے کے لئے جو تعاطف لیتا ہے کہ اس سے زندگی دنیا کی مثال بارش کے پانی کی طرح ہے جس طرح

بارش سے پانی کی سبزیاں خوب اُگتی ہیں اور ایک وقت تک زمین کے لئے باعث رونق بنتی ہیں لیکن ایک وقت کے بعد خشک ہو کر

گل سڑ جاتی ہیں اور بھوسے کی طرح ہوا ان کو فضا میں بکھیر دیا کرتی ہے اسی طرح دنیاوی بخت و اقبال انسان کے لئے ایک عارضی

رونق ہے اور اس کا انجام بھی وہی فنا ہے پھر مرنے کے بعد امیر و غریب نے ایک وادی میں قدم رکھنا ہے پس مال و دولت سے

دھوکا کھانے والے اور فقراء و مساکین کو ذلت آمیز نگاہوں سے دیکھنے والے تکبرین کو اس سے نصیحت حاصل کرنی چاہیے۔

الْمَالُ وَالْبَنُونَ - یہ پانچواں طریقہ ہے جو ہر فرد بشر کے لئے ہمیں نصیحت اور تازیانہ عبرت ہے کہ دنیا میں مال کی فراوانی اور

اولاد کی کثرت عارضی تزینت ہے اولاد سے اچھے بدلے کی توقع ہوتی ہے اور مال سے اچھے انجام کی خواہش ہوتی ہے ان دونوں

کے مقابلہ میں نیک اعمال جو باقیات صالحات ہوں اللہ کے نزدیک اچھے بدلے اور اچھے انجام کی توقع ان سے رکھنا زیادہ بہتر ہے

رَبِّكَ ثَوَابًا وَخَيْرًا مِّمَّا لَمْ يَكُن يَحْسِبُ ۝۲۶ وَيَوْمَ نَسِيبُ الْجِبَالِ وَتَرَى الْأَرْضَ بَارِزَةً ۝۲۷

تیرے رب کے نزدیک بدلے کیلئے اور اچھی امید کیلئے اور جس دن ہم چلائیں گے پہاڑوں کو اور تو دیکھے گا زمین کو چٹیل میدان اور

حَسْرَتُهُمْ فَلَمْ تَغَادِرْ مِنْهُمْ أَحَدًا ۝۲۷ وَعَرِضُوا عَلَىٰ رَبِّكَ صَفًّا لَقَدْ

جمع کریں گے ہم ان کو پس نہ چھوڑیں گے ان میں سے کسی کو اور پیش ہوں گے تیرے رب پر صف بستہ تحقیق

جَعَلْتُمْ مَوْنَكُمْ مِثْلَ خَلْقِكُمْ أَوْلَىٰ مَرَّةٍ زَبَلٍ زَعَمْتُمْ أَنَّ نَجْعَلْ لَكُمْ

تم آئے ہو ہمارے پاس (بے بس ہو کر) جس طرح پیدا کیا تھا ہم نے تمہیں پسلی دفعہ بلکہ تم نے گمان کیا کہ ہم نہ مقرر کریں گے تمہارے لئے

مَّوْعِدًا ۝۲۸ وَوَضَعَ الْكِتَابَ فَتَرَى الْجُرِمِينَ مُشْفِقِينَ مِمَّا فِيهِ وَ

دعہ گاہ اور رکھی جانے لگی کتاب پس دیکھو گے مجرم لوگوں کو ڈرتے ہوئے اس سے جو اس میں ہوگا اور

باقیات صالحات کی کئی تاویلیں کی گئی ہیں (۱) اطاعات و عبادات (۲) تسبیحات اربعہ - سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر کا ورد - پناچہ حضور سے مروی ہے کہ اگر تم رات کو عبادت کے لئے نہیں کھڑے ہو سکتے اور دشمن کے ساتھ جہاد کرنے سے بھی تم قاصر ہو تو تسبیحات اربعہ کے پڑھنے سے تو عاجز نہ بنو یہ باقیات صالحات ہیں ان کو پڑھتے رہا کرو (۳) نماز پنجگانہ (۴) نماز تہجد (۵) نیک لڑکیاں اور علامہ طبرسی نے فرمایا ہے اس کا عام معنی کرنا بہتر ہے جس میں سب مفہوم داخل ہو جائیں (۶) اور امام جعفر صادق علیہ السلام نے حسین بن عبدالرحمن سے فرمایا کہ جاری مودت کو حقیر نہ سمجھو کیونکہ یہ باقیات صالحات میں سے ہے اس نے عرض کی اسے فرزند رسول میں اس کو حقیر کیوں سمجھوں میں تو اس نعمت پر اللہ کا شکر ادا کرتا ہوں۔

تَرَى الْأَرْضَ - یعنی زمین بالکل ہموار اور صاف چٹیل میدان کی طرح ہوگی۔

صَفًّا - یعنی ہر گروہ صف بستہ پیش ہوگا۔ یا یہ کہ تمام لوگوں کی ایک ہی صف ہوگی۔

كَمَا خَلَقْتُمْكُمْ - یعنی پروردگار کی طرف سے ندامت پہنچے گی کہ آج تم اسی طرح بے بس ہو کر پیش ہو رہے ہو جس طرح

بوقت پیدائش بے بس تھے کیونکہ آج اقتدار صرف میرے ہی ہاتھ میں ہے اور تم کسی شے کے مالک نہیں ہو۔ یہاں مال اولاد اور غلام کوئی بھی کام نہ آسکے گا اور حضور سے مروی ہے کہ لوگ قبروں سے برہنہ محسوس ہوں گے (جس طرح پیدا ہوئے تھے) عاشق نے سوال کیا ایک دوسرے کا حیا نہ ہوگا تو آپ نے فرمایا لِكُلِّ امْرُؤٍ مِنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَانٌ يُعَذِّبُہُ یعنی ہر شخص اپنے دھیان میں ہوگا کسی کو کسی کا پتہ نہ ہوگا اور ایک روایت میں ہے جناب فاطمہ بنت اسد نے یہ سن کر دُعا فرمائی کہ اے اللہ! حضرت رسالتاً نے اپنی قبیس سے کفن پہنانے کا ان سے وعدہ کیا تھا جس کو ایفاء فرمایا اور یہی وجہ بیان کی۔ پوری روایت تفسیر کی چھٹی جلد

عَنْ أَمْرِ رَبِّهِ أَفَتَتَّخِذُونَهُ وَذُرِّيَّتَهُ أَوْلِيَاءَ مِنْ دُونِي وَهُمْ

تجاوز کیا اپنے رب کے امر سے تو کیا تم بناتے ہو اس کو اور اس کی اولاد کو اپنی ولی میرے علاوہ حالانکہ وہ تمہارے

لَكُمْ عَدُوٌّ يُبْغِ لِلظَّالِمِينَ بَدَلًا ﴿٥٠﴾ مَا أَشْهَدُ تَهُمْ خَلَقَ السَّمَوَاتِ

دشمن ہیں ؟ بُرا ہوگا ظالموں کا بدلہ میں نے نہیں حاضر کیا تھا ان کو آسمانوں اور

وَالْأَرْضِ وَلَا خَلَقَ أَنْفُسِهِمْ ۖ وَمَا كُنْتُمْ مُتَّخِذَ الْبَاطِلِينَ عَضُدًا ﴿٥١﴾

زمین کی پیدائش کے وقت اور نہ ان کی اپنی خلقت کے وقت اور نہ میں بنانا ہوں گمراہ کرنے والوں کو اپنا معاون

وَيَوْمَ يَقُولُ نَادُوا شُرَكَاءِيَ الَّذِينَ زَعَمْتُمْ فَدَعَوْهُمْ فَلَمْ

اور جس دن کہے گا کہ بلاؤ میرے شریکوں کو جو تمہارا گمان تھا پس ان کو پکاریں گے لیکن وہ جواب

يَسْتَجِيبُوا لَهُمْ وَجَعَلْنَا بَيْنَهُم مَّوْبِقًا ﴿٥٢﴾ وَرَأَى الْمُجْرِمُونَ النَّارَ

نزدیں گے ان کو اور کریں گے ہم ان کے درمیان ایک پردہ اور دیکھیں گے محسوس ہوگے دوزخ کو تو

فَنظُّوْا أَنَّهُمْ مُوَاعِقُوهَا وَلَمْ يَجِدُوا عَنْهَا مَصْرِفًا ﴿٥٣﴾ وَلَقَدْ صَرَّفْنَا

خیال کریں گے کہ تحقیق وہ اس میں پڑنے والے ہیں اور نہ پائیں گے اس سے کوئی پھرنے کی جگہ اور تحقیق پھیر پھیر کر

فِي هَذَا الْقُرْآنِ لِلنَّاسِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ وَكَانَ الْإِنْسَانُ أَكْثَرِ شِقْوَةٍ

بیان کر رہے ہیں اس قرآن میں لوگوں کے لئے ہر قسم کی مثالیں اور ہے انسان مہبت

تھی اور میں کسی گمراہ سے مدد نہیں لیا کرتا اور نہ کسی نیک سے مدد لینے کا محتاج ہوں حضرت آدم کی تخلیق اور ابلیس کے سجدہ کا ذکر تفسیر کی پہلی جلد میں ملاحظہ فرمائیں۔

وَيَوْمَ يَقُولُ - بروز محشر حکم ہوگا کہ اپنے مفروضہ خداؤں کو امداد کے لئے ذرا بلاؤ تو پہنچو وہ آواز دیں گے لیکن بے سود

اور یہ حکم صرف ان کی حسرت کو ظاہر کرنے کے لئے ہوگا اور یہی حسرت ان کے عذاب کو بڑھانے والی ہوگی۔

مَوْبِقًا - مرعہ ہے کہ نیک اور بد لوگوں کے درمیان ایک وادی حائل ہوگی جس کا نام موبق ہے۔

رکوع نمبر ۲۰

اتمام حجت | وَلَقَدْ صَرَّفْنَا - یعنی لوگوں کے سمجھانے کے لئے ہر ممکن طریقے سے اور یہ قاطعاً ہے۔

جَدَلًا ۵۴) وَمَا مَنَعَهُ النَّاسَ أَنْ يُؤْمِنُوا إِذْ جَاءَهُمُ الْهُدَىٰ وَ

جھگڑا اور نہیں روکا لوگوں کو ایمان لانے سے جب ان کے پاس ہدایت پہنچی اور

لِيَسْتَغْفِرُوا رَبَّهُمْ إِلَّا أَنْ تَأْتِيَهُمْ سُنَّةٌ الْأُولَىٰ أَوْ

اپنے رب سے مغفرت طلب کرنے سے مگر اس بات نے کہ آئے ان پر پہلے لوگوں کا سابقہ یا آئے

يَأْتِيَهُمُ الْعَذَابُ قُبُلًا ۵۵) وَمَا تُرْسِلُ الْمُرْسَلِينَ إِلَّا

ان پر عذاب سانسے اور نہیں بھیجتے ہم رسولوں کو مگر خوش خبری

مُبَشِّرِينَ وَمُنذِرِينَ ۚ وَيَجَادِلُ الَّذِينَ كَفَرُوا بِالْبَاطِلِ لِيُدِّ

دینے والے اور ڈرانے والے اور مقابلہ کرتے ہیں جو کافر ہیں باطل کے ذریعے تاکہ

حِصْوًا بِهٖ الْحَقُّ وَاتَّخَذُوا آيَاتِي وَمَا أُنذِرُوا هُزُوًا ۵۶) وَمَنْ

گرائیں اس کے ذریعے حق کو اور ٹھہرایا انہوں نے میری آیات کو اور جس کے ساتھ ڈرائے گئے مسخری اور کون

أَظْلَمَ مِمَّنْ ذُكِّرَ بِآيَاتِ رَبِّهِ فَأَعْرَضَ عَنْهَا وَلِسَىٰ مَا

نہ بدوہ ظالم ہے اس سے جس کو نصیحت کی جائے اپنے رب کی نشانیوں سے پس وہ ان سے روگردانی کرے اور مجبور جائے

ہم مذاق ایمان کو واضح کرتے ہیں بس طرح غریب طبقہ سے نفرت کرنے والے متکبر امراء کی تفہیم کے لئے پانچ جداگانہ طریقے عمل

میں لائے پہلے اس کے حق ہونے کا اعلان پھر جنت دینے کی پیش کش بعد میں بصورت مخالفت دوزخ کی تہدید پھر

انقلاب زمانہ سے درس لینے کی دعوت بعد میں دنیاوی نعمات کے فنا ہونے سے عبرت اور باقیات صالحات کو اختیار کرنے

کی دعوت اور آخر میں شیطانی چالوں کا تذکرہ اور اس کے دامنِ زور سے بچنے کی ہدایت فرمائی اور اس آیت مجیدہ میں ایک بار

اتمامِ حجت کے طور پر فرماتا ہے کہ ہم ہر ممکن طریقہ سے حق کی وساست سے بخل نہیں کرنے لیکن یہ کافر لوگ خواہ مخواہ جھگڑا

ہیں اور ہدایت کے واضح ہو جانے کے بعد ایمان لانے اور سابقہ گناہوں سے معافی طلب کرنے کی بجائے ان کا نہ ماننا اور رشد

و انکار پر ڈٹے رہنا صرف اسی ہی انتظار کے لئے ہے کہ گذشتہ کافروں کی طرح ان کو اچانک گرفتار تہر و غضب کر لیا جائے۔

یا ظاہر لظاہر عذاب بھیج کر ان سے زمین کو پاک کر لیا جائے۔

لِيُدِّ حِصْوًا۔ یہ دحض سے ہے جس کا معنی ہے پسندنا یعنی کافر لوگ اپنی باطل خواہشات کے بل بوتے پر حق کی مضبوط

قَدَّمَتْ يَدَهُ ۖ إِنَّا جَعَلْنَا عَلَى قُلُوبِهِمْ أَكِنَّةً أَنْ يَفْقَهُوهُ وَفِي

اس کو جو کر چکا ہے تحقیق ہم نے چڑھا دیئے ان کے دلوں پر غلاف کہ سمجھیں اس کو اور ان

أَذَانِهِمْ وَقِرَاطٍ وَإِنْ تَدْعُهُمْ إِلَى الْهُدَى فَلَنْ يَهْتَدُوا

کے کانوں پر پردے اور اگر تم بلاؤ ان کو ہدایت کی طرف تو ہرگز نہ قبول کریں

إِذَا أَبَدَا ۝۵۷ وَسَأَلَكَ الْغُفُورَ ذُورِ الرَّحْمَةِ ۖ لَوْ يَوَّاخِذُهُمْ بِمَا

گے کبھی بھی اور تیرا رب بخشنا رحمت والا ہے اگر ان کو پکڑے ان کے کرتوتوں

كَسَبُوا الْعَجَلَ لَهُمُ الْعَذَابَ ۖ بَلْ لَهُمْ مَوْعِدٌ لَنْ يَجِدُوا

سے توجہ دے دے ان کو عذاب لیکن ان کے لئے وعدے کا دن ہے کہ نہ

مِنْ دُونِهِ مَوْيِلًا ۝۵۸ وَتِلْكَ الْقُرَىٰ أَهْلَكْنَاهُمْ لَمَّا ظَلَمُوا

پائیں گے اس کے سوا جائے پناہ اور ان بستیوں کے بسنے والوں کو ہم نے ہلاک کیا جب انہوں نے

وَجَعَلْنَا لِمِ هَلِكِهِمْ مَوْعِدًا ۝۵۹ وَإِذْ قَالَ مُوسَىٰ لِفَتَاهُ لَا

ظلم کیا اور معتد کیا تھا ہم نے ان کی ہلاکت کا وعدہ اور جب کہا موسیٰ نے اپنے ساتھی کو کہ میں

چٹانوں سے ٹکرا کر اُسے پھسلانا چاہتے ہیں حالانکہ یہ ان کا خیال نام ہے آخر کار حق کا بول بالا رہے گا اور باطل کا منہ کالا۔

وَمَنْ أَظْلَمُ - یعنی اس سے زیادہ ظالم اور کون ہو گا کہ اس کے سامنے نصیحت و خیر خواہی کے طور پر اللہ کی نشانیوں کا

مظاہرہ ہو۔ پس وہ بجائے اس کے کہ اپنے سابقہ بد اعمالیوں پر نادم ہو کر دامن توحید سے وابستہ ہو جائے اللہ ان سے کنارہ

کشی کرے اور نصیحت کرنے والے سے مسخری و مخول کرے اور اپنے کرتوتوں کو یکسر بھول جائے۔

إِنَّا جَعَلْنَا - دلوں پر پردے یا کانوں آنکھوں پر مہر وغیرہ کا اللہ کی طرف منسوب ہونا اس لئے ہے کہ بنیادی قوتیں عطا کرنے

والا وہ ہے اور وہ ہدایت پر کسی کو مجبور نہیں کرتا اور ہم مزید وضاحت تفسیر کی دوسری جلد ختم اللہ کی تفسیر میں کر چکے ہیں۔

وَرَبِّكَ الْغُفُورُ - اس کے معنی میں کئی اقوال ہیں (۱) غفور کا معنی پردہ ڈالنے والا اور رسوا نہ کرنے والا۔ اور

ذو الرحمة کا معنی صاحب فضل و کرم (۲) غفور کا معنی توبہ قبول کرنے والا اور ذوالرحمة کا معنی مہلت دے کر جلدی نہ گرفت

کرنے والا (۳) غفور کا معنی فوری طور پر گرفت نہ کرنے والا اور ذوالرحمة کا معنی ہے توبہ کی مہلت دینے والا۔

أَبْرَحَ حَتَّىٰ أَبْلُغَ مَجْمَعَ الْبَحْرَيْنِ أَوْ أَمْضِيَ حُقُبًا ﴿٦٠﴾ فَلَمَّا بَلَغَا

سفر کو جاری رکھوں گا۔ یہاں تک کہ پہنچوں دونو دریاؤں کے منبع پر ورنہ چلوں گا ساہا سال تو جب پہنچے دونو

مَجْمَعٍ بَيْنَهُمَا نِسْيَانًا فَاِتَّخَذَ سَبِيلَهُ فِي الْبَحْرِ سَرَبًا ﴿٦١﴾

کے منبع پر بھول گئے اپنی مچھلی کو پس پڑا اس نے اپنا راستہ دریا میں جانے کا

تِلْكَ الْقُرَىٰ - ان بستیوں سے مراد عاد اور ثمود کی بستیاں ہیں اور مراد بسنے والے ہیں اسی لئے اُھلکنا ہم میں غائب کی ضمیر ذوی العقول کے لئے لائی گئی ہے ورنہ اُھلکنا صا ہوتا اور یہ مجاز مرسل ہے جس طرح کہا جائے کہ نہر خشک ہو گئی حالانکہ پانی خشک ہوتا ہے۔

رکوع نمبر ۱۱

وَإِذْ قَالَ بَعْضُ نَسْيَانًا فَاِتَّخَذَ سَبِيلَهُ فِي الْبَحْرِ سَرَبًا ﴿٦١﴾
حضرت موسیٰ اور خضر کا قصہ
کتاب یعنی یہود و نصاریٰ کا قول یہی ہے اور یہ حضرت موسیٰ بن عمران سے پہلے نبی مبعوث ہوا تھا لیکن صاحب مجمع البیان فرماتے ہیں جمہور اہل اسلام کا قول یہ ہے کہ یہ موسیٰ بن عمران تھا اور قرآن میں موسیٰ کا علی الاطلاق مذکور ہونا بھی کلیم اللہ ہونے کی تائید کرتا ہے۔

رَلْفَتْهُ - فتنی سے مراد یوشع بن نون ہے اس کو فتنی اس لئے کہا گیا ہے کہ آپ کا صحابی تھا اور سفر و حضر میں پڑھنے کے لئے آپ کے ہمراہ رہتا تھا اور یہ یوشع بن نون بن اسرائیل بن یوسف تھا (مجمع البیان)
مَجْمَعِ الْبَحْرَيْنِ - یعنی دریائے روم اور دریائے فارس جس منبع سے نکلتے ہیں وہی دونو کے طے کی جگہ مراد ہے اور ان کو خبر دی گئی تھی کہ وہاں خضر ملے گا۔

حُقُبًا - اس کا معنی ایک لمبی مدت۔ بعضوں نے ستر سال بعضوں نے اسی سال بتائی ہے اس کی صحیح احتساب ہے ہم نے اس کا ترجمہ ساہا سال کیا ہے۔

قصہ :- فرعون کی غرقابی کے بعد ایک دن حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل میں منبر پر کھڑے ہو کر وعظ فرما رہے تھے کہ کسی نے پوچھا کہ لوگوں میں سے اعلم کون ہے؟ تو آپ نے جواب دیا کہ میں ہوں چونکہ اللہ کی طرف علم کی نسبت نہ دی۔ پس ہرگز ہو گئی اور تفسیر برہان کی روایت میں ہے کہ دل میں یہ خیال گزرا تھا کہ مخلوق میں مجھ سے اعلم کوئی نہیں ہے کیونکہ تو رات کے مشغول ہے کہ اس میں ہر شے کی تفصیل موجود ہے اور حضرت موسیٰ کو وہ عطا ہوئی تھی۔ پس موسیٰ کے دل میں خیال آنا تھا کہ خدا کی جانب سے جبرئیل کو حکم ہوا کہ میرے بندے موسیٰ کو سنبھالو اور اُسے کہو دو دریاؤں کے منبع پر پتھر کی ایک چٹان کے پاس ایک

فَلَمَّا جَاوَزَا قَالَ لِفَتَاهُ إِنِّي خَشِيتُ أَنْ تَقُولَ كَمَا قَالُوا فَاسْمِعْ بِنَا مِنْ سَفَرِنَا

پس جب وہاں سے آگے بڑھے تو اپنے ساتھی سے کہا کہ لاؤ کھانا تحقیق اٹھائی ہے ہم نے اس سفر سے

هَذَا نَصَبًا ﴿٦٢﴾ قَالَ أَرَأَيْتَ إِذْ أَوَيْنَا إِلَى الصَّخْرَةِ فَإِنِّي نَسِيتُ

تھکان اس نے کہا کیا دیکھا تھا جب ہم گئے تھے پتھر کی طرف تو میں بھول گیا وہاں

الْحُوتَ وَمَا أَنسَيْنِيهِ إِلَّا الشَّيْطَانُ أَنْ أَذْكُرَهُ وَاتَّخَذَ سَبِيلَهُ

مچھلی اور وہ نہیں مبولائی مگر شیطان نے کہ یاد کرتا اس کو اور اس نے لیا

فِي الْبَحْرِ عَجَبًا ﴿٦٣﴾ قَالَ ذَلِكَ مَا كُنَّا نَبْغُ فَارْتَدَّ عَلَىٰ آثَارِهِمَا

اپنا راستہ دریا میں عجیب کہا یہی وہ ہے جس کو ہم چاہتے تھے پس پلٹے پھلے قدموں

مرد عابد عالم موجود ہے اس کی پیروی کر دو اور اس سے علم بھی سیکھو۔ پس موسیٰ سمجھ گئے کہ یہ حکم اسی خیال یا قول کی وجہ سے ہے چنانچہ یوشع کو تیاری کا حکم دے دیا۔ اور یہ بھی کہ حکم پر درکار ایک مچھلی راستہ کی غذا کے لئے زنبیل میں بھون کر رکھ لیں پس سفر اختیار کر لیا اور بالآخر اس مکان پر جا پہنچے۔

فَلَمَّا بَلَغَا - جب دونوں دریاؤں کے منبع پر پہنچے تو دیکھا پشت کے بل ایک آدمی سویا ہوا ہے انہوں نے اس کو نہ پہچانا۔ ایک روایت میں ہے کہ عصا ان کے پہلو میں پڑا تھا۔ اور انہوں نے ایک چادر اپنے اوپر ڈالی ہوئی تھی کہ سر کو ڈھانپنے تھے تو پیرنگے ہوتے تھے اور پاؤں پر ڈالتے تھے تو سر ننگا رہتا تھا۔ وہاں حضرت موسیٰ نماز میں مشغول ہو گئے ادھر سے پانی میں لہراٹھی اور ایک قطرہ یا چند قطرے مچھلی پر پڑے پس وہ زندہ ہو کر تڑپنے لگی اور آخر کار زنبیل کو بھی پانی میں لے گئی ایک روایت میں ہے کہ حضرت موسیٰ کے وحی نے مچھلی نکال کر پانی میں دھولی اور پھر پتھر پر رکھ دی پھر وہاں سے بوقت روانگی یاد نہ رہی اور وہ پانی چونکہ آب حیات تھا لہذا مچھلی بقدرت خدا زندہ ہو کر پانی میں چلی گئی۔ ایک روایت میں ہے کہ مچھلی اس کے ہاتھ میں زندہ ہو گئی تھی اور نکلی کر پانی میں کود گئی اور تفسیر مجمع البیان میں ہے کہ پتھر پر سر رکھ کر وہاں دونوں سو گئے اور اسی آستان میں مچھلی زندہ ہو کر پانی میں چلی گئی اور بقدرت خدا مچھلی کو پانی بہا کر نہ لے جا سکا۔ جب جاگے تو حضرت یوشع کو مچھلی کا ذکر کرنا بھول گیا اور روانہ ہو گئے۔

سَوَّبًا - اس کا معنی ہے راستہ یا تَوَابًا کا دوسرا مفعول ہے اور یا مصدر کے معنی میں مفعول مطلق ہے یعنی سَوَّبًا

سَوَّبًا اور کہتے ہیں کہ وہ مچھلی جب پانی کو چمک گئی تو جس جگہ سے جاتی تھی وہ نالی کی طرح ننگات بنتا جاتا تھا اور پانی آپس میں ملتا نہ تھا بلکہ جامد ہو کر ٹک جاتا تھا ادھر دریا کے کنارے پر ایک پرندہ دیکھا جس نے پانی میں اپنی چونچ کو داخل کیا اور کہنے لگا۔

قَصَصًا ﴿۶۴﴾ فَوَجَدَا عَبْدًا مِّنْ عِبَادِنَا آتَيْنَاهُ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا

پرداپس پس پایا ہمارے بندوں میں سے ایک بندے کو جس کو ہم نے اپنی طرف سے رحمت دی

وَعَلَّمْنَاهُ مِمَّنْ لَدُنَّا عِلْمًا ﴿۶۵﴾ قَالَ لَهُ مُوسَىٰ هَلْ أَتَّبِعُكَ عَلَىٰ

اور اپنی جانب سے علم عطا کیا کہا اس سے موسیٰ نے کیا میں آپ کی پیروی کروں اس بنا

اے موسیٰ علم خداوندی سے تجھے آنا بھی نہیں ملا تھا کہ میں نے بھرے دریا سے اپنی چونچ میں پانی لیا ہے۔

تفسیر برہان میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ حضرت خضر کا نام تالیان بن عامر بن ارفخشذ بن سام بن نوح ہے اس کو خدا نے نبی و رسول بنا کر بھیجا تھا اور اس کا معجزہ یہ تھا کہ خشک لکڑی پر بیٹھتے تو وہ سر سبز ہو جاتی تھی اور خشک

و لے آب دیکھا زمین پر تشریف رکھتے تو وہ سر سبز ہو جاتی اسی بنا پر ان کو خضر کہا جاتا ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ہدایت کی گئی تھی کہ جہونی ہوئی نمکین مچھلی زنبیل میں رکھ لو کیونکہ یہ تم کو اس مقام کی نشاندہی کرے گی جو تم کو مطلوب ہے کیونکہ دونو دریاؤں کے منبع کے پاس جہاں پتھر کی چٹان موجود ہے وہاں ایک چشمہ ہے جس کا نام آب حیات ہے اس کا پانی جس مردہ پر پڑ جائے وہ زندہ ہو جاتا ہے۔

تفسیر مجمع البیان میں ہے کہ دونو دریاؤں کے منبع کے پاس موسیٰ سے خضر کی ملاقات کا وعدہ تھا ساحل دریا پر سفر کرتے ہوئے پتھر کی چٹان پر پہنچے تو وہاں بیٹھ گئے قریب ہی آب حیات کا چشمہ تھا جب حضرت یوشع دھوکہ لگے تو پانی مچھلی پر جا پڑا اور وہ زندہ ہو کر چلی گئی پس وہاں سے چلے تو مچھلی بھول گئے اگرچہ یہ بھول حضرت یوشع سے ہوئی تھی لیکن چونکہ دونو ساتھی تھے لہذا مجازاً دونو کی طرف نسیان کو منسوب کر دیا گیا۔ پس فرمایا فَانْسِيَا حَوْثَهُمَا۔ یا یہ کہ دونوں کو نسیان ہوا۔ حضرت یوشع کو یہ کہ مچھلی بھول گئے نیز حضرت موسیٰ سے اس عجیب واقعہ کا ذکر کرنا بھول گئے اور حضرت موسیٰ کو یہ کہ اس پانی کو آزمانا بھول گئے کہ آیا یہ وہی آب حیات ہے جو ہمیں بطور نشانی بتلایا گیا ہے اور یہ بھول منافی عصمت و نبوت نہیں ہے۔

تفسیر برہان میں ایک روایت ہے کہ نبی جب کسی مقصد کے لئے روانہ ہو تو اس کو تمکان نہیں ہوتی مگر اس وقت جب

منزل مقصود سے آگے بڑھ جائے اور تفسیر مجمع البیان میں ہے کہ حضرت موسیٰ نے کبھی تمکان محسوس نہیں کی تھی سوائے اس

دن کے۔ پس نمازیں پڑھ کر اس آدمی کو سویا چھوڑ کر روانہ ہو گئے باقی دن بھر چلے پھر اتیوالی ساری رات سفر کو جاری رکھا۔

جب صبح ہوئی تو موسیٰ نے فرمایا۔ اِنْتَا عَدَاؤُنَا۔ یعنی صبح کا کھانا لاؤ میں تو تھک چکا ہوں اور یہ عام دستور ہے کہ شام

کی بہ نسبت صبح کے کھانے کی انسان کو زیادہ خواہش ہوتی ہے اور کہتے ہیں کہ حضرت موسیٰ پر خدا نے بھوک بھیج دی تاکہ مچھلی

یاد آ جائے اور پتہ چلے کہ ہم مقصد سے آگے نکل چکے ہیں چنانچہ حضرت یوشع نے اب سارا ماجرا سنا دیا کہ مچھلی تو زندہ ہو کر

دریا میں چلی گئی تھی اور مجھے ذکر کرنا یاد ہی نہ رہا۔

أَنْ تَعْلَمِينَ مِمَّا عَلَّمْتُ رُشْدًا ۖ قَالَ إِنَّكَ لَنْ تَسْتِطِيعَ مَعِيَ

پرکہ آپ مجھے علم سکھائیں اس سے جو آپ کو علم رشد دیا گیا ہے کہا (حضرت نے) تحقیق تو میرے ساتھ صبر نہ

صَابِرًا ۖ وَكَيْفَ تَصْبِرُ عَلَىٰ مَا لَمْ تُحِطْ بِهِ خُبْرًا ۖ قَالَ

کر کے گا اور کیسے صبر کرے گا اس پر جس کی حقیقت کا تجھے پتہ نہ ہوگا کہا

سَتَجِدُنِي إِنْ شَاءَ اللَّهُ صَابِرًا وَلَا أَعْصِي لَكَ أَمْرًا ۖ

(موسیٰ نے) آپ مجھے انشاء اللہ صابر پائیں گے اور میں آپ کے حکم کی نافرمانی نہ کروں گا

قَالَ ذَلِكَ - حضرت موسیٰ نے فرمایا ہم اسی کی تلاش میں تو تھے پس پچھلے قدموں پر واپس پلٹے جاتے ہوئے موسیٰ

آگے تھا اور پلٹتے ہوئے یوشع آگے ہو گیا گویا راستہ ہی اس قسم کا تھا کہ بغیر اس کے کوئی چارہ نہ تھا۔ پس واپس پلٹ کر

وہاں پہنچے تو کثیر اتان کر خضر کو چٹان پر سویا ہوا پایا اور ایک روایت میں ہے کہ مچھلی جس طرح پانی کو چیر کر گئی تھی وہ راستہ بند چکا

تھا اور پانی جاند ہو چکا تھا پس حضرت موسیٰ وہاں پہنچ کر مچھلی کے بنائے ہوئے راستہ میں پانی کی اس منجھ دھار پر روانہ ہو گئے

اور ایک جزیرہ میں جا پہنچے جہاں خضر تکیہ لگا کر یا چادر اوڑھے ہوئے تشریف فرما تھے اور ایک روایت میں ہے کہ وہ مصروف

عبادت تھے اور نماز پڑھ رہے تھے جب نارغ ہوئے تو موسیٰ نے سلام دیا اور بیٹھ گئے۔

تفسیر مجمع البیان میں ہے کہ انہوں نے سلام دیا تو خضر نے کہا وعلیک السلام یا نبی بنی اسرائیل یعنی اے نبی اسرائیل کے نبی تجھ پر میرا سلام

ہو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پوچھا تجھے کیسے معلوم ہوا ہے کہ میں کون ہوں اور میرا نبی ہونا تجھے کیسے معلوم ہوا حضرت خضر نے

جواب دیا مجھے اُس نے بتایا جس نے تجھے بھیجا پس رسمی گفتگو شروع ہو گئی حضرت خضر نے پوچھا آپ کون ہیں حضرت موسیٰ

نے اپنا تعارف کرایا کہ میں موسیٰ بن عمران ہوں تو حضرت خضر نے پوچھا وہی موسیٰ جو کلیم اللہ ہے حضرت موسیٰ نے کہا کہ ہاں

میں وہی ہوں حضرت خضر نے پوچھا اپنی تشریف آوری کا مقصد بیان کیجئے تو حضرت موسیٰ نے تعلیم حاصل کرنے کی درخواست

پیش کی حضرت خضر نے جواب دیا کہ مجھے خدا نے وہ چیز دی ہے جس کو آپ برداشت نہیں کر سکتے اور آپ کو جو چیز

عطا ہوئی ہے وہ میری برداشت سے بالا ہے اس کے بعد تفسیر قمی کی روایت کے ماتحت حضرت خضر نے مصائب آل

محمد پڑھنے شروع کئے تو دونوں نبی سخت روئے پھر اس نے فضائل آل محمد شروع کئے اور حضرت محمد مصطفیٰ کا ذکر اور اس

کے وفاداروں اور قوم کے خدایوں کا تفصیلی ذکر کیا تو حضرت موسیٰ نے پھر اپنی درخواست دہرائی کہ مجھے اپنی شگردی میں

قبول کیجئے اور خدا کا عطا کردہ علم مجھے تعلیم کیجئے۔

قَالَ إِنَّكَ - حضرت خضر علیہ السلام نے حضرت موسیٰ کی درخواست ان لفظوں سے رد کر دی کہ آپ میرے ساتھ صبر

قَالَ فَإِنِ اتَّبَعْتَنِي فَلَا تَسْأَلْنِي عَنْ شَيْءٍ حَتَّىٰ أُحْدِثَ

کہا (خضر نے) اگر تو میری پیروی کرتا ہے تو مجھ سے کسی شے کے تعلق سوال نہ کرنا

لَكَ مِنْهُ ذِكْرًا ۝۲۱۴

جب تک میں خود اس کا ذکر نہ کروں

نہ کر سکیں گے کیونکہ جس چیز کا پتہ نہ ہو اس پر صبر نہیں ہو سکتا اور یہ پروردگار کی طرف سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی توجیح اور سرزنش ہے کہ انہوں نے یہ خیال کیا تھا کہ مجھ جیسا عالم کوئی نہیں اس جگہ یہ منظر پیش کیا گیا کہ ایک عالم اس کو اپنی شگردی میں قبول کرنے کے لئے تیار نہیں ہے یہ منتیں کرتے ہیں اور وہ ان کو بے صبر کہہ کر مانتے نہیں انہوں نے شاگردی کی درخواست کے ساتھ اپنی غلامی کا عہد پہلے کیا تھا چنانچہ کہا تھا۔ هَلْ أَتَيْعَكَ - یعنی کیا میں آپ کی تابعداری اور غلامی میں رہ جاؤں تاکہ آپ مجھے علم سکھائیں جب انہوں نے کہا تو صبر نہ کرے گا تو جواب میں کہا سَتَجِدُنِي صَابِرًا - میں صبر کروں گا انشاء اللہ پس جب آپ نے ان شاء اللہ کہہ کر صبر کا وعدہ کیا اور یہ بھی عہد کیا کہ میں آپ کے کسی حکم کی نافرمانی نہ کروں گا تو انہوں نے درخواست منظور کی۔ اور صاف لفظوں میں کہہ دیا کہ اگر میرے ساتھ چلنا ہے تو خاموش رہنا اور مجھ سے کسی بات کا سوال نہ کرنا میں جس وقت چاہوں گا اور جو چاہوں گا خود ہی بیان کروں گا۔

سوال و جواب: یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ حضرت موسیٰ اولوالعزم پیغمبر اور صاحب کتاب تھے یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ اس زمانہ میں کوئی دوسرا نبی ان سے علوم میں زیادہ ہو کیونکہ شرف کا معیار جب علم ہے تو اشرف وہی ہو گا جو اعلم ہو گا۔ حالانکہ حضرت موسیٰ ہی اپنے زمانہ میں اشرف تھے تو اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام کو بعض باطنی امور کا علم دیا گیا تھا جن کا ظاہر سے کوئی تعلق نہ تھا اور نہ ان کے ظاہر کرنے پر حضرت خضر مامور تھے یعنی وہ ایسے امور تھے جن کا نبوت کی تبلیغ میں کوئی دخل نہ تھا اور حضرت موسیٰ کو وہ علم عطا ہوا جو تبلیغ کے لئے تھا اور لوگوں تک پہنچانے کے لئے تھا اور تورات میں یہ باتیں درج نہ تھیں جو خضر کے پاس تھیں اور موسیٰ کا خیال تھا کہ سب کچھ تورات میں ہے اور جو علم انبیاء کی ایک دوسرے پر فضیلت کا معیار ہے وہ وہ علم ہے جو خدا کی جانب سے مخلوق کی ہدایت کے لئے ہو اور اس لحاظ سے حضرت موسیٰ اعلم تھے اور افضل تھے اور قرآن کا یہ دعویٰ کہ الواح موسیٰ میں سب کچھ تھا یا یہ کہ تورات میں ہر شے کا علم ہے تو اس سے مراد وہ علوم ہیں جن کا تبلیغ خلق سے تعلق تھا۔

لَنْ تَسْتَطِيعَ - اس سے مراد نہیں کہ تجھ میں صبر کی طاقت ہی نہیں بلکہ مقصد یہ ہے کہ آپ کے لئے صبر کرنا مشکل ہو گا اس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت موسیٰ ظواہر پر عمل کرتے تھے اور حضرت خضر حقیقت اور باطن کے لحاظ سے فیصلہ کرتے تھے اور حضرت خضر نے ان کی بے صبری کی یہی وجہ بیان کی کہ جس چیز کا آپ کو علم نہیں اس پر آپ صبر کیسے کریں گے یعنی علم ہوتا تو صبر کر لیتے

معلوم ہوا کہ صبر کی ان میں طاقت تھی۔ پس حقیقت کا علم نہ ہونا ان کی بے صبری کا موجب بتایا۔

عظمتِ علم اور آداب

(۱) حضور کی حدیث ہے کہ دو طالب کبھی سیر نہیں ہوتے ایک طالب دنیا اور دوسرا طالب علم چنانچہ حضرت رسالتاً کو یہی تعلیم دی گئی ہے **قُلْ رَبِّ زِدْنِي عِلْمًا**۔ اور اس واقعہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اول العزم پیغمبر اور کلیم اللہ ہونے کے باوجود طالب علم بن کر چلے۔

(۲) اس سے یہ درس ملتا ہے کہ تحصیل علم کے لئے دشوار گزار اور دور دراز کی مسافت طے کر لینا اللہ کو محبوب ہے۔

(۳) علم کی تحصیل میں اپنے مرتبے کی عظمت سے مرعوب نہیں ہونا چاہیے۔

(۴) اپنے سے کم مرتبہ لوگوں سے بھی علم حاصل کرنا عقلمندی کا شیوہ ہے۔

(۵) طالب علم کو چاہیے کہ استاد کے سامنے اپنے علم کا اظہار نہ کرے بلکہ استاد کو عالم جان کر اس کی ثنائی شان مراعات کرے اور اس کی عزت دل میں رکھے۔ چنانچہ باہمی خطاب میں حضرت موسیٰ حضرت خضر کی طرف علم کو منسوب کرتے رہے اور اپنی طرف انہوں نے تابعداری کو منسوب کیا۔

(۶) استاد کی اطاعت اور تابعداری کو اپنے لئے مایہ افتخار سمجھنا چاہیے۔

(۷) جس سے علم حاصل کرنا ہو اس کا انتخاب ضروری ہے کہیں نااہل کو اپنا استاد نہ بنا بیٹھے۔

(۸) استاد کی سختی کو کھلی پیشانی سے برداشت کر لینا چاہیے۔

(۹) جو بات فوری طور پر سمجھ میں نہ آئے استاد سے اُلجھنے کی بجائے اُسے دوسرے وقت پر ٹال دینا چاہئے۔

(۱۰) بات بات پر استاد کو بولنے پر مجبور نہ کیا جائے بلکہ استاد کی طبیعت پر بیان کو چھوڑ دینا چاہیے۔

(۱۱) استاد پر بدظنی یا بدگمانی سے ہر ممکن طریقہ سے پرہیز کرنا چاہیے۔

(۱۲) اپنے سے زیادہ علم رکھنے والے کے ساتھ تواضع اور فروتنی سے پیش آنا چاہیے۔

(۱۳) علم پر ناز کرنے کی بجائے اس نعمتِ عظمیٰ کے عطا ہونے پر پروکار کا شکر یہ ادا کرنا چاہیے۔

(۱۴) اگر سچے استاد سے ایک غلط کام ہوا ہے تب بھی استاد کی طرف غلطی کی نسبت نہ دے بلکہ ایسے طریقہ سے

بات کرے کہ ادب کا دامن ہاتھ سے نہ چھوٹے۔

(۱۵) استاد کے سامنے گستاخانہ اور بازاری لہجہ استعمال نہ ہو۔

تفسیر صفائی میں کافی سے مروی ہے امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا اگر موسیٰ اور خضر کے درمیان میں ہوتا تو ثابت ہوتا

کہ میں ان دونوں سے اعلم ہوں اور ان کو ایسی چیزیں بتاتا ہوں جو ان کو معلوم نہ ہوتیں۔ الخ۔

فَانْطَلَقَا ^{وقفہ} حَتَّىٰ اِذَا رَكِبَا فِي السَّفِينَةِ خَرَقَهَا ط قَالَ اَخْرَقْتَهَا

پس روانہ ہوئے یہاں تک کہ جب سوار ہوئے کشتی میں تو اس کو توڑ دیا (موسے نے) کہا تو نے اس کو توڑ دیا

لِتُغْرِقَ اَهْلَهَا ۚ لَقَدْ جِئْتَ شَيْئًا مُّرًا ۝۴۱ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ اِنَّكَ

تاکہ غرق کرے اس کی اہل کو تحقیق تو نے بڑا کام کیا ہے (خضر نے) کہا کیا میں نے تجھے نہیں کہا

لَنْ تَسْتَطِيعَ مَعِيَ صَبْرًا ۝۴۲ قَالَ لَا تَأْخُذْ بِنِيبَتِي وَلَا

کہ تو صبر نہ کر سکے گا؟ موسیٰ نے کہا نہ گرفت کرو میری کہ میں بھول گیا اور نہ

تُرْهِقْنِي مِنْ اَمْرِي عُسْرًا ۝۴۳ فَاَنْطَلَقَا ^{وقفہ} حَتَّىٰ اِذَا لَقِيَا

سخت گیری کرو میرے معاملہ میں تنگی سے پھر روانہ ہوئے یہاں تک کہ ملے ایک بڑکے سے

رکوع نمبر ۲۲

فَاَنْطَلَقَا۔ پس حضرت خضر نے جب حضرت موسیٰ کو شگاہ گری کے لئے قبول کر لیا تو وہ دونوں وہاں سے دریا کے کنارے کنارے روانہ ہو گئے اور ایک طرف سے دوسری طرف جانے کا ارادہ کیا تو گزرگاہ پر تشریف لائے وہاں پار جانے کے لئے کشتی تیار کھڑی تھی جس میں کافی لوگ سوار تھے ملا جوں نے دیکھا کہ تین آدمی ادھر آرہے ہیں پس انتظار میں ٹھہر گئے اور کسی نے کہا کہ یہ نیک لوگ ہیں ان کو بھی ساتھ لیتے جاؤ۔ جب قریب پہنچے تو کشتی بانوں نے حضرت خضر کو پہچان لیا پس کرایہ وصول کئے بغیر ان کو سوار کر لیا اور کشتی دریا میں روانہ ہو گئی پر لے کنارہ پر پہنچنے سے پہلے حضرت خضر اٹھے اور ایک طرف سے کشتی کو شگاف کر دیا کہ اس میں پانی داخل ہو گیا پس وہاں کپڑا بھر دیا اور ایک روایت میں ہے کہ ایک تختہ ڈھیللا کر دیا۔ اور حضرت موسیٰ اس شگاف کو اپنے کپڑے سے بند کرتے تھے حضرت موسیٰ سے تاب برداشت نہ رہی اور کہنے لگے واہ ان لوگوں نے ہم سے کرایہ بھی نہیں لیا لیکن انا آپ نے ان کی کشتی میں شگاف کر دیا۔ یہ بہت بُری بات ہے۔

بِنِيبَتِي۔ یعنی حضرت موسیٰ نے جواب دیا کہ میری بھول چوک کا مجھ سے مواخذہ نہ کیجئے اور ممکن ہے اس سے مراد عدم توبہ ہو۔ یعنی مجھے وعدہ یاد ہے کہ آپ کے کسی فعل پر اعتراض نہ کروں گا۔ بلکہ صبر کروں گا لیکن مجھے خیال نہیں رہا۔ اور توجہ نہیں کی اور یہ سب صیغے تشبیہ کے ہیں حالانکہ یوشع بھی ان کے ہمراہ تھا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ مقصود کلام حضرت موسیٰ اور حضرت خضر ہیں اور حضرت یوشع تابع کی حیثیت سے تھا۔ پس دو کا صیغہ استعمال کیا گیا۔

عَلَمًا فَقَتَلَهُ ۗ قَالَ أَقْتَلْتَنِي نَفْسًا زَكِيَّةً بِغَيْرِ نَفْسٍ ۗ

تو قتل کر دیا (موتے نے) کہا تو نے قتل کر دیا بے گناہ نفس کو بغیر بدلے کے

لَقَدْ جِئْتَ شَيْئًا نُّكْرًا ﴿۴۲﴾

تحقیق کیا تو نے غلط کام

اَقْتَلْتَنِي - اب کشتی سے اتر کر دوسرے کنارے پر جا رہے تھے تو دیکھا کہ چند لڑکے کھیل رہے ہیں۔ ان میں سے ایک خوبصورت لڑکا دیکھا جس کا چاند سا چہرہ تھا اور اس کے کانوں میں دو گز شوارے تھے حضرت خضر نے اس کو غور سے دیکھا پھر پکڑ کر زمین پر دے مارا کہ وہ وہیں مر گیا اس مرتبہ حضرت موسیٰ کو بہت غصہ آیا اور حضرت خضر کے گریبان کو پکڑ لیا اور ایک روایت میں ہے کہ اس کو زمین پر گرا دیا اور کہا کہ آپ نے بلا جرم اس کو قتل کر دیا ہے ؟ بعض کہتے ہیں کہ وہ نوجوان تھا کیونکہ ابالغ پر شرعی سزا نہیں عائد ہوتی۔ بعض کہتے ہیں کہ حضرت خضر نے اس کے سر کو باقی جسم سے توڑ دیا تھا اور بعضوں نے کہا ہے کہ زمین پر گرا کر پاؤں کی ٹھوک سے مار دیا تھا اور بعض نے ذبح کرنا بھی لکھا ہے۔

۱۹

۱۹

۱۹

قَالَ أَلَمْ أَقُلْ لَكَ إِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيعَ مَعِيَ صَبْرًا ۝۴۵ قَالَ

کہا (خضر نے) کیا میں نے تجھے نہیں کہا تھا کہ تو میرے ہمراہ صبر نہ کر سکے گا (موسے نے) کہا

إِنْ سَأَلْتُكَ عَنْ شَيْءٍ مِّنْ بَعْدِهَا فَلَا تُصَحِّبْنِي ۚ قَدْ بَلَغْتَ مِن

اگر میں سوال کروں پھر کسی شے کا تو مجھے ساتھ نہ لے جانا تحقیق تو نے میرا عذر قطع

لَدُنِّي عَذْرًا ۝۴۶ فَانْطَلَقَا ۚ وَذَقْتَا ۚ حَتَّىٰ إِذَا آتَىٰ أَهْلَ قَرْيَةٍ اسْتَطَعَا

کر دیا ہے پس روانہ ہوئے یہاں تک کہ ایک بستی والوں کے پاس آئے اور ان

أَهْلَهَا فَأَبَوْا أَنْ يُضَيِّفُوهُمَا فَوَجَدَا فِيهَا جِدَارًا يُرِيدُ أَنْ يَتَّقَضَ

سے کہنا طلب کیا تو انہوں نے ان کی میزبانی سے انکار کر دیا پس دیکھی اس میں ایک دیوار جو گرنے والی تھی

فَأَقَامَهُ ط قَالَ لَوْ شِئْتَ لَتَّخَذْتَ عَلَيْهِ أَجْرًا ۝۴۷ قَالَ هَذَا

تو اس کو (خضر نے) سیدھا کر دیا، کہا (موسے نے) اگر چاہتا تو مزدوری لے لیتا (خضر نے) کہا یہ

رکوع نمبر ۱

قَالَ أَلَمْ۔۔۔ جب حضرت خضر نے حضرت موسے کا بچے کے قتل پر طیش ملاحظہ کیا تو فرمایا کہ میں نے آپ کو کہا نہیں تھا کہ آپ سے صبر نہ ہو سکے گا۔ اب کی بار حضرت موسے نے نفقت محسوس کرتے ہوئے دو ٹوک فیصلے کی بات کر دی کہ اگر اس کے بعد

میں نے کسی باپ یا رب کشتی کی تو آپ کو اختیار ہے کہ مجھے اپنی شاگردی سے الگ کر دیں۔ تفسیر مجمع البیان میں جناب رسالت مآب سے مروی ہے کہ حضرت موسے کو شرم آیا دہرا اگر صبر کرتے اور حضرت خضر کی صحبت کو جاری رکھتے تو ہزاروں عجائبات ملاحظہ فرماتے

أَهْلَ قَرْيَةٍ۔۔۔ اس بستی کے متعلق تین قول ہیں ۱) انطاکیہ (۲) ایلہ (۳) ناصرہ، جس کی طرف نصاریٰ منسوب ہیں اور آخری قول حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی طرف منسوب ہے۔ اس بستی کے باشندے بخیل تھے اور امام حضرت علی علیہ السلام

سے مروی ہے کہ انہوں نے نہ حضرت خضر و موسے کی ضیافت کی اور نہ قیامت تک وہ کسی کی ضیافت کریں گے ایک غیر شیعہ واعظ کی زبانی سنا تھا کہ اس بستی کے لوگ بعد میں مسلمان ہوئے تو اپنی نفقت مٹانے کے لئے انہوں نے حضور سے خواہش کی تھی

کہ آیت مجیدہ میں أَبَوَاکِی بَجَائِے اَتَّوَاکِی دین تاکہ ہمارے لئے ہمیشہ کی خجالت باقی نہ رہے لیکن آپ نے اس ترمیم سے انکار فرمادیا کہتے ہیں جب شہر والوں نے ان کو اپنی طرف متوجہ دیکھا تو پہلے سے شہر کے دروازے بند کر ڈالے اور انہوں نے

ساری رات بھوکے پیاسے شہر سے باہر گزاری۔

فِرَاقُ بَيْنِي وَبَيْنِكَ سَأُنَبِّئُكَ بِتَأْوِيلِ مَا لَمْ تَسْتَطِعْ عَلَيْهِ

جدائی ہے میرے اور تیرے درمیان میں تجھے بتاؤں گا تاویل اس کی جس پر تو صبر نہیں

صَبْرًا ۴۸) أَمَّا السَّفِينَةُ فَكَانَتْ لِمَسْكِينٍ يَعْمَلُونَ فِي الْبَحْرِ

کر سکا لیکن کشتی مسکینوں کی تھی جو دریا میں کام کرتے تھے میں نے اس کو

فَأَرَدْتُ أَنْ أَعِيبَهَا وَكَانَ وَرَاءَهُمْ مَلِكٌ يَأْخُذُ كُلَّ سَفِينَةٍ

عیب دار کرنا چاہا کہ ان کے پیچھے ایک بادشاہ تھا جو ہر (بے عیب) کشتی کو غصب

غَضَبًا ۴۹) وَأَمَّا الْعُلَمَاءُ فَكَانَ أَبُوهُمُ الْمُؤْمِنِينَ فَخَشِينَا أَنْ

کرتا تھا لیکن ڈکا پس اس کے ماں باپ مومن تھے ہمیں ڈر تھا کہ ان پر غلبہ نہ پالے

يُرْهِقَهُمَا طُغْيَانًا وَكُفْرًا ۵۰) فَأَرَدْنَا أَنْ يُبْدِلَهُمَا آخِرًا

سرکشی اور کفر کے لحاظ سے پس ہم نے چاہا کہ بدلہ دے ان کو ان کا خدا اس سے

فَوَجَدَا - جب صبح کو اٹھے اور شہر سے گزرے تو حضرت خضر نے ایک دیوار کو کمزور دیکھا جو آج نہیں توکل کر جاتی پس آپ

نے از سر نو اس کی مرمت کر دی اور بعض کہتے ہیں کہ اپنے اعجاز سے اس گرتی ہوئی دیوار کو سیدھا کر دیا لیکن پہلی بات اس

لئے قرین عقل ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اُجرت کا مشورہ دیا تھا اگر ہاتھ سے کام نہ کیا ہوتا بلکہ اعجاز سے گھڑی

کی ہوتی تو اُجرت طلبی کا معنی ہی کوئی نہیں تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام دوسرے دن سے بھوک محسوس کر رہے تھے سفر کے

تھکے ماندے تھے پہلی بار غذا طلب کی تو حضرت یوشع نے جواب دیا کہ وہ مجھلی آب حیات کے قطرات پڑنے سے زندہ ہو کر

دریا میں کود گئی ہے پھر حضرت خضر کی ملاقات سے پچھلا غم غلط ہوا۔ اور تازہ دم سفر کو جاری کیا لیکن کشتی کے ٹکانے لڑکے کے قتل

اور بستی والوں کی بے رحمی نے سفر کی کوفت کو زخم پر نیک پاشی کا زنگ دے دیا پس بھوک ابھری اور دامن صبر و ضبط ہاتھ سے

نکلا آپس کی جدائی کا تلخ گھونٹ گوارا کرتے ہوئے کہنے لگے۔ اے خضر اگر تو نے یہ کام کرنا تھا تو مزدوری پر کر لیتے تاکہ ہماری

بھوک کا سدباب ہو جاتا۔ یہ سنتے ہی حضرت خضر نے جواب دیا کہ قول و قرار کے مطابق ہماری باہمی رفاقت کی یہی آخری گھڑی ہے

پھر اپنے افعال عجیبہ کی تاویل کو بیان کرنا شروع کیا۔

وَمَا آءُهُمْ - ورنہ کا لفظ لغات اصدا میں سے ہے اس کا معنی آگے بھی ہے اور پیچھے بھی۔ اس مقام پر اکثر لوگ کہتے

ہیں کہ وہ بادشاہ ان کے آگے تھا اگر پیچھے ہوتا تو کشتی توڑنے کی ضرورت نہ متی کیونکہ یہ لوگ اس سے نکل چکے تھے۔ اور

مِنْهُ زَكَاةٌ وَأَقْرَبُ رَحْمًا ﴿۸۱﴾ وَأَمَّا الْجِدَارُ فَكَانَ لِغُلَامَيْنِ يَتِيمَيْنِ

بہتر پاکیزگی نفس میں اور قریب تر رحم دلی میں لیکن دیوار پس وہ دو یتیم بچوں کی تھی جو اس شہر میں تھے

فِي الْمَدِينَةِ وَكَانَ تَحْتَهُ كَنْزٌ لَهُمَا وَكَانَ أَبُوهُمَا صَالِحًا فَأَرَادَ

اور تھا اس کے نیچے ان کا خزانہ اور ان کا باپ نیک تھا پس تیرے رب نے چاہا

رَبُّكَ أَنْ يُبَلِّغَهُمَا أَشَدَّ هَمًّا وَيُخْرِجَهُمَا كَنْزَهُمَا قَلْبًا رَحْمَةً مِّنْ

کہ پہنچ جائیں اپنی جوانی کو اور نکالیں اپنا خزانہ (دہارا یہ کام) تیرے رب کی رحمت سے تھا

بعضوں نے کہا ہے کہ بادشاہ پیچھے تھا اور اس نے دوبارہ سواریاں لے کر پلٹنا تھا پس حضرت خضر نے سوراخ کر کے واپس پلٹنے سے روکا ڈال دی تاکہ غصب سے بچ جائیں۔ پس حضرت خضر نے اپنے فعل کی تاویل یہ بیان فرمائی کہ اس علاقہ میں ایک بادشاہ ہے جو صحیح و سالم کشتیوں کو غصب کرتا ہوا چلا آ رہا ہے ان غریب ملاحوں کا گذر اوقات اسی کشتی سے تھا پس میں نے اس کو عیب وار کر دیا۔ تاکہ غصب سے بچ جائے تاکہ اس ظالم بادشاہ کے چلے جانے کے بعد شکستہ مقام کو مرمت کر کے پھر یہ لوگ اپنا کام چلاتے رہیں۔

أَمَّا الْغُلَامُ - حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ لڑکا کافر تھا اور اس کے والدین مومن تھے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بالغ و عاقل تھا کیونکہ نابالغ پر کافر کا اطلاق نہیں ہو سکتا اور یہ حضرت خضر کا کلام ہے کیونکہ خدا کی طرف تشبیہ کی نسبت نہیں دی جاسکتی۔

آیت مجیدہ میں عبرت و نصیحت موجود ہے کہ بندے کے لئے جو خدا چاہتا ہے وہ یقیناً بہتر ہوتا ہے اس سے جو بندہ اپنے لئے خود چاہتا ہے۔ چنانچہ اس لڑکے کے ماں باپ اپنے بیٹے کی بقا کے خواہشمند تھے اور اس کی جوانی کی موت ان کے لئے بہت بڑا صدمہ تھا لیکن وہ اس کے انجام بد کو نہیں جانتے تھے۔ خدا نے ان کو اس کے بدلے میں ایک لڑکی عطا فرمائی جس کے بطن سے ستر نبی پیدا ہوئے اور کہتے ہیں یہ لڑکی ایک نبی کا حرم بنی اور اس سے ایک نبی پیدا ہوا جس کی بدولت ایک پوری امت کو ہدایت حاصل ہوئی۔ پس انسان اپنے فیصلے سے خدا کے فیصلہ کو بہتر سمجھے اور اسی پر راضی رہنے میں مجبلائی سمجھے اور خدا کی جانب سے آدمی کے لئے اس کی پسند کے خلاف کا فیصلہ اس کی پسند کے فیصلے سے بہتر ہوا کرتا ہے۔ کیونکہ اس میں اس کی عاقبت کی مجبلائی کا راز مضمحل ہوا کرتا ہے اور تفسیر عیاشی سے منقول ہے امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا۔ جب حضرت موسیٰ نے لڑکے کے قتل پر اعتراض کیا تو حضرت خضر نے اس مقتول کا کندھا کھولا اس پر لکھا ہوا تھا کہ یہ کافر ہے پس حضرت موسیٰ خاموش ہو گئے۔

رَبِّكَ وَمَا فَعَلْتَهُ عَنِ أَمْرِي ط ذَلِكَ تَأْوِيلُ مَا لَمْ

اور میں نے اپنی طرف سے یہ نہیں کیا تھا یہ تاویل ہے اس کی

تَسْطَعُ عَلَيْهِ صَبْرًا ﴿۱۲﴾ ۴

جن پر آپ صبر نہ کر کے

وَأَمَّا الْجِدَارُ - شہر میں دو تہیم ٹڑکے تھے اور اس دیوار کے نیچے ان کا خزانہ مدفون تھا۔ پس خدا نے اس خزانہ کی حفاظت کے لئے نبی کو دیوار کی مرمت کا حکم دیا۔ امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ نیک باپ کی بدولت خدا پشتوں تک اولاد کی حفاظت کرتا ہے چنانچہ اس جگہ بچوں کی نیکی کا کوئی تذکرہ نہیں بلکہ صرف باپ کی نیکی کی بدولت ان کے خزانہ کی حفاظت کی گئی اور منقول ہے کہ یہ بچے اس نیک باپ کی باتوں پشت میں تھے ان کے اس خزانہ کے متعلق مفسرین کے اقوال مختلف ہیں۔ بعضوں نے سونے چاندی کا ذخیرہ لکھا ہے اور بعضوں نے علم کا ذخیرہ نقل کیا ہے۔ چنانچہ تفسیر مجمع البیان میں بروایت ابوالدرداء حضرت رسالت مآب سے مروی ہے کہ اس کے نیچے ایک سونے کی تختی تھی جس پر یہ کلمات تحریر تھے۔

عَجَبًا لِمَنْ يُؤْمِنُ بِالْقَدْرِ كَيْفَ يَخْزَنُ
عَجَبًا لِمَنْ أَيْقَنَ بِالرِّزْقِ كَيْفَ يَتَعَبُ
عَجَبًا لِمَنْ أَيْقَنَ بِالْمَوْتِ كَيْفَ يَفْرَحُ
عَجَبًا لِمَنْ يُؤْمِنُ بِالْحِسَابِ كَيْفَ يَغْفُلُ
عَجَبًا لِمَنْ رَأَى الدُّنْيَا وَتَقَلُّبُهَا يَا أَهْلَهَا كَيْفَ
يُظْمَأُ إِلَيْهَا لِأَدْلَةِ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ

تعجب ہے اس پر جو قدر پر ایمان رکھتا ہے کیسے نگین ہوتا ہے تعجب ہے اس پر جسے رزق کا یقین ہے کیسے بے جا دوڑ دھوپ کرتا ہے تعجب ہے اس پر جسے موت کا یقین ہے کیسے خوش ہوتا ہے تعجب ہے اس پر جو حساب پر ایمان رکھتا ہے کیسے غافل ہے تعجب ہے اس پر جو دنیا اور اس کے انقلابات کو دیکھتا ہے کیسے اس کی طرف مائل ہے اللہ کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں حضرت محمد مصطفیٰ اللہ کا رسول ہے۔

تفسیر برہان میں بروایت کافی صفوان جمال سے مروی ہے امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ وہ خزانہ نہ سونا تھا نہ چاندی بلکہ وہ علم و حکمت کے چار کلمات تھے (۱) لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ (۲) مَنْ أَيْقَنَ بِالْمَوْتِ لَمْ يَفْرَحْ یعنی جس کو موت کا یقین ہو وہ نہیں ہنستا (۳) وَمَنْ أَيْقَنَ بِالْحِسَابِ لَمْ يَفْرَحْ قَلْبُهُ اور جس کو حساب کا یقین ہو اس کا دل خوش نہیں ہوتا (۴) وَمَنْ أَيْقَنَ بِالْقَدْرِ لَمْ يَحْشَ إِلَّا لِلَّهِ اور جس کو قدر کا یقین ہو وہ سوائے خدا کے کسی سے خوف نہیں کرتا حضرت موسیٰ اور جعفر کے باہمی سفر کے بعض عجیب واقعات اور اس سے مناسب بعض احادیث تفسیر کی جلد نمبر ۸ ص ۱۳۹، ۱۴۰ پر مذکور ہو چکی ہیں۔

رَحْمَةً - مفعول لہ ہے یعنی فَعَلْتَهُ رَحْمَةً۔ الخ۔

حضرت خضر کی طولانی زندگی | مشہور یہ ہے کہ چار نبیوں کو خدا نے زندگی طولانی عطا فرمائی ہے۔

۱۱) حضرت ادریسؑ کہ ان کو زندہ بہشت میں اٹھایا گیا ۱۲) حضرت ایاسؑ کہ وہ جنگوں میں رہائش پذیر ہیں۔ (۳) حضرت خضرؑ کہ دریاؤں میں ان کی رہائش ہے (۴) حضرت عیسیٰ مسیحؑ کو چرخ چہارم ان کی قیام گاہ ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے علاوہ باقی انبیاء کی زندگی پر قرآنی نص موجود نہیں اور نہ یہ عقیدہ جزو مذہب ہے البتہ خدا کی قدرت سے بعید نہیں وہ جسے چاہے خلاف عادت ایک لمبی مدت تک زندہ رکھ سکتا ہے۔

تفسیر مجمع البیان میں ہے۔ ابوعلی جبائی کہتا ہے حضرت خضر کا اب تک زندہ رہنا ناممکن ہے جس کی تین وجوہ اس نے بیان کیں (۱) اگر وہ اب تک زندہ ہوتے تو لوگ ان سے متعارف ہوتے ۲) اگر وہ زندہ ہوتے تو ان کی رہائش گاہ ڈھونڈنے سے مل جاتی ۳) اگر وہ زندہ ہوتے تو عقیدہ ختم نبوت باطل ہو جائے گا۔ لیکن یہ تینوں اعتراضات بالکل بے بنیاد اور غلط ہیں کیونکہ کسی انسان کا تعارف یا اس کے گھر کا پتہ اس کی زندگی کے لازم سے نہیں ہو سکتا ہے کہ ایک آدمی زندہ ہو۔ لیکن دنیائے تعارف سے الگ تنہا اوقات زندگی بسر کر رہا ہو پس وہ لوگوں میں چلتے پھرتے ہوں گے لیکن جان پہچان نہ ہوگی اور ختم نبوت کا عقیدہ اپنے مقام پر درست ہے لیکن حضرت خضر خاتم الانبیاء کی نبوت سے پہلے نبی ہیں نہ کہ بعد میں ان کو نبوت عطا ہوئی پس اگر وہ شریعت خاصہ کے مالک تھے تو وہ اسلام کے آنے سے منسوخ ہو گئی اور اگر کسی دوسرے نبی کی شریعت کے مروج و مبلغ تھے تو جس طرح اسلام نے سابقہ شریعتوں کو منسوخ کر دیا ان کی ترویج و تبلیغ کا سلسلہ بھی ختم ہو گیا۔ اب اگر ہوں گے تو شریعت مقدسہ اسلام ہی کے مبلغ و مروج ہوں گے۔ جناب رسالتؐ اور آئمہ طاہرین علیہم السلام کے ساتھ حضرت خضر کی ملاقات کے واقعات کتب میں ملتے ہیں پس جب حجت خدا کا ظہور ہوگا تو جس طرح حضرت عیسیٰؑ چرخ چہارم سے اتر کر نصرت دین کا فریضہ انجام دیں گے۔ اسی طرح بعید نہیں کہ حضرت خضر ادریس و ایاس و اصحاب کہف وغیرہ بھی دامن غیبت کو چاک کر کے فریضہ نصرت انجام دیں۔ خداوند کریم قادر حکیم ہے وہ جو چاہے کر سکتا ہے اور اس کا فعل حکمت سے خالی نہیں ہوتا۔

تفسیر ربان میں بروایت علی بن ابراہیم حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ حضرت خضر کا والد ایک مملکت کا بادشاہ تھا اور حضرت خضر اپنے باپ کے محل میں ایک حجرہ کے اندر عبادتِ خدا میں شب و روز مصروف رہا کرتے تھے اور ان کے علاوہ ان کے والدین کی کوئی دوسری اولاد نہ تھی۔ اراکین دولت اور اساطین مملکت نے بادشاہ کو مشورہ دیا کہ خضر کی شادی کی جائے ممکن ہے خدا اس کو تخت و تاج کا وارث عطا فرمائے۔ چنانچہ ایک باکرہ نوجوان عورت سے اس کی شادی رچائی گئی لیکن حضرت خضر کو عبادت پر دروگاری میں اس قدر انہماک تھا کہ انہوں نے عورت کی طرف توجہ نہ کی اور اسے تاکید کر دی کہ میرے اس راز کو افشا نہ کیا جائے چنانچہ عورت نے رازداری کا وعدہ کیا۔ کچھ عرصہ بعد عورتوں کے فریضہ سے پتہ چلا کہ وہ عورت بدستور باکرہ ہے پس سلطنت کے بھی خواہوں نے کسی بیوہ عورت سے اس کی دوبارہ شادی کا مشورہ دیا۔ چنانچہ حضرت خضر نے اس کی طرف بھی نظر التفات نہ کی اور اس کو بھی رازداری کی تلقین کی لیکن اس نے راز فاش کر دیا اور حضرت خضر کے والد سے صاف

صاف کہہ دیا کہ آپ کے فرزند کو عورتوں کی خواہش ہی نہیں ہے حضرت خضر کے والد کو اس کا بہت رنج پہنچا لیکن شفقتِ پدری کے ماتحت اپنے غصہ پر دامنِ رحم و کرم ڈال کر اُسے ختم کر دیا۔

حضرت خضر باعجازِ خداوندی جس حجرہ میں مصروفِ عبادت رہتے تھے اچانک غائب ہو گئے اور پھر حضرت ذوالقرنین کی فوج میں بھرتی ہوئے اور چونکہ حیرت انگیز قوتِ جسمانی کے مالک تھے لہذا ترقی کر کے مقدمۃ الجیش کے افسرِ اعلیٰ مقرر ہوئے جب ذوالقرنین آبِ حیات کی تلاش میں نکلے تو پورے لشکر کے پیش رو حضرت خضر ہی تھے چنانچہ سفرِ ظلمات میں آبِ حیات تک پہنچے اور وہاں سے پانی پی لیا اور موت سے بچ گئے اور ایک جزیرہ میں قیام کر لیا۔

ایک دفعہ اس کے آبائی شہر کے دو تاجر اس جزیرہ میں جا نکلے اور انہوں نے حضرت خضر کو پہچان لیا جبکہ وہ مصروفِ عبادت پر درگاہ تھے جب آپ نے سلام پڑھا تو ان کو دیکھ لیا احوال پرسی کے بعد فرمایا اگر میں تم دونوں کو آج ابھی ابھی اپنے گھروں میں پہنچا دوں تو کیا تم میرا راز افشا تو نہ کر دو گے؟ ان دونوں نے ظہرِ اعدہ کیا کہ ہم راز افشا نہ کریں گے لیکن ایک کا وعدہ سچے دل سے تھا اور دوسرے نے منافقانہ وعدہ کیا حضرت خضر نے ایک بادل کو بلایا اور اس کو حکم دیا کہ ان دونوں کو اپنے وطن تک پہنچا دے چنانچہ اس نے ان کو گھروں میں پہنچا دیا۔ پس ایک نے راز کو مخفی رکھا اور دوسرے نے بادشاہ کو اطلاع دے دی کہ تیرا بیٹا فلاں جزیرہ میں موجود ہے بادشاہ نے پوچھا کوئی گواہ لاؤ تو اس نے دوسرے ساتھی کا نام لیا لیکن اس نے اپنی رازداری کو محفوظ رکھا اور انکار کر دیا چنانچہ پہلے شخص نے بادشاہ سے فوج اور زاد سفر حاصل کر کے جزیرہ کا رخ کیا لیکن پوری تلاش کے بعد ناکام واپس پلٹا پس دوسرے تاجر کو رہا کر دیا گیا۔

پھر ایک عرصہ کے بعد (غالباً جب کہ حضرت خضر کا والد فوت ہو گیا) لوگ اللہ کی نافرمانی اعلان کرنے لگ گئے تو خدا نے ان کو عذاب میں مبتلا کر کے نیست و نابود کر دیا۔ اس عذاب کی گرفت سے صرف دو آدمی بچے ایک عورت اور ایک مرد جنہوں نے حضرت خضر کا راز افشا نہ کیا تھا۔ چنانچہ انہیں معلوم ہو گیا کہ ہماری رازداری ہماری نجات کا موجب ہے پس وہ مومن ہوئے اور مومن رہے آپس میں نکاح کیا اور صاحبِ اولاد ہوئے یہ دونوں بادشاہ کے زیر سایہ آباد تھے۔ عورت مذکور شاہی خاندان کی عورتوں کی مشاطہ گری کر کے گذراوقات کرتی تھی۔ ایک دن جو اس کے ہاتھ سے کنگھی گری تو اس نے لاکھڑی دکھاؤ اور اللہ کا کلمہ زبان سے جاری کیا۔ شہزادی نے پوچھا یہ کونسا کلمہ ہے کیا میرے باپ کے علاوہ کوئی اور اللہ ہی ہے؟ تو اُس نے جواب دیا کہ ہاں علاوہ ہے جس نے تجھے اور تیرے باپ کو پیدا کیا ہے اور وہ سب کا الٰہ و معبود ہے چنانچہ اُس نے اپنے باپ کو رپورٹ کی بادشاہ نے عورت سے باز پرس کی۔ اس نے بتایا کہ میرا میرے شوہر کا اور میرے بیٹے کا یہی دین ہے کہ ہم اللہ کے علاوہ کسی کو اپنا معبود نہیں سمجھتے چنانچہ بادشاہ نے پانی گرم کر کے ان کو اس میں ڈالنے کا حکم دیا پھر اوپر مکان کی چھت گرا دی گئی۔ شب معراج جناب رسالتاً نے ایک خوشبو محسوس فرمائی تو جبریل نے جواب دیا یہ خوشبو اس گھر سے آرہی ہے جس کے بسنے والوں کو صرف اللہ کی محبت میں عذاب دے کر مارا گیا تھا۔

تفسیر برہان میں بروایت کافی امام علی نقی علیہ السلام سے منقول ہے ایک دن حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام اپنے فرزند امام حسن کے ہمراہ تشریف لارہے تھے سلمان بھی ہمراہ تھا آپ مسجد الحرام میں آکر بیٹھ گئے۔ اتنے میں ایک خوبصورت خوش پوش جوان آیا اور اس نے آپ کو سلام کہا آپ نے جواب سلام دیا اور وہ بیٹھ گیا۔ پھر عرض کرنے لگا میں آپ سے تین سوال کرتا ہوں اگر آپ صحیح جواب دیں گے تو میں سمجھوں گا کہ آپ حق پر ہیں اور آپ کے غاصب ناحق پر ہیں اور اگر آپ جواب نہ دے سکے تو میں سمجھوں گا کہ آپ اور وہ برابر ہیں۔ چنانچہ اس نے اپنے تین سوال بیان کئے۔ آپ نے امام حسن کی طرف اشارہ کیا۔ اور امام حسن نے ان کا ایسا حل بیان کیا کہ وہ عیش عیش کر اٹھائیں شہادت توحید و رسالت کے بعد کہنے لگا۔ اَشْهَدُ اَنْتَ وَصِيَّيْ سَؤْلِ اَللّٰهِ۔ پھر بارہ اماموں کے نام بنام امامت کی گواہی دی اور آخر میں سلام کہہ کر اٹھ کھڑا ہوا۔ آپ نے امام حسن کو حکم دیا کہ دیکھو کہاں جاتا ہے چنانچہ امام حسن نے واپس آکر عرض کی اس نے ایک قدم مسجد کے باہر رکھا اس کے بعد نہ معلوم وہ کہاں غائب ہوا۔ آپ نے فرمایا کہ وہ حضرت خضر علیہ السلام پیغمبر تھا۔

زمانہ طالب علمی میں جب ہمیں علم ہیئت پڑھنے کا شوق دامن گیر ہوا تو اس کے لئے ضلع گجرات تحصیل بھالیہ کے ایک دیہات انہی میں مولوی ولی اللہ صاحب کے درس میں بحالت تقیہ جا پہنچے۔ یہ درس اسی فن کی تدریس میں معروف تھا چنانچہ ہم نے اپنے شوق کی پیاس بجائی۔ ایک دن فارسی کی کتاب شرح بست باب کا درس پڑھ رہے تھے جس میں اسطراب بنانے اور ستارگان آسمانی کے مراکز و حرکات کی پہچان کا طریقہ موجود تھا پس مولوی صاحب نے علم نجوم کی کسی کتاب کے حوالہ سے بیان کیا کہ حضرت خضر کے والد علم نجوم کے ماہر ترین انسان تھے انہوں نے اسطراب کی مدد سے اپنے خدا و علم کی روشنی میں معلوم کیا کہ ایک ستارہ ایک خاص برج میں ہزاروں برس کے بعد طلوع کرتا ہے جس کا خاصہ یہ ہے کہ اس ساعت میں اگر کوئی جوڑا آپس میں ہمبستری کرے اور نطفہ قرار پکڑے تو پیدا ہونے والا بچہ حکمران ہوگا چنانچہ انہوں نے اپنی بیوی سے اسی بات کا تذکرہ کیا اور کہا کہ میں تمہکا ماندہ ہوں جاگ نہیں سکتا تم جاگتے رہنا اور اسطراب پر نظر رکھنا فلاں ساعت کی فلاں گھڑی میں مجھے بیدار کر دینا کہ اس کے بعد اسی ستارہ کے طلوع کا وقت ہوگا پس ممکن ہے کہ خدا ہمیں حکمران فرزند عطا فرمائے۔ یہی گفتگو ان کی بیوی کی بہن بھی سن رہی تھی چنانچہ اس نے اپنے شوہر کو خبردار کر دیا اور وہ بھی وقت کی انتظار میں اسطراب سامنے رکھ کر بیٹھ گئے اور حضرت خضر کے باپ پر نیند غالب تھی اور حضرت خضر کی والدہ جاگ رہی تھی لیکن عین وقت مخصوص پر اس کو بھی اُدنگہ آگئی اور وقت ہاتھ سے نکل گیا۔ ہمسایہ میں اس کی بہن اور اس کے شوہر نے اپنی طبیعت کو ضبط میں رکھا۔ اور عین اسی وقت میں ہمبستر ہو گئے اور خدا نے ان کو فرزند عطا فرمایا جس کا نام انہوں نے سکندر رکھا۔ ادھر ساعت مخصوصہ کے گزرنے کے بعد جو حضرت خضر کے والد کی آنکھ کھلی تو بیوی پر ظاہر ہئے وہ کہنے لگی مجھے نیند نے بے بس کر دیا تھا پس دونوں نے گہرا اندسرس کیا حضرت خضر کے باپ نے کہا اچھا وہ وقت تو اب ہاتھ آنے کا نہیں ہے اب دوسری ساعت باقی ہے جس میں نطفہ قرار پکڑے تو پیدا ہونے والا بچہ موت سے محفوظ ہو کر ہمیشہ زندہ رہے گا چنانچہ ان کے ہاں حضرت خضر پیدا ہوئے

دو گویا حضرت خضر اور سکندر خالہ زاد بھائی تھے (واللہ اعلم)
تفسیر برہان میں حضرت ذوالقرنین کے ذکر میں ہے کہ جب خدا نے ان کو مشرق و مغرب کی حکومت عطا فرمائی تو انہیں بلایا گیا کہ زمین میں ایک چشمہ ہے جسے آب حیات کہتے ہیں اس سے پانی پینے والا کوئی ذی روح نفعِ صورت سے پہلے نہیں مرے گا۔ پس انہوں نے حضرت خضر کو بلایا جو ان کے مقرب درباری تھے اور ان کے علاوہ تین سوانس لڑکے گراہیں سلطنت کو بھی بلایا اور ہر ایک کو ایک ایک مچھلی دے کر حکم دیا کہ فلاں مقام پر جاؤ کہ وہاں تین سوانس مچھلیاں ہیں۔ ہر شخص الگ الگ چشمے سے مچھلی دھو کر میرے پاس واپس لاؤ۔ چنانچہ حسب تعمیل سب روانہ ہوئے اور الگ الگ چشموں کے کناروں پر پہنچے۔ حضرت خضر نے جو مچھلی دھونا چاہا تو پانی پڑنے سے وہ زندہ ہو کر مچھلی اور پانی میں غائب ہو گئی۔ حضرت خضر کافی دیر تک چشمے میں اس کو تلاش کرتے رہے چنانچہ اسی چشمہ سے پانی بھی پی لیا۔ لیکن مچھلی ہاتھ نہ آئی۔ واپس آنے پر سب نے دھلی ہوئی مچھلیاں پیش کیں اور حضرت خضر خالی ہاتھ پلٹے۔ جب حضرت سکندر نے وجہ پوچھی تو انہوں نے سارا ماجرا بیان کیا پس سکندر نے اس چشمہ کو تلاش کرنا چاہا لیکن ناکام رہے۔

ایک روایت میں ہے کہ ذوالقرنین نے ایک فرشتے سے سنا کہ زمین میں ایک چشمہ ہے جس کا نام آب حیات ہے۔ اور خدا کا وعدہ ہے جو اس سے پئے گا اس کو نفعِ صورت سے پہلے موت نہ آئے گی۔ حضرت ذوالقرنین کو اس کی تلاش کی شوق دامن گیر ہوئی تاکہ اپنے خالقِ محسن کی اس طویل زندگی میں جی بھر کر عبادت کروں اور اس کا حقِ شکر ادا کر دوں پس لشکر سمیت اس کی تلاش میں نکلا اور حضرت خضر اس کے مقدمہ لشکر میں تھا چنانچہ سفرِ ظلمات کو طے کرتے ہوئے حضرت خضر چشمہ آب حیات پر جا پہنچے وہاں غسل بھی کیا اور پانی بھی پی لیا اور حضرت ذوالقرنین اُسے نہ پا سکے روایت بہت طولانی ہے جس کا من و عن نقل کرنا خالی از فائدہ ہے۔

بروایت ابن بابویہ حضرت امام رضا علیہ السلام سے مروی ہے کہ حضرت خضر نے آب حیات سے پیا لہذا وہ زندہ ہیں اور نفعِ صورت تک نہ مریں گے وہ ہمارے پاس وقتاً فوقتاً تشریف لاتے ہیں اور ہم ان کی باتیں سنتے ہیں لیکن وہ خود نظر نہیں آسکتے اور جہاں کہیں ان کا ذکر تیر ہو وہ آجاتے ہیں۔ لہذا ان کو ذکر کرنے والا جب بھی ان کا ذکر کرے ان کو سلام کہے اور ایامِ حج میں مکہ تشریف لے جاتے ہیں اور اعمالِ حج بجالاتے ہیں۔ نیز مقامِ عرفہ میں دعوت کے دوران مومن حاجیوں کی دعاؤں پر آمین کہتے ہیں نیز زمانہِ غدیت میں وہ ہمارے قائم کے انیس دہائیوں ہوں گے اور خدا ان کے ذریعے سے ہمارے قائم کی تنہائی اور وحشت کو دور فرمائے گا۔

تفسیر برہان میں بروایت عیاشی امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ حضرت سلیمان آصف بن برخیا سے اعلم تھے اور حضرت موسیٰ سے اس سے اعلم تھے جس کی اتباع کا ان کو حکم دیا گیا تھا۔ بروایت ابن بابویہ حضرت ابن عباس ایک مرتبہ چاہ زمزم کے کنارے پر بیٹھے لوگوں کو احادیث سنارہے تھے تو ایک شامی نے سوال کیا کہ حضرت علی کے ہاتھوں ایسے لوگ قتل ہوئے ہیں جنہوں نے کفر کا ارتکاب نہیں کیا تھا اور نمازی روزہ دار حاجی اور پابندِ زکوٰۃ بھی تھے تو علی کا یہ فعل کیسے جائز قرار دیا جاسکتا ہے۔ ابن عباس

وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الْقَرْنَيْنِ قُلْ سَأَتْلُوا عَلَيْكُمْ مِنْهُ ذِكْرًا ﴿۸۲﴾

اور تجھ سے پوچھتے ہیں ذوالقرنین کے متعلق کہہ دو میں ابھی پڑھوں گا تمہارے سامنے اس کا قصہ

إِنَّا مَكْنَانُهُ فِي الْأَرْضِ وَأَتَيْنَهُ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ سَبَبًا ﴿۸۳﴾ فَاتَّبِعْ سَبَبًا ﴿۸۴﴾

ہم نے اس کو زمین میں ٹھکانا دیا اور ہم نے اس کو ہر قسم کے طریقے تعلیم کئے پس اس نے ایک طریقہ اختیار کیا

نئے بات کو ٹالنے کی کوشش کی لیکن وہ نہ مانا آپ نے اس کے اسرار کے پیش نظر بالآخر یہ فرمایا کہ حضرت موسیٰ باوجود اولوالعزم صاحب شریعت پیغمبر ہونے کے خضر کے قتل کی مصلحت کو نہ سمجھ سکے اور اس کو بے گناہ سمجھتے رہے حالانکہ اس کے قتل میں اللہ کی رضا تھی اسی طرح علیؑ نے ان لوگوں کو قتل کیا جن کے قتل میں اللہ کی رضا تھی اور جاہل اس بات کو نہیں سمجھ سکتے۔

رکوع نمبر ۲

حضرت ذوالقرنین کا ذکر

اگر پوری تسلی سے نہیں کہا جاسکتا تاہم اغلب یہ ہے کہ مقدونیہ کے بادشاہ سکندر کو ذوالقرنین کہا گیا ہے چنانچہ شیخ ابوالحسن شعرانی نے اسی نظریہ کو مذہب صحیح قرار دیا ہے چونکہ یہ سوال قوم یہود کی جانب سے تھا اور وہ سکندر کو جانتے تھے اس نے بیت المقدس پر حملہ کیا لیکن کوئی ان کا جانی نقصان نہ کیا بلکہ علماء یہود کی اس نے عزت کی اور ان کے احکام کو باقی رکھا اور تورات کی اتباع کا حکم دیا جو ان میں مروج تھی اور اس سے پتہ چلتا ہے کہ ذوالقرنین مومن مخلص تھا چنانچہ منقول ہے کہ ارسطو حکیم اس کا استاد تھا اور توحید خالق اور موت کے بعد نفس کی زندگی ارسطو کا عقیدہ تھا سکندر چونکہ دنیا کا فاتح ہوا اور خدائے زمین کی فتح کے اسباب و ذرائع پر اس کو قدرت دے دی تھی جیسا کہ آیت نمبر ۸۲ میں اس کی تصریح موجود ہے پس خدا و قدرت و طاقت کی بنا پر اس نے مشرق و مغرب کو فتح کر کے اپنی سلطنت کا جھنڈا لہرایا چونکہ یہ یونانی تھا پس یونانی علوم دنیا میں پھیل گئے اور ان کی زبان اطراف عالم میں رائج ہو گئی۔ طب نجوم اور فلسفہ کے مدرسے ہر جگہ کھل گئے اور اس کے بعد ایک ہزار سال تک یونانی زبان پوری روئے زمین پر مسلط رہی جس طرح اسلام کی آمد نے زبان عربی کو فروغ دیا یا جس طرح آجکل انگریزی زبان کو فروغ حاصل ہے۔ تفسیر یہاں میں امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے منقول ہے کہ ذوالقرنین بارہ برس کی عمر میں تخت حکومت پر بیٹھا اور تیس برس حکومت کی تفسیر قہمی سے منقول ہے کہ تبلیغ دین کے صلہ میں قوم نے اس کے سر پر تلوار ماری جس سے سر کا دایاں حصہ زخمی ہوا پس خدانے اس کو پانچ سو برس تک آغوش موت میں سلانے کے بعد دوبارہ بھیجا تو سلسلہ تبلیغ انہوں نے جاری کیا پھر قوم نے ان کے سر پر تلوار ماری جس سے سر کا بائیں حصہ زخمی ہوا۔ پس پانچ سو برس موت کی نیند سو گئے پھر خدانے ان کو زندہ کر کے تخت حکومت عطا فرمایا۔ بہر کیف اسکندر یہ انہی کی یادگار ہے۔ اور مکتبہ اسکندریہ انہی کی نشانیوں میں سے ہے کیونکہ اس دور کے علوم و فنون کا مرکز مصر تھا اور یوں سمجھئے کہ انبیاء علیہم السلام کے بعد علوم و فنون کی ترویج میں یہ شخص لاثانی حیثیت رکھتا ہے اس نے انسانی معاشرہ کی اصلاح میں قابل قدر کردار پیش کیا اسی وجہ

حَتَّىٰ إِذَا بَلَغَ مَغْرِبَ الشَّمْسِ وَجَدَهَا تَغْرُبُ فِي عَيْنٍ حَمِئَةٍ

یہاں تک کہ جب انتہائے مغرب تک پہنچے تو دیکھا کہ سورج سیاہی مائل پانی کے چشمے میں غروب کرتا ہے سے تمام سلاطین میں سے اسی کا ذکر قرآن کا حصہ قرار دیا گیا۔ حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے منقول ہے کہ ذوالقرنین ایک عبد صالح تھا اللہ کو دوست رکھتا تھا دین خدا کا خیر خواہ تھا اس نے اپنی قوم کو تقویٰ کا حکم دیا تو انہوں نے ان پر تلوار کا وار کیا جو سر کے ایک کنارے پر لگا پس آپ غائب ہو گئے پھر ایک عرصہ بعد واپس پلٹے اور حسب سابق قوم کو دین خدا کی طرف بلایا تو انہوں نے پھر تلوار سے وار کر کے سر کا دوسرا کنارہ زخمی کر دیا اور اسی وجہ سے ان کو ذوالقرنین کہا جاتا ہے پھر آپ نے فرمایا کہ تم میں بھی اس کی مثل موجود ہے (یعنی ایسا مبلغ موجود ہے جس کو تبلیغ کے بدلہ میں نشانہ بنایا جائے گا گویا آپ اپنی طرف اشارہ کر رہے تھے) مَسْئَلَةٌ - حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے منقول ہے کہ خدا نے ان کے لئے بادل کو مسخر کر دیا تھا اور اسباب فتح و کامرانی میسر کر دیئے تھے رات کے وقت ان کے لئے نور پیدا کیا جاتا تھا پس شب و روز کی محنت ان کے لئے آسان تھی اور سہل و سخت زمین کا سفر ان کے لئے برابر تھا۔

مَغْرِبَ الشَّمْسِ - یعنی پہلے پہل انہوں نے عنان عزم کو سفر مغرب کی طرف موڑا اور مغرب اقصیٰ تک پہنچے جس کے بعد آبادی ختم تھی۔

عَيْنٍ حَمِئَةٍ - عین کا معنی چشمہ اور حَمِئَةٍ کا معنی ہے سیاہی مائل اور یہ چیز مشاہدہ سے تعلق رکھتی ہے کہ جب انسان ایک کھلے میدان میں موجود ہو تو بوقت غروب اس کو سورج زمین کی سطح میں ڈھلتا ہوا نظر آتا ہے اور ظاہراً سمندر کے پانی کا رنگ چونکہ سیاہی مائل ہوتا ہے اس لئے کہا گیا کہ انہوں نے سورج کو سیاہی مائل پانی کے چشمے میں غروب کرتے دیکھا اور مروی ہے کہ ان کی آواز میں شیر کی گرج کا سارعب تھا پس جب نعرہ لگاتے تو کفار کے دل دہل جاتے تھے اور وہ دم توڑتے نظر آتے تھے پس مشرق و مغرب پر ان کا سکہ بیٹھ گیا۔ نیز مروی ہے کہ بادل کی سواری خدا نے ان کو عطا فرمائی تھی۔

قَوْمًا - آیت کے الفاظ سے پتہ چلتا ہے کہ وہ لوگ کافر تھے مقصد یہ ہے کہ حکم پروردگار ہوا کہ ان کو دین حق کی تبلیغ کرو پس اگر نہ مانیں اور اپنے کفر پر ڈٹ جائیں تو آپ کو اختیار ہے کہ ان کو سزائے موت دیدیا ان کے ساتھ مزید نیکی کا برتاؤ کر دینی ان کو ایک عرصہ تک مہلت دے کر ان کو زیور تعلیم سے آراستہ کر دتا کہ حق و باطل میں تمیز کرنے کے اہل ہو جائیں۔ اس آیت سے بعض لوگوں نے اسکندر کی نبوت کا استدلال بھی کیا ہے کیونکہ کسی پر خدا کی وحی کا نزول اس کی نبوت کی دلیل ہے لیکن اس کا جواب دیا گیا ہے کہ یہاں حکم خدا بصورت الہام تھا جس طرح مادر مونسے کے متعلق وارد ہے کہ ہم نے اس کو وحی کی اور مراد الہام تھا اور نبوت کی علامت وہ وحی ہے جو بصورت نزول ملک ہو۔ بہر کیف اگر وہ نبی تھے تو وحی سے مراد وہی ہے جو انبیاء کی طرف خدا کی جانب سے ہوا کرتی ہے ورنہ وحی سے مراد الہام ہو گا جو غیر نبی بلکہ غیر انسان کی جانب سے بھی ہو سکتا ہے۔

مَنْ خَلَقَ - یہاں ظلم سے مراد شرک ہے یعنی حضرت ذوالقرنین نے خدا کے حکم کے مطابق عمل کیا وہاں کے باشندوں کو

وَوَجَدَ عِنْدَهَا قَوْمًا قُلْنَا يَبْدُ الْقَرْنَيْنِ إِمَّا أَنْ تُعَذِّبَ وَ

اور وہاں ایک قوم دیکھی ہم نے کہا اے ذوالقرنین یا تو ان کو سزا دو اور

إِمَّا أَنْ تَتَّخِذَ فِيهِمْ حُسْنًا ﴿٨٦﴾ قَالَ إِمَّا مَنْ ظَلَمَ فَسَوْفَ نَعَذِّبُهُ

یا نیکی کا برتاؤ اختیار کرو نہرہا یا کہ جو ظلم کرے گا پس ہم اس کو

ثُمَّ يَرُدُّهُ إِلَىٰ رَبِّهِ فَيُعَذِّبُهُ عَذَابًا ثَكْرًا ﴿٨٧﴾ وَإِمَّا مَنْ آمَنَ وَ

عذاب دیں گے پھر پلٹے گا طرف اپنے رب کے تو وہ بھی اس کو سخت عذاب دے گا اور جو ایمان لائے گا اور

عَمِلَ صَالِحًا فَلَهُ جَزَاءٌ الْحُسْنَىٰ وَسَنَقُولُ لَهُ مِنْ أَمْرِنَا يُسْرًا ﴿٨٨﴾

نیک عمل کرے گا تو اس کا اچھا بدلہ ہوگا اور ہم اس کو آسان امر کریں گے

توحید کا پیغام سنایا اور شرک پر ڈٹے رہنے والوں کو عذاب کی دھمکی دی کہ جس نے ظلم کیا یعنی جو مشرک رہا اس کو دنیا میں ہم مڑا موت دیں گے اور جب بروز محشر اٹھے گا تو عذابِ خداوندی میں بھی سخت طور پر گرفتار ہوگا لیکن جو ایمان لائے اور اس پر ثابت قدم رہے اس کے ساتھ ہم اچھا سلوک کریں گے اور اس پر ہمارے احکام کا بوجھ اس قدر ہوگا جو وہ آسانی سے برداشت کر سکے گا پس اس کی گزشتہ لغزشیں معاف کر دی جائیں گی اور بروز محشر اس کو نیک جزا ملے گی۔

ثُمَّ آتَبَهُ - یعنی ہمارے عطا کردہ اسباب میں سے ایک سبب کو اختیار کیا اور مشرق کی طرف عنان سفر کو موڑا۔

مَطْلَعُ الشَّمْسِ - یعنی مغربی ممالک پر حکومت مستحکم کر لینے کے بعد مشرقی ممالک کی طرف اقدام کیا اس مقام پر مشرق کی انتہائے آبادی مراد لینا بھی ممکن ہے اور صرف سمت مشرق بھی مراد لی جاسکتی ہے اور بعضوں نے جانب مشرق کی ابتداء سے آبادی بھی مراد لی ہے۔ بہر کیف مقصد یہ ہے کہ پہلے یونان سے روانہ ہو کر انہوں نے مغرب کو فتح کیا اور بعد میں مشرق پر اپنے اقتدار کا جھنڈا لہرایا۔ آیات مجیدہ سے یہ خوب اندازہ ہوتا ہے کہ اس زمانہ میں مغرب کے لوگ تہذیب و تمدن میں منازل ترقی پر گامزن تھے۔

اور وہ مشرک و ایمان میں امتیاز کرنا جانتے تھے پس حضرت ذوالقرنین نے بفرمانِ خداوندی ان کو دعوتِ اسلام دی لیکن اہل مشرق جس میں ترک ایران اور ہندوستان وغیرہ سب شامل تھے یہ لوگ معاشرتی پہلو میں بہت گرے ہوئے تھے اور تمدنی زندگی سے نا آشنا تھے چنانچہ ارشادِ خداوندی ہے وہاں ایسی قوم کو دیکھا جن کا سورج کے علاوہ کوئی ستر نہ تھا یعنی نہ وہ لباس بنانا اور پہننا جانتے تھے اور نہ لکھ بنانا اور ان میں رہائش رکھنا جانتے تھے چنانچہ جب دن ہوتا تھا تو پانی یا سرنگ یا کسی غار میں گھس جاتے تھے اور رات کو اپنے کاروبار کرتے تھے اور امام محمد باقر علیہ السلام سے بھی اسی قسم کی روایت منقول ہے۔

ثُمَّ اتَّبَعَ سَبِيًّا ﴿۸۹﴾ حَتَّىٰ إِذَا بَلَغَ مَطْلِعَ الشَّمْسِ وَجَدَهَا تَطْلَعُ

پھر اس نے ایک راستہ اختیار کیا یہاں تک کہ جب اقصائے مشرق تک پہنچے دیکھا کہ وہ طلوع کرتا ہے

عَلَىٰ قَوْمٍ لَّمْ يَجْعَلْ لَهُم مِّنْ دُونِهَا سِتْرًا ﴿۹۰﴾ كَذٰلِكَ وَقَدْ

ایسی قوم پر کہ ہم نے ان کے لئے اس کے علاوہ کوئی ستر نہیں بنایا تھا اسی طرح تحقیق ہم نے

اَحْطٰنًا بِمَا لَدَيْهِ خُبْرًا ﴿۹۱﴾ ثُمَّ اتَّبَعَ سَبِيًّا ﴿۹۲﴾ حَتَّىٰ إِذَا بَلَغَ بَيْنَ

احاطہ کیا جو اس کے پاس تھا علم سے پھر اس نے ایک راستہ اختیار کیا یہاں تک کہ جب پہنچے درمیان

السَّدِّينَ وَجَدَ مِنْ دُونِهِمَا قَوْمًا لَا يَكَادُونَ يَفْقَهُونَ تَوَلًّا ﴿۹۰﴾

دو بندوں (پہاڑوں) کے وہاں ایک قوم دیکھی جو بات نہ سمجھتے تھے (انہوں نے)

قَالُوا يَا ذَا الْقُرْنَيْنِ إِنَّ يَا جُوجَ وَمَا جُوجَ مُفْسِدُونَ فِي الْأَرْضِ

بتایا اے ذوالقرنین تحقیق یا جوج و ما جوج فساد کرتے ہیں زمین میں تو کیا ہم

فَهَلْ نَجْعَلُ لَكَ خَرْجًا عَلَىٰ أَنْ تَجْعَلَ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُمْ سَدًّا ﴿۹۲﴾

چندہ کر دیں آپ کو کچھ رقم؟ کہ بنائیں آپ ہمارے اور ان کے درمیان ایک بند

قَالَ مَا مَكْنِي فِيهِ رَبِّي خَيْرٌ فَأَعِينُونِي بِقُوَّةٍ أَجْعَلْ بَيْنَكُمْ وَ

کہا جو طاقت دی مجھے رب نے بہتر ہے پس تم میری مدد کرو جسمانی قوت سے تاکہ بناؤں تمہارے اور

أَحْطٰنًا - یعنی ذوالقرنین کے پاس جس قدر طاقت فوج اور آلات و اسباب موجود تھے ہم ان کا علمی احاطہ رکھتے ہیں۔

ثُمَّ اتَّبَعَ - یعنی مشرق و مغرب کو فتح کر لینے کے بعد تیسری جانب روانہ ہوئے حتیٰ کہ ایک مقام پر پہنچے کہ دو طرفوں سے پہاڑ

وہاں ختم ہوتے تھے اور درمیان میں گذرگاہ تھی۔ اس کے پرلی جانب یا جوج و ما جوج آباد تھے اور ادھر ایک قوم فروکش تھی جو ذوالقرنین

اور اس کی قوم کی زبان کو نہ جانتے تھے جب انہوں نے ان سے احوال پرسی کی تو ان لوگوں نے اشاروں اشاروں میں سمجھایا یا بقدرت

خدا ذوالقرنین کو ان کی بولی سمجھنے کی توفیق ملی یا کسی ترجمان کے ذریعے سے پتہ چلا کہ یہاں کیف انہوں نے اس امر کی شکایت کی کہ ان

پہاڑوں کے پیچھے یا جوج و ما جوج آباد ہیں جو ہمیں بہت ستاتے ہیں وہ ان دونوں پہاڑوں کے درمیانی درے سے گزر کر ہمارا جانی و

مالی ہر قسم کا نقصان کرتے ہیں جس سے ہم بہت تنگ ہیں لہذا ہم اغراجات کے لئے آپس میں چندہ کر کے آپ کو دیتے ہیں تاکہ اس

بَيْنَهُمْ رَدْمًا ﴿٩٥﴾ أَتُوتِي زُبْرًا حَدِيدًا حَتَّىٰ إِذَا سَاوَىٰ بَيْنَ الصَّدَفَيْنِ

ان کے درمیان دیوار لاڈ لوہے کے ٹکڑے یہاں تک کہ جب برابر ہو گئی دونوں پہاڑوں

قَالَ انْفُخُوا حَتَّىٰ إِذَا جَعَلَهُ نَارًا قَالَ أَتُوتِي أُفْرَعًا عَلَيْهِ قَطْرًا ﴿٩٦﴾

کے درمیان کی جگہ تو نہریا پھونکو یہاں تک کہ جب اس کو آگ بنا دیا فرمایا لاڈ تاکہ ڈال دوں اس پر پگھلا دیتا ہوں

فَمَا اسْتَطَاعُوا أَنْ يَظْهَرُوهُ وَمَا اسْتَطَاعُوا لَهُ نَقْبًا ﴿٩٧﴾ قَالَ هَذَا

پس نہ ان کے بس میں تھا کہ اس پر چڑھ جائیں اور نہ ان کے بس میں تھا کہ سوراخ کر لیں نہریا یہ

رَحْمَةٌ مِّن رَّبِّي ۚ فَإِذَا جَاءَ وَعْدُ رَبِّي جَعَلَهُ دَكَّاءَ ۚ وَكَانَ وَعْدُ

رحم ہے میرے رب کی طرف سے تو جب آئے گا وعدہ میرے رب کا اس کو پس دے گا اور ہے وعدہ میرے

رَبِّي حَقًّا ﴿٩٨﴾ وَتَرَكْنَا بَعْضَهُمْ يَوْمَئِذٍ يَمُوجًا فِي بَعْضٍ وَنَفَخْنَا فِي

رب کا سچا اور چھوڑا ہم نے ان کو اس دن ایک دوسرے کے ساتھ گھٹلے ہوئے اور پھونکا جانے گا

الصُّورِ فَجَمَعْنَاهُمْ جَمْعًا ﴿٩٩﴾ وَعَرَضْنَا جَهَنَّمَ يَوْمَئِذٍ لِلْكَافِرِينَ

صویر میں پس ان کو جمع کریں گے اور پیش کریں گے جہنم کو اس دن کانٹروں پر

عَرَضًا ﴿١٠٠﴾ الَّذِينَ كَانَتْ أَعْيُنُهُمْ فِي غِطَاءٍ عَن ذِكْرِي وَكَانُوا

جن کی آنکھیں میری یاد سے پردہ میں تھیں اور وہ (حق بات کو) سن

درمیانی راہ کو بند کر دیا جائے اور ہمیں لوگوں کے شر سے محفوظ کیا جائے۔ آپ نے فرمایا میرے پاس اپنے پروردگار کی عطا کردہ دولت

کافی ہے البتہ اگر بند تقیر کرنا ہے تو مجھے جانی امداد دو اور کام کرنے کے لئے مزدور فراہم کر دو۔ میں تمہارے اور ان لوگوں کے درمیان ایک

مضبوط دیوار کھڑی کرتا ہوں جس کو نہ وہ گرا سکیں گے اور نہ اس میں سوراخ نکال سکیں گے اور نہ اوپر سے پھلانگ کر ادھر کا رخ کر سکیں گے تفسیر

برہان میں عیاشی سے منقول ہے کہ ذوالقرنین کا نام عیاش تھا اور ابن بابویہ کی روایت میں اس کا اصلی نام عبداللہ تھا۔ واللہ اعلم

اتوتی۔ آپ نے حکم دیا کہ لوہے کی ٹکڑے اکٹھے کئے جائیں چنانچہ تعمیل ارشاد میں دونوں پہاڑوں کے درمیان خالی جگہ کو لوہے

سے بھر دیا گیا جب چوڑائی اور بلندی میں لوہے کا ڈھیر دونوں طرف کی پہاڑیوں کے برابر ہو گیا تو آپ نے اس تمام لوہے کو آگ سے

پگھلانے کا حکم دیا تاکہ سب یک جان ہو جائے اور کوئی سوراخ نہ بچے چنانچہ لوہے کو پھونکنیوں کے ذریعے سے آگ بنا دیا گیا

حشے کہ سارا لوہا پگھل کر ایک جسم ہو گیا اس کے بعد پتیل اور تانبا پگھلا کر اوپر ڈال دیا گیا تاکہ مضبوط حصار بن جائے چنانچہ اس عمل کے بعد وہ نہ اوپر چڑھ کر اس کو عبور کر سکے اور نہ اس میں سوراخ نکال سکے۔

جَعَلَهُ دَكًّا۔ یعنی جب وعدہ کا دن ہوگا تو وہ دیوار بجگم پر درگاز زمین کے برابر ہو جائے گی اس سے ظہور قائم ال محمد کا زمانہ مراد ہے اور میان سے معلوم ہوتا ہے کہ سد سکندری ایک لمبا بند نہیں تھا بلکہ دو پہاڑوں کے درمیان جوڑہ تھا جس سے لیٹرے گزر کر اس زمانہ کی مہذب اقوام کو پریشان کرتے تھے ان کی رپورٹ پر آپ نے اس کو بند کر دیا تھا اور حسب ضرورت ہر زمانہ میں بادشاہ ایسا کیا کرتے ہیں۔ اس سے رپورٹ چین مراد لینا بلا دلیل ہے بعضوں نے اس کا مقام بحر روم کے قریب بیان کیا ہے اس کی بلندی دو سو ذراع اور چوڑائی پچاس ذراع بیان کی گئی ہے (مجمع البیان)

وَتَوَكَّفْنَا۔ یعنی ان کی کثرت کا یہ عالم ہے کہ ان کو دیکھنے سے یوں معلوم ہوتا ہے کہ انسانوں کا ایک سمندر ہے جو ٹھاٹھیں مار رہا ہے اور ممکن ہے اس سے مراد قیامت کا اجتماع ہو کہ ہر ذمہ شہر لوگوں کی کثرت موجزن سمندر کی مثال ہوگی جبکہ نفع صور ہوگا۔

نَفْعٌ فِي الشُّؤْبِ۔ نفع صور پر مامور فرشتے کا نام اسرائیل ہے تفسیر مجمع البیان میں ہے نفع صورتین مرتبہ ہوگا۔
 پہلی دفعہ نفع صور ہوگا تو تمام مخلوقات میں سنسنی چھا جائے گی اور لوگ متحیر ہو جائیں گے۔ (۲) دوسری دفعہ نفع صور ہوگا تو سب لوگ مر جائیں گے (۳) تیسری دفعہ جب نفع صور ہوگا تو لوگ دوبارہ زندہ ہو کر بارگاہ ربوبیت میں پیش ہوں گے۔

عَنْ ذِكْرِ عِيسَى۔ تفسیر بیان میں بروایت علی بن ابراہیم امام جعفر صادق علیہ السلام سے اس کی تفسیر میں مذکور ہے کہ ذکر سے مراد حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام کی ولایت ہے یعنی جو لوگ کافر ہیں ان کی آنکھوں پر پردہ ہے کہ ولایت علی کی پہچان کر سکیں اور وہ لوگ ازراہ سد علی کا ذکر سن بھی نہیں سکتے اور بروایت ابن بابویہ مامون نے حضرت امام علی رضا علیہ السلام سے اس آیت کی تفسیر پوچھی تو آپ نے فرمایا آنکھوں کا پردہ ذکر خداوندی سے نہیں رد کا کرتا کیونکہ ذکر آنکھوں سے رکھنے کی شئی نہیں ہے بلکہ اس جگہ خدا نے حضرت علی کی دلا کے منکروں کی تشبیہ بیان کی ہے۔

۱۱) بعض قاریوں نے اَشْوَبِیِّ کی بجائے اَشْوَبِیِّ پڑھا ہے۔ پہلی صورت میں ہمزہ قطعی ہے اور دوسری صورت میں ہمزہ وصلی ہے جو پڑھنے میں نہیں آتا۔ نیز پہلی صورت میں باب افعال اتیاء سے ہے جو اعطاء کے مترادف ہے اور اس کے دو معانی ہیں ۱) ہبہ اور بخشش کے طور پر دینا۔ استحقاق کی بنا پر دینا پس اگر صیغہ اعط ہو تو چونکہ یہ عطا سے ہے لہذا اس میں ہبہ اور بخشش کا مفہوم زیادہ واضح ہوتا ہے اور اگر آت ہو تو اس میں استحقاق کی بنا پر دینا واضح ہوتا ہے۔ لیکن چونکہ آت کا لفظ دو نو معنوں میں مشترک ہے لہذا بعض قاریوں نے اَشْوَبِیِّ پڑھا ہے تاکہ ہبہ کے معنی کا احتمال بھی نہ رہے۔

النوار علمیہ

۱۲) استطاع میں تین صورتیں جاتیں ہیں۔ اَشْتَطَاعَ كَيْسَطِطِعَ (۱) اَشْتَطَاعَ كَيْسَطِطِعَ (۲) اَشْتَطَاعَ كَيْسَطِطِعَ (۳) اَشْتَطَاعَ كَيْسَطِطِعَ (۴) پہلی صورت میں باب استفعال ہے دوسری صورت میں باب افعال سے ہے اصل میں اَطَاعَ يُطِيعُ تھا جو ف وادی میں قاعدہ

کی رُو سے واؤ الف سے بدل گئی تو واؤ کی حرکت کے عوض میں شروع میں ایک سین کا اضافہ کر دیا گیا پس اسطرح ہو گیا جس طرح اراق میں صا کا اضافہ ہوا پس اھراق یُھْرِیقُ پڑھا گیا۔ تیسری صورت میں باب استفعال استطاع میں تا اور طاء کے اجتماع میں ثقل محسوس کرتے ہوئے طاء کو حذف کر دیا گیا پس استاع ہو گیا۔

(۳) یا جوج دما جوج۔ اگر ان دونوں لفظوں کو عجی قرار دیا جائے تو ان کی اصل تلاش کرنے کی ضرورت نہیں پس عجمہ و معرفہ ہونے کی وجہ سے ان کو غیر منضرت قرار دیا جائے گا اور اگر عربی لفظ قرار دیئے جائیں تو یا جوج اگر ہمزہ کے ساتھ ہے تو اس کا مادہ آج اور یفعول ہوگا اور اگر الف کے ساتھ ہے تو مادہ یج اور وزن فاعول ہوگا۔ اسی طرح ما جوج کا لفظ اگر ہمزہ کے ساتھ ہو تو مفعول کے وزن پر مادہ آج سے ہوگا گو یا دونوں لفظوں کا مادہ ایک ہی ہوگا اور اگر الف کو زائد قرار دیا جائے تو وزن فاعول اور مادہ جج ہوگا۔ پس دونوں لفظوں کی اصلیں جدا جدا ہوں گی اور دونوں لفظیں دونوں صورتوں میں غیر منضرت ہیں۔ تائیت اور معرفہ کی بناء پر تفسیر مجمع البیان میں ہے جناب رسالتاً سے یا جوج دما جوج کے متعلق دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا یا جوج اور ما جوج دو قوموں کے الگ الگ نام ہیں ہر قوم چار چار سو خاندانوں پر مشتمل ہے اور وہ اس قدر کثیر الاولاد ہوتے ہیں کہ ان میں سے ایک ایک مرد ایک ہزار افراد اولاد نریتہ میں سے دیکھ کر مرتا ہے۔ الحدیث۔ اور مشہور یہی ہے کہ یہ لوگ اولاد آدم سے ہیں اور بقول وہب یافث بن نوح کی اولاد ہیں جو ترک قوم کا جدا علی ہے اور بقول سدی ترک و مغل دونوں قومیں انہی کا حصہ ہیں کیونکہ دیار کی تعمیر کے وقت یا جوج و ما جوج اقوام کے جوان ادا ڈاکہ زنی و لوٹ کھسوٹ کیے لئے راستہ عبور کر کے آچکے تھے وہ دیار تعمیر ہو جانے کے بعد واپس نہ جا سکے پس ادھر ہی رہ گئے اور ان علاقوں میں انہوں نے ایک مدت دراز تک اپنی حکومت قائم رکھی۔

ابوالحسن شعرانی محشی مجمع البیان میں تحریر فرماتے ہیں میں نے علماء ہند کی بعض کتب میں دیکھا ہے کہ یا جوج و ما جوج سے پوری یورپی اقوام مراد ہیں جو سکندر کے زمانہ میں وحشی قسم کے درندہ صفت انسان تھے اور اپنے ارد گرد کی بسنے والی کمزور اقوام کو قتل و غارت سے پریشان کئے رہتے تھے۔ پس حضرت سکندر ذوالقرنین نے ان کا راستہ بند کر کے امن قائم کیا۔ اور آج وہی لوگ ہیں جو اطراف دنیا پر چھائے ہوئے ہیں۔ نیز بعض لوگ چینی اقوام کو یا جوج دما جوج قرار دیتے ہیں۔ واللہ اعلم۔ تفسیر مجمع البیان میں قتا وہ کا قول ہے کہ یا جوج دما جوج کے کل ۲۱ قبیلے تھے جب بند تعمیر ہوا تو ایک قبیلہ باہر رہ گیا اور وہی ترک ہیں۔

(۴) سداور روم میں فرق یہ ہے کہ سداور دیواروں کے درمیان کو پُر کر دینے کو کہا جاتا ہے اور روم پختہ طور پر اس کو بند کرنے پر اطلاق ہوتا ہے۔ ابن عباس سے منقول ہے الرَّدْمُ اَشْدُّ الْحِجَابِ یعنی روم مضبوط روکاؤٹ کا نام ہے اور بعض نے کہا ہے هُوَ السَّدُّ الْمَتْرَاكِبُ بَعْضُهُ عَلَى بَعْضٍ۔ یعنی روم اس بند کو کہا جاتا ہے جو تہ بہ تہ کر کے زیادہ پختہ و مضبوط کیا گیا ہو۔

لَا يَسْتَبِيعُونَ سَمْعًا ۱۰۱ ﴿۱۰۱﴾ أَفَحَسِبَ الَّذِينَ كَفَرُوا أَنْ يَتَّخِذُوا عِبَادِي

نہ سکتے تھے کیا خیال کرتے ہیں وہ جو کافر ہیں کہ بچڑیں میرے بندوں کو میرے سوا

(۵) خرچ اور خرچ میں متعدد فرق بیان کئے گئے ہیں۔

(۱) زمین سے نکلنے والی چیز کا نام خرچ ہے اور مال سے نکلنے والے حصہ کو خرچ کہتے ہیں (۲) خرچ کا اطلاق غلہ پر اور خرچ کا اطلاق نقدی پر ہوتا ہے (۳) خرچ وہ ٹیکس ہے جو زمین سے وصول کیا جائے اور خرچ وہ ٹیکس ہے جو آدمیوں پر لگایا جائے (۴) خرچ وہ ٹیکس ہے جو سالانہ ادا کیا جائے اور خرچ وہ ہے جو ایک دفعہ ادا کیا جائے۔

(۶) صدقین کو بعض قاریوں نے صاد اور دال کی زبر سے پڑھا ہے یعنی صدقین اور بعضوں نے دونو کا ضمہ پڑھا ہے۔ یعنی صدقین اور صدق کا معنی ہے پہاڑ کا کنارہ اور جائے اختتام۔

(۷) تفسیر برہان میں بروایت عیاشی حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ حضرت نوح کے بعد چار نبی بادشاہ ہوئے (۱) ذوالقرنین جنہوں نے تمام روٹے زمین پر حکومت کی (۲) حضرت داؤد جن کی حکومت شام و گردنواح پر تھی (۳) حضرت سلیمان یہ حضرت داؤد کے وارث تھے (ان کی حکومت انسانوں کے علاوہ جانوروں اور حیوانوں پر بھی تھی) (۴) حضرت یوسف مصر کے بادشاہ تھے۔

(۸) حضرت ذوالقرنین کا زمانہ طوفان نوح کے بعد ہے اور بروایت برہان یہ پہلا شخص ہے جس نے زمین پر مکان بنانے کی ابتدا کی۔

(۹) بروایت ابن بابویہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ پوری روٹے زمین کے حکمران چار آدمی گزرے ہیں۔ جن میں دو مومن تھے حضرت سلیمان اور ذوالقرنین اور دو کافر تھے نمرود اور بخت نصر۔ روٹے زمین کی حکومت سے مراد یہ ہے کہ ان کے علاوہ اس زمانہ میں کوئی دوسری منظم حکومت نہ تھی اور انہی کو اقتدار اعلیٰ حاصل تھا اور یا یہ کہ دنیا کے مختلف خطوں کے باقی حکمران ان کے باجگذار تھے یا ان کے مقابلہ میں کالعدم تھے اور مشہور ہے کہ سکندر نے بوقت وفات اپنی ماں کو وصیت کی تھی کہ میرے دونو ہاتھ کفن سے باہر رکھنا تاکہ دنیا میرا جنازہ دیکھ کر عبرت حاصل کرے کہ عمل کے سوا کوئی شے انسان کے ساتھ نہیں جاتی۔ چنانچہ روٹے زمین کا شاہنشاہ بھی خالی ہاتھ جا رہا ہے۔

سکندر جب چلا دنیا سے دونو ہاتھ خالی تھے

رکوع نمبر ۳

أَفَحَسِبَ الَّذِينَ - یعنی وہ لوگ جو نشانہ خداوندی کے خلاف کام کرنے کے باوجود اللہ کے نیک بندوں کے متعلق یہ گمان کریں کہ وہ ہیں عذاب پر در دگار سے چھڑالیں گے ان کا یہ مزعومہ بالکل

مشرکین کو تہدید

باطل ہے خواہ کوئی فرشتوں کو خدا کا شریک بنائے یا عیسیٰ و عزیر کو شریک قرار دے یا محمد و آل محمد کو اس کا شریک مانے آیت مجیدہ کا خطاب سب کے لئے یکساں ہے۔ عبید اور عباد دونو عبد کی جمع ہیں لیکن عبید کا اطلاق غلاموں پر ہوتا ہے۔

مِنْ دُونِي أَوْلِيَاءَ إِنَّا أَعْتَدْنَا جَهَنَّمَ لِلْكَافِرِينَ نُزُلًا ۝۱۰۲ قُلْ

اپنا کار ساز تحقیق ہم نے تیار کیا ہے دوزخ کافروں کے لئے جائے رہائش کہہ دو

هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْأَخْسَرِينَ أَعْمَالًا ۝۱۰۳ الَّذِينَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي

کیا ہم تم کو بتائیں جو لوگ اعمال کے لحاظ سے خسار میں ہیں جن کی کوشش حیاۃ دنیا میں ضائع

الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ يُحْسِنُونَ صُنْعًا ۝۱۰۴ أُولَٰئِكَ

ہو گئے اور وہ خیال کرتے ہیں کہ ہم اچھے عمل کر رہے ہیں وہ وہ لوگ ہیں

الَّذِينَ كَفَرُوا بِآيَاتِ رَبِّهِمْ وَلِقَائِهِ فَحَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فَلَا

جنہوں نے کفر کیا اپنے رب کی آیات سے اور اس کی ملاقات سے پس ضائع ہوئے ان کے عمل

نَقِيمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَزْنًا ۝۱۰۵ ذَلِكَ جَزَاءُ الَّذِينَ كَفَرُوا

پس نہ قائم کریں گے ہم بوز قیامت ان کے لئے میزان یہ ان کا بدلہ ہے دوزخ بوجہ کفر کے

وَاتَّخَذُوا آيَاتِي وَرُسُلِي هُزُوًا ۝۱۰۶ إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَ

اور یہ کہ بنایا انہوں نے ہماری آیات اور رسولوں کو جائے مسخری تحقیق جو لوگ ایمان لائے اور

عَمِلُوا الصَّالِحَاتِ كَانَتْ لَهُمْ جَنَّاتُ الْفِرْدَوْسِ نُزُلًا ۝۱۰۷

عمل نیک بجالائے جنت فردوس ان کا ٹھکانا ہے۔

اور عباد کا اطلاق مطلق انسانوں پر ہوتا ہے۔

قُلْ هَلْ - یعنی بعض لوگ ظاہری طور پر نیک اعمال بجالاتے ہیں لیکن ان کے عقائد غلط ہوتے ہیں پس ایسے لوگوں کو

اپنے اعمال کی بنا پر اترا نا نہیں چاہیے بلکہ ایسے لوگوں کے اعمال ضائع ہوں گے اور قیامت کے روز ان کا کوئی وزن نہ ہوگا

بروایت احتجاج حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا اس آیت مجیدہ کے معنی اہل کتاب یہود و نصاریٰ میں سے وہ لوگ

ہیں جو پہلے حق پر تھے پھر اپنے دین میں بدعت ایجاد کر کے غلط راہ پر گامزن ہوئے وہ اپنے خیال میں سمجھتے ہیں کہ ہم نیک

اعمال بجالا رہے ہیں حالانکہ ان کے اعمال ضائع اور رائیگاں ہیں۔ پس اس آیت کی تاویل مسلمانوں کے ان گروہوں کو بھی اپنی

پیٹ میں لے لے گی جو سنت رسول کو چھوڑ کر بدعات کے پیچھے پڑ گئے اور اپنی خواہشات نفسانیہ کو مذہب کا پیشرو

خَلِدِينَ فِيهَا لَا يَبْغُونَ عَنْهَا حِوَلًا ﴿١٠٨﴾ قُلْ لَوْ كَانَ الْبَحْرُ

ہمیشہ اس میں ہوں گے کہ اس سے تبدیلی نہ چاہیں گے کہہ دے اگر سمندر سیاہی

مِدَادًا الْكَلِمَاتِ رَبِّي لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ أَنْ تَنْفَدَ كَلِمَاتُ رَبِّي وَلَوْ

ہو جائیں میرے رب کے کلمات کے لئے تو سمندر ختم ہو جائیں گے اس سے پہلے کہ رب کے کلمات

جُنَابِئِهِ مَدَدًا ﴿١٠٩﴾ قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِثْلُكُمْ يُوحَىٰ إِلَىٰ أَنسَاءِ

ختم ہوں اگرچہ اتنی سیاہی اور بھی ملاویں کہہ دے میں تو تم جیسا انسان ہی ہوں مجھ پر وحی کی گئی ہے کہ تمہارا

إِلَهُكُمْ إِلَهٌُ وَاحِدٌ ۖ فَمَنْ كَانَ يَرْجُوا لِقَاءَ رَبِّهِ فَلْيَعْمَلْ

معبود صرف ایک خدا ہے پس جو امید رکھتے ہیں اپنے رب کے ثواب کی اسے نیک

عَمَلًا صَالِحًا وَلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهِ أَحَدًا ﴿١١٠﴾

اعمال کرنے چاہئیں اور وہ عبادت پروردگار میں کسی کو شریک نہ کرے

قرار دے کہ کفر کی وادی میں جاگے۔

الْفِرْدَوْسِ - وہ باغ جس میں ہر قسم کے میوہ جات اور پھول پھل موجود ہوں۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ فردوس روحی زبان کا لفظ ہے اور عربی میں منتقل ہو کر آیا ہے اور جنت الفردوس جنت کے بہترین درجہ کا نام ہے تفسیر مجمع البیان میں جناب رسالتاً سے مروی ہے کہ جنت کے سردار جے ہیں اور ہر دو درجوں کے درمیان زمین و آسمان کا فاصلہ ہے اور فردوس سب سے بلند ہے اور جنت کی چاروں نہریں اس سے نکلتی ہیں (یعنی دودھ پانی شہد اور شراب) تفسیر قمی سے منقول ہے کہ اس آیت کے مصداق ابوذر سلمان مقلاد اور عمار بن یاسر ہیں۔

لِكَلِمَاتِ رَبِّي - اس مقام پر کلمات پروردگار سے مراد اس کی قدرتی حکمتیں علمی وسعتیں اور نعمتیں ہیں چنانچہ حضرت ابراہیم کا امتحان کلمات سے لیا گیا اور حضرت آدم علیہ السلام کو بھی کلمات تعلیم کئے گئے۔ پس حضرت ابراہیم کو نتیجہ میں امامت ملی اور آدم کو صفوت نصیب ہوئی۔ حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام کے متعلق حضور سرور کائنات سے مروی ہے کہ اگر سمندر سیاہی ہوں۔ جن و انسان تحریر کرنے والے ہوں تو علیؑ کے فضائل کا شمار نہیں کر سکیں گے۔

فَلْيَعْمَلْ - مقصد یہ ہے کہ عمل صالح صرف خوشنودی پروردگار کے لئے ہونا چاہیے۔ اس میں دوسرے کسی کی خوشنودی حتیٰ کہ اپنے نفس کی خوشنودی بھی ملحوظ نہ ہو چنانچہ تفسیر مجمع البیان

شُرکِ عَمَلٍ سَعِيٍّ

میں ہے ایک شخص نے جناب رسالتاً سے گزارش کی کہ میں اللہ کے لئے صدقہ کرتا ہوں اور صلہ رحمی کرتا ہوں لیکن اس کا ذکر کیا جائے اور میری تعریف کی جائے تو خوش ہوتا ہوں۔ یہ سنتے ہی آپ خاموش ہو گئے پس یہی آیت نازل ہوئی۔ پس یہاں شرک عمل سے منع کیا گیا ہے۔ یعنی عمل صرف خوشنودی خالق کے لئے ہو اسی لئے عبادت پروردگار میں شرک کرنے سے بچنے کی دعوت ہے اور حدیث میں ہے جو نماز ریاکاری کے لئے پڑھے یا جو شخص روزہ ریا کے لئے رکھے تو گویا اُس نے شرک کیا۔

ایک دفعہ امام رضا علیہ السلام مامون کے پاس پہنچے تو وہ وضو کر رہا تھا اور غلام اس کے ہاتھ پر پانی ڈالتا تھا آپ نے فرمایا عبادت پروردگار میں کسی کو شرک نہ بناؤ۔ پس مامون نے غلام کو رخصت کر دیا اور خود پانی ڈال کر وضو کیا۔ تفسیر برہان میں بروایت کبریٰ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے اگر کوئی شخص رضائے خداوندی کے لئے نہیں بلکہ نیک کام اس لئے کرے کہ لوگوں میں اس کا چرچا ہو جائے تو ایسا شخص عمل میں مشرک ہے۔ بروایت علی بن ابراہیم حضرت رسالتاً سے آیت مجیدہ کا معنی دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا جو شخص نماز ریا کے لئے پڑھے تو مشرک ہے جو شخص زکوٰۃ ریاکاری کے لئے دے تو وہ مشرک ہے جو شخص روزہ دکھلا دے کارکھے تو وہ مشرک ہے اور جو شخص حج ریا کے لئے کرے تو وہ مشرک ہے غرضیکہ خدا ریاکاری کا کوئی عمل قبول نہیں فرماتا اور یہ شرک عملی ہے جو موجب کفر نہیں اور شرک اعتقادی موجب کفر ہوتا ہے۔

شرک کی دو قسمیں ہیں (۱) شرک اعتقادی (۲) شرک عملی۔

تنبیہ

پہلی قسم کا شرک قابل بخشش نہیں یعنی خدا کی ذات و صفات عبادت اور افعال میں کسی کو شرک قرار دینا اور اسی کے متعلق ارشاد ہے کہ **لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ كَفَرًا يُشْرِكُ بِاللَّهِ**۔ نیز فرمایا کہ **لَا يَغْفِرُ اللَّهُ ذُنُوبَهُمْ**۔ یعنی شرک کا گناہ نہ بخشا جائے گا ایک اور مقام پر فرمایا جو شرک کرے خدا نے اس پر جنت کو حرام قرار دیا ہے اور اس کی تفصیل ہم نے کتاب **لمعة الانوار فی عقائد الابرار** میں بیان کی ہے

دوسری قسم کا شرک یعنی ریاکاری وغیرہ، یعنی ایسی عملی لغزشیں جن پر احادیث میں شرک کا اطلاق کیا گیا ہے اگرچہ عمل میں خشوع و خضوع کے سخت مقامی ہیں اسی لئے احادیث میں اس کی سخت مذمت وارد ہوئی ہے لیکن خداوند کریم کے رحم و کرم اور اس کے فیض عظیم اور فضل جیم سے بعید نہیں کہ اسے بخش دے چنانچہ بروایت عیاشی حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے اسی آیت مجیدہ کی تفسیر میں منقول ہے کہ جو شخص نماز روزہ حج اور غلام آزاد اس لئے کرے کہ لوگ اُسے واہ واکہیں تو وہ اپنے عمل میں مشرک ہے لیکن اس کا یہ شرک قابل بخشش ہے۔ (ملخص از صافی)

اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي وَلِوَالِدِي وَ لِلْمُؤْمِنِينَ يَا حَيُّ يَا قَيُّوْمُ
وضاحت | آیت مجیدہ میں ان لوگوں کے لئے درس ہے جو بشریت اور رسالت کو ایک دوسرے کے

منافی جانتے ہیں۔ آیت میں صاف اعلان ہے کہ آپ ذاتکاف الفاظ میں کہہ دیں میں تم جیسا کھاتا پیتا سوتا جاگتا ایک بشر ہوں اور خدانے مجھے نعمت نبوت سے سرفراز فرمایا ہے اور جس دنیاوی لحاظ سے بعض لوگ نعمات سے سرفراز ہوتے ہیں اور دوسرے ان سے محروم ہوتے ہیں۔ اسی طرح یہ بات بھی قابل تعجب نہیں کہ خدانے مجھے نبوت عطا کی ہے اور اسی معنی کی ایک حدیث امام حسن عسکری علیہ السلام سے تفسیر برہان میں منقول ہے۔

سُورَةُ مَرْيَمَ

یہ سورہ مکتیہ ہے۔

اس کی آیات کی تعداد ۹۸ ہے۔ اور بسم اللہ کو ملانے سے آیات کی کُلّی تعداد ۹۹ ہوگی۔

مجمع السببان میں ہے جو شخص سورہ مریم کی تلاوت کرے گا حضرت زکریاؑ یا یحییٰؑ مریم عیسیٰ موسیٰ ہارون ابراہیم اسحق یعقوب اور حضرت اسماعیل علیہم السلام کی تصدیق یا تکذیب کرنے والوں کی تعداد سے دس گنا نیکیاں اس کے نامہ اعمال میں درج ہوں گی۔ اسی طرح جن لوگوں نے اللہ کے لئے اولاد تجویز کی یا جن لوگوں نے اللہ سے اولاد کی نفی کی ان کے برابر اس کے نامہ میں نیکیاں لکھی جائیں گی۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے جو شخص ہمیشہ سورہ مریم کی تلاوت کرے گا وہ اپنے نفس مال اور اولاد میں تو نگری دیکھ کر مرے گا اور آخرت میں حضرت عیسیٰ کے دستوں سے ہوگا اور اس کو اس قدر ملک عطا ہوگا جتنا دنیا میں حضرت سلیمان بن داؤد کو عطا ہوا تھا۔

تفسیر برہان میں ہے جو شخص اس کو لکھ کر اپنے پاس رکھے وہ نیند میں اچھائی دیکھے گا اگر گھر کی کسی دیوار پر لکھے تو چوری ڈاکے اور ہرقسم کی آفت سے محفوظ رہے گا اور اگر خوف زدہ انسان اس کو پٹے گا تو امن میں رہے گا۔ امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے اس سورہ کو لکھ کر تنگ منہ والی شیشی میں بند کر کے گھر میں رکھنے سے خیر و برکت زیادہ ہوگی۔

فوائد القرآن میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ اگر کوئی انسان کسی جاہر سلطان کے دربار میں جائے کہ فی بعض کہکے ایک ایک حرف کے ساتھ داہنے ہاتھ کی انگلیاں بند کرتا جائے اور پھر خدعت کہہ کر ایک ایک حرف سے بائیں ہاتھ کی انگلیاں بند کرتا جائے پھر حاکم کے سامنے چپکے سے پڑھے عَنَتِ الْوُجُوهُ لِلْحَيِّ الْقَيُّومِ وَخَابَ مَنْ حَمَلَ ظُلْمًا اس کے بعد انگلیاں کھول دے۔ انشاء اللہ اس کے شر سے محفوظ رہے گا۔



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝

اللہ کے نام سے جو رحمن و رحیم سے (شروع کرتا ہوں)

كَهَيْعَصَ ۝۱ ذِكْرُ رَحْمَتِ رَبِّكَ عَبْدَاهُ زَكْرِيَّا ۝۲ اِذْ نَادَىٰ

کھئیص یہ ذکر ہے تیرے رب کی رحمت کا اپنے بندے ذکر یا پر جب اُس

رَبَّهُ نِدَاءً خَفِيًّا ۝۳ قَالَ رَبِّ اِنِّیْ وَهَنَ الْعَظْمُ مِنِّیْ وَاسْتَعَلَ

نے پکارا اپنے رب کو آہستہ کہا اے رب میری ہڈی کمزور ہو گئی اور سر سفید ہو گیا بڑھاپے

الرَّاسِ شَيْبًا وَّلَمْ اَكُنْ بِدُعَايِكَ رَبِّ شَقِيًّا ۝۴ وَاِنِّیْ خِفْتُ

سے اور میں تیری دعا سے مایوس نہیں ہوں اور مجھ ڈر ہے

رکوع نمبر ۴

کھئیص - تفسیر صافی میں بروایت اکمال حضرت حجت علیہ السلام سے اس کی تاویل اس طرح منقول ہے کہ یہ اخبار غیب میں سے ہے جس کی اطلاع اللہ نے حضرت زکریا کو دی اور رسول خدا پر اس کا قصہ پیش کیا۔ حضرت زکریا نے اللہ سے دعا مانگی کہ مجھے پنجتن کے نام تعلیم فرما چنانچہ ان کو تعلیم کئے گئے۔ پس جب حضرت زکریا محمد، علی، فاطمہ اور حسن کے نام لیتے تھے تو غم دور ہو جاتا۔ لیکن جب حسین کا نام آتا تو دل بھر آتا اور آنکھیں آنسوؤں سے ڈبڈب جاتیں۔ ایک دن مناجات میں عرض کی اسے پروردگار چار ناموں سے تو میرے دل کو تسکین پہنچتی ہے لیکن پانچویں نام سے مجھے گریہ طاری ہو جاتا ہے اور رونے کے لئے بے بس ہو جاتا ہوں پس کھئیص نازل ہوئی۔ یعنی کاف سے مراد کربلا ہا سے مراد ہلاکت عسرت یا سے یزید عین سے عطش اور صادم سے صبر مراد ہے یہ سنتے ہی حضرت زکریا تین دن متواتر مسجد سے باہر نہ نکلے اور صرف ماتم بچھا کر جو گریہ دیکھا رہے اور یہی کہتے تھے کہ اے اللہ کیا تو علیؑ و فاطمہؑ اور مخلوق کے سرور کو اپنے بیٹے کی مصیبت دے گا؟ اور دعا مانگتے تھے کہ مجھے عالم ضعیفی میں بیٹا عطا کر جو میرا وارث اور وصی ہو اور مجھے اس کی محبت عطا فرما پھر مجھے اس کی مصیبت میں مبتلا کر پس خدا نے ان کو یہی عطا فرمایا اور پھر اس کو شرف شہادت بھی عطا کیا اور حضرت حسینؑ اور حضرت یحییٰ کی مدت حمل چھ ماہ تھی۔ (ملخصاً)

حروف مقطعات قرآنیہ کے متعلق مفسرین کے اقوال اور قدرے تفصیل کی دوسری جلد ۵۶ پر گزر چکی ہے۔ اس مقام پر حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام سے اس کی تاویل منقول ہے کہ کاف سے مراد کربلا ہا سے مراد ہلاکت یا سے مراد یزید عین سے عطش (پایس) اور صادم سے مراد صبر ہے گویا یہ صرف شہادت عظمیٰ حضرت امام حسین علیہ السلام کے ذکر کا اجمالی خاکہ

الْمَوَالِي مِنْ وَرَائِي وَكَانَتْ امْرَأَتِي عَاقِرًا فَهَبْ لِي مِنْ لَدُنْكَ

داروں کا اپنے بعد اور میری عورت بانجھ ہے پس بخش مجھے اپنی طرف سے

وَلِيًّا ۝ يَرْثُنِي وَيَرِثُ مِنْ آلِ يَعْقُوبَ ۖ وَاجْعَلْهُ رَبِّ رَضِيًّا ۝

ولی (بیٹا) جو میرا وارث ہو اور وارث ہو آل یعقوب سے اور کہ اس کو رب برگزیدہ (جواب ملا)

ہیں۔ ایک روایت میں کانف سے کہیم حاد سے لادی یا سے حکیم عین سے عیلم اور صادق سے صادق مراد ہے اور تیسری روایت میں کانف سے مراد کافی حاد سے مراد حادی یا سے مراد اس کا پیر ہاتھ ہونام ہاتھوں سے بلند ہے عین سے مراد عالم اور صادق سے مراد صادق الودع ہے گویا ان دونوں روایتوں کے ماتحت یہ اللہ سبحانہ کے اسماء علیا کا مخفف ہے اور اسی بنا پر حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام سے ایک دعائیں یا کھٹے کے خطاب سے دعا مانگا منقول ہے (از مجموع)

ذَكَرَهُ رَحْمَةً - یعنی تیرے رب نے جو اپنے بندے کو یاد کیا پر رحمت اازل فرمائی یہ اس کا ذکر ہے حضرت زکریا کا سلسلہ نسب حضرت موسیٰ کے بھائی حضرت ہارون سے جا کر ملتا ہے اور وہ لادی بن یعقوب کی نسل سے ہے اور ان کی زوجہ حضرت مریم بتول کی خالہ یا بہن تھی جس کا سلسلہ نسب حضرت سلیمان بن داؤد سے ملتا ہے اور وہ یہود بن یعقوب کی اولاد سے تھے۔

بِنْدَاءٍ خَفِيًّا - یعنی طلب اولاد کے لئے آہستہ آہستہ دعا مانگتے تھے یا تو اس لئے کہ ایسی دعا یا کاری کے عیب سے پاک و پاکیزہ اور دولت خلوص سے بھر پور ہوتی ہے اور حدیث میں بھی ہے کہ بہتر دعا وہ ہے جو آہستہ مانگی جائے اور بہتر رزق وہ ہے جو کافی ہو رہے اور آیت مجیدہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جہری دعا سے آہستہ کی دعا اچھی ہے اور وہ مقبولیت کے زیادہ قریب ہے اور آہستہ دعا مانگنے کی دوسری وجہ یہ بھی بتائی گئی ہے کہ شرم کے مارے ایسا کرتے تھے اگر وہ باواؤں بلند مانگتے تو چونکہ ضعیف العمر تھے لہذا لوگوں کی بالخصوص جہلا طبقہ کی مسخری اور خجول بازی کا محور بن جاتے۔

لَمَّا كُنِيَ - یعنی اس سے قبل جس قدر دعائیں مانگ چکا ہوں ان میں مجھے ناکامی نہیں ہوئی اور مایوسی کا سامنا نہیں کرنا پڑا۔ لہذا آئندہ کی دعاؤں میں بھی مایوس نہیں ہوں۔ تفسیر صافی میں بروایت علل حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ حضرت ابراہیم سے پہلے بالوں میں سفیدی نہ ہوتی تھی۔ جب حضرت ابراہیم نے پہلے پہل سفید بال دیکھے تو پوچھا کہ اسے پروردگار یہ کیا ہے تو جواب ملا کہ یہ وقار ہے تو دعا مانگی کہ اسے پروردگار میرے وقار کو زیادہ کرے۔

يَرِثُنِي - اس مقام پر مفسرین اہل سنت نبوت کا ورثہ مراد لیتے ہیں تاکہ نبیوں کی مالی وراثت کا انکار کر کے جناب بتول معظّمہ کے مقدمہ مذک کی تردید کی جاسکے۔ علامہ طبری تفسیر مجمع البیان میں تحریر فرماتے ہیں کہ ہمارے ہاں اعلام رضوان اللہ علیہم اس آیت مجیدہ سے انبیاء کی مالی وراثت ثابت کرتے ہیں۔ کیونکہ لغت اور شریعت میں میراث کا اطلاق اس ترکہ پر ہوا کرتا ہے جس کا مورث سے وارث کی طرف انتقال ہو سکے اور وہ مال ہی ہے ہاں اگر مال کے علاوہ کسی صفت کے انتقال پر

يٰۤاَيُّهَا اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلْمٍ اِسْمُهُ يَحْيٰى لَمْ نَجْعَلْ لَهٗ مِنْ قَبْلُ

اے زکریا ہم تجھے خوش خبری دیتے ہیں لڑکے کی جس کا نام یحییٰ ہوگا کہ نہیں بنایا ہم نے اس سے پہلے

سَمِيًّا ۝ قَالَ رَبِّ اَنۡى يَكُوْنُ لى غُلْمٌ وَّكَانَتِ امْرَاَتى عَاقِرًا

اس کا ہم نام کیا ہے کہ اے رب کیسے ہوگا میرا لڑکا حالانکہ میری عورت بانجھ ہے

دراشت کا اطلاق ہو جائے تو اُسے مجاز قرار دیا جائے گا اور جہاں حقیقت اور مجاز دونوں کا لفظ سے احتمال ہو سکتا ہو اور قرینہ قائم نہ ہو تو یقیناً لفظ کو معنی حقیقی پر ہی محمول کیا جائے گا اور آیت مجیدہ میں مجاز کے منافی قرینہ موجود ہے جو معنی حقیقی کی تعیین پر دلالت کرتا ہے کیونکہ بعد میں ارشاد ہوتا ہے۔ وَاجْعَلْهُ دَرِيًّا۔ اے رب اس کو پسندیدہ و برگزیدہ قرار دے۔ اگر وراثت سے معنی مجازی یعنی علم و نبوت کا انتقال مراد لیا جائے تو اس کے پسندیدہ ہونے کی دعا مانگنا لغو ہے اس لئے کہ نبی ہوتا ہی وہی ہے جو پسندیدہ و برگزیدہ ہو یہ دعا تو پھر اس طرح ہو جائے گی کہ کہا جائے اے اللہ تو نبی بھیج اور اس کو عقل و فہم بھی عطا فرما البتہ مالی وراثت کی صورت میں اس کی برگزیدگی کی دعا بجا و بر محل ہے۔ نیز تمہید میں ان کے الفاظ یہ ہیں کہ مجھے وارثوں کا ڈر ہے۔ حالانکہ علم اور نبوت میں وارثوں کا ڈر بے معنی ہے وہ جانتے تھے کہ خدا عہدہ نبوت جس کو عطا فرماتا ہے وہ اس کے لئے اہل کا انتخاب کرتا ہے جب تا اہل کو یہ عہدہ مل نہیں سکتا اور نا اہل مجازی طور پر عہدہ نبوت کا وارث ہو نہیں سکتا تو زکریا کا ڈر کیا معنی رکھتا ہے البتہ مالی وراثت اہل و نا اہل سب کو پہنچ سکتی ہے لہذا اس میں نا اہل سے ڈر ہو سکتا ہے اگر کوئی شخص یہ سوال کرے کہ مالی وراثت جب ہر ایک کو پہنچ سکتی ہے تو حضرت زکریا نے بخل سے کام لیتے ہوئے اپنا ڈر کیوں بتلایا۔ پس جس طرح عہدہ نبوت کا نا اہل تک پہنچنے کا ڈر بے معنی تھا اسی طرح مال و ترکہ کے نا اہل وارثوں کا ڈر بھی بھل ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ عہدہ نبوت تو چونکہ نا اہل کو مل نہیں سکتا اس لئے ڈر بے محل ہے لیکن مال چونکہ نا اہل پاسکتے ہیں لہذا ڈر اس لئے تھا کہ اس کو معصیت اور گناہ کے کاموں میں وہ خرچ کریں گے پس ایک نیک آدمی کا یہ خوف کرنا کہ میرا حلال مال کا حرام میں صرف نہ ہو اور اس سے فاسق اور بدکار لوگ اپنی بد کاریوں کے لئے فائدہ نہ اٹھائیں بخل نہیں بلکہ اس کو بخل کہنا حماقت ہے کیونکہ یہ صفت اللہ کے نزدیک پسندیدہ صفات میں سے ہے۔

تفسیر صافی میں ہے کہ بنی اسرائیل کے ہدیے اور تحفے اجار کو ملا کرتے تھے اور حضرت زکریا ان سب کے رئیس تھے نیز حضرت زکریا کی بیوی حضرت مریم کی خالہ یا بہن تھی اور مریم کا باپ عمران اور چچا یعقوب مائمان کے بیٹے بنی اسرائیل کے رئیس اور حاکم تھے اور یہ حضرت سلیمان کی اولاد میں سے تھے۔

حضرت امام حسینؑ اور حضرت یحییٰؑ میں مشابہت
لَمْ نَجْعَلْ ۱۱ آیت مجیدہ میں حضرت یحییٰ کی دو فضیلتیں
بیان کی گئی ہیں ایک یہ کہ ان کا نام حضرت رب العزت ہی سبحانہ

وَقَدْ بَلَغْتَ مِنَ الْكِبَرِ عِتِيًّا ۝۸ قَالَ كَذَلِكَ قَالَ رَبُّكَ هُوَ

اور تحقیق پہنچ چکا ہوں میں بڑھاپے کی آخری منزل میں؟ کہا اسی طرح فرمایا تیرے رب نے کہ

عَلَىٰ هَٰئِنٍ وَقَدْ خَلَقْتُكَ مِن قَبْلُ وَلَمْ تَكُ شَيْئًا ۝۹ قَالَ رَبِّ

یہ مجھ پر آسان ہے اور میں نے تجھے پہلے پیدا کیا حالانکہ تو کچھ نہ تھا کہا اے رب

نے رکھا اور دوسرے یہ کہ ان سے پہلے یہ نام کسی کا نہ رکھا گیا اور امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ امام حسین علیہ السلام بھی اسی طرح تھے کہ ایک تو خود حضرت حق سبحانہ نے ان کا نام رکھا اور دوسرے ان سے پہلے کسی کا نام حسین نہیں رکھا گیا۔ (۲) آپ نے فرمایا کہ حضرت یحییٰ کے قتل کے بعد چالیس دن تک سورج نے بجا کیا اور امام حسین کے قتل کے بعد بھی سورج چالیس دن رو دیا جب آپ سے سوال کیا گیا کہ سورج کے رونے کا کیا مقصد ہے تو آپ نے فرمایا کہ طلوع و غروب کے وقت اس کا رنگ سُرخ ہو جاتا ہے۔

(۳) حضرت امام حسین اور حضرت یحییٰ دونوں کے حمل کی مدت چھ مہینے تھی۔

(۴) حضرت یحییٰ کا قاتل ولد الزنا تھا اور امام حسین کا قاتل بھی ولد الزنا تھا۔

(۵) ان دونوں کے قتل پر آسمان خون رو دیا جو کپڑا رکھتے تھے اس پر سُرخ چھینٹے پڑ جاتے تھے۔

(۶) امام زین العابدین علیہ السلام سے مروی ہے کہ دورانِ سفر میں حضرت امام حسین علیہ السلام حضرت یحییٰ کا بہت ذکر فرماتے تھے کہ دنیا کی ذلت اور بے قدری کا ہی نتیجہ ہے کہ حضرت یحییٰ بن زکریا کا سر بنی اسرائیل کی ایک بدکار عورت کو ہدیہ پیش کیا گیا شاید اس سے آپ اس امر کی طرف اشارہ فرما رہے تھے کہ میرا سر بھی دنیا کے بدترین انسان کے سامنے ہدیہ طور پر پیش کیا جائے گا۔

قَالَ رَبِّ - اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ زکریا نے دعا کا سلسلہ ہی جوانی کی گھڑیاں گزر جانے کے بعد شروع کیا لیکن چونکہ دعا جوانی کے بعد مقبول ہوئی اور اثر استجابت اب ظاہر ہوا۔ اس لئے اس زمانہ میں ان کے دعا مانگنے کا ذکر کیا گیا۔

یقیناً آپ ایامِ شباب میں بھی طلبِ فرزند کی دعا مانگتے تھے اور دعا مانگتے مانگتے جوانی ختم ہو گئی اور بڑھاپا پورے جسم پر مسلط ہو گیا لیکن سلسلہ دعا کو منقطع نہ کیا اور عوامِ اناس کے لئے آپ کا یہ طریقہ مشعلِ راہِ ہدایت ہے کہ اگر فوری طور پر

استجابت دعا نہ ہو تو مایوس ہو کر ترک دعا نہ کرنا چاہیے چنانچہ حضرت زکریا کی دعا کے الفاظ ہیں۔ اے پروردگار میں تیری دعا سے بدظن اور ناامید نہیں ہوں اور خداوند کریم کے علم میں تھا کہ میں اس کو فرزند عطا کروں گا لیکن جوانی میں نہ دیا اور بڑھاپے میں عطا

فرمایا اور یہ بات واضح کر دی کہ دعا قبول کرنے میں نیویں کی خواہش کا بھی پابند نہیں ہوں بلکہ جسے دیتا ہوں اپنی مرضی کے مطابق دیتا ہوں اور میرا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں یہ الگ بات ہے کہ ہر ایک کو اپنی حکمت پر مطلع نہیں کرتا۔

حضرت زکریا نے سوال کیا کہ کیسے بیٹا دے گا حالانکہ میری عورت بائخ اور میں بڑھا ہوں اس کا یہ مطلب نہیں کہ

اجْعَلْ لِي آيَةً ۖ قَالَ آيَتُكَ أَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلَاثَ لَيَالٍ سَوِيًّا ۝۱۰

مقرر کر میرے سے نشانی فرمایا تیری نشانی یہ ہے کہ تو لوگوں کے ساتھ نہ بولے گا تین دن پے در پے

فَخَرَجَ عَلَى قَوْمِهِ مِنَ الْمِحْرَابِ فَأَوْحَى إِلَيْهِمْ أَنْ سَبِّحُوا بُكْرَةً

پس وہ نکلے اپنی قوم پر محراب سے تو ان کی طرف اشارہ کیا کہ تسبیح کر صبح

حضرت زکریا کو خدا کی قدرت پر شک تھا کیونکہ پہلے فرما چکے تھے کہ میں تیری دعا سے مایوس نہیں ہوں گا یا خدا کے قادر ہونے پر یقین کامل تھا تو دعا سے مایوس نہ تھے۔ بنا بریں اس سوال کا مقصد یہ ہے کہ کیا تو مجھے جوانی دوبارہ عطا کر کے بیٹا دے گا۔ اور میری عورت کو دوبارہ جوان کرے گا یا اسی موجودہ صورت میں بیٹا دے گا تو ارشاد باری ہوا کہ اسی حالت میں بیٹا دوں گا کیونکہ جس طرح تجھے پہلی بار پیدا کرنا میرے لئے مشکل نہیں تھا اسی طرح بڑھاپے اور بانچہ پن کی رد کا وٹوں کو دور کرنا بھی میرے لئے مشکل نہیں ہے اور تفسیر صافی میں بروایت کافی معصوم سے منقول ہے کہ خدا نے حضرت عیسیٰ سے فرمایا کہ بچھی بھی تیری نظیر ہے کہ تجھ کو میں نے بغیر باپ کے پیدا کیا اور بچھی کی ماں کو میں نے بچھی اس حالت میں عطا کیا جب کہ عورت ذمہ میں تو تین ختم ہو چکی تھیں پس جس طرح تو میری قدرت کا مظہر ہے اسی طرح وہ بھی میری سلطنت کا مظہر ہے۔

قَالَ رَبِّ - بیٹے کی بشارت کے بعد پھر درخواست کی کہ اے پروردگار مجھے کوئی ایسی نشانی عطا فرما جس سے میں سمجھ جاؤں کہ اب بچہ عطا ہونے والا ہے اور لوگوں کو پتہ چل جائے۔ چنانچہ ارشاد قدرت ہوا۔ اس کی نشانی یہ ہے کہ تین دن تک لوگوں سے تو ہم کلام نہ ہو سکے گا۔ یہاں تین راتوں سے مراد تین شب و روز ہیں پس آپ تو رات پڑھتے ذکر خدا کرتے تو ٹھیک ہوتے۔ لیکن جب لوگوں سے بولنا چاہتے تو زبان بند ہو جاتی چنانچہ پہلی بار جب محراب عبادت سے نکل کر باہر آئے تو زبان کو بند پایا پس لوگوں کو اشارے سے حمد خدا بجالانے کا حکم دیا اور لوگ چونکہ اس حقیقت کو جانتے تھے پس ان کو بھی آپ کی دعا کی مشروط کالیقین ہو گیا اور وہ تسبیح و تقدیس پر درگاہ میں مشغول ہوئے۔

مصلائے نماز کو محراب اس لئے کہا گیا ہے کہ یہ شیطان کے جنگ کرنے کا مقام ہوتا ہے اور یہ کہ اس کا اصل استعمال شرفنا کی مجالس کے لئے ہے اس کے بعد جائے عبادت پر استعمال ہوا اور ہمارے ہاں مسجد میں پیش نماز کے مقام نماز کو بالخصوص محراب کہا جاتا ہے جو کثیر الاستعمال مجاز ہونے کے بعد حقیقت کا لباس پہن چکا ہے تفسیر کی تیسری جلد میں ص ۲۲۳ پر محراب کے متعلق بیان ہو چکا ہے۔

يَا بَعْثِي - یہاں عبارت محذوف ہے اور اختصار سے کام لیا گیا ہے یعنی زکریا کی دعا مستجاب ہوئی اور ہم نے اس کو بچہ عطا کیا اور اس کو علم و حکمت عطا کی پھر خطاب کیا اے بچھی کتاب تورات کو اپنی خدا داد قوت کے ساتھ سنبھال لو۔ کہتے ہیں کہ حضرت زکریا صبح اور مغربین کی نمازیں لوگوں کو پڑھاتے تھے اور ایک بالاخانہ میں خود معروف عبادت رہتے تھے۔ جس میں بیٹھی

وَعَشِيًّا ۱۱) يَيْحَىٰ خُذِ الْكِتَابَ بِقُوَّةٍ ۖ وَآتَيْنَاهُ الْحُكْمَ صَبِيًّا ۱۲)

دشام اے یحییٰ لو کتاب کو قوت سے اور ہم نے دی تھی نبوت اس کو بچپن میں

وَحَنَانًا مِّنْ لَّدُنَّا وَزَكَاةً ۖ وَكَانَ تَقِيًّا ۱۳) وَبَرَّ أَبَوَالِدَيْهِ وَلَمْ

اور نرمی اپنی جانب سے اور پاکیزگی اور تھا متقی اور احسان کرنے والا ماں باپ کے

يَكُنْ جَبَّارًا عَصِيًّا ۱۴) وَسَلَّمٌ عَلَيْهِ يَوْمَ وُلِدَ وَيَوْمَ يَمُوتُ

ساتھ اور نہیں تھا سرکش نافرمان اور سلام ہے اس پر یوم پیدائش اور یوم موت اور اس دن

وَيَوْمَ يُرَبَّعُ حَيًّا ۱۵) وَذَكَرْنَا فِي الْكِتَابِ مَرْيَمَ إِذِ انْتَبَذَتْ

جب زندہ مہوٹ ہوگا اور پڑھو قرآن میں مریم (کا قصہ) جب الگ ہوئی

کے ذریعہ سے پڑھتے تھے پس زبان بندی کے بعد انہوں نے جہانک کہ جب اشارہ کیا تو لوگوں کو پتہ لگا کہ ان کو اولاد ملنے کا زمانہ قریب اچھا ہے اور تین سب و روز آپ کی زبان بند رہی۔

اَتَيْنَاهُ الْحُكْمَ۔ ابن عباس کا قول ہے کہ تین برس کی عمر میں ان کو نبوت ملی۔ بروایت عیاشی علی بن اسباط سے منقول ہے کہ مصر جاتے ہوئے میں مدینہ سے گزرا تاکہ امام محمد تقی علیہ السلام کا حال معلوم کر کے جاؤں اور مصری شیعوں کو اطلاع دوں چنانچہ جب میں نے زیارت کی تو اس وقت آپ کی عمر شریف پانچ برس تھی پس میں نہایت غور سے دیکھنے لگا تو آپ نے فرمایا۔ اے علیٰ خدا نے امامت میں وہی دستور اختیار فرمایا ہے جو نبوت میں اس کا دستور رہا ہے چنانچہ بعض نبی چالیس سال بعد مہوٹ ہوئے اور بعض نبیوں کو بچپن سے ہی یہ عہدہ تفویض کر دیا گیا۔

ایک دفعہ اپنے ہم سن بچوں نے حضرت یحییٰ سے کہیلنے کو کہا تو آپ نے فرمایا کہ ہم لوگ لہو و لعب کے لئے پیدا نہیں کئے گئے حَنَانًا۔ یعنی رحم کرنا یا خوفِ خدا میں گریہ کرنا اور عبادت میں جھکار سنا ہم نے اس کو عطا کیا۔

سَلَّمَ عَلَيْهِ۔ چونکہ انسان کے لئے توحش کے تین مقام ہیں وقت پیدائش جب ایک نئی فضا میں آنکھیں کھولتا ہے۔ وقت موت کہ جب اہل انس سے آنکھیں بند کر کے ایک غیر معلوم جانب کی طرف روانہ ہوتا ہے اور تیسرا یوم محشر۔ پس خدا نے ہر سہ مقامات پر حضرت یحییٰ کے لئے سلامتی کا وعدہ کیا ہے۔

تفسیر صفائی میں بروایت محسن امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ جب حضرت یحییٰ اپنی دعا میں یارب یا اللہ کہتے تھے تو آسمان سے ندا آتی تھی بیک یا یحییٰ جو کچھ مانگتا ہے بے شک مانگ لو۔ اور تفسیر امام سے منقول ہے کہ چار نچے ایسے ہیں جو بچپن میں بھی کامل العقل تھے۔ حضرت عیسیٰ حضرت یحییٰ حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین۔

مِنْ أَهْلِهَا مَكَانًا شَرْقِيًّا ﴿١٦﴾ فَاتَّخَذَتْ مِنْ دُونِهِمْ حِجَابًا

اپنی اہل سے ایک مکان میں جو جانب مشرق تھا پس تان لیا ان کے آگے ایک پردہ تو بھیجا ہم نے

فَأَرْسَلْنَا إِلَيْهَا رُوحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا ﴿١٧﴾ قَالَتْ إِنِّي أَعُوذُ

اس کی طرف اپنا روح پس وہ اس کے پاس ٹھیک انسان کی شکل میں گیا کہنے لگی میں اللہ کی پناہ چاہتی

بِالرَّحْمَنِ مِنْكَ إِنْ كُنْتَ تَقِيًّا ﴿١٨﴾ قَالَ إِنَّمَا أَنَا رَسُولُ رَبِّكِ لِأَهَبَ

ہوں اگر تو خوفِ خدا رکھتے ہے اس نے کہا میں تو صرف قاصد ہوں تیرے رب کا کہ تجھے

لَكَ غُلَامًا زَكِيًّا ﴿١٩﴾ قَالَتْ أَنَّى يَكُونُ لِي غُلَامٌ وَلَمْ يَمْسَسْنِي بَشَرٌ وَلَمْ

پاکیزہ بچہ دینے آیا ہوں کہنے لگی میرا بچہ کیسا ہوگا؟ حالانکہ مجھے کسی مرد نے ہاتھ نہیں لگایا اور نہ

رکوع نمبر ۵

حضرت عیسیٰ کی ولادت

وَإِذْ كُنَّا فِي الْمَدِينَةِ الْمَكِّيَّةِ إِذْ أَنْبَأْنَا مَرْيَمَ بِمَا فِي بطنِهَا مِنْ دُونِهَا وَأَنَّهَا

صنعت و حکمت میں اس کا عجیب مظاہرہ ہے عبادت کے لئے حضرت مریم

نے اپنے اہل و عیال سے الگ تنگ جانب مشرق میں ایک جگہ تجویز کی جس میں تنہا مصروفِ عبادت رہا کرتی تھیں تاکہ لوگوں

کی بول چال اور شور و غل اس کی یکسوئی اور خضوع و خشوع میں خلل انداز نہ ہو۔ بنا بریں ان کی جانب سے اس نے پردہ کھینچ لیا۔

پس خدا نے جبریل کو بھیجا اور شرافت و عنایت کی بنا پر اس کو اپنا روح کہہ کر ذکر فرمایا پس عالم تنہائی میں حضرت جبریل ایک بے بریش

نوجوان مرد کی شکل میں ان کے پاس آیا پاکدامن خاتون دیکھتے ہی ایک لخت گھبرا کر بولیں اگر تیرے دل میں کچھ خوفِ خدا ہے تو یہاں

سے دور چلے جاؤ میں ایک پردہ دار پاکدامن بے شوہر عورت ہوں اور اپنے خالق کی عبادت میں مصروف ہوں۔ تقی کی شرط

اسی لئے لگائی کہ بدکاری سے بچنے کی توقع تقی سے ہی ہو سکتی ہے جس طرح کہا جاتا ہے اگر تو مومن ہے تو فلاں کام کو چھوڑ دے

کیونکہ غیر مومن سے تو توقع رکھنا ہی فضول ہے۔ جبریل نے سن کر فوراً جواب دیا کہ میں تو خدا کا فرستادہ ہوں اور تجھے ایک پاکیزہ

بچہ کی خوشخبری دینے آیا ہوں۔ حضرت جبریل کا یہ کہنا کہ میں خدا کا فرستادہ ہوں اس بات کو ظاہر کرتا ہے کہ تجھے بچہ دینے والا

خدا ہے اور میں اس کی جانب سے تجھے بشارت دیتا ہوں اگر خود بچہ دینا ہوتا تو اپنے تئیں خدا کا فرستادہ کہنے کی ضرورت نہ تھی پس

جو لوگ عوام کو گمراہ کرنے کی خاطر یہ کہہ دیا کرتے ہیں کہ جبریل مریم کو بچے کا ہبہ کر سکتا ہے تو اہل محمد کیوں منہیں کر سکتے۔ محض

دھوکا دہی ہے نیز حضرت عیسیٰ کو حضرت جبریل کا ہبہ کہنا کفر ہے اور عقلاً بھی باطل ہے کیونکہ عطیہ کرنے والا اپنے عطیہ سے

افضل ہوتا ہے۔ بنا بریں جبریل کو عیسیٰ سے افضل ہونا چاہیے حالانکہ حضرت جبریل سے حضرت عیسیٰ بدرجہا افضل ہیں اور ہم نے

اَلْكَافِرِيْنَ ۝۲۰ قَالَ كَذٰلِكَ قَالَ رَبِّكَ هُوَ عَلٰى هٰٓئِيْنَ ۙ وَلِنَجْعَلَہٗ

میں بگاڑ ہوں اس نے کہا اسی طرح تیرے رب نے کہا ہے کہ یہ مجھ پر آسان ہے اور تاکہ کریں

آيَةٌ لِلنَّاسِ وَرَحْمَةٌ مِّنَّا ۙ وَكَانَ اَمْرًا مَّقْضٰیًا ۝۲۱ فَحَمَلَتْہٗ فَانْتَبَذَتْ

اس کو نشانی لوگوں کے لئے اور رحمت اپنی طرف سے اور یہ بات فیصلہ شدہ ہے پس اس نے حمل لیا پس چلی

بِهٖ مَكَانًا قَصِيًّا ۝۲۲ فَاَجَاءَهَا الْمَخَاضُ اِلٰى جِذْعِ النَّخْلِ ۙ وَقَالَتْ

گئی اس کے ساتھ ایک دور جگہ پر پس لایا اس کو دروزہ ایک کھجور کے تنے کی طرف کہنے لگی

يٰلَيَّتَنِيْ مَتٰٓ قَبْلَ هٰذَا وَاَكُنْتُ نَسِيًّا مِّنْ سَيِّٓءٍ ۙ فَاَدٰهَا مِنْ تَحْتِهَا

کاش میں مرگئی ہوتی اس سے پہلے اور میں بھلائی جانے والی معمولی شے ہوتی پس اس کو آواز دی نیچے سے کہ

کتاب لمعۃ الانوار میں اس مسئلہ کی مزید وضاحت کی ہے۔ جناب مریم نے بچے کی خوشخبری سن کر گھبراتے ہوئے سوال کیا کہ عورت کے لئے بچہ کا ہونا دو صورتوں سے ہوتا ہے یا تو وہ شوہر دار ہو اور یا بد چلن ہو لیکن نہ میں شوہر دار ہوں اور نہ بدکار ہوں۔ پھر بچہ کیسے ہو گا؟ حضرت جبریل کی یہ تسلی بھی اس امر کی دلیل ہے کہ بچے کا ہبہ اللہ کی جانب سے تھا اور جبریل پینامبر تھا۔ جیسی تو کہنے کی ضرورت محسوس ہوئی کہ خدا کہتا ہے میرے لئے یہ بات آسان ہے چنانچہ علامہ فیض کاشانی تفسیر صافی میں لاکھب کی تفسیر لاکھون سببانی ھبتہ فرماتے ہیں یعنی میں اس ہبہ میں سبب ہوں اور ہبہ کرنے والا اللہ ہے۔

وَلِنَجْعَلَہٗ۔ یعنی مریم کو بغیر شوہر بچہ دینے کے وجوہات مندرجہ ذیل ہیں۔

۱) اللہ ہر شے پر قادر ہے اور بغیر شوہر کے کسی عورت کو اولاد عطا کرنا اس کے لئے آسان ہے (۲) اس لئے کہ حضرت عیسیٰ کی بغیر باپ کے پیدائش لوگوں کے لئے ان کا مستقل معجزہ ہو اور پروردگار کی نشانی ہو جائے (۳) اس کو بغیر باپ کے پیدا کر کے عہدہ نبوت دے کر اپنی رحمت سے اس کو بادی و شفیع اُمت قرار دیدیا۔ (۴) اس لئے کہ ایسا کرنے کا وہ خود فیصلہ کر چکا ہے اور وہ جو کچھ کرے اور جس طرح کرے اس سے باز پرس نہیں کی جاسکتی۔

فَحَمَلَتْہٗ۔ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ جبریل نے اس کے قبض کے دامن میں پھونک ماری پس

وہ باذن خدا حاملہ ہو گئی جس طرح نو ماہ کی حاملہ عورت ہوا کرتی ہے پس شرماتی ہوئی اپنے مکان سے نکلی کہ کہیں اپنی خالہ اور

خالہ یعنی حضرت زکریا اور اس کی زوجہ دیکھ نہ لیں۔ وضع حمل کے لئے دُور چلی گئیں۔ ان کی مدت حمل میں ایک گھنٹہ تین گھنٹہ

اور نو گھنٹے کے احوال موجود ہیں اور وضع حمل کے وقت حضرت مریم کی عمر شریف دس برس تھی پس دروزہ کی تکلیف محسوس ہوئی

تو ایک خشک کھجور کے تنے کے پاس پہنچی جو ایک اونچی جگہ پر تھا اس تنے پر نہ شاخیں تھیں اور نہ پھل تھا۔

الَّا تَحْزَنِي قَدْ جَعَلَ رَبُّكِ تَحْتَكِ سَرِيًّا ﴿٢٣﴾ وَهَزِيْ اِلَيْكَ بِجُدْعِ

غمزہ نہ ہو تیرے رب نے تیرے نیچے نہر پیدا کر دی ہے اور ہلاڈ اپنی طرف کھجور

النَّخْلَةَ تُسْقِطُ عَلَيْكَ رَطْبًا جَنِيًّا ﴿٢٥﴾ فَكُلِيْ وَاشْرَبِيْ وَقَرِّيْ عَيْنًا فَامَّا

کے تنے کو کہ گرائے تیرے اوپر تازہ پکا پھیل پس کھا اور پی اور ٹھنڈا کر اپنی آنکھ کو پس اگر

تفسیر صفائی میں حضرت سجاد علیہ السلام سے مروی ہے کہ راتوں رات شام سے چل کر کہ بلا پہنچیں اور اس جگہ حضرت عیسیٰ پیدا ہوئے پھر بصورت اعجاز صبح سے پہلے واپس پہنچ گئے۔

کسیا۔ اس کو نسیا بھی پڑھا گیا ہے اور اس کا معنی ہے حقیر اور معمولی چیز جس کو آسانی سے بھلا دیا جائے اور اسے قابل توقیر نہ قرار دیا جائے۔ پس گھبرا کر کہنے لگی کاش میں مرگئی ہوتی یا قابل ذکر نہ ہوتی۔

فَنَادَا هَآءَا۔ یہ چونکہ ایک بلند جگہ پر تھیں۔ اس لئے ممکن ہے کہ جبریل نے اس بلندی کے نیچے سے آواز دی ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ نوزائیدہ بچہ نے باعجاز خداوندی ماں کی گھبراہٹ محسوس کر کے کلام کیا ہو۔ بہر کیفیت جانب پائیں سے صدا پہنچی اسے مریم غم نہ کرو خداوند کریم نے تیری طہارت کی خاطر تیرے نیچے نہر پیدا کر دی ہے لہذا غسل کر لو اور اس کا شیریں پانی پی بھی لو۔ اور مروی ہے کہ یہ نہر پہلے خشک تھی پس حضرت مریم کے لئے خدا نے اس کو جاری کیا تاکہ اس کا غم غلط ہو جائے ادھر کھجور کو تازگی بخش دی کہ وہ تروتازہ ہو کر بار آور ہو گئیں۔ بعض کہتے ہیں کہ جبریل نے پاؤں کی ٹھوکہ ماری اور پانی پھوٹ نکلا اور بعضوں نے کہا ہے کہ حضرت عیسیٰ جہاں ایڑیاں رگڑ رہے تھے ان کے قدم کی برکت سے میٹھا پانی نکل آیا اور امام محمد باقر علیہ السلام سے یہی قول مروی ہے اور زیادہ قوی یہی بات معلوم ہوتی ہے کہ نیچے سے آواز کرنے والا حضرت عیسیٰ ہی تھا اور مریم کی گھبراہٹ کا ازالہ اس ذریعے سے اچھی طرح ہو سکتا ہے۔

هَزِيْ اِلَيْكَ۔ اور یہ صدا بھی اسی نے ہی دی جس نے پہلی آواز دی کہ اس کھجور کو حرکت دیجئے تاکہ وہ تازہ پھل آپ پر گرائے یہ موسم سردی کا تھا اور مریم کی تسلی و اطمینان قلب کی خاطر قدرت خداوندی نے یہ مناظر پیش کئے، ۱) نوزائیدہ بچہ کی زبانی تسکین آمیز کلمات نکلے، ۲) خشک نہر فوراً جاری ہو گئی، ۳) کھجور فوراً تروتازہ ہو گئی اور اس کی شاخیں نکل آئیں، ۴) حرکت دیتے ہی اس میں پھل نکلا اور چشم زدن میں پک گیا اور قدموں میں اگر۔ مروی ہے کہ جناب مریم نے کھجور کے تنے کو پاؤں کی ٹھوکہ ماری اور بقدرت خدا درخت نے زندہ ہو کر پختہ پھل پیش کیا۔ امام محمد باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ نفاس والی عورت کو دکھ درد کے دفع اور فوری شفا یابی کے لئے تازہ کھجور سے زیادہ مفید اور کوئی علاج نہیں ہے کیونکہ خداوند کریم نے حضرت مریم کے نفاس کے زمانہ میں میوہ کھجور ہی پیش فرمایا پس آواز پہنچی کہ تازہ کھجور پی کھا لو اور نہر جاری سے پانی پی لو اور مروی ہے کہ نفاس والی عورت تازہ کھجور کھالے تو اس کا بچہ یا بچی حلیم ہوگا۔ (برہان) مریم کے زمانہ نفاس سے مراد ایام زچگی اس سے خون نفاس مراد لینا حماقت ہے۔

تَرِيْنَ مِنَ الْبَشَرِ أَحَدًا ۝ فَقَوْلِي إِنِّي نَذَرْتُ لِلرَّحْمَنِ صَوْمًا

دیکھو کسی انسان کو تو کہو میں نے منت مانی ہے خدا کے لئے روزہ کی پس نہیں

فَلَنْ أَكَلِمَ الْيَوْمَ أَنسِيًا ۝ فَآتَتْ بِهٖ قَوْمَهَا تَحْمِلَةً ۖ وَأَلَا يَرِيْمُ

کلام کروں گی کسی آدمی سے پس لائی اس کو اپنی قوم کے کہ پاس اُسے اٹھائے ہوئے تھی کہنے لگے

تفسیر صافی میں تھی سے مروی ہے کہ اس دن ایک مہلہ تھا حضرت مریم کو راستہ میں چند بولا ہے طے جو اپنی پوری مٹھاٹھ سے نچروں پر سوار ہو کر آرہے تھے اور اس زمانہ میں یہ پیشہ نہایت قابل قدر اور باعث عزت سمجھا جاتا تھا حضرت مریم نے ان سے خشک کھجور کی طرف راستہ پوچھا تو انہوں نے اس میں اپنی کسر شان سمجھی پس غیر جذبات انداز سے ان کو بھڑک دیا اور چل دیئے بی بی شکستہ خاطر ہوئی پس ان کے حق میں بددعا کی کہ خدا تمہارے پیشہ کو ذلیل کرے اور تم کو لوگوں میں معاشرتی رسوائی عطا کرے اس کے بعد بی بی کو راستہ میں ایک تاجروں کا گروہ ملا تو انہوں نے نہایت حسن اخلاق سے راستہ کی نشاندہی کی۔ پس آپ نے ان کے حق میں دعا کی کہ خدا تمہارے کاروبار میں برکت دے اور لوگوں کو تمہارا حاجت مند قرار دے۔

تفسیر صافی میں ہے کہ ولادت کے بعد حضرت عیسیٰ نے حضرت مریم سے خطاب کر کے کہا۔ اماں جان مجھے قنات (بندھنا) باندھئے اور پھر فلاں فلاں کام کیجئے۔

کافی سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت صادق علیہ السلام کو فے کے باغات میں پھرتے پھرتے ایک کھجور کے قریب پہنچے۔ پس وضو فرمایا اور رکوع و سجد کیا۔ راوی کہتا ہے میں نے سجدہ میں آپ کی پانچ سو مرتبہ تسبیح کی آواز سنی۔ پس کھجور کے تنہ سے سہار لے کر دعا مانگئے بیٹھ گئے اس کے بعد ارشاد فرمایا خدا کی قسم یہ وہی کھجور ہے جس کے متعلق حضرت مریم کو حکم ہوا تھا کہ اس کو حرکت دو تا کہ تجھے تازہ پھل حاصل ہوں۔ حضرت عیسیٰ کی کہ بلا میں ولادت والی روایت کی اس روایت سے تائید ہوتی ہے)

حضرت عیسیٰ ایک دفعہ ایک قبر کے پاس سے گزرے جس پر عذاب ہو رہا تھا جب دوسرے سال گزرے تو اس پر عذاب نہ تھا پس وحی ہوئی کہ اس کا لڑکا جوان ہو کر نیک اور تیم پرور ہوا ہے پس میں نے اس

نصیحت

کی بدولت اس کے گناہ بخش دیئے ہیں۔ (دبر بان)

قَدِي عَيْنًا۔ آنکھیں ٹھنڈی کرنے سے مراد ہے کہ اپنے نوزائیدہ بچے کو اٹھا لو اور اُسے اپنے سینے سے لگا کر دل خوش کرو گویا یہ الفاظ خدا کی جانب سے حضرت عیسیٰ کی پیدائش کی مبارکباد کیلئے ہیں کہتے ہیں خوشی کے آنسو آنکھ کو ٹھنڈا کرتے ہیں۔ کیونکہ وہ خود ٹھنڈے ہوتے ہیں اور غمی کے آنسو گرم ہوا کرتے ہیں۔ چنانچہ حضرت مریم نے اپنے لخت جگر حضرت عیسیٰ کو اٹھالیا اور قوم کی طرف واپس پلٹنے کا ارادہ کیا لیکن نااہل قوم کے طعن و تشنیع کا خفت تھا اور ساتھ شرم و حیا بھی قدموں کو چلنے

لَقَدْ جِئْتِ شَيْئًا فَرِيًّا ﴿۲۰﴾ يَا خُتْلُبَ هُرُونَ مَا كَانُ أَبَوَانِ إِلَّا سَوَاءَ

اے مریم تو نے ادرا کام کیا ہے ہارون کی بہن سنا تیرا بلب بڑا آدمی تھا اور نہ

سے روک دیا تھا پس ارشاد ہوا کہ گھبراؤ نہیں جب تم کسی انسان کو اپنی طرف اشارہ دیکھو اور وہ تم پر زبان طعن دراز کرے تو اس کو جواب مت دو اور یہ لفظ کہہ دو کہ میں روزہ دار ہوں لہذا کسی سے بات نہ کروں گی اور بنی اسرائیل میں ریاضت نفس کے لیے چپ

کے روزہ کا دستور عام تھا چنانچہ وہ حضرت عیسیٰ کو اٹھا کر واپس آگئیں جو بنی قوم کو پتہ چلا تو زن و مرد انکشت ہائے عورت منبر میں ڈال کر ہر طرف سے اعتراضات اور طعن و تشنیع کی بوچھاڑ کرنے لگے کوئی کچھ کہتا تو لکھتا، غرضیکہ جتنے سزا تھی باتیں تیرا آپ کتنا اچھا تھا تیری ماں کس قدر نیک عورت تھی ہائے تو نے کیا غضب کیا ہے لہذا شیخ نے ان الفاظ سے آراہنہ کیا ہے

تفسیر صافی میں قحی سے منقول ہے کہ جب ان لوگوں نے مریم کو محراب عبادت میں ڈالیا تو ذکر یا سمیت تلاش میں نکلے اور حضرت مریم حضرت عیسیٰ کو گود میں اٹھائے ہوئے جا پہنچیں پس جتنے غصہ اتنی باتیں حتیٰ کہ بنی اسرائیل کی عورتیں حضرت مریم پر ہتھوکتی تھیں۔ لیکن بی بی بالکل خاموش رہی اس وقت زمین پر حجت خدا حضرت زکریا تھے جب حضرت عیسیٰ نے جھوٹے میں کام

کیا تو اس وقت سُننے والوں کے لئے حجت خدا حضرت عیسیٰ ہوئے میر حضرت عیسیٰ بالکل خاموش ہو گئے اور دو تھالیوں کے بعد

ہوئے پس حضرت عیسیٰ کی خاموشی کے بعد حضرت زکریا کو حجت خدا تھے دو تھالیوں کے بعد حضرت زکریا کا عالم بالکل خاموش ہو گئے اور حضرت

یحییٰ ان کے وارث ہوئے۔ ان کی عمر شریف اس وقت بہت چھوٹی تھی چنانچہ آیت نمبر ۱۲ کی تفسیر میں ذکر کیا ہے کہ تین برس کی عمر میں ان کو نبوت

عطا ہوئی اس کے پانچ برس بعد حضرت عیسیٰ جب سات برس کے ہوئے تو وہ رسالت و نبوت کے عہدہ پر فائز ہوئے تھیں وہ حضرت یحییٰ پر بھی اور باقی لوگوں پر بھی حجت خدا تھے (اس روایت کی بنا پر حضرت یحییٰ حضرت عیسیٰ سے صرف ایک سال بڑے تھے) وَاللّٰهُ اعْلَمُ اور اہام

رضا علیہ السلام سے ایک روایت میں ہے کہ حضرت عیسیٰ تین برس کی عمر میں عہدہ نبوت پر فائز ہوئے (صافی)

تفسیر برہان میں کافی سے ایک طویل روایت منقول ہے کہ حضرت علی جناب رسالت کی زندگی میں بھی حجت خدا اور

واجب الاطاعت تھے لیکن حیات رسول تک حجت صامت تھے اور بعد از وفات حجت ناطق ہوئے۔

یا خُتْلُبَ هُرُونَ اس میں چار اقوال ہیں ۱۔ ہارون اسی زمانہ میں ایک بہت نیک اور پارسا آدمی تھا پس نیک لوگوں کو اپنی

کی طرف نسبت دی جاتی تھی۔ ۲۔ ہارون مریم کا مادری بھائی تھا جو بڑا نیک تھا ۳۔ حضرت ہارون بن عمران کی چونکہ اولاد سے تھیں اس لئے یا خُتْلُبَ ہُرُونَ کہا گیا۔ جس طرح عربی دستور میں قریش کی اولاد کو یا خُتْلُبَ قُرَیْشِیْنِ اور تیمم کی اولاد کو یا خُتْلُبَ تَمِیْمِیْنِ کہا جاتا ہے ۴۔ ہارون اس زمانہ میں ایک جو معاش اور غنچہ انسان تھا پس انراہ تھیں انہوں نے مریم کی نسبت اس کے ساتھ دسنے وی دسنے کی بنا پر یا خُتْلُبَ ہُرُونَ کہا گیا۔

طہ

وَمَا كَانَتْ أُمَّكَ يَغِيًّا ﴿٢٨﴾ فَأَشَارَتْ إِلَيْهِ قَالُوا كَيْفَ نُكَلِّمُ مَنْ

تیسری ماں بیکار تھی پس اس نے اُس (بچے) کی طرف اشارہ کیا کہنے لگے ہم کیسے بولیں

كَانَ فِي الْمَهْدِ صَبِيًّا ﴿٢٩﴾ قَالَ إِنِّي عَبْدُ اللَّهِ قِطُّ أَيْمَنِ الْكِتَابِ وَجَعَلَنِي

اس سے جو بھولے میں بچہ ہے کہا (عیسے نے) میں اللہ کا بندہ ہوں مجھے اس نے کتاب دی ہے اور اس نے مجھے

بھولے میں بھولنے والے بچے نے بھی بات کی ہے یہیں حضرت عیسیٰ بقدرتِ خدا گویا ہوئے کہ میں اللہ کا بندہ ہوں مجھے اُس نے کتاب دی ہے اور مجھے اُس نے نبوت بھی عطا فرمائی ہے

قرآن مجید کی ان آیات سے صاف واضح ہے کہ معجزہ غیر نبی سے بھی صادر ہو سکتا ہے اور یہ کہ معجزہ کا فاعل خود اللہ سبحانہ ہوا کرتا ہے حضرت مریم نبی نہیں تھیں لیکن معجزات بکثرت ان کے وجود سے صادر ہوئے

اور ارشادِ خداوندی ہے کہ وَجَعَلْنَا مِنْ مَرْيَمَ وَاقِعَةً آيَةً رَبِّكَ سُبْحَانَ الْعَالَمِينَ یعنی ہم نے عیسیٰ اور اس کی ماں کو معجزہ بنایا۔
 فرشتے کو بصورت بشر دیکھنا ﴿ فرشتے کا خوشخبری سنانا ﴿ بغیر شوہر کے ماں بننا ﴿ خشک ہنر کا جاری ہونا ﴿ کھجور کا خشک ہونے کے بعد تازہ ہونا ﴿ کھجور پر پھل لگنا پک کر تیار ہونا اور مریم کی خدمت میں آنا ﴿ حضرت عیسیٰ کا ان کی عصمت میں گواہی دینا
 حالانکہ نوزائیدہ بچہ تھا وغیرہ یہ سب مریم کے معجزے ہیں جو اللہ کی قدرت سے صادر ہوئے۔

حضرت عیسیٰ کا بچپن میں کلام کرنا خواہ وہ ایک دن کے ہوں یا تین روز کے ہوں یا باختلاف احوال چالیس دنوں کے ہوں ایسا معجزہ تھا کہ اس زمانہ کے اذہان کے لئے الہیت کے اشتباہ کا موجب بن سکتا تھا

تنبیہ
 کیونکہ جب ہر صحت اقتدار اپنی قوت و طاقت اور فوج و رعیت کے گھنٹوں میں اپنے تئیں خدا کہلا لیتا تھا اور عوام ہلا و دلیل و برہان اس کی خدائی کو تسلیم کرنے میں پس و پیش نہ کرتے تھے گویا خدا کا تصور اس قدر کمزور تھا کہ عوام بناوٹ اور حقیقت میں امتیاز پیدا نہ کر سکتے تھے تو ایسے حالات میں ایسے صاحبِ اعجاز پر کیونکر خدائی کا شبہ نہ ہوتا جو قاعدہ فطرت کی رُو سے نہ صرف قبل از وقت زبان کھول رہا ہو بلکہ اپنی زبان حق ترجمان سے علم و حکمت کے کلمات بول رہا ہو پس آپ نے ایسے الفاظ منہ سے نکالے کہ ایک طرف جناب مریم کی خاطر عاطف سے رنج و اندوہ دور ہوا کہ نوزائیدہ بیٹا عصمت کا گواہ بن گیا اور دوسری طرف بے معرفت و بدگلام زبان دراز لوگوں کی بدگلامی کو ختم کر دیا کہ قبل از وقت بولنے والا بچہ قدرتِ خدا کا مظہر ہے لہذا پاک زاوہ ہے اور اس کی ماں عصمت و پاک خاتون ہے اور تیسرے گراہی سے سادہ ضمیر لوگوں کو بچانے کے لئے اپنے کلام کی ابتدا اپنی عہدیت سے کی اور یہ بات نہیں نشین کرانی کہ میرا قبل از وقت کلام کرنا میری ذاتی قدرت سے نہیں بلکہ جسی اللہ کا میں عبد ہوں یہ اسی کی قدرت کی ایک نشانی ہے پھر ان کے تعجب کو رفع کرنے کے لئے مزید یہ بھی فرما دیا کہ مجھے خدا نے کتاب بھی دی ہے اور نبوت کا عہدہ بھی عطا فرمایا ہے اور کتاب دینے کا مقصد یہ ہے کہ خدا نے بچپن سے ان

نَبِيًّا ۳۰) وَجَعَلْنِي مُبْرَكًا آمِينَ مَا كُنْتُ ۵) وَأَوْصِنِي بِالصَّلَاةِ

نبی بنایا اور مجھے برکت والا بنایا میں جہاں بھی ہوں اور مجھے حکم دیا نماز

وَالزَّكَاةَ مَا دُمْتُ حَيًّا ۳۱) وَبَرًّا بِوَالِدَتِي وَلَمْ يَجْعَلْنِي جَبَّارًا

اور زکوٰۃ کا جب تک میں زندہ ہوں اور نیکی کا اپنی ماں کے ساتھ اور نہیں بنایا اس نے مجھے سرکش

شَقِيًّا ۳۲) وَالسَّلَامُ عَلَيَّ يَوْمَ وُلِدْتُ وَيَوْمَ أَمُوتُ وَيَوْمَ

بدبخت اور سلام مجھ پر جس دن میں پیدا ہوا اور جس دن مردوں گا اور جس دن زندہ

أُبْعَثُ حَيًّا ۳۳) ذَلِكَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ ۚ قَوْلَ الْحَقِّ الَّذِي فِيهِ

اٹھوں گا یہ ہے عیسیٰ بن مریم (زندہ جو نفاذی کہتے ہیں) یہ سچی بات ہے جس میں

كَيْتَرُونَ ۳۴) مَا كَانَ لِلَّهِ أَنْ يَتَّخِذَ مِنْ وَلَدٍ سُبْحَانَهُ ۚ إِذَا قَضَىٰ

وہ شک کرتے ہیں نہیں جائز اللہ کے لئے کہ بنائے بیٹے وہ پاک ہے جب وہ کسی

أَمْرًا فَإِنَّمَا يَقُولُ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ ۳۵) وَإِنَّ اللَّهَ رَبِّي وَرَبُّكُمْ

شی کا فیصلہ کرتا ہے تو وہ کن کہتا ہے اور وہ شی ہو جاتی ہے اور تحقیق اللہ میرا اور تمہارا رب ہے

وَجَعَلْنِي مُبْرَكًا - برکت کا معنی ہے خیر و مہلانی میں زیادتی یعنی میں جہاں بھی ہوں گا میری وجہ سے خیر و مہلانی میں زیادتی ہوگی۔ اور لوگ فائدہ اٹھاتے رہیں گے اور اللہ نے مجھے نماز زکوٰۃ اور والدہ کے ساتھ احسان کرنے کا حکم بھی دیا ہے جس نے میری وجہ سے معائب برداشت کئے اور لوگوں کے طعن و تشنیع گوارا کئے۔ آیت مجیدہ سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو جس طرح بچپن میں کتاب و نبوت عطا ہوئی جو ان کے دعوے سے ثابت ہے اسی طرح احکام شریعت مثلاً نماز زکوٰۃ وغیرہ کے مبلغ بھی بچپن سے بن کر آئے۔ اسی بناء پر مجمع البیان میں مذکور ہے کہ خدا نے حضرت عیسیٰ کو بچپن سے کامل العقل بنا کر بندوں کی طرف رسول کر کے بھیجا۔ پس وہ اسی وقت مکلف و عاقل اور عہدہ نبوت پر فائز تھے۔

ذَالِكَ - یعنی یہ ہے عیسیٰ بن مریم کی حقیقت کہ وہ اللہ کا بندہ اور اس کا رسول تھا نہ وہ جو عیسائی کہتے ہیں کہ خدا یا خدا کا بیٹا یا خدا کا تیسرا شریک تھا پس سچی بات وہی ہے جو قرآن نے حکایت فرمائی ہے پھر مزید وضاحت کے لئے ارشاد فرماتا ہے کہ اللہ کی شان یہ نہیں کہ اس کے ہاں بیٹا ہو کہ یہ حادث مخلوق کی شان ہے اور اللہ اس سے اجل و ارفع ہے وہ جب بھی کسی کو پیدا

فَاعْبُدُوهُ هَذَا صِرَاطٌ مُسْتَقِيمٌ ﴿۳۷﴾ فَاخْتَلَفَ الْأَحْزَابُ مِنْ

پس اس کی عبادت کرو یہ سیدھا راستہ ہے پس الگ الگ ہو گئے فرقتے ان ہی میں

بَيْنَهُمْ فَوَيْلٌ لِلَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ يَوْمٍ عَظِيمٍ ﴿۳۸﴾ أَسْمِعْ

سے پس وویل ہے کافروں کے لئے بڑے دن کی حاضری سے خوب سنیں

بِهِمْ وَأَبْصُرُوا يَوْمَ يَأْتُونا لَكِنِ الظَّالِمُونَ الْيَوْمَ فِي ضَلَالٍ

گے اور دیکھیں گے جب ہمارے پاس آئیں گے لیکن ظالم لوگ اس دن کھلی ہوئی گراہی

مُبِينٍ ﴿۳۹﴾ وَأَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الْحَسْرَةِ إِذْ قُضِيَ الْأَمْرُ وَهُمْ

میں ہوں گے اور ڈراؤ ان کو حسرت کے دن سے جب بات کا فیصلہ ہوگا حالانکہ وہ غفلت

کرنا چاہتے تھے اس کے ارادہ کن سے شے ہو جایا کرتا ہے اسی طرح اس نے اپنے امر و ارادہ سے عیسیٰ کو بغیر باپ کے پیدا کر دیا ہے اور وہ اس کی مخلوق ہے پس عیسائیوں کے تینوں مذاہب کے اعتقاد و تشابہ کی اسی مختصر سی ایت میں تردید فرمادی بعضوں نے کہا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام حضرت مریم کی پاکدامنی کی گواہی دے کر خاموش ہو گئے اور پھر اس وقت کہ جب بالعموم نکتے لو لاکرتے ہیں۔

وَإِنَّ آيَاتِنا لَهُمْ مُّزَكَّاتٌ وَلَقَدْ مَكَّنَّاهم فِي الْأَرْضِ وَجَعَلنا لَهُم مَّا يَشَاءُونَ وَأَنْذِرْناهم يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِنَّهم لَمُنذَرُونَ ﴿۴۰﴾

گارب اللہ اور وہی لائق عبادت ہے اور یہی سیدھا راستہ ہے اس میں اور اقبال بھی ہیں لیکن اظہر یہی قول ہے

فَاخْتَلَفَتْ - یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں لوگوں کے مذاہب الگ الگ ہو گئے کیونکہ مذہب کا اختلاف

عقیدہ کے اختلاف کے تابع ہے پس ان میں چار مذہب ہو گئے ۱) یعقوبیہ جو عیسیٰ کو خدا مانتے ہیں ۲) نشطوریہ جو عیسیٰ

کو اللہ کا بیٹا مانتے ہیں ۳) اسرائیلیہ یا یسائیہ جو اتانیم تلمیذ کے قائل ہیں یعنی روح القدس مریم اور عیسیٰ تینوں خدا کے مظاہر

ہیں اور خدا ان سے باہر نہیں ہے یعنی خدا ایک کلی ہے جس کے یہ تینوں فرد ہیں ۴) مومنین جو براہِ حق پر قائم رہے وہ عیسیٰ

کو اللہ کا بتہ اور اس کا رسول جانتے ہیں۔

أَسْمِعْ بِهِمْ - یہ دونوں فعل تعجب کے لئے ہیں مقصد یہ ہے کہ دنیا میں اگر یہ حق کی بات کو سنتے ہیں اور نہ حقائق کو حقیقت

بین نگاہوں سے دیکھتے ہیں یعنی کانوں اور آنکھوں کے باوجود بہرے اور اندھے ہیں لیکن ہماری بارگاہ میں بروزِ محشر پیش ہوں گے تو ان کے

سائے حقیقت کا پردہ چاک ہوگا اور وہ خوب سنیں گے اور دیکھیں گے لیکن اس وقت کی معرفت ان کو کچھ فائدہ نہ دے سکے گی۔

وَأَنْذِرْهُمْ - تفسیر مجمع البیان میں صحیح مسلم سے منقول ہے ابو سعید خدری نے جناب رسالتؐ سے نقل کیا ہے آپ نے

فِي غَفْلَةٍ وَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ﴿۳۱﴾ إِنَّا نَحْنُ نُحْيِي الْأَرْضَ وَمَنْ

میں پڑھے ہیں اور نہیں ایمان لاتے ہم ہی زمین کے وارث ہیں اور جو کچھ

عَلَيْهَا وَالنَّارُ يُرْجَعُونَ ﴿۳۲﴾ وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ إِبْرَاهِيمَ إِذْ قَالَ

اس کے اُپر ہے اور ہماری طرف پلٹائے جائیں گے اور پڑھا کتاب میں ابراہیم کا قصہ تحقیق ۳۲

صِدْقًا نَبِيًّا ﴿۳۳﴾ إِذْ قَالَ لِأَبِيهِ يَا أَبَتِ لِمَ تَعْبُدُ مَا لَا يَسْمَعُ

صدقہ نبی تھا جب اس نے اپنے چچا کو کہا اے چچا کیوں عبادت کرتے ہو اس کی جو نہ سنے

وَلَا يُبْصِرُ وَلَا يُغْنِي عَنْكَ شَيْئًا ﴿۳۴﴾ يَا أَبَتِ إِنِّي قَدْ جَاءَنِي مِنَ

دیکھنے اور نہ کچھ فائدہ دے سکے اے چچا مجھے وہ علم ملا ہے جو تیرے

الْعِلْمِ مَا لَمْ يَأْتِكَ فَاتَّبِعْنِي أَهْدِكَ صِرَاطًا سَوِيًّا ﴿۳۵﴾ يَا أَبَتِ

پاس نہیں پس میری اتباع کرو میں تجھے سیدھے راستہ کا ہدایت کروں گا

لَا تَعْبُدِ الشَّيْطَانَ إِنَّ الشَّيْطَانَ كَانَ لِلرَّحْمَنِ عَصِيًّا ﴿۳۶﴾

نہ عبادت کرو شیطان کی تحقیق شیطان رحمن کا نافرمان ہے

فرمایا جب اہل جنت جنت میں اور اہل دوزخ دوزخ میں داخل ہو جائیں گے تو سب کو زادی جائے گی پس اپنی اپنی گردنیں بلند کر کے دیکھیں گے۔ دوزخ میں اٹنا موت کو لایا جائے گا اور اس کو ذبح کیا جائے گا اور آواز آئے گی اے جنت والو خوش ہو اب موت نہ ہوگی اسے دوزخ میں! ملا اب اٹھاتے رہو اب موت نہ ہوگی اور یہی حسرت کا دن ہوگا۔ حضرت صادق علیہ السلام فرماتے ہیں جنت والے اس قدر خوش ہوں گے کہ اگر موت ہوتی تو وہ خوشی کے مارے مر جاتے اور جہنم والے اگر وہ حسرت سرور دیکھیں گے کہ اگر موت ہوتی تو وہ مر جاتے۔

حضرت ابراہیم کا ذکر
یا اَبَتِ - مذہب شیعہ کے اصول میں چونکہ انبیاء کے والدین کا قرینہ نہیں ہوتے لہذا اب کا معنی یہاں باپ نہیں بلکہ قول مشہور کی بنا پر چچا اور ہے اور ایک قول میں نانا بھی راہ

يَا بَتِ اِنِّي اَخَافُ اَنْ يَّمْسَكَ عَذَابُ مَنْ الرِّحْمِ فَتَكُوْنَ

اے چچا مجھ ڈر ہے کہ تجھے پیچھے عذاب اللہ کا پس تو ہو جائے گا

لِلشَّيْطٰنِ وَلِيًّا ۝۳۵ قَالَ اَرَاغِبِ اَنْتَ عَنِ الْهَيْتِ يَا اِبْرٰهِيْمُ

شیطان کا ساتھی کہنے لگا کی تو اعراف کرتا ہے میرے خداؤں سے اے ابراہیم

لَیْن لَّمْ تَنْتَهَ لَا رَجْبِنَاکَ وَاھْجُرْنِیْ مَلِیًّا ۝۳۶ قَالَ سَلَمٌ عَلَیْکَ

اگر تو باز نہ آئے گا تو میں تجھے پتھر ماروں گا اور مجھ سے دور ہو جا کہہا کہ تجھ پر سلام ہو

سَاَسْتَغْفِرُ لَکَ رَبِّیْ ۝۳۷ اِنَّہٗ کَانَ بِنِیْ حَفِیًّا ۝۳۸ وَاَعْتَزِلْکُمْ وَمَا

میں بخشش طلب کروں گا تیرے لئے اپنے رب سے تحقیق وہ مجھ پر مہربان ہے اور میں تمہیں اور جن کو

لیا گیا ہے بہر صورت چچا نانا اور داوا پر اب کا اطلاق عام ہوا کرتا ہے علامہ طبری مجمع البیان میں فرماتے ہیں کہ قرآن مجید میں حضرت ابراہیم کی طرف سے اب کا خطاب اس شخص کے لئے ہے جس کو وہ باپ کے نام سے یاد کرتے تھے حالانکہ وہ ان کا نانا تھا اور ان کے باپ کا نام تاریخ تھا۔ کیونکہ علمائے شیعہ کا اس بات پر اجماع ہے کہ حضرت رسالت مآب کا آبائی سلسلہ تا آدم مسلمان و موحد تھا اور حضور کا فرمان بھی ہے کہ خدا مجھے ہمیشہ پاک مصلوبوں سے پاک رحموں کی طرف منتقل فرماتا رہا ہے۔ یہاں تک کہ میں تمہارے سامنے آگیا ہوں اور کافر کو پاک صلب سے تعبیر نہیں کیا جاسکتا۔

ہم نے آباد نبی کا مسلمان ہونا کتاب لعمۃ الانوار میں مدلل بیان کیا ہے۔

دیکھئے کیسے دلکش انداز اور جاذب طبع طریقہ سے حضرت ابراہیم نے ایک کافر بزرگ کو ہدایت فرمائی اور کسی خوش اسلوبی سے بتوں کی عبادت سے نفرت دلائی ہے کہ نہ وہ سنتے ہیں نہ دیکھتے ہیں اور نہ کسی کام آسکتے ہیں لہذا ایسے بے کار قابل پرستش نہیں ہو سکتے بلکہ ان کی پرستش شیطان کی عبادت کے مترادف ہے جو عذاب خداوندی کا پیش خیمہ ہے پس اللہ ہی لائق عبادت ہے اور کافر کی تردید کا انداز بھی ملاحظہ کیجئے کہ کیسے تند و تلخ الفاظ سے عزیز یا بیٹے کہنے کی بجائے یا ابراہیم کہہ کر جھڑک دیا اور مارنے کی دھمکی بھی دی جو ہر جھوٹے اور ضدی مزاج انسان کا آخری حربہ ہوا کرتا ہے۔

لَا رَجْبِنَاکَ - اس کے تین معانی کئے گئے ہیں ۱) میں تم پر پتھر ماروں گا ۲) میں تم سے بدکلامی یعنی سب و شتم کروں گا ۳) قتل کروں گا۔ اور تجربہ سے ثابت ہے کہ اس قسم کے ادھے حربے ہر وہ آدمی استعمال کیا کرتا ہے جس کے پاس اپنے مقابل کی تردید کے لئے کوئی معقول دلیل نہ ہو۔

مَلِیًّا - اس کے دو معنی کئے گئے ہیں ۱) لمبی مدت ۲) صبح و سالم یعنی لمبی مدت تک یا صبح و سالم مجھ سے دور ہو جا۔

تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ وَأَدْعُوا رَبِّي عَسَىٰ أَلَّا أَكُونَ بِدُعَاءِ

تم پکارتے ہو چھوڑتا ہوں اور اپنے رب کو بلاتا ہوں شاید میں اپنے رب کی دعا سے

رَبِّي شَقِيًّا ﴿٢٨﴾ فَلَمَّا اعْتَرَلَ هُمْ وَمَا يَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ

ناکام نہ ہوں گا پس جب ان کو اور جن کی اللہ کے سوا وہ عبادت کرتے تھے چھوڑا تو

وَهَبْنَا لَهُ إِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ ط وَكَلَّجَعَلْنَا نَبِيًّا ﴿٢٩﴾ وَوَهَبْنَا لَهُمْ

ہم نے اس کو بخشا، اسحق اور یعقوب اور سب کو ہم نے نبی بنایا اور بخشا ہم نے اس کو

مِنْ رَحْمَتِنَا وَجَعَلْنَا لَهُمْ لِسَانَ صِدْقٍ عَلِيًّا ﴿٣٠﴾ وَاذْكُرْ

اپنی رحمت سے اور بنائی ان کے لئے سچی زبان بلند اور پڑھو

سَلَامٌ عَلَيْكَ - یہ لفظ حضرت ابراہیم کی طرف سے جدائی کی ترجمانی کرتے ہیں کہ میرا تجھ پر سلام یعنی میں تم سے اب
جدا ہو رہا ہوں۔

سَأَسْتَغْفِرُ - کہتے ہیں چونکہ مشرکین کے لئے استغفار کی منع نہیں تھی پس ان کی سابق محبت اور خدمت کے صلہ میں
حضرت ابراہیم نے ان کے لئے طلب مغفرت کا وعدہ کر لیا اور ممکن ہے یہ مقصد ہو کہ خدا سے تیرے لئے توفیق ایمان اور
بخشش گناہان کی دعا مانگوں گا۔

عَسَىٰ - رجا اور امید کا لفظ ان کے خشوع و خضوع کو ظاہر کرتا ہے کہ باوجود مقبول بارگاہ رب العزت ہونے کے اللہ سے
خوفزدہ رہ کر دعائیں مانگتے تھے۔

وَوَهَبْنَا لَهُ - تفسیر صافی میں معصوم سے مروی ہے کہ آیت مجیدہ میں رحمت سے مراد حضرت رسالتاؑ ہیں اور لسان صدق
علی امیر المؤمنین ہیں۔

تفسیر بریل میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ حضرت ابراہیم کے امتحان میں اپنے خاندان کی جدائی
اور فراق بھی شامل تھا جس طرح قرآن میں اس کی حکایت موجود ہے۔

وَاعْتَرَلَ كَعَمَلٍ - ائمہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ نمرود کو علم نجوم کے ذریعے اطلاع دی گئی کہ ایک بچہ پیدا
ہو گا جو تیری حکومت کا تختہ الٹے گا اور ابھی تک وہ باپ کی صلب سے ماں کے شکم کی طرف منتقل نہیں ہوا۔ پس نمرود نے تمام
عورتوں کو الگ کر کے شوہروں کے قرب سے روک دیا چونکہ حضرت ابراہیم کا باپ درباری تھا اس پر پابندی سخت نہ تھی پس
حضرت ابراہیم کی والدہ حاملہ ہو گئی اور خدا نے ان کے حمل کو مخفی رکھا کہ دایہ عورتوں کو باوجود گہری تفتیش کے حمل کا علم نہ ہو سکا

پس جب آپ کی ولادت ہوئی تو ماں نے قتل کے ڈر سے ایک غار میں اس کو چھپا دیا اور اس کے منہ پر ایک پتھر رکھ دیا۔ پس خدا نے ان کے انگوٹھے سے ان کا رزق مقرر فرما دیا کہ اسے چوستے تھے اور سیر ہو جاتے تھے اور دن میں ہفتہ کی طرح ہفتہ میں مہینہ کی طرح اور مہینہ میں سال کی طرح ترقی کرتے تھے پس کافی دنوں کے بعد جو متا کی محبت نے مجبور کیا اور ماں بیٹے کا حال معلوم کرنے کے لئے وہاں پہنچی تو دیکھا کہ بچہ صحیح و سالم ہے پس اس کو گلے لگایا اور دودھ پلا کر والیں پلٹ آئی پھر وقتاً فوقتاً کسی بہانہ سے اگر خبر گیری کرتی اور پلٹ جاتی تھی۔ جب کچھ بڑے ہوئے تو ماں سے گھر آنے کے لئے اصرار کیا۔ آخر کار باپ سے اجازت پا کر ماں اس کو گھر لائی اور ایک وقت تک مخفی صورت میں تربیت پاتے رہے اور جب حکم پروردگار ہوا تو دین خدا کے علمبردار بن کر منظر عام پر آئے۔ اور پھر دوبارہ غیبت کی نوبت آئی جبکہ بادشاہ نے شہر سے نکال دیا چنانچہ قرآنی الفاظ اسی طرف اشارہ کر رہے ہیں۔ **وَ اَعْتَزَلْنَاهُمْ**۔ یعنی میں تم سے جدا ہو رہا ہوں الخ (دبر بیان) ایک دن حضرت ابراہیمؑ بطور عبرت سیر کے لئے نکلے دیکھا کہ ایک شخص نہایت خلوص سے عبادتِ خدا میں محو مناجات ہے وہ اونی کھردرا لباس پہنے ہوئے تھا تو آپ منتظر رہے کہ ختم کرے گا تو بات کر دیں گا لیکن جب کافی دیر ہو گئی تو اپنے ہاتھ سے اس کے شانے کو ہلا کر کہا میں تیری طرف ایک حاجت رکھتا ہوں پس اس نے عبادت کو مختصر کیا اور آپ کے پاس بیٹھ رہا۔ آپ نے دریافت کیا تو کس کی عبادت کرتا ہے؟ تو اس نے کہا ابراہیمؑ کے خدا کی۔ آپ نے پوچھا وہ کون ہے تو جواب دیا جس نے مجھے اور تجھے پیدا کیا ہے آپ نے فرمایا مجھے تیری ادا پسند ہے اور تجھ سے بھائی چارہ قائم کرنا چاہتا ہوں۔ تاؤ تمہارا گھر کہاں ہے؟ تاکہ وقتاً فوقتاً ملاقات کے لئے حاضر ہو سکوں۔ اس نے دریا کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ اس پانی سے پرلی طرف میرا گھر ہے لیکن میری جائے عبادت یہی مقام ہے جب آپ چاہیں میں یہاں ملوں گا۔ انشاء اللہ پھر کہنے لگا کہ آپ کا کوئی مطلب بھی ہے؟ فرمایا، ہاں اور وہ یہ کہ تم دعا کرو اور میں آمین کہوں اور میں دعا کروں اور تم آمین کہو۔ اُس نے پوچھا کہ یہ دعا کس کیلئے تو آپ نے فرمایا گنہگار مومنوں کے لئے وہ کہنے لگا یہ نہیں ہو سکتا کیونکہ میں نے تین سال ہوئے اللہ سے ایک دعا کا سوال کیا ہوا ہے ابھی تک وہ قبول نہیں ہوئی اس لئے دوسری دعا مانگتے ہوئے مجھے اللہ سے شرم آتی ہے حضرت ابراہیمؑ نے دریافت فرمایا کہ وہ کونسی دعا ہے تو کہنے لگا کہ میں ایک دن اسی مصلیٰ پر مشغول عبادت تھا کہ ایک حسین و جمیل نورانی چہرے والا جوان جس کے گیسوئے معنبر چیمچے کی طرف لٹکتے تھے وہ گائیوں اور بکریوں کے رلوڑ کو ہانکے جا رہا تھا میرے سوال پر اس نے جواب دیا کہ میں ابراہیم خلیل کا فرزند اسمعیل ہوں۔ پس اسی وقت سے خلیل کی زیارت کے لئے دست بدعا ہوں۔ آپ نے فرمایا وہ ابراہیم خلیل میں ہوں اور وہ میرا لڑکا اسمعیل تھا پس وہ اللہ کا شکر بجالایا اور حضرت ابراہیمؑ کو گلے سے لگا کر بوسہ دیا۔ پس حضرت ابراہیمؑ نے قیامت تک کے مومنوں کے لئے دعا مانگی۔ اور اس نے آمین کہی۔ امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ حضرت ابراہیمؑ کی دعا قیامت تک کے لئے ہمارے گنہگار شیعوں کو فائدہ دے گی (مخصّصاً از بران)

فِي الْكِتَابِ مُوسَىٰ إِنَّهُ كَانَ مُخْلَصًا وَكَانَ رَسُولًا نَّبِيًّا ﴿٥١﴾

کتاب میں موسیٰ (کافقہ) تحقیق وہ برگزیدہ اور بلند مرتبہ رسول تھا ہم

نَادَيْنَاهُ مِنْ جَانِبِ الطُّورِ الْأَيْمَنِ وَقَرَّبْنَاهُ نَجِيًّا ﴿٥٢﴾ وَوَهَبْنَا لَهُ

نے اس کو بلایا طور کے دائیں طرف سے اور ہم نے اس کو ہم کلائی کا قرب دیا اور بخشا

مِنْ رَحْمَتِنَا أَخَاهُ هَارُونَ نَبِيًّا ﴿٥٣﴾ وَادْكُرْ فِي الْكِتَابِ إِسْمَاعِيلَ

اُسے اپنی رحمت سے اس کا بھائی ہارون نبی اور پڑھو کتاب میں اسمعیل (کافقہ)

إِنَّهُ كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ وَكَانَ رَسُولًا نَّبِيًّا ﴿٥٤﴾ وَكَانَ يَأْمُرُ

کہ وہ وعدہ کا سچا اور بلند مرتبہ رسول تھا وہ حکم دیتا تھا

أَهْلَهُ بِالصَّلَاةِ وَالزَّكَاةِ وَكَانَ عِنْدَ رَبِّهِ مَرْضِيًّا ﴿٥٥﴾

اپنے اہل کو نماز و زکوٰۃ کا اور اللہ کا برگزیدہ تھا

رکوع نمبر ۷

حضرت موسیٰ کا ذکر | الْأَمِينِ - علاقہ شام میں ایک پہاڑ ہے جس کا نام طور ہے چونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام مدین سے آرہے تھے تو آپ کے دائیں طرف پہاڑ کا جو حصہ تھا اُس سے آواز آئی اور ایمن جانب

کی صفت ہے۔

رسول اور نبی میں فرق | تفسیر صفائی میں بروایت کافی حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے جب آپ سے رسول اور نبی کا معنی دریافت کیا گیا تو ارشاد فرمایا۔ نبی وہ ہے جو آواز سُنے اور نبیند میں واقعہ

کو دیکھے لیکن فرشتہ کو نہ دیکھ سکے اور رسول وہ ہے جو آواز بھی سُنے۔ نبیند میں واقعہ بھی دیکھے اور فرشتہ کو بھی دیکھ سکے۔ اس سے پہلے ہم نے تفسیر کی جلد ۳ ص ۲۲۸ پر رسول اور نبی میں فرق کے وجوہ بیان کئے ہیں۔

ولاء آل محمد | حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ جو اللہ نے کلام کیا امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے اس میں ایک بات یہ بھی تھی کہ میں پانچ شرطوں سے کسی کی نماز کو قبول کیا کرتا ہوں۔ (۱) میری عظمت کے

لئے جُحکے (۲) میرے خوف کو دل میں جگہ دے (۳) میری یاد میں دن گزارے (۴) گناہوں پر اصرار نہ کرے (۵) میرے اولیاء کا حق پہچانے حضرت موسیٰ نے سوال کیا کہ اولیاء سے مراد ابراہیم واسحق و یعقوب ہیں؟ تو جواب ملا کہ وہ بھی ہیں لیکن اس

بلکہ میری مراد ان سے ہے جن کی خاطر آدم و حوا اور جنت و نار کو میں نے خلق کیا ہے مٹے سے نے پوچھا وہ کون ہے؟ تو جواب ملا وہ وہ ہے جس کا نام میں نے اپنے نام سے مشتق کیا ہے کیونکہ میں محمود ہوں اور وہ مجھ سے مٹے نے عرض کی اے پروردگار! مجھے اس کی امت سے مشور فرما تو جواب ملا کہ جب تو اس کی اور اس کی اہلبیت کی معرفت حاصل کرے گا۔ تو اس کی امت سے ہو جائے گا اور میرے نزدیک اس کی اور اس کی اہلبیت کی مثال باقی مخلوق کے مقابلہ میں اس طرح ہے جطرح جنت الفردوس دوسری جنتوں کے مقابلہ میں ہے۔ ان کی معرفت جہل کے مقابلہ میں علم اور ظلمت کے مقابلہ میں نور ہے ان کی معرفت رکھنے والے کی دعا کو میں قبول کرتا ہوں اور طلب کرنے سے پہلے اس کی حاجت کو پورا کرتا ہوں۔

اے مٹے جب فقر کو آتا دیکھو تو کہو مرحبا اے نیک لوگوں کا شمار و شیوہ۔ جب دولت مند کی اپنی طرف متوجہ پاؤ تو کہو یہ کسی گناہ کی سزا ہے جس کی گرفت میں جلدی کی گئی ہے۔ اے مٹے دنیا تکلیف کا مقام ہے اور یہ ملعون ہے سوائے اس کے جو میرے لئے مخصوص ہے۔ میرے نیک بندے اس سے اتنا بچتے ہیں جتنا علم رکھتے ہیں اور باقی مخلوق اس کو اتنا چاہتی ہے جتنی اس سے جاہل ہے اور میری مخلوق سے کوئی آدمی ایسا نہیں جس نے اس کو عظیم سمجھا پس اس کی آنکھ ٹھنڈی ہوئی ہو اور کوئی آدمی ایسا نہیں جس نے اس کو حقیر سمجھا ہو اور فائدہ مند نہ ہوا ہو۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا اگر تم کر سکتے ہو کہ گم نام رہو تو ایسا ہی کرو کیونکہ لوگوں کا تعریف نہ کرنا تمہارے لئے نقصان دہ نہیں ہے اور لوگوں کی مذمت تمہیں ضرر نہیں دیتی جب اللہ کے نزدیک تم قابل حمد ہو حضرت امیر المومنین فرمایا کرتے تھے دنیا صرف دو قسم کے آدمیوں کے لئے خوب ہے ایک وہ جو ہر روز نیکی کی طرف قدم بڑھاتا رہے اور دوسرے وہ جو توبہ پر موفق ہو لیکن توبہ کی کسی؟ خدا کی قسم! اگر سجدہ کرتے کرتے اس کی گردن ٹوٹ جائے جب تک ہم اہلبیت کی ولایت رکھتا ہوگا ہرگز قبول نہ ہوگی اور جو شخص ہماری ولایت رکھے ہمارے حق کو پہچانے اور ہماری دوستی سے ثواب کی امید رکھے تو معمولی گذراوقات، معمولی لباس اور معمولی مکان پر راضی رہے گا اور وہ اس حالت میں بھی خوفزدہ رہے گا (ملخصاً از برہان)

وَجَہَنَّا لَہُ۔ حضرت مٹے علیہ السلام نے خدا سے دعا مانگی تھی کہ مجھے میری اہل سے میرے بھائی ہارون کو میرا وزیر مقرر کر پس اسی کی طرف اشارہ کر کے فرمایا ہے کہ ہم نے اس کی اہل سے اس کے بھائی ہارون کو نبوت عطا کر کے اس کو ساتھی عطا کیا

اسماعیل کا ذکر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے فرزند اسماعیل علیہ السلام قوم جرہم کی طرف نبی مبعوث ہوئے تھے وہ دعوت کے اس قدر پابند تھے کہ ایک دفعہ ایک شخص سے کہا کہ فلاں مقام پر تیرا انتظار کروں گا اس کو قبول کیا لیکن حضرت اسماعیل اس کے انتظار میں ایک سال وہاں ٹھہرے رہے یہ روایت امام جعفر صادق علیہ السلام سے بھی منقول ہے بعض کہتے ہیں کہ حضرت اسماعیل کا اپنے باپ کی زندگی میں انتقال ہو گیا تھا اور آیت مجیدہ میں جس اسماعیل کا ذکر ہے۔ وہ اسماعیل بن حزقیل ہے انہوں نے اپنی قوم کو تبلیغ کی تو ان ظالموں نے ان کو گرفتار کر کے ان کے سر اور منہ کا چمڑا اتار لیا۔ پس وہ اس طرح شہید ہوئے خداوند کریم نے ان کو قوم کے عذاب میں اختیار دیا تو انہوں نے معذرت کر دی کہ بھے اللہ کا

وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ اِدْرِيسَ اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيقًا نَبِيًّا ﴿٥٦﴾ وَرَفَعْنَاهُ

اور پڑھو کتاب میں ادریس (کافقہ) تحقیق وہ بلند مرتبہ صدیق تھا اور ہم نے

مَكَانًا عَلِيًّا ﴿٥٧﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنْ

اس کو بلند کیا بلند مکان پر یہ وہ لوگ ہیں جن پر اللہ نے انعام کیا

ثواب درکار ہے اس کی اپنی مرضی ہو تو ان کو عذاب دے ورنہ ان کو معاف کر دے ایک روایت میں ہے جب فرشتہ نے ان سے قوم کے بارے میں پوچھا تو کہنے لگے مجھے حضرت حسین علیہ السلام کی طرح صبر و شکر محبوب ہے۔

یہ حضرت نوح کا دادا تھا اور تورات میں ان کا نام اخنوخ مذکور ہے۔ دریں کتب کی وجہ سے ان کا نام ادریس کا ذکر اور یس ہو گیا اور اولاد آدم میں سے یہ پہلا شخص ہے جس نے قلم سے لکھنے کی ابتدا کی اور کپڑے سینے کی ایجاد کی۔ اور مردی ہے کہ خدا نے ان کو علم نجوم، علم حساب اور علم ہیئت تعلیم کیا تھا اور بعض روایات میں ہے کہ چوتھے اور پانچویں آسمان کے درمیان ان کی رُوح قبض کی گئی۔

تفسیر صافی میں بروایت کافی حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ جناب رسالت نے فرمایا، مجھے جبریل نے خبر دی کہ ایک فرشتہ بصورت عتاب زمین پر اتارا گیا تو وہ حضرت ادریس علیہ السلام کے پاس بغرض شفاعت حاضر ہوا۔ آپ نے تین شبانہ روز عبادت میں بسر کئے کہ رات کو نماز اور دن کو روزہ رکھتے تھے پھر بوقت سحر اس معتب فرشتہ کے حق میں انہوں نے دعا کی تو فرشتہ نے عرض کی کہ آپ کی دعا مستجاب ہے چنانچہ میرے پر وبال ٹھیک ہو گئے ہیں۔ لیکن میں چاہتا ہوں کہ آپ کو اس احسان کا حسبِ مقدور بدلہ دوں۔ آپ نے فرمایا میری ملک الموت سے ملاقات کر دیجئے۔ تاکہ اس کے ساتھ مانوس ہو جاؤں کیونکہ میں جب اس کو یاد کرتا ہوں تو مجھے کوئی شے اچھی نہیں لگتی پس وہ فرشتہ اٹھا کہ حضرت ادریس کو آسمان اول پر لے گیا، وہاں سے دوسرے، تیسرے، چوتھے کو عبور کر کے جا رہے تھے کہ چوتھے اور پانچویں کے درمیان ملک الموت سے ملاقات ہوئی کہ اس کا چہرہ ترش روئی کو ظاہر کر رہا تھا حضرت ادریس نے ملک الموت سے ترش روئی کی وجہ پوچھی تو کہنے لگا یہ تعجب کا اثر ہے میں ابھی زیر عرش موجود تھا کہ مجھے پروردگار کی جانب سے چوتھے اور پانچویں آسمان کے درمیان ایک آدمی کے رُوح کے قبض کرنے کا حکم صادر ہوا اور اس غرض سے یہاں پہنچا ہوں، پس حضرت ادریس گہرا کر تڑپے اور فرشتے کے پروں سے الگ ہو گئے پس ملک الموت نے ان کے رُوح کو قبض کر لیا اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے مسجد مہکمہ کا ذکر کرتے ہوئے ایک دفعہ ارشاد فرمایا کہ یہاں ادریس نبی کا گھر تھا اور اس میں وہ کپڑے سیا کرتے تھے۔

وَمَنْ ذُرِّيَّتِهِ صَالَةٌ - حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آدم و نوح و ابراہیم و اسماعیل کی ذریت سے شمار کرنے سے ثابت

النَّبِيِّنَ مِنْ ذُرِّيَةِ آدَمَ وَمِمَّنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوحٍ وَمِنْ ذُرِّيَةِ

نبیوں میں سے اولاد آدم سے اور ان سے جن کو ہم نے سوار کیا نوح کے ساتھ اور اولاد

إِبْرَاهِيمَ وَإِسْرَائِيلَ وَمِمَّنْ هَدَيْنَا وَاجْتَبَيْنَا إِذِ اتَّخَذُوا عَلَيْهِمْ

ابراہیم و اسرائیل سے اور ان سے جن کو ہم نے ہدایت کی اور چن لیا جب پڑھی جائیں

آيَاتِ الرَّحْمَنِ خَرُّوا سُجَّدًا وَبُكِيًّا ﴿٥٨﴾ فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ

ان پر اللہ کی آیتیں تو گر جاتے ہی سجدہ کرتے ہوئے اور روتے ہوئے پس ان کے بعد آئے

خَلْفًا أَضَاعُوا الصَّلَاةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهْوَاتِ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ

ناخلف لوگ کہ ضائع کیا نمازوں کو اور اتباع کی خواہشات کی پس وہ پائیں گے اس کا

عَذَابًا ﴿٥٩﴾ إِلَّا مَنْ تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَأُولَٰئِكَ

انجام بد مگر جو توبہ کرے اور نیک عمل بجائے تو وہ داخل

يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ وَلَا يُظْلَمُونَ شَيْئًا ﴿٦٠﴾ جَنَّاتٍ الَّتِي

ہوں گے جنت میں اور نہ ظلم کئے جائیں گے کچھ بھی رہائشی باغات جن کا

ہوا کہ لڑکی کی اولاد حقیقی معنوں میں ذریت کہلاتی ہے اور حسین شریفین کے فرزند رسول ہونے کے ثبوت میں معصوم نے یہ آیت پیش کی تھی۔

سُجَّدًا أَوْ بُكِيًّا۔ اس مقام پر سجدہ قرآنی مستحب ہے اور اس کا طریقہ تفسیر کی چھٹی جلد میں مذکور ہو چکا ہے ص ۱۵۴
فَخَلَفَ۔ یعنی ان برگزیدہ نبیوں کے بعد ایسے لوگ انبیاء کی جگہ پر مسلط ہوئے اور برسرِ اقتدار آئے جو نمازیں ضائع کرتے اور شہوات کی اتباع کرتے تھے تفسیر مجمع البیان میں وہب سے مروی ہے کہ انبیاء کے بعد ایسے لوگ ان کے جانشین ہوئے جو شراب نوش شطرنج باز شہوت ران لذات کے دلدادہ تارک جمعہ اور نمازوں کے ضائع کرنے والے تھے اور نتیجہ یہ ہوا کہ دین کا علیہ بگڑ گیا اور کفر عام ہو گیا۔ پس عذابِ خداوندی کی لپیٹ میں آگئے۔ اسلام میں حضرت محمد مصطفیٰ کے بعد تاریخ نے اپنے سابق کو خوب دہرایا ہے قرآن مجید کا اہم سابقہ کے قصوں کو بیان کرنا عبرت ناک درس ہے کا شِ اُمتِ اسلامیہ اس سے استفادہ کر کے حق و باطل میں امتیاز کرنے کی جرأت کرتی حضرت امام حسین علیہ السلام نے ایک قربانی پیش کر کے خواب رفتہ امت کو چھینٹ دیا۔

وَعَدَ الرَّحْمَنُ عِبَادَهُ بِالْغَيْبِ إِنَّهُ كَانَ وَعْدُهُ مَأْتِيًا ﴿٦١﴾ لَا يَسْمَعُونَ

وعدہ کیا ہے خدا نے اپنے بندوں سے غائبانہ تحقیق اس کا وعدہ پورا ہو کر رہے گا نہ سنیں گے

فِيهَا نَعْوًا إِلَّا سَلَامًا ۗ وَلَهُمْ رِزْقُهُمْ فِيهَا بُكْرَةً وَعَشِيًا ﴿٦٢﴾

اس میں لغویات مگر سلام اور ان کے لئے ان کا رزق ہوگا اس میں صبح اور شام

تِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِي نُورِثُ مِنْ عِبَادِنَا مَنْ كَانَ تَقِيًا ﴿٦٣﴾ وَمَا

یہ جنت وہ ہے جس کے وارث بنائیں گے ہم اپنے بندوں سے اس کو جو متقی ہوگا اور ہم

نَنْزِلُ إِلَّا بِأَمْرِ رَبِّكَ لَهُ مَا بَيْنَ أَيْدِينَا وَمَا خَلْفَنَا وَمَا بَيْنَ

نہیں اترتے مگر تیرے رب کے حکم سے اس کا ہے جو کچھ ہے ہمارے سامنے ہے اور جو پیچھے ہے اور جو اس کے

کر چکا دیا ہے پس نیک نصیب ہیں وہ لوگ جو ان کی تعلیمات کو مشعل راہ قرار دیں۔
جَنَّتِ عَدْنٍ - پہلے جنت کو واحد کے صیغے سے تعبیر کیا گیا اور اس جگہ جمع کا صیغہ استعمال کیا گیا مطلب یہ ہے کہ جنت
(بارغ) متعدد باغات پر مشتمل ایک وسیع و عریض دارالخبرہ ہے جس کا اللہ نے اپنے بندوں سے وعدہ فرمایا ہے غائبانہ اس
لئے کہ مومنوں نے دیکھا نہیں ہے اور اس پر ایمان لائے ہیں۔

مَأْتِيًا - اسم مفعول بمعنی فاعل ہے کیونکہ اتی اور ماتی میں تلازم ہے۔

سَلَامًا - یا تو فرشتے ان کو سلام کریں گے یا خود ایک دوسرے پر سلام کریں گے

لَهُمْ رِزْقُهُمْ - تفسیر صافی میں بروایت محاسن دطب آئمہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ ایک شخص نے
آپ سے جہانی تکالیف اور بدبھنی کا شکوہ کیا تو آپ نے فرمایا کھانا صرف صبح اور شام دو وقت کھاؤ اور درمیان میں کچھ نہ کھاؤ کیونکہ
اس سے بدن فاسد ہو جاتا ہے اور آپ نے اس آیت سے استشہاد پیش فرمایا۔ تفسیر قمی سے منقول ہے کہ آیت مجیدہ میں جنت
سے مراد عالم برزخ کی جنت ہے جہاں مومنوں کی روحوں کو ٹھہرایا جائے گا کیونکہ صبح اور شام کا تعین صرف دنیا میں ہی ہے۔
آخرت کی جنت میں جب سورج کا نظام ہی نہ ہوگا تو صبح و شام کا کیا مقصد۔ اور بعض مفسرین نے جنت النخل مراد لے کر صبح اور
شام سے مقدار مراد لی ہے۔

تِلْكَ الْجَنَّةُ - ماہ مبارک کی دعاؤں بلکہ احادیث مشکوٰۃ میں وارد ہے کہ جنت کے وارث محمد و آل محمد اور ان کے شیعہ ہیں۔
اور وراثت جنت کی مفسرین نے ایک توجیہ یہ کی ہے کہ ہر شخص کے لئے جنت اور دوزخ میں ایک ایک گھر بنایا گیا ہے پس مومن
کو اپنا دوزخ کا گھر دکھایا جائے گا اور کہا جائے گا کہ اگر تو کافر اور بدعمل ہوتا تو تجھے اس مکان میں بھیجا جاتا پس مومن عذابِ خداوندی

ذٰلِكَ وَمَا كَانَ رَبُّكَ نَسِيًّا ﴿٦٤﴾ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا

درمیان ہے اور نہیں تیرا رب بھولنے والا رب آسمانوں اور زمین کا اور جو ان کے درمیان

فَاعْبُدْهُ وَاَصْطَبِرْ لِعِبَادَتِهِ هَلْ تَعْلَمُ لَهُ سَمِيًّا ﴿٦٥﴾ وَيَقُولُ

ہے اس کی عبادت کر اور صبر کر اس کی عبادت پر کیا تم جانتے ہو کوئی اس کا شریک؟ اور انسان کہتا

الْاِنْسَانَ ءَاِذَا مَاتَ لَسُوْفَ اُخْرَجُ حَيًّا ﴿٦٦﴾ اَوْلٰٓئِكَ ذٰلِكَ الْاِنْسَانُ

ہے کیا جب میں مری جاؤں گا تو پھر زندہ کر کے اٹھایا جاؤں گا؟ تو کیا انسان اس بات کو

سے نجات حاصل کرنے پر شکہ بجلائے گا اور اس کی خوشی میں زیادتی ہوگی چنانچہ اسی سورہ کی آیت نمبر ۱۷ کا یہی مقصد ہے اسی طرح کافر اور بد عمل کو جنت کا گھر دکھایا جائے گا اور کہا جائے گا کہ اگر تو مومن اور نیک عمل ہوتا تو تجھے یہ گھر دیا جاتا پس آتش جہنم کے ساتھ اس پر آتش حسرت کا عذاب بڑھا دیا جائے گا پس مومن نیک عمل کو جنت میں اپنے گھر کے علاوہ کافر کے مترادف گھر کا وارث اور کافر بد عمل کو جہنم میں اپنے گھر کے علاوہ مومن کے مترادف گھر کا وارث بنایا جائے گا۔ یا یوں سمجھئے کہ ظالم کافر بد عمل پر اپنے عذاب کے علاوہ مظلوم کی بعض لغزشوں کا بوجھ بھی ڈال دیا جائے گا اور مظلوم مومن کو اپنی جزا کے ساتھ ظالم کی بعض نیکیوں کی جزا کو ملا کر اس کی خوشی میں اضافہ کر دیا جائے گا اور روایات بخیرت اس ناطق پر موجود ہیں۔

وَمَا نُنزِّلُہٗ۔ اس کی شان نزول کے متعلق مفسرین نے ذکر کیا ہے جب اصحاب کہف اور ذوالقرنین کے متعلق کفار نے حضور سے دریافت کیا اور آپ نے وعدہ فرمایا لیکن وحی کے نزول میں تاخیر ہو گئی تو آپ نے جبریل سے تاخیر کی وجہ پوچھی پس جبریل نے یہ جواب دیا کہ ہم امر پر دو گام سے ہی اترتے ہیں وہ جب چاہے جہاں چاہے ہم اس کی مخالفت نہیں کرتے۔ یہ جامع قرآن بزرگ کی جوڑ توڑ سمجھے کہ یہ آیت کہاں سے کہاں پہنچ گئی۔ ایسے حالات میں آیات کا آپس میں ربط تلاش کرنا بالکل بے معنی ہے اور مفسرین نے ذکر کیا ہے کہ یہ اہل جنت کا مقولہ ہے یعنی وہ کہیں گے کہ ہم جنت میں ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل نہیں ہوتے مگر امر پروردگار سے۔

بَيْنَ اَيِّدِنَا۔ اس کی کئی توجیہات ہیں ۱، سامنے سے مراد آخرت پیچھے سے مراد دنیا اور درمیان سے مراد اسرائیل کی پہلی صور سے دوسری صورت تک کا فاصلہ جو کہ چالیس برس کا ہوگا۔ ۲، ابتدائے پیدائش انتہائے زندگی اور درمیانی حصہ مراد ہے ۳، دنیا میں ماضی مستقبل اور حال مراد ہے ۴، زمین آسمان اور فضا مراد ہے (مجمع)

هَلْ تَعْلَمُ۔ انعامات و احسانات بیان کرنے کے بعد اپنی توحید کا اعلان فرمایا کہ کیا اور کوئی ذات ہے جس کو خالق رازق محی میت اور ثواب و عقاب پر قادر کا نام دیا جائے۔ سوائے اس ایک خدا کے اور جب ایسا نہیں ہے تو اسی کی عبادت

أَنَا خَلَقْنَاهُ مِنْ قَبْلُ وَلَمْ يَكْ شَيْئًا ﴿٦٥﴾ فَوَرَّكَ لَنَحْشُرَنَّهُمْ

یاد نہیں کرتا کہ ہم نے پہلے اس کو پیدا کیا تھا تو وہ کچھ بھی نہ تھا پس قسم تیرے رب کی ان کو

وَالشَّيْطِينَ ثُمَّ لَنَحْضِرَنَّهُمْ حَوْلَ جَهَنَّمَ جِثِيًّا ﴿٦٦﴾ ثُمَّ

اور شیطانوں کو ہم مزدور جمع کریں گے پھر ان کو حاضر کریں گے جہنم کے گرد گھٹنوں کے بل پھر

لَنُنزِعَنَّ مِنْ كُلِّ شِيعَةٍ أَيُّهُمْ أَشَدُّ عَلَى الرَّحْمَنِ عِتِيًّا ﴿٦٧﴾

گھٹیں گے ہر جماعت سے اس کو جو زیادہ سخت ہوگا اللہ پر سرکشی میں

ثُمَّ لَنَحْنُ أَعْلَمُ بِالَّذِينَ هُمْ أَوْلَىٰ بِهَا صِلِيًّا ﴿٦٨﴾ وَإِنْ مِنْكُمْ

پھر ہم خوب جانتے ہیں جو وہاں جلنے کے زیادہ سزا دار ہیں اور نہیں کوئی

إِلَّا وَارِدُهَا كَانَ عَلَىٰ رَبِّكَ حَتْمًا مَقْضِيًّا ﴿٦٩﴾ ثُمَّ نُنَجِّي

تم میں سے مگر یہ کہ اس میں داخل ہوگا یہ تیرے رب کا حتمی فیصلہ ہے پھر نجات دیں گے

الَّذِينَ اتَّقَوْا وَنَذَرُ الظَّالِمِينَ فِيهَا جِثِيًّا ﴿٧٠﴾ وَإِذَا تُلِي

ان کو جو ڈرتے تھے اور چھوڑ دیں گے ظالموں کو اس میں گھٹنے ٹیکنے والے

کرد اور اس کی عبادت پر ڈٹ جاؤ

رکوع نمبر ۸

وَيَقُولُ - تفسیر مجمع البیان میں اس کا شان نزول اس طرح منقول ہے کہ ابی بن خلف جمی نے ایک مردہ آدمی کی بوسیدہ بٹیاں اٹھائیں اور اسے اپنی انگلیوں میں مسل کر باریک خاکستر کو ہوا میں اٹا دیا اور کہنے لگا کہ محمد کا خیال ہے ہم اس طرح بوسیدہ و خاکستر ہو کر دوبارہ زندہ کئے جائیں گے حالانکہ یہ ناممکن ہے پس یہ آیت اتری۔

أَوْلَايِدُنَّ كُرُ - آیت مجیدہ میں شش و نشر پر غیبی استدلال ہے کہ جو ذات اپنی قدرت کاملہ اور حکمت شاملہ سے پہلی دفعہ بنیہ وجود مادہ کے ایجاد پر قادر ہے وہ دوبارہ زندہ کرنے پر یقیناً قادر ہے۔ کیونکہ ایجاد اعادہ سے مشکل تر ہے۔ پس جو ایجاد کر سکتا ہے وہ اعادہ پر بدرجہ اولیٰ قادر ہے۔

لَنَحْشُرَنَّهُمْ - یعنی مجرم لوگوں کے ساتھ وہ شیطان بھی مشور ہوں گے جنہوں نے ان کو گمراہ کیا تھا اور جہنم کے اس پاس گھٹنوں

عَلَيْهِمْ اِيْتَابَيْتِ قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَيُّ الْفَرِيقَيْنِ

ان پر ہماری آیتیں واضح تو کہتے ہیں وہ جو کافر ہیں ان کو جو مومن ہیں ہم دو میں سے

خَيْرٌ مَّقَامًا وَّ اَحْسَنُ نَدِيًّا ﴿۴۲﴾ وَ كَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِنْ قَرْنٍ هُمْ

کولنا گروہ اچھی قیام گاہ اور اچھی مجلس رکھتا ہے اور کس قدر ہلاک کئے ہم نے اس سے پہلے

کے بل کھڑے ہوں گے اور ایک دوسرے پر تیرا کریں گے۔

لَنْ نَزَعَنَّهُ - یعنی مجرموں کے سرخنوں کو پہلے پہل جہنم کی طرف گھسیٹ لیا جائے گا پس ان کے بعد ان کی جماعت کو داخل جہنم کیا جائے گا جس طرح جنت میں جانے کے لئے بھی ترتیب اسی طرح ہوگی کہ پہلے پیشہ و جنت میں جائے گا پھر اس کے پیچھے اس کی اُمت و پیر و کار داخل جنت ہوں گے۔

وَ اِنْ مَسَّكُمْ - اِنْ مانا فیه کے معنی میں ہے اور اس کا اسم اُحد محذوف ہے اور وَاِذْ دَعَا اس کی خبر ہے اور اللہ کی وجہ سے عمل نہیں کر رہا۔ اس کے معنی میں کئی اقوال ہیں (۱) ہمارے کی ضمیر کا مرجع جہنم ہے اور ورود کا معنی دخول نہیں بلکہ اس کے قریب پہنچ جانا ہے یعنی ہر ایک آدمی نیک و بد جہنم کے قریب پہنچے گا (۲) ہمارے کی ضمیر کا مرجع عرشہ محشر ہے یعنی ہر انسان عرشہ محشر میں موجود کیا جائے گا (۳) ہمارے کی ضمیر کا مرجع جہنم اور ورود کا معنی دخول ہے یعنی ایک دفعہ ہر آدمی کو جہنم میں داخل کیا جائیگا لیکن اس کی آگ مومن کیلئے برد و سلام ہوگی اور کافروں کیلئے بائش عذاب ہوگی (۴) غفار صدق میں ہے کہ ہمارے ضمیر کا مرجع پل صراط ہے کہ ہر ایک کو اس سے گزرنا ہوگا (المعز الانوار)

تفسیر مجمع البیان میں عبداللہ بن مسعود سے مروی ہے حضرت رسالت مآب نے فرمایا کہ تمام لوگ جہنم میں داخل ہوں گے اور پھر اپنے اپنے اعمال کے لحاظ سے وہاں سے نجات پا کر نکلیں گے۔ پس بعض بجلی کی طرح کٹی ہوئی گھوڑے کی رفتار سے بعض شتر سوار کی طرح بعض دوڑتے ہوئے اور بعض عام انسانی رفتار سے نجات پائیں گے اور جابر بن عبداللہ سے مروی ہے اس نے اپنے کانوں کی طرف انگلیوں کا اشارہ کرتے ہوئے کہا یہ بہرے ہو جائیں اگر میں نے رسول خدا سے نہ سنا ہو۔ آپ نے فرمایا ہر نیک و بد جہنم میں داخل ہوگا لیکن مومنوں پر آتش جہنم سرد ہو جائے گی جس طرح حضرت خلیل کے لئے برد و سلام ہوئی تھی حتیٰ کہ دوزخ اس ٹھنڈک سے گہرا کر دینے کا (۴) ہمارے ضمیر کا مرجع پل صراط ہے اور ہر ایک کو اس سے گزرنا ہوگا (صاف)

مجمع البیان میں یعلیٰ بن مہذب سے مروی ہے حضور نے فرمایا تَقْوَلُ الشَّارِبُ لِلْمُؤْمِنِيْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ حُبِّيَّا مُؤْمِنًا فَقَدْ اَطْفَا نُوْرَكَ لَهِيْ - یعنی آگ مومن کو کہے گی اے مومن جلدی سے گزر جا کہ تیرے نور نے میرے شعلے خاموش کر دیئے ہیں۔ ایک روایت میں آپ نے فرمایا کہ آگ جامد ہو جائے گی اور اس کے اوپر تمام مخلوق کو جمع کیا جائے گا پس ایک منادی ندا کرے گا کہ تو اپنوں کو لے لے اور میرے چھوڑ دے اور قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے جس طرح ماں اپنے بچے کو پہچانتی ہے اس سے بھی زیادہ جلدی وہ اپنوں کو پہچان لے گی حسن بصری نے ایک آدمی کو ہتے ہوئے

أَحْسَنُ أُنْثَانًا وَرِعْيًا ﴿٤٤﴾ قُلْ مَنْ كَانَ فِي الضَّلَالَةِ فَلْيَمْدُدْ لَهُ

لوگ جن کے لباس اور نکلیں بہت اچھی تھیں کہہ دو جو گمراہی میں ہو تو ڈھیل دیتا ہے اس کو خدا

الرَّحْمَنُ مَدًّا حَتَّىٰ إِذَا رَأَوْ مَا يُوعَدُونَ إِمَّا الْعَذَابَ وَإِمَّا

ڈھیل لہی یہاں تک کہ جب دیکھیں گے اس کو جو ان سے وعدہ کیا گیا ہے یعنی یا عذاب (دنیا) اور یا عذاب

السَّاعَةِ ۖ فَسَيَعْلَمُونَ مَنْ هُوَ شَرُّ مَكَانًا ۖ وَأَصْعَفٌ جَدًّا ﴿٤٥﴾

آخرت تو جان لیں گے کہ کس کی منزل بدتر ہے اور کس کی جماعت کمزور تر ہے

وَيَزِيدُ اللَّهُ الَّذِينَ اهْتَدَوْا هُدًى وَالْبَقِيَّةُ الصَّالِحَاتُ خَيْرٌ

اور زیادہ کرتا ہے اللہ ان کے لئے جو ہدایت پائیں (اسباب) ہدایت اور باقی رہنے والی نیکیاں خوب ہیں

دیکھا تو کہا کہ تجھے علم ہے کہ تجھے ایک دفعہ جہنم میں ڈالا جائے گا کہنے لگا کہ ہاں پھر حسن نے پوچھا کہ اُس سے نکلنے کا بھی علم ہے کہنے لگا کہ نہیں تو حسن نے کہا پھر ہنسنا کیوں ہے؟

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ خدا ہر نیک و بد کو جہنم میں کیوں ڈالے گا تو اس کا جواب تفسیر مجمع البیان میں احادیث سے اخذ کر کے یہ دیا گیا ہے کہ جنتیوں کو جنت میں داخل ہونے سے پہلے دوزخ اس لئے دکھایا جائے گا کہ وہ جنت کی نعمت کی قدر کو سمجھیں اور اللہ کے فضل و احسان کو دیکھ کر زیادہ سے زیادہ خوشی محسوس کریں۔ اسی طرح جہنمیوں کو بھی جہنم کے داخلے سے پہلے جنت دکھائی جائے گی تاکہ ان کے عذاب اور دکھ میں اور زیادتی ہو اور مروی ہے کہ دنیا میں بخار کا ہونا دوزخ کی گرمی سے ہے چنانچہ حضورؐ ایک مریض کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے تو فرمایا کہ اللہ فرماتا ہے بخار کی گرمی بھی دوزخ کی گرمی سے ہے میں دنیا میں اپنے عبد مومن کو دوزخ سے بچانے کے لئے دیتا ہوں تاکہ دنیا میں اپنا حصہ وہ لے لے۔

تفسیر صافی میں کافی سے مروی ہے امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا بخار موت کا پیغام بر اور دنیا میں مومن کا قید خانہ ہے اور یہی مومن کا دوزخ سے اپنا حصہ ہے۔ نیز آپ نے جناب رسول خدا سے روایت کی کہ بخار موت کا پیغام بر اور زمین میں اللہ کی مقرر کردہ جلی ہے اس کی گرمی دوزخ کا حصہ ہے اور مومن کے لئے آتش دوزخ کا یہی بدلہ ہے اور اعتقادات سے مروی ہے کہ جب مومن جہنم میں جائیں گے تو ان کو کوئی تکلیف نہ پہنچے گی۔ ہاں وہاں سے نکلتے ہوئے ان کو دکھ پہنچے گا اور یہ تکالیف اس کی دنیا میں لغزشوں کا بدلہ ہوں گی۔

قرن ۱۶ - اس کا معنی سورہ بنی اسرائیل کی آیت ۷۱ کے ذیل میں گزر چکا ہے۔

أَحْسَنُ أُنْثَانًا - تفسیر مجمع البیان میں ہے کفار کہ مثلاً نضر بن حارث اور اس کے ساتھی بالوں کو سنوار کر لباس فاخرہ

عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَخَيْرٌ مَّرَدًّا ﴿۷۶﴾ أَفَرَأَيْتَ الَّذِي كَفَرَ بِآيَاتِنَا

تیرے رب کے نزدیک ثواب اور اچھی جزا کے لئے کیا تو نے دیکھا ہے اس کو جس نے انکار کیا ہماری

وَقَالَ لَا أُؤْتِيَنَّ مَالًا وَلَا وُلْدًا ﴿۷۷﴾ أَطَّلَعَ الْغَيْبَ أَمْ اِتَّخَذَ عِنْدَ

نشانوں کا اور کہا کہ (قیامت) کو میں دیا جاؤں گا مال و اولاد کیا مطلع ہوا ہے غیب پر یا سے لیا ہے

الرَّحْمٰنِ عَهْدًا ﴿۷۸﴾ كَلَّا سُنْكَبُ مَا يَقُولُ وَنَمُدُّ لَهُ مِنَ الْعَذَابِ

اس نے اللہ سے عہد ہرگز نہیں ہم نکمیں گے جو وہ کہتا ہے اور لمبا کر دیں گے اس کے عذاب

مَدًّا ﴿۷۹﴾ وَنُرِثُهُ مَا يَقُولُ وَيَأْتِينَا فَرْدًا ﴿۸۰﴾ وَاتَّخَذُوا مِن

کو بہت زیادہ اور ہم لیں گے جو وہ کہتا ہے (مال و اولاد کو بذریعہ موت) اور وہ اکیلا ہمارے پاس آئے

دُونِ اللَّهِ إِلَهًا لِّيَكُونُوا لَهُمْ عِزًّا ﴿۸۱﴾ كَلَّا سَيَكْفُرُونَ

گا اس نے بنائے اللہ کے علاوہ اور معبود تاکہ وہ اس کے مددگار ہوں ہرگز نہیں وہ تو انکار کریں گے

پہن کر اپنی صورت و لباس پر فخر کرتے تھے اور اصحاب نبی کو طعنہ دیتے تھے۔ پس یہ آیت اتری۔

وَالْبَاقِيَات - اس کی تفسیر سورہ کہف کی آیت نمبر ۴۶ کے ذیل میں گذر چکی ہے ص ۱۶۱۔ اور ان سے مراد ہر وہ نیک کام ہے

جس کا ثواب باقی رہے اور دنیا و آخرت میں اس کے لئے فائدہ مند ہو۔

أَفَرَأَيْتَ - تفسیر مجمع البیان میں جناب بن ارت سے مروی ہے کہ میرا عاص بن وائل پر قرضہ تھا (یہ شخص قریشی تھا اور

اسلام دشمنی میں پیش پیش تھا) راوی کہتا ہے میں اس سے اپنا حق مانگنے کے لئے گیا تو وہ کہنے لگا محمد کا انکار کر دو تب دوں گا۔

میں نے کہا یہ تو ہرگز نہیں ہو سکتا تو کہنے لگا اچھا تمہارے اعتقاد کے مطابق جب میں قیامت میں اٹھوں گا اور مجھے مال و اولاد بھی

دوبارہ ملے گی تو جو تیرا قرضہ ہے چکا دوں گا۔ بروایت برہان اس نے کہا کہ تم کہتے نہیں ہو کہ جنت میں سونا چاندی اور ریشم ملے

گا؟ جناب نے کہا ہاں تو وہ کہنے لگا اچھا جنت میں جا کر وہ دوں گا کیوں کہ خدا کی قسم جنت میں دنیا کی بہ نسبت مجھے زیادہ

نعمت حاصل ہوں گی پس اس کی تردید میں یہ آیتیں اتریں۔

كَلَّا - اس لفظ کا استعمال قرآن مجید کے پہلے پندرہ پاروں میں کہیں نہیں ہوا۔ اور آخری پندرہ پاروں میں کل تینتیس مرتبہ

استعمال ہوا ہے اور اس کا استعمال چار قسموں پر ہے۔ (۱) اس پر وقف کرنا بھی درست ہے جب کہ پہلے مضمون کی تردید اس

سے مقصود ہو اور اس کو حوتِ تنبیہ قرار دے کر اگلے جملے کے لئے اس سے ابتدا بھی جائز ہے۔ یہاں آیت ۷۹-۸۲ میں

بِعِبَادَتِهِمْ وَيَكُونُونَ عَلَيْهِمْ ضِدًّا ﴿۸۲﴾ ۛ أَلَمْ تَرَ أَنَا أَرْسَلْنَا

ان کی عبادت کا اور ان کے خلاف ہر جائیں گے کی تم دیکھتے نہیں ہو تم نے سلت

الشَّيْطَانِ عَلَى الْكُفْرَيْنِ تَوَهُّمٌ آزًا ﴿۸۳﴾ فَلَا تَعْجَلْ عَلَيْهِمْ

کی شیطانوں کو کافروں پر کہ وہ ان کو خوب اُبھارتے ہیں (گناہوں پر) پس نہ جلد بازی کرو ان پر

إِنَّمَا نَعِدُّ لَهُمْ عَذَابًا ﴿۸۴﴾ يَوْمَ نَحْشُرُ الْمُتَّقِينَ إِلَى الرَّحْمَنِ وَفْدًا ﴿۸۵﴾

تحقیق ہم (ان کا عمل یا وقت) لگ رہے ہیں اس دن (کو یاد کرو کہ) جمع کریں گے متقیوں کو رحمن کی طرف وفد کی صورت میں

دونوں وجہیں جائز ہیں اور اس قسم کے مقامات قرآن میں کل دس ہیں ۱۲) وقف کرنا درست ہوتا ہے اور حرف ابتدا نہیں بنایا جاسکتا جیسے اِنَّا لَمُدْرِكُونَ قَالَ كَلَّا - اَخَافُ اَنْ يَفْشَلُوْنَ قَالَ كَلَّا ۱۳) وقف کرنا درست نہ ہو اور حرف ابتدا قرار دینا درست ہو جیسے كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُونَ اور اس قسم کے مقامات قرآن میں انیس ہیں ۱۴) نہ وقف درست ہو اور نہ حرف ابتدا بنانا صحیح ہو اور یہ دو مقامات پر ہے۔ ثُمَّ كَلَّا سَيَعْلَمُونَ ثُمَّ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُونَ ان دو مقامات پر ٹم پر وقف کر کے کلا سے ابتدا کرنا بھی درست نہیں اور کلا پر وقف کرنا بھی جائز نہیں۔

رکوع نمبر ۹

لَعَدُوًّا لَهُمْ - تفاسیر میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ یہاں سانس گننا مراد ہے (اور تحت اللفظ ترجمہ میں ہم نے عام قول نقل کیا ہے) انسان کی ہر سانس اپنی موت کی طرف ایک قدم شمار ہوتا ہے اور ہر سانس کو لکھا جاتا ہے خواہ نیکی کے ارادہ سے ہو خواہ برائی کی نیت سے ہو۔

يَوْمَ نَحْشُرُ - تفسیر صافی و برہان میں بروایت آئمہ منقول ہے۔ حضرت رسالت اکرم نے فرمایا جنت میں داخلہ | اے علی مجھے اُس ذات کی قسم جس نے دانہ کو شگافتہ کیا اور رُوح کو پیدا کیا کہ متقی لوگ جب اپنی

قبروں سے نکلیں گے تو فرشتے جنت کی سواریاں لے کر ان کا استقبال کریں گے جن پر یاقوت اور موتیوں سے جڑی ہوئی زینیں ہوں گی ان پر سندس اور استبرق کا غلاف ہوگا اور ارغوانی رنگ کی پیٹی اور زبرجدی لگام ہوگی۔ سامنے دائیں اور بائیں ایک ایک ہزار فرشتے بھرکاب ہوں گے وہ سواریاں پر واز کر کے جنت کے بڑے دروازہ پر ان کو لائیں گی۔ وہاں ایک بہت بڑا درخت ہے جس کا ایک پتہ ایک لاکھ آدمی کو سایہ دے سکتا ہے اس درخت کے دائیں طرف ایک پاک و پاکیزہ چشمہ ہے جس سے وہ پئیں گے پس ان کے دلوں سے حسد وغیرہ ختم ہو جائے گا اور جسم کے بال صاف ہو جائیں گے اور یہی شرابِ طہور ہے اس کے بعد درخت کے بائیں طرف کے چشمے سے غسل کریں گے جو آبِ حیات ہے پس ان پر موت نہ آئے گی۔ پس ہر قسم کی

وَأَسْوَقُ الْمَجْرُمِينَ إِلَىٰ جَهَنَّمَ وُرْدًا ﴿٨٦﴾ لَا يَبْلُغُونَ الشَّفَاعَةَ

اور ہانکین گے مجرموں کو دوزخ کی طرف پیا سے نہ مالک ہوں گے شفاعت کے

إِلَّا مَنِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمَنِ عَهْدًا ﴿٨٧﴾ وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمَنُ

مگر جو لے لیں اللہ سے عہد اور وہ کہتے ہیں رکمت ہے خدا

وَلَدًا ﴿٨٨﴾ لَقَدْ جِئْتُمْ شَيْئًا إِدًّا ﴿٨٩﴾ تَكَادُ السَّمَوَاتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ

اولاد (ان سے کہئے) تحقیق تم نے بہت بُری بات کہی قریب ہے کہ پھٹ جائے اس سے آسمان اور شکافتہ

وَتَنْشَقُّ الْأَرْضُ وَتَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا ﴿٩٠﴾ أَنْ دَعَا لِلرَّحْمَنِ

ہو جائے زمین اور گر جائیں پہاڑ دھماکے سے کہ انہوں نے تجویز کر لی اللہ کے لئے

وَلَدًا ﴿٩١﴾ وَمَا يَنْبَغِي لِلرَّحْمَنِ أَنْ يَتَّخِذَ وَلَدًا ﴿٩٢﴾ إِنْ كُلُّ مَنْ

اولاد حالانکہ اولاد رکمن اللہ کی شان نہیں ہے نہیں کوئی چسپنہ

مکلیف و آلائش سے پاک و صاف ہو کر عرش پر دروگار کے سامنے آئیں گے تو فرشتوں کو حکم ہوگا کہ میرے دوستوں کو باقی مخلوق سے الگ رکھو اور ان کو جنت کی طرف لے چلو۔ چنانچہ جنت کے دروازہ پر پہنچ کر فرشتے کئی کھٹکھٹائیں گے۔ جس کی آواز حوریں سن کر ایک دوسری کو خوشخبری دیں گی۔ پس دروازے کھلیں گے اور وہ نہایت سکون و اطمینان سے اپنے اپنے محلات کی طرف روانہ ہوں گے اور حوران جنت استقبال کے لئے آگے بڑھ کر مرجبا کہیں گی۔ الحدیث۔ تفسیر صافی میں قمری سے منقول ہے حضرت علی علیہ السلام نے دریافت کیا کہ یہ کون لوگ ہوں گے تو آپ نے فرمایا یہ تیرے شیعہ ہوں گے تو ان کا پیشرو ہوگا۔

نَسْوِقُ - کافروں، مشرکوں اور گنہگاروں کو جہنم کی طرف پیادہ اور پیاسا لے جایا جائے گا
لَا يَبْلُغُونَ - یعنی نہ ان کی کوئی شفاعت کرے گا اور نہ وہ کسی کی شفاعت کر سکیں گے۔

عَهْدًا - تفسیر صافی میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ عہد سے مراد حضرت علی علیہ السلام کی ولایت کا اقرار ہے

تفسیر امامیہ میں اس جگہ عہد سے مراد وصیت نامہ بھی لیا گیا ہے اور اس کی پہلے معنی سے کوئی منافرت نہیں ہے۔ چنانچہ کافی فقیہ اور تہذیب سے مروی ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام

نے بسلسلہ آباؤں طاہرین جناب رسالت سے نقل فرمایا کہ جو شخص موت سے پہلے وصیت نہیں کرتا اس کی مروت اور عقل

فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ إِلَّا آتَى الرَّحْمَنِ عَبْدًا ﴿٩٣﴾ لَقَدْ أَحْضَمُوا

آسمانوں اور زمین میں مگر وہ اللہ کی عبد ہے تحقیق اللہ کا علم

وَعَدَّهُمْ عَدًّا ﴿٩٤﴾ وَكَلَّمَهُمْ آتِيهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَرْدًا ﴿٩٥﴾

ان پر محیط ہے اور وہ ان کی تعداد کو جانتا ہے اور سب آئیں گے اس کے پاس قیامت کے دن تنہا

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمَنُ وُدًّا ﴿٩٦﴾

تحقیق جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کئے کرے گا ان کے لئے خدا محبت (مومنوں کے دونوں میں)

فَإِنَّمَا يَسَّرْنَاهُ بِلِسَانِكَ لِتُبَشِّرَ بِهِ الْمُتَّقِينَ وَتُنذِرَ بِهِ قَوْمًا

پس ہم نے اس کو آسان کیا تیری زبان پر تاکہ خوش خبری سناؤ متقیوں کو اور ڈراؤ اس کے ساتھ ضدی

میں کمی ہے جب آپ سے دریافت کیا گیا کہ وصیت کا کیا طریقہ ہے تو آپ نے فرمایا جب وفات کا وقت آئے اور لوگ

جمع ہوں تو کہے - اللَّهُمَّ فَاطِرَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ عَالِمَ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الرَّحْمَنَ الرَّحِيمَ

اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ فِي دَارِ الدُّنْيَا وَإِنِّي أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ

لَهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُكَ وَرَسُولُكَ وَأَنَّ الْجَنَّةَ حَقٌّ وَأَنَّ النَّارَ حَقٌّ وَأَنَّ الْبَعْثَ

وَأَنَّ الْحِسَابَ حَقٌّ وَالْقَدَرَ وَالْمِيزَانَ حَقٌّ وَأَنَّ الدِّينَ كَمَا وَصَفْتَ وَأَنَّ الْإِسْلَامَ

كَمَا شَرَعْتَ وَأَنَّ الْقَوْلَ كَمَا حَدَّثْتَ وَأَنَّ الْقُرْآنَ كَمَا أَنْزَلْتَ وَأَنَّكَ اللَّهُ

الْمَلِكُ الْحَقُّ الْمُبِينُ حَبَّرَ اللَّهُ مُحَمَّدًا أَحْيَا مُحَمَّدًا وَأَلَّ مُحَمَّدًا بِالسَّلَامِ

اللَّهُمَّ يَا عُدَّتِي عِنْدَ كُرْبَتِي وَيَا صَاحِبِي عِنْدَ شِدْقِي وَيَا وَلِيَّيَ فِي نِعْمَتِي إِلَهِي

وَالِلَّهِ أَبَاتِي لَا تُكَلِّبْنِي إِلَى نَفْسِي طَرْفَةَ عَيْنٍ فَإِنَّكَ إِن تَكَلِّبْنِي إِلَى نَفْسِي أَقْرَبُ مِنَ الشَّرِّ

وَأَبْعَدُ مِنَ الْخَيْرِ فَالْنِسْ فِي الْقَبْرِ وَخَشْتِي وَاجْعَلْ لِي عَهْدًا أَيُّومَ الْقَالِكِ مَنْشُورًا - اس کے

بعد اپنے دوسرے ضروری مطالب کا ذکر کرے اور یہی وہ عہد ہے جس کا قرآن مجید میں ذکر ہے اور وصیت کرنا ہر مسلمان

پر فرض ہے اور ضروری ہے کہ اس وصیت کو پڑھ لے اور یاد کر لے حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں مجھے رسول خدا نے

اسی طرح تعلیم کی اور جبریل اس کو اسی طرح لایا۔

أَقُولُ - اصول مذہب کی رو سے شہادت رسالت کے بعد علی سے مہدی علیہم السلام تک آئمہ کا نام بھی شامل کر لیا جائے

نیز اس وصیت نامہ کو لکھ کر انسان اپنے پاس رکھے کیونکہ موت کا کوئی وقت معین نہیں ہے اور خوش نصیب ہے وہ بندہ

لَدَا ۹۰) وَكَمْ أَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِنْ قَرْنٍ هَلْ يُحْسِبُ مِنْهُمْ

لوگوں کو اور کس قدر ہلاک کیا ہم نے ان سے پہلے قوموں کو کب محسوس کرتے ہو

مِنْ أَحَدٍ أَوْ تَسْمَعُ لَهُمْ رِكْزًا ۹۱) ۹۰

ان میں سے کسی کو یا سنتے ہو کسی کی آواز؟

جو سوتے وقت وصیت نامہ اپنے سر ہانے کے نیچے رکھ کر سوئے اور اسی مضمون کی آئمہ سے روایات بھی منقول ہیں۔

(عَلَى مَا حَكِي)

رَأَى الَّذِينَ - اس آیت مجیدہ کا مصداق حضرت علی علیہ السلام ہے۔ تفسیر اہل بیت میں ہے کہ رسالت مآب نے حضرت علی کو یہ دعا تعلیم کی۔ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِيْ فِيْ قُلُوْبِ الْمُؤْمِنِيْنَ ذِكْرًا - یعنی اے اللہ مومنوں کے دلوں میں میری محبت پیدا کر۔ پس یہ آیت اُتری اور صفائی میں مروی ہے کہ نماز کے بعد حضرت رسول خدا نے حضرت علیؑ کے حق میں با آواز بلند یہ دعا کی اے اللہ مومنوں کے دلوں میں علی کی محبت پیدا کر اور منافقوں کے دلوں میں علی کا رعب و ہیبت پیدا کر پس یہ آیت اُتری۔ قَوْمًا لَّدَا - تفسیر صفائی میں ہے اس سے مراد بنی اُمیہ ہیں۔

تفسیر برہان میں مناب بن مغازلی سے بروایت ابن عباس مروی ہے کہ رسالت مآب نے میرا اور علی کا ہاتھ پکڑا۔ پھر چار رکعت نماز پڑھی اور ہاتھوں کو بلند کر کے دعا مانگی۔ اَللّٰهُمَّ سَأَلْتُكَ مُؤَسَّبِيْ بِنْتِ عِشْرَانَ وَ اَنَا مَحْتَدُّ اَسْأَلُكَ اَنْ تَشْرَحَ لِيْ صَدْرِيْ وَ تَيْسِّرَ لِيْ اَمْرِيْ وَ تُجَلِّلَ لِيْ عُقْدَةَ مَنْ تَسَارَى يَفْقَهُوا قَوْلِيْ وَ اجْعَلْ لِيْ وَ زَيْدًا مِنْ اَهْلِيْ عَلِيًّا اُشْدُ ذِيْبًا اُثْرِيْ وَ اَشْرِكْنِيْ فِيْ اَمْرِيْ - ابن عباس کہتا ہے میں نے ندا کی کی آواز سنی کہ آپ کی دعا مقبول ہے۔ پس آپ نے حضرت علیؑ کو دعائے سابقہ تعلیم فرمائی جب علیؑ دعا مانگ چکے تو یہ آیت نازل ہوئی۔ رَأَى الَّذِينَ - ۱۔ حضرت رسالت مآب کی دعا جس میں حضرت علیؑ کی وزارت کی خواہش کی گئی باختلاف الفاظ سورہ طہ کی تفسیر میں ص ۱۷۸ پر مفصل ذکر کی گئی ہے۔ استاد العلماء مولانا سید محمد باقر اعلی اللہ مقامہ نے روایت مذکورہ کو درمنثور سے بحوالہ ابن مردودہ خطیب اور ابن عساکر نقل فرمایا ہے۔ ملاحظہ ہو کتاب المجالس المرضیہ ص ۲۱۳۔

سورۃ طہ

- یہ سورہ مکہ ہے اور اس کی آیات بسم اللہ کے بغیر ایک سو پینتیس ہیں۔
- مجمع البیان میں حدیث نبوی سے وارد ہے جو شخص اس سورہ کو پڑھے گا مہاجرین و انصار کے برابر اس کو ثواب ملیگا۔
- امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ ظہ کی قرأت کو نہ چھوڑو اللہ اس کو اور اس کے ہمیشہ پڑھنے والوں کو دوست رکھتا ہے اور قیامت کے دن اس کو اعمال نامہ دائیں ہاتھ میں ملے گا اور خدا اس کی لغزشوں سے درگزر کریگا اور اس کو اتنا ثواب دے گا کہ وہ راضی ہو جائے گا۔
- جو شخص اس کو لکھ کر ریشم سبز میں باندھ کر اپنے پاس رکھے پس اس قوم کی طرف جائے جہاں شادی کرنا چاہتا ہے تو اس کی خواہش کو رو نہ کیا جائے گا
- اگر لڑنے والے دو گروہوں میں گھس جائے تو وہ ایک دوسرے سے جدا ہو جائیں گے۔
- اگر سلطان جائز کے پاس جائے تو اس کے شر سے محفوظ رہے گا اور وہ اس کی تمام حاجات پوری کرے گا۔ اور اس کے نزدیک اس کا وقار ہوگا۔
- اگر کسی قوم کی اصلاح کے لئے جائے تو کامیابی حاصل ہوگی اور اس کی کوئی بھی مخالفت نہ کرے گا۔
- اگر بادشاہ سے ستم رسیدہ ہو تو اس کا پانی پی کر اپنے ظالم سلطان کے پاس جائے تو بقدرت خدا اس کے ظلم سے محفوظ ہو جائے گا۔
- جس عورت سے کوئی شادی نہ کرتا ہو یا کافی دیر تک بغیر شادی کے وقت گزار رہی ہو پس اس کے پانی سے غسل کرے تو اس کی شادی جلدی ہو جائے گی۔
- اگر کوئی شادی کا خواہش مند آیت ۱۳۱-۱۳۲ یعنی وَلَا تَمُوتُنَّ مِنْهُنَّ سے لبتثویٰ تک زعفران سے لکھ کر اپنے دائیں بازو پر باندھ کر خواہش منگاری کے لئے جائے تو باذن پروردگار اس کا مطلب پورا ہوگا اور لڑکی والے انکار نہ کریں گے

الرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰی ۝ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی

رہمن جو عرش (حکومت) پر غالب ہے اس کا ہے جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین

الْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَمَا تَحْتَ الثَّرٰی ۝ وَاِنْ تَجَهَّرَ بِالقَوْلِ

میں ہے اور جو کچھ زمین کے نیچے ہے اور اگر بلند آواز کر تو وہ جانتا

فَاِنَّهٗ یَعْلَمُ السِّرَّ وَاخْفٰی ۝ اَللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ط لَهُ الْاَسْمَاءُ

ہے راز کو اور اس سے زیادہ مخفی چھینڈ کو اللہ جس کے سوا کوئی معبود نہیں اس کے لئے اسماء

(۵) ظلہ جناب رسالتؐ کے ناموں میں سے ایک نام ہے۔

تفسیر برہان میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے آپ نے کبھی سے فرمایا کہ قرآن مجید میں جناب رسالتؐ کے دس نام ہیں پس آپ نے یہ نام گنوائے۔ محمّد۔ احمد۔ عبد اللہ۔ ظلہ۔ یس۔ ن۔ مدثر۔ مزمل اور آخر میں فرمایا کہ ذکر بھی حضور کا نام ہے اور ہم اہل الذکر ہیں پس جو چاہو پوچھ لو وہ کہتا ہے کہ خدا کی قسم اس وقت مجھے سارا قرآن ہی بھول گیا پس کچھ نہ پوچھ سکا۔ ایک روایت میں ہے آپ نے سفیان ثوری سے فرمایا کہ ظلہ حضور کے ناموں میں سے ایک نام ہے اور اس کا معنی ہے طالب حق اور ہادی۔

الْعَلٰی۔ علیا کی جمع ہے جس طرح دنیا اور دُنی۔

عَلٰی الْعَرْشِ۔ خداوند کریم چونکہ جسم و جہانیاات سے پاک ہے لہذا یہ معنی غلط ہے کہ وہ عرش پر ساکن ہے کیونکہ وہ ہر شے پر محیط ہے اور کوئی شے اس کا احاطہ نہیں کر سکتی اسی بنا پر

توحید کا بیان

پوری کائنات کے مجموعہ کو بھی عرش کہا گیا ہے یعنی پوری مخلوق پر وہ کامل تسلط رکھتا ہے اور اس کو اقتدار کلی حاصل ہے ہم نے اس کی ضروری وضاحت کتاب لعة الاتوار کے دوسرے حصہ میں کر دی ہے۔ نیز تفسیر کی جلد ۶ ص ۲۲ پر بھی اس کی تشریح گذر چکی ہے تفسیر برہان میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ جو شخص کہے کہ خدا کسی شے سے ہے یا کسی شے میں ہے یا کسی شے پر ہے وہ جھوٹ کہتا ہے ایک زندیق کے سوال کے جواب میں آپ نے فرمایا اس کی مصنوعات کا وجود اس امر کی دلیل ہے کہ ان کو کسی بنانے والے نے بنایا ہے جس طرح ایک اچھی بلڈنگ کو دیکھ کر بنانے والے کا یقین ہو جاتا ہے حالانکہ اس کو دیکھا نہیں ہوتا۔ زندیق نے سوال کو دہرایا کہ وہ کیا کہتا ہے؟ آپ نے فرمایا وہ ذات تمام اشیاء سے الگ ہے نہ جسم ہے نہ صورت نہ اس کو جس پاسکتی ہے اور نہ وہ ٹوٹی جاسکتی ہے نہ حواس ظاہرہ اس کو پاسکتے ہیں اور نہ ادہام اس تک پہنچ سکتے ہیں نہ اس کو وقت گھٹا سکتا ہے اور نہ زمانہ اس میں تغیر پیدا کر سکتا ہے اور سلسلہ کلام کو جاری

الْحُسْنَى ۝ وَهَلْ أَتَاكَ حَدِيثُ مُوسَى ۝ إِذْ رَأَى سَمَا

حُسنیٰ ہیں اور کیا پہنچی تیرے پاس بات موسیٰ کی جب اس نے آگ دیکھی

قَالَ لِأَهْلِي امْكُثُوا إِنِّي آنَسْتُ نَارًا لَّعَلِّي آتِيكُمْ مِنْهَا

تو گھر والی سے کہا ٹھہرو میں نے آگ دیکھی ہے (دجانا ہوں) تاکہ لاؤں اس سے ایک چمگاری یا پاپوں

بِقَبَسٍ أَوْ أَجِدُ عَلَى النَّارِ هُدًى ۝ فَلَمَّا أَتَاهَا نُورًا

آگ پر راستے کا پتہ تو جب وہاں پہنچا اس کو نوا آئی

يُوسَى ۝ إِنِّي أَنَا رَبُّكَ فَأَخْلَعْ نَعْلِكَ ۝ إِنَّكَ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ

اے موسیٰ میں تیرا رب ہوں پس اتار اپنا جوتا تحقیق تو وادی مقدس

رکھتے ہوئے ایک اعتراض کے جواب میں فرمایا عرش پر استواء کا معنی یہ نہیں کہ وہ اس پر بیٹھا ہے بلکہ مقصد یہ ہے

کہ وہ عرش پر حاوی اور مسلط ہے۔ سائل نے اعتراض کیا کہ اگر خدا ایک جگہ کا پابند نہیں اور وہ ہر جگہ ہے تو دعا کے وقت

ہاتھوں کو آسمان کی طرف بلند کرنے کا کیا مطلب ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ اس کے علم و قدرت کی نگاہ میں فوق و تحت سب

یکساں ہیں لیکن اس نے اپنے اولیاء اور نیک بندوں کو دعا کے وقت ہاتھ اُپر اٹھانے کا حکم دیا ہے کیونکہ مقام عرش کو اس

نے اپنے رزق (عطا) کا معدن قرار دیا ہے۔ الخیر۔

أَللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ - اوصاف بیان کرنے کے بعد اپنی توحید کا اعلان فرمایا کہ میرے سوا کوئی نہیں جو الہ کا مصداق ہو۔

اسمائے حسنہ پروردگار کے متعلق بحث تفسیر کی چھی جلد ص ۱۳ تا ص ۱۴۲ پر موجود ہے نیز جلد ۲۶ پر ملاحظہ ہو

وَهَلْ أَتَاكَ ۝ جَنَابِ رَسَالَتِكَ ۝ تَسْلِي وَتَسْكِينِ ۝ خَاطِرِ حَضْرَتِ مُوسَى ۝ كَاقْتِصَافِ بَيَانِ فَرْمَايَا ۝ كَمْ

انبیاء پر اس قسم کے مصائب آیا کرتے ہیں اور وہ صبر و سکون سے ہر مصیبت کا مقابلہ کرتے

ہوئے منصب نبوت و رسالت کو نبھا جاتے ہیں۔ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قصہ اسی سلسلہ کی ایک اہم کڑی ہے۔ کہ

کافی عرصہ تک جلا وطنی اور ہجرت کے مصائب برداشت کئے لیکن صبر و تحمل کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا۔ اور خدا کی رحمت

بے پایاں کے تقاضے سے اس کے علم و حکمت کے بحر بے کراں میں یہ بات درمکنون کی طرح نہاں و پنهان تھی کہ کٹھن مشکلات

اور جان لیوا مصائب میں انتہائی صبر و سکون سے شکر خدا میں رطب اللسان بندے کو نمایاں خصوصیت عطا کی جائے۔ یعنی عہد

نبوت و رسالت کے ساتھ اس کو اپنی ہیکلائی کا شرف بھی بخشا جائے تاکہ جہانی لڈائڈ سے خدا کے لئے کنارہ کشی کرنے والا

بروحانی لذات میں ایسی چاشنی پائے کہ گذشتہ تمام آلام و مصائب کا مداوا بھی ہو جائے اور آئندہ کے لئے عزم مصیبت میں پختگی

کے ساتھ ساتھ ذکر و شکر پروردگار میں اضافہ کی راہیں بھی ہموار ہو جائیں۔ سورہ قصص کی تفسیر میں یہ واقعہ مفصل آئے گا۔
 اس مقام پر صرف اس جگہ سے بات شروع کی۔ جب کہ حضرت موسیٰ حضرت شعیب کی لڑکی کے ساتھ شادی کرنے کے بعد
 اپنی اہلیہ کو ہمراہ لے کر اپنے وطن کی جانب مراجعت فرما ہوئے اور نعمات پروردگار نے بڑھ کر استقبال کیا۔
 تفسیر مجمع البیان میں ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام بہت غیور تھے اور پردہ کے سخت پابند تھے۔ اسی بناء پر
 وہ کسی قافلے کے ہمراہ سفر نہ کرتے تھے جب آپ مدین سے روانہ ہوئے تو بھیڑ بکریوں کا ریلوے بھی ساتھ تھا اور ایک گدھی پاں
 تھی جس پر گھر کا مختصر سامان لدا ہوا تھا اور آپ کی اہلیہ بھی اسی پر سوار تھی۔ شب تاریک میں سفر جاری تھا۔ سردی زوروں پر تھی۔ اور
 ساتھ ہی آپ کی بیوی کے وضع حمل کا زمانہ قریب تھا پس راستہ کا دامن ہاتھ سے چھوٹ گیا۔ بھیڑیں اور بکریاں بھی منتشر ہو گئیں
 اور سردی کا غلبہ ہوا اور ساتھ ہی گھر میں دردزہ کی تکلیف شروع ہو گئی۔ حضرت موسیٰ کے جیب میں چھماق تھا۔ جس سے بوقت
 ضرورت آگ جلا لیتے تھے اب جو اس کو استعمال کرنا چاہا تو اس میں بھی ناکامی ہوئی اور ایسے اضطراب و پریشانی کی حالت
 میں جو سراسیمگی اور پشیمانی پر طاری ہوئی چاہیے ایک کم ہمت انسان تو اس کے تصور سے بھی گھبرا جاتا ہے لیکن یہ
 حضرت موسیٰ کا قلب و جگر اور ہمت و حوصلہ تھا کہ اللہ پر توکل کئے ہوئے پامردی اور جرات سے حالات کا مقابلہ کرتے
 ہوئے آگ کی طرف قدم بڑھاتے چلے جا رہے تھے۔ بے شک فکر مستقبل میں ڈوبے ہوئے نبی نے جو ایک مرتبہ نظر اٹھا
 کر دیکھا تو دُور سے جلتی ہوئی آگ دکھائی دی۔ پس دھارس بندھ گئی اور حوصلے بڑھ گئے عنان سفر کو روک لیا اور گھروالی سے
 فرمایا تم یہاں ٹھہرو میں اس روشنی کی طرف جاتا ہوں اور سردی کا مقابلہ کرنے کے لئے وہاں سے آگ لاتا ہوں۔ نیز چونکہ صحیح
 راستہ ہم سے گم ہو گیا ہے لہذا آگ کے پاس کسی واقف آدمی سے راستہ کا سراغ مل جائے گا (مکت عارضی قیام کو اور
 اقامت دائمی قیام کو کہتے ہیں) یہ رات جمعہ کی تھی پس جب وہاں پہنچے تو دیکھا کہ آگ عناب کے درخت میں ہے کہ نہ وہ درخت
 کو جھلساتی ہے تاکہ اس کی سبزی میں بے رونقی پیدا ہو اور نہ درخت کی تازگی آگ کی روشنی کو کم کرتی ہے یہ دیکھتے ہی دریائے
 حیرت اور بحر تعجب میں غوطہ زن ہو گئے چونکہ دل میں شمع نبوت فرداں تھی اگرچہ اس کے اعلان و اظہار کا وقت ابھی دور تھا
 اپنے خدا و ادا علم سے اس فیصلہ پر پہنچے کہ یہ خارق عادت معاملہ قدرت پروردگار کا کرشمہ ہے۔ پس اضطراب ختم ہوا اور اللہ کی
 جانب سے عنایت خاصہ کے منتظر ہو رہے تو فوراً آواز آئی۔ اے موسیٰ میں تیرا رب ہوں جس نے تجھے پیدا کیا ہے ایک تڑپ
 میں ہے جب موسیٰ کو نرا پہنچی تو فوراً جواب دیا کہ میں نے تیری آواز سنی ہے لیکن یہ پتہ نہیں چل سکا کہ تو کہاں ہے تو جواب بلا
 کہ میں تیرے اوپر تیرے ساتھ تیرے آگے تیرے پیچھے اور تیری سانس سے بھی تیرے قریب تر ہوں پس موسیٰ جان گئے
 کہ یہ اللہ کی ہی صفت ہے اور اظہار معجزہ سے بھی حضرت موسیٰ سمجھ گئے تھے کہ یہ آواز والا پروردگار ہی ہے اور وہی
 ہے کہ اس روشنی میں حضرت موسیٰ ملائکہ کی تسبیح بھی سن رہے تھے پس موسیٰ کے دل میں تسکین پیدا ہوئی اور کلام خداوندی
 سننے کے لئے تیار ہو گئے تو ارشاد ہوا کہ میں تیرا پروردگار ہوں۔

طَوٰی ﴿۱۲﴾ وَاَنَا خِزْتُكَ فَاسْتَمِعْ لِمَا يُوحَىٰ ﴿۱۳﴾ اِنِّى اَنَا اللّٰهُ

طوی میں ہے اور میں نے تجھے چن لیا ہے پس سُن جو وحی کی جائے تحقیق میں اللہ ہوں کہ

لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنَا فَاعْبُدْنِى ۗ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِى ۗ اِنَّ السَّاعَةَ

سوائے میرے کوئی بھی الہ نہیں پس میری عبادت کرو اور نماز کو قائم کرو میری یاد کے لئے تحقیق قیامت آنے

فَاَخْلَعْنَا نَفْسِكَ - اس کی کٹی تاویلیں ہیں (۱) اس لئے جو تارا نے کا حکم ہوا تاکہ وادی مقدس کی زمین سے پاؤں مس ہوں۔ (۲) تواضع کے لئے حکم دیا گیا (۳) چونکہ نجاست یا حشرات الارض یا کانٹوں وغیرہ سے حفاظت کے لئے ہوتا ہے اور یہ جگہ ان چیزوں سے پاک تھی اس لئے ارشاد ہوا کہ امن کا مقام ہے جو تے کی ضرورت نہیں (۴) تفسیر برہان میں ہے حضرت حجۃ علیہ السلام سے سوال کیا گیا اور یہ بھی کہا گیا کہ بعض لوگ اس کی وجہ بتاتے ہیں کہ نجس چمڑے کا جوتا تھا اس لئے تارا نے کا حکم دیا گیا۔ اپنے فرمایا یہ حضرت موسیٰ پر افترا ہے کیونکہ دو صورتوں سے خالی نہیں۔ اگر اس میں حضرت موسیٰ کی نماز صحیح تھی تو نجس نہیں تھی اور اگر اس میں موسیٰ کی نماز غیر صحیح تھی تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ حلال و حرام کو نہ جانتے تھے اور یہ افترا ہے پس مقصد یہ ہے کہ جب موسیٰ نے اپنے اخلاص کا اظہار کیا کہ میں نے اپنے دل کو تیری محبت کیلئے خالی کر دیا ہے تو چونکہ اپنی اہلیہ کو پیچھے چھوڑ آئے تھے اور ان کی فکر و امن گیر تھی۔ پس ارشاد خداوندی ہوا کہ دل سے اہلیہ کی فکر کو ہر کمال دو کیونکہ میں خود ہی ان کا محافظ ہوں پس جو تارا تارا اہلیہ کی فکر سے دل کو خالی کرنے کے لئے کنایہ کیا گیا ہے (۵) بروایت علل حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ حضرت موسیٰ کے دل میں دو خطرے تھے ایک بیوی کی تکلیف کا اور دوسرے فرعون کی سرکشی کا۔ پس ارشاد ہوا کہ یہ دو نو خطرے دل سے نکال دو۔

طَوٰی - وادی کا نام ہے بعضوں نے عمر و زفر کی طرح معدول قرار دیکر اس کو غیر منصرف پڑھا ہے اور بعضوں نے طوی یطوی سے طوی کو صیغہ صفت قرار دیا ہے جیسے ثنی اور سونی گویا یہ وہ وادی ہے جس کو دو دفعہ یا بار بار تقدس حاصل ہوا ہے۔ یعنی طوی بالبرکت۔ جناب رسالتاً سے اس کی وجہ یہ منقول ہے کہ پہلی دفعہ ارواح کو اسی مقام مقدس پر پاکیزہ کیا گیا اور دوسری دفعہ فرشتوں کو اسی مقام پر برگزیدہ کیا گیا اور تیسری دفعہ موسیٰ کو کلام کا شرف اسی مقام سے ملا۔ (صافی)

اِنِّى - جب حضرت موسیٰ کی دل جمعی ہو گئی اور سکون قلب آ گیا تو پیار و محبت کے لہجہ میں ارشاد ہوا میں نے تجھے بتوت کے لئے چُن لیا ہے لہذا اب وحی کی باتیں کان دھر کر سُنو۔ پس سب سے پہلے پہل تو حید کا پیغام سنایا کہ سوائے میرے کوئی بھی الہ نہیں ہے لہذا میری ہی عبادت کرو۔

اَقِمِ الصَّلٰوةَ - یعنی جب بھی مجھے یاد کرو تو نماز بجالاؤ یا یہ کہ میرے ذکر کو نماز کی شکل میں بجالاؤ۔

اِنَّ السَّاعَةَ - خداوند کریم نے قیامت کی آمد کا علم ہر ایک سے مخفی رکھا ہے تاکہ اس کا خوف دلوں میں باقی رہے اور

اَتِيَهُۥٓ اَكَادُ اُخْفِيهَا لِتُجْزَىٰ كُلُّ نَفْسٍ بِمَا تَسْعَىٰ ﴿۱۵﴾ فَلَا يَصُدُّكَ

والی ہے میں اس کو منفی رکھوں گا تاکہ بدلہ دیا جائے ہر نفس کو جو عمل کرے پس نہ روکے

عَنْهَا مَنْ لَا يُؤْمِنُ بِهَا وَاتَّبَعَهَا هُوَ فَتَرْدَىٰ ﴿۱۶﴾ وَمَا

تجھے اس سے جو نہیں ایمان لانا اس پر اور تابع ہے اپنی خواہش کا ورنہ تو ہلاک ہوگا اور تیرے

تِلْكَ بِعَيْنِكَ يَمُوسَىٰ ﴿۱۷﴾ قَالَ هِيَ عَصَايَ اَتَوَكَّلُ عَلَيْهَا

دائیں ہاتھ میں کیا ہے اے موسیٰ کہا یہ میرا عصا ہے اس کا سہارا لیت ہوں

وَاَهْتَشُّ بِهَا عَلٰی غَنِيٍّ وَّلِيٍّ فِيهَا مَا رَبُّ اٰخِرَىٰ ﴿۱۸﴾ قَالَ

اور درختوں کے پتے جھاڑتا ہوں بکریوں کے لئے اور میرے اس میں اور فائدے بھی ہیں فرمایا

اَلْقَهَا يَمُوسَىٰ ﴿۱۹﴾ فَاَلْقَهَا فَاِذَا هِيَ حَيَّةٌ تَسْعَىٰ ﴿۲۰﴾ قَالَ خُذْهَا

پھینکو اس کو اے موسیٰ پس جب اس کو پھینکا تو دیکھا کہ سانپ ہے جو تیز دوڑتا ہے فرمایا اس کو

اعمال صالحہ کا جذبہ کار فرما ہو۔

فَلَا يَصُدُّكَ - یہ خطاب حضرت موسیٰ کو ہے اور مراد امت کے لوگ ہیں

وَمَا تِلْكَ - حضرت موسیٰ علیہ السلام سے یہ سوال کر کے آئندہ بنائے جانے والے معجزہ کی طرف ان کی توجہ پھیرنا مطلوب تھا

پہلے جب حضرت موسیٰ عصا کے فوائد بیان کر چکے تو زمین پر ڈالنے کا حکم ہوا تاکہ اژدہا کی شکل اختیار کرے اور اس کی اہمیت واضح ہو

مَا رَبُّ - اس کی واحد ماریت ہے اس کا معنی ہے حاجات و فوائد اور حاجت و فائدہ میں فرق یہ ہے کہ جو چیز حاصل ہونے

سے پہلے حاجت کہلاتی ہے اسی کو بعد از حصول فائدہ کہا جاتا ہے۔

اٰخِرَىٰ - یہ آخر کی مونث ہے اور اس کی جمع اٰخِرَاتِي ہے اس مقام پر واحد کا صیغہ استعمال کیا گیا ہے تاکہ آیات

کے فواصل میں مطابقت رہے۔

کہتے ہیں ایک عالم دین بزرگوار نے عالم نوا ہیں حضرت رسالتاً کی زیارت کی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام ان

نورانی لطیفہ کے ہمراہ تھے پس حضرت موسیٰ نے عالم سے پوچھا آپ کون ہیں؟ تو انہوں نے اپنا تعارف پوری تفصیل سے

بیان کیا تو حضرت موسیٰ ہنس پڑے کہ عالم کی یہ شان نہیں ہے کہ جب چھوٹے سے فقرہ میں جواب دیا جاسکتا ہو اتنی لمبی تفصیل میں

پڑ جائے۔ پس اتنا کافی تھا کہ میں فلاں ابن فلاں ہوں۔ اس مقام پر اپنی تعلیم تدریس تصنیفات و تالیفات و دیگر خدمات کا بیان

زائد از ضرورت ہے یہ سنتے ہی فوراً اس عالم نے جواب میں عرض کیا حضور آپ سے جب خدا نے پوچھا تھا کہ تیرے ہاتھ میں کیا ہے تو اتنا جواب کافی تھا کہ عصا ہے میں اس پر سہارا لیتا ہوں۔ بکریوں اور بھیڑوں کے لئے درختوں کے پتے جھاڑتا ہوں اور بھی کئی فائدوں کے لئے اس کو استعمال کرتا ہوں۔ فرمائیے اس تفصیل کی کیا ضرورت تھی؟ پس حضرت موسیٰ خاموش ہو گئے۔

علمائے بیان کے مسلمات میں سے ہے کہ جہاں سوال مقوڑا ہو لیکن جواب کی تفصیل کے سننے کا سائل کو شوق ہو جس طرح حبیب و محبوب کا باہمی مکالمہ تو ایسے حالات میں اختصار کی بجائے کلام کو طول دینا بلاغت ہے اور اختصار اس کے منافی ہے لیکن جہاں سامع کے کانوں پر بوجہ پڑ رہا ہو وہاں ادائگی مطلب کے لئے صرف جچے تھے الفاظ کا بیان ہی بلاغت ہے اور جس قدر اختصار سے کام لیا جاسکے اتنا ہی قابل تعریف ہے۔

دوسرے فوائد جو عصا سے حاصل ہوتے تھے (۱) اس کے کنارے سے زاہد راہ باندھ کر گندھے پر رکھ لیتے تھے۔ (۲) زمین میں گاڑتے تھے تو پانی نکل آتا تھا (۳) زمین پر مارتے تھے تو کھانے کی اشیاء حسب ضرورت پیدا ہو جاتی تھیں (۴) اس سے درندوں کا مقابلہ کرتے تھے جب وہ ریوڑ کو نقصان پہنچانے کے لئے بڑھتے تھے (۵) دشمن کے مقابلہ کے لئے ہتھیار کا کام دیتا تھا (۶) کنویں سے پانی نکالنے کے لئے لیا ہو جاتا تھا اور اس کے دونوں سرے ڈول کا کام دیتے تھے (۷) اس کے سرے رات کے وقت تبدیل کا کام دیتے تھے (۸) عالم تنہائی و وحشت میں ان سے کلام صادر ہوتا تھا اور آپ اس سے مانوس رہتے تھے (۹) اونچے درخت کو اس کے ذریعے سے جھکایا کرتے تھے (مجمع) (۱۰) دھوپ کے وقت اس پر کپڑا ڈال کر سایہ کا کام لیتے تھے (صافی) اور تفسیر برہان کی ایک روایت میں ہے کہ یہ عصا ایک ہزار معجزات کا مظہر تھا۔

حَیَۃٌ تَسْعٰی۔ جب حضرت موسیٰ عصا کے فوائد شمار کر چکے تو حکم ہوا کہ اس کو زمین پر ڈالئے پس آپ نے جب اسے زمین پر پھینکا تو وہ زمین پر پہنچتے ہی زرد سانپ بن گیا اور گھوڑے کی گردن کی طرح اس پر گھنے بال تھے پھر اس نے پھولنا شروع کیا اور دیکھتے ہی دیکھتے ایک بڑا اثر دہا بن گیا کہ اونٹ کے جھم کے برابر والے پتھروں کو نگلی جاتا تھا اور بڑے تناور درخت کے تنے میں اپنے دانت داخل کر کے اس کو جڑوں سے اکھیڑ پھینکتا تھا۔ اس کی آنکھیں آگ کی طرح روشن تھیں اور اس کی گردن کے بال لمبے اور سخت تھے جو منہ حضرت موسیٰ نے دیکھا تو پیچھے بھاگ کھڑے ہوئے پھر اپنے پروردگار کو یاد کر کے کھڑے ہو گئے پس آواز آئی اے موسیٰ۔ خذْهَا وَلَا تَخَفْ۔ یعنی اس کو بلا خوف و ہراس پکڑ لو کیونکہ ہم اس کو اپنی اصل حالت پر بلا دیں گے۔ اس وقت حضرت موسیٰ اُدنی قبض پہنے ہوئے تھے جب اس کو پکڑنے کا حکم ملا تو آستین کو لبا کر کے ہاتھ کو ڈھانپ لیا۔ پس ارشاد خداوندی ہوا۔ اے موسیٰ اگر میں اس کو حکم دے دوں تو کیا یہ آستین تیرے اس خطرے سے تجھے بچا سکے گی؟ حضرت موسیٰ نے عرض کی کہ نہیں۔ لیکن کیا کروں میں کمزور ہوں اور کمزور چیز سے پیدا ہوا ہوں پس ہاتھ سے کپڑے کو الگ کر کے سانپ کے منہ میں ڈالا تو وہ ویسی عصا کی دو شاخیں تھیں جن پر سہارا لیا کرتے تھے اور یہ عصا جنت سے حضرت آدم ساتھ لائے تھے پھر یکے بعد دیگرے انبیاء اس کے وارث ہوتے چلے آئے اور

وَلَا تَخَفْ ^{قَدْ} سَنُعِيدُهَا سِيرَتَهَا الْأُولَىٰ ﴿٢١﴾ وَاضْمُمُ يَدَكَ

پکڑ لے اور نہ ڈر ہم اس کو پلٹا دیں گے پہلی حالت پر اور لے جاؤ ہاتھ اپنا نیچے

إِلَىٰ جَنَاحِكَ تَخْرُجُ بَيْضَاءَ مِنْ غَيْرِ سُوءٍ آيَةً أُخْرَىٰ ﴿٢٢﴾

اپنے بازو کے وہ سفید (نورانی) نکلے گا بفسیر بیماری (دعویٰ کے) (یہ) دوسرا معجزہ ہے

لِنُرِيكَ مِنْ آيَاتِنَا الْكُبْرَىٰ ﴿٢٣﴾ إِذْ هَبَّ إِلَىٰ فِرْعَوْنَ إِنَّهُ

تاکہ ہم تجھے دکھائیں اپنی نشانیوں میں سے بڑی جاؤ فرعون کی طرف تحقیق وہ

طَغَىٰ ﴿٢٤﴾ قَالَ رَبِّ اشْرَحْ لِي صَدْرِي ﴿٢٥﴾ وَيَسِّرْ لِي أَمْرِي ﴿٢٦﴾

چکا ہے کہا اے رب کشادہ کر میرا سینہ اور آسان کر میرا معاملہ

وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِي ﴿٢٧﴾ يَفْقَهُوا قَوْلِي ﴿٢٨﴾ وَاجْعَلْ لِي

اور کھول گرو میری زبان سے تاکہ میری بات کو سمجھیں اور مقرر کر

وَزَيْرًا مِّنْ أَهْلِي ﴿٢٩﴾ هَارُونَ أَخِي ﴿٣٠﴾ اشْدُدْ يَدِي أَرْمَىٰ ﴿٣١﴾

میرا وزیر میری اہل سے میرے بھائی ہارون کو مضبوط کر اس کے ذریعے سے میری کمزوری

آخر یہ عصا حضرت شعیب کے پاس پہنچا اور انہوں نے حضرت موسیٰ کو دیا۔ ایک روایت کی بنا پر اس کا طول دس ذراع تھا اس کی تفصیل سورہ قصص میں آئے گی اور اس کا بیان تفسیر کی ج ۶ ص ۶۷ پر بھی گذر چکا ہے نیز جلد ۱۱ ص ۳۳ پر ملاحظہ ہو
وَاضْمُمُ۔ جب عصا کا معجزہ لے چکے تو دوسرا معجزہ عطا ہوا کہ اپنے ہاتھ کو بغل کے نیچے یا پہلو تک لے جاؤ اور واپس نکالو ہم اس کو بے بیضا بنا دیں گے کہ اندھیری رات میں چاند بلکہ سورج کی سی روشنی دے گا۔ حضرت موسیٰ کا رنگ گندمی تھا۔ جب انہوں نے ہاتھ نکالا تو بے بیضا بن کے نکلا۔

مِنْ غَيْرِ سُوءٍ۔ یعنی ہاتھ کی یہ سفیدی برس وغیرہ کی بیماری سے نہیں بلکہ بطور اعجاز کے تم کو عطا ہوگی۔

لِنُرِيكَ۔ یعنی ان دو معجزوں کے علاوہ ہم تجھے اس سے بھی اپنی بڑی نشانیاں دکھائیں گے۔

إِذْ هَبَّ۔ جب سابق الذکر دو معجزوں سے مل چکے اور آئندہ بڑے معجزات ظاہر ہونے کی توقع بھی دلائی گئی تو پیغام رسالت کے ساتھ تبلیغ پر مامور ہوئے اور حکم ہوا کہ فرعون کی طرف میرے احکام کی تبلیغ کے لئے جاؤ۔ پس حضرت موسیٰ نے ہارون

کی وزارت کے لئے دعا مانگی جو آیت ۲۵ سے ۲۵ تک ہے۔

رکوع نمبر ۱۱

رَبِّ اشْرَحْ - تفسیر برہان میں بروایت اسما بنت عمیس حضرت رسالتناک سے مروی ہے آپ نے حضرت علیؑ کی وزارت کے لئے اس طرح دعا مانگی۔ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ مَا سَاَلَكَ اِرْحَمِیْ مُوسٰی اَنْ تَشْرَحَ لِّیْ صَدْرِیْ وَ اَنْ تُبَسِّرَ لِّیْ اَمْرِیْ وَ اَنْ تُحَلِّلَ عِقْدَةً مِّنْ لِّسَانِیْ یَفْقَهُوا قَوْلِیْ وَ اَنْ تَجْعَلَ لِّیْ وَزِیْرًا مِّنْ اَهْلِیْ عَلَیْہَا اِرْحَمِیْ اَشْدُّ ذِیْہٖ اَذْرًا مِّنِّیْ وَ اَشْرَفُہٗ فِیْ اَمْرِیْ - الخ - ترجمہ وہی ہے جو آیات کے تحت اللفظ موجود ہے حضرت موسیٰ نے سوال کیا کہ ہارون کو میرے امر میں شریک کر۔ یعنی اس کو بھی نبوت میں میرا حصہ دار کر اور چونکہ حضرت رسالتناک کے بعد نبوت ختم تھی لہذا حضرت علیؑ تبلیغ احکام رسالت میں حصہ دار ہیں لیکن نبی نہیں اس لئے آپ نے ایک حدیث میں فرمایا جس کو حدیث منزلت کہا جاتا ہے کہ تیری نسبت مجھ سے وہ ہے جو ہارون کو موسیٰ سے تھی لیکن میرے بعد نبی کوئی نہیں ہوگا۔ حدیث کے الفاظ کتاب لمعة الانوار میں ملاحظہ فرمائیں۔ تفسیر برہان میں یہی روایت بحوالہ حافظ ابو نعیم ابن عباس سے منقول ہے جس کے الفاظ بعینہ قرآن کے الفاظ ہیں صرف ہارون کی جگہ علیؑ ہے جب آپ نے دعا ختم کی۔ تو ابن عباس کہتا ہے میں نے منادی کی آواز اپنے کانوں سے سنی کہ آپ کا سوال پورا کر دیا گیا ہے اور معمولی اختلاف کے ساتھ یہی روایت سورہ مریم کی تفسیر کے خاتمہ پر بھی درج ہے۔ ص ۱۲۳۔ مولانا سید محمد باقر اعلیٰ اللہ مقامہ نے اس روایت کی تفسیر درمنثور سے نقل کیا ہے۔ (المجالس المرضیہ ص ۲۱۳)

وَ اِخْلَلْ عُقْدَةً - حضرت موسیٰ علیہ السلام نے زبان سے گروہ کھلنے کی دعا کی تھی کیونکہ آپ تتلاک بات کرتے تھے اور اس کی وجہ یہ تھی کہ فرعون کی گود میں بیٹھ کر زمان بچپن میں ایک دفعہ فرعون کی ڈاڑھی میں ہاتھ ڈال کر کھینچا پس فرعون نے قتل کرنے کی ٹھان لی تو آسیہ نے کہا یہ بچہ ہے اس کو تو موتی اور چنگاری کا بھی سرق معلوم نہیں چنانچہ موتیوں اور انگاروں کے دو الگ الگ طشت منگوائے گئے موسیٰ موتیوں کی طرف لپکنا چاہتے تھے کہ جبریل نے ان کا ہاتھ انگاروں کی طرف بڑھا دیا۔ پس اٹھا کر بچوں کی عادت کی طرح ایک انگارہ منہ میں ڈال دیا پس زبان تتلا گئی۔ (مجمع)

تفسیر صافی میں بروایت تھی اس واقعہ کا پس منظر یہ ہے کہ فرعون بنی اسرائیل کے بچوں کو قتل کرنا تھا لیکن موسیٰ کی خود تربیت کرنا تھا اُسے کیا خبر تھی کہ اس کی موت اسی کے ہاتھوں ہوگی۔ جب حضرت موسیٰ گھٹنوں چلنے لگے تو ایک دن فرعون کے پاس بیٹھے ان کو چھینک آئی۔ پس فوراً زبان سے الحمد للہ رب العالمین کا کلمہ جاری کیا فرعون نے غصہ میں آکر آپ کے منہ پر ٹھانچہ رسید کیا اور کہا کہ یہ کیا کہتے ہو؟ تو حضرت موسیٰ سے بھی ضبط نہ ہو سکا پس فرعون کی ڈاڑھی کی طرف ہاتھ بڑھایا وہ چونکہ اچھی خاصی لمبی تھی۔ حضرت موسیٰ نے ہاتھ مضبوطی سے ڈال کر کھینچنا شروع کر دیا فرعون کو اس کا بہت رنج پہنچا پس اس نے آپ کے قتل کی ٹھان لی تو آسیہ نے سفارش کی کہ کس بچہ ہے ابھی ان باتوں کو نہیں سمجھتا فرعون

وَأَشْرِكُهُ فِي أَمْرِي ۝۳۲ كِي نُسَبِّحَكَ كَثِيرًا ۝۳۳ وَنَذْكُرَكَ

اور اس کو شریک کر میرے معاملہ میں تاکہ تیری تسبیح کریں زیادہ اور تجھے یاد کریں

كَثِيرًا ۝۳۴ إِنَّكَ كُنْتَ بِنَا بَصِيرًا ۝۳۵ قَالَ قَدْ أُوتِيتَ سُؤْلَكَ

بہت تحقیق تو ہمارے (حالات کو) جاننے والا ہے نہر یا (خدا نے) تجھے عطا ہوا جو تو نے مانگا

نے کہا کہ یہ خوب سمجھتا ہے۔ آسیہ نے کہا اس کے سامنے دو طشت لائے جائیں۔ ایک کھجوروں کا اور دوسرا آگ کے ٹکٹے ہوئے انگاروں کا اگر ان میں امتیاز پیدا کر لے تو بات تیری صحیح ورنہ میں سچی ہوں۔ چنانچہ دو طشت لائے گئے۔ حضرت موسیٰ نے پہلے کھجوروں کی طرف ہاتھ بڑھانا چاہا لیکن جبرئیل نے انگاروں کی طرف موڑ دیا پس ایک کو اٹھا کر منہ میں جو ڈالا تو زبان جلی اُسے پھینکا اور پتھوں کی طرح رونا شروع کر دیا پس آسیہ کی بات سچی ثابت ہوئی اور فرعون نے قتل سے درگزر کیا۔

وَزَيْرًا۔ یہ وزر سے ہے جس کا معنی ہے بوجھ چونکہ وزیر شاہی معاملات اور امور مملکت میں کافی ذمہ داریوں کا بوجھ اٹھاتا ہے اس لئے اس کو وزیر کہا جاتا ہے۔ اہل اور آل کی تشریح تفسیر کی جلد ۶ ص ۶۶ پر ملاحظہ فرمائیں۔

هَارُونَ أَخِي۔ یہ حضرت موسیٰ کے پدیری مادری بھائی تھے اور آپ سے سن و سال میں تین سال بڑے تھے دُعا کے وقت آپ مصر میں رہائش پذیر تھے۔ مروی ہے کہ ان کا قدموسے سے زیادہ زنگ سفید جسم بھارا اور فصیح اللسان تھے۔ ان کی وفات حضرت موسیٰ سے تین سال پہلے ہوئی۔

كَيْ نَسْبِحَكَ۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دعائیں یہ وضاحت کر دی کہ میں ہارون کی وزارت اقتدار کے طمع میں نہیں چاہتا۔ بلکہ اس کی محرک صرف تیری تسبیح و تقدیس اور تبلیغ اسلام ہے۔

قَدْ أُوتِيتَ۔ جب حضرت موسیٰ دُعا مانگ چکے تو آواز آئی کہ تیری دُعا مستجاب ہے اور تو نے جو کچھ مانگا ہے ہم نے دے دیا ہے اسی طرح جب حضرت علی کی وزارت کے لئے حضرت رسالتاً نے دُعا مانگی تو بروایت ابن عباس غیب سے ندا آئی کہ آپ کی دُعا مقبول ہے۔ تفسیر مجمع البیان میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام سے نقل فرماتے ہیں کہ (اے انسان) جس چیز کی تجھے توقع ہے اس کی بہ نسبت اس چیز کی اُمید زیادہ رکھ جس کی تجھے توقع بھی نہیں ہے دیکھئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی بیوی کے لئے آگ لانے کی توقع سے گئے لیکن تہمتِ نبوت کا چارج اور کلیم اللہ کی سند لے کر واپس پلٹے۔ ملکہ سبا (بلقیس) گھر سے کافر ہو کر نکلی اور سلیمان کے ہاتھوں دولتِ عالم سے سرفراز ہوئی اور فرعون کے جادوگر فرعون کے لئے کامیابی کی خاطر نکلے اور مومن ہو کر پلٹے۔

وَكَفَدْنَا مَنَاقِبَ۔ معجزات اور عہدہ نبوت عطا فرمانے اور ہارون کی وزارت کے متعلق دُعا کو مستجاب کرنے کے بعد فرماتا ہے کہ صرف انہی احسانات تک محدود نہیں بلکہ اے موسیٰ اپنی سابق سرگزشت کو ملاحظہ کرو تو میں نے تیرے اوپر کئی دہندہ

يَوْمَئِذٍ ۝۳۶ وَقَدْ مَنَّا عَلَيْكَ مَرَّةً أُخْرَى ۝۳۷ إِذْ أَوْحَيْنَا إِلَىٰ

اسے موسیٰ اور تحقیق ہم نے تجھ پر (اس سے پہلے) ایک اور احسان کیا جب کہ تیری ماں کی طرف

أَمَّا مَا يُوْحَىٰ ۝۳۸ إِنْ أَقْدَفِيهِ فِي التَّابُوتِ فَأَقْدِفِيهِ فِي

ہم نے وحی کی جو کی جاتی ہے کہ پھینکو اس کو تابوت میں پس پھینکو اس کو دریا میں

الْيَمِّ فَلْيُلْقِهِ الْيَمُّ بِالسَّاحِلِ يَأْخُذْكَ عَدُوٌّ لِي وَعَدُوٌّ لَهُ ۝۳۹

پس پہنچا دے اس کو دریا کنارے پر کہ پکڑے اس کو میرا دشمن اور اس کا دشمن

وَأَلْقَيْتُ عَلَيْكَ مَحَبَّةً مِّنِّي ۝۴۰ وَلِتُصْنَعَ عَلَىٰ عَيْنِي ۝۴۱ إِذْ

اور میں نے ڈال دی تیرے اوپر محبت اپنی جانب سے اور تاکہ تیری پرورش ہو میری آنکھوں پر (میری نگاہ میں) جب چل کر

تَمْشِي أُنْحِتْكَ نَقُورَ هَلْ أَدُلُّكُمْ عَلَىٰ مَن يَكْفُلُهُ ۝۴۲ فَرَجَعْنَا

گئی تھی تیری بہن پس کہنے لگی کیا میں پتہ بتاؤں تمہیں ایسی عورت کا جو اس کی کفالت کرے پس پلٹا دیا ہم نے

احسانات و انعامات کی بارش کی ہے۔

إِذْ أَوْحَيْنَا - حضرت موسیٰ کی ماں کو وحی بذریعہ خواب ہوئی (مجمع) کہ تابوت میں بند کر کے اس کو دریا کے سپرد کر دو۔

أَقْدَفِيهِ - قذت سے ہے جس کا معنی پھینکنا ہے اور یم کا معنی دریا ہے۔

حضرت موسیٰ کی ولادت کا قصہ | واقعہ تفسیر صافی میں بروایت قمی اس طرح مرقوم ہے کہ فرعون کو بنی اسرائیل کی زبانی معلوم ہوا کہ ان میں ایک بچہ موسیٰ بن عمران نامی پیدا ہوگا جس کے ہاتھوں

فرعون اور اس کی فوج ہلاک ہوگی پس اس کے سدباب کے لئے اس نے بنی اسرائیل کے نوزائیدہ بچوں کو بے دریغ تہ تیغ کرنا شروع کیا۔ ان کے عورتوں اور مردوں میں ڈدری کوئی بلکہ اکثر مردوں کو جیل خانوں میں ڈال دیا اور تفسیر مجمع البیان میں ہے کہ فرعون کو خوف لاحق ہوا کہ کہیں ان کی پوری نسل نہ ختم ہو جائے (پس شاہی خاندان کی نوکری کے لئے کوئی نہ بچے گا) لہذا ایک سال بنی اسرائیل کے قتل عام کا حکم ہوتا اور ایک سال یہ حکم بند رہتا اور حضرت موسیٰ اسی قتل والے سال میں پیدا ہوئے۔ بروایت قمی جب حضرت موسیٰ کی ولادت ہوئی تو ان کی ماں نے اپنے حسین و جمیل نوزائیدہ بچے کو دیکھ کر رو دیا کہ ہائے میرا خوبصورت بچہ ابھی قتل ہو جائے گا۔

وَأَلْقَيْتُ - یعنی میں نے تجھے وہ شکل و صورت عطا کی کہ ہر دیکھنے والا دوست یا دشمن گردیدہ ہو کر رہ جائے اور یہی وجہ

کہ فرعون نے دیکھا تو وہ گردیدہ ہو گیا اور اسیہ زن فرعون نے دیکھا تو وہ گرفتار محبت ہو گئی۔ بروایت مجمع البیان قتادہ سے منقول ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی آنکھ میں ایسی دل کشی اور جاذبیت تھی کہ ہر دیکھنے والا محبت کے لئے مجبور ہو جاتا تھا۔ وَ لِنُصْنَعَ - یہ لفظ عام محاورہ کی طرح ہے جس طرح کہا جاتا ہے کہ میری آنکھوں پر پلٹا رہے یعنی یہ اسباب میں نے پیدا کر دیئے اور تیری شکل میں محبت پیدا کر دی تاکہ تو میری مصلحت و منشا کے مطابق اور میری حکمت و رضا کے ماتحت میری تربیت میں رہو۔

اِذْ تَشْتَبِي - یعنی میں نے اپنے علم و حکمت سے یہ بات مقدر کر دی تھی کہ موسیٰ کو دریا میں ڈالا جائے اور اس کی بہن ساتھ ساتھ چلے اور اس کو دو دھ پلانے والی کاپتہ دے پس اس بہانہ سے موسیٰ اپنی ماں کی طرف دوبارہ پلٹ کر آجائے۔

وہ دایہ جو حضرت موسیٰ کی والدہ کی پہرہ دار تھی۔ پہلے تو مطلع نہ ہو سکی کیونکہ خداوند کریم نے موسیٰ کا حمل مخفی کر دیا تھا پس موسیٰ کی ولادت ہوئی اور دایہ کو پتہ چلا تو فوراً پہنچی لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شکل

القصہ

دیکھتے ہی اس کی گردیدہ ہو گئی ادھر ماں کی غمناک شکل دیکھ کر دجر پوچھی کہ خوف و ہراس سے تیرا چہرہ نرود کیوں ہو گیا ہے؟ فرمایا اپنے خوبصورت بچے کے بے گناہ قتل کا فکر و امن گیر ہے وہ کہنے لگی اس بات سے نہ گھبراؤ میں اس کی رپورٹ نہ کروں گی اور پوری رازداری سے کام لوں گی۔ تفسیر صافی کی روایت کے مطابق خدا نے ایک تابوت اُتارا اور آواز آئی کہ بچے کو اس تابوت میں داخل کرو۔ اور سپرد دریا کر دو اور غم و اندوہ کو دل سے نکال کر صبر سے کام لو لا تَخَافِي وَلَا تَحْزَنِي اِنَّا اَرَادُوْا اِلَيْكَ وَ جَاعِلُوْهُ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ - پارہ ۲۰ سورہ قصص آیت ۷ - یعنی خوف و ملامت نہ کرو ہم اسے تیری طرف پلٹا دیں گے اور اس کو رسول بنائیں گے چنانچہ حضرت موسیٰ کی والدہ نے پہلے تابوت میں کپاس رکھی اور اوپر موسیٰ کو رکھ کر دریا کے سپرد کیا۔ وَ قَالَتْ لِاُخْتِيْ قُصِيْهِ - پارہ ۲۱ سورہ قصص آیت ۱۱ - اور موسیٰ کی بہن کو کہا کہ اس کے پیچھے پیچھے جاؤ اور اس کی خبر لا کر مجھے بتاؤ کہ انجام کیا ہوا ہے؟

ماں کی فرمائش اور بھائی کی محبت کے تحت حضرت موسیٰ کی بہن دریا کے کنارے پر تابوت کے پیچھے روانہ ہوئی۔ دریا نے نیل سے ایک بڑی نہر نکل کر فرعون کے باغات کو سیراب کرتی تھی اور شاہی محلات اس کے کنارے پر تعمیر تھے۔ پس شاہی محلات کے سامنے ایک سیرگاہ میں تالاب کے کنارے پر فرعون و اسیہ تفریح کے لئے بیٹھے تھے کہ ادھر پانی کی موجوں پر تیرتا ہوا ہوا کے تھپیڑوں سے اٹھکیلیاں کرتا ہوا ایک تابوت دکھائی دیا۔ نہر کا پانی چونکہ اسی تالاب سے گزر کر آگے کو جاتا تھا۔ پس بقدرت خدا وہ تابوت بہتے ہوئے تیز پانی کی ٹکر سے تالاب کے ساکن پانی میں آہنچا اور رفتہ رفتہ کنارے پر آ رہا۔ فرعون کے حکم سے تابوت کو نکال کر جب کھولا گیا تو دیکھا اس میں ایک خوبصورت نوزائیدہ بچہ موجود ہے۔ اس کا ہشاش بشاش خوبصورت چہرہ اور دل فریب آنکھیں دیکھتے ہی دونوں اس کے شیدا ہو گئے۔ لیکن فرعون کو چونکہ اپنے تخت و تاج اور بخت و راج کا خطرہ تھا اس لئے اسرائیلی بچہ سمجھ کر قتل کے درپے ہوا۔ لیکن اسیہ نے اس کی

إِلَىٰ أُمِّكَ كَيْ تَقَرَّ عَيْنُهَا وَلَا تَحْزَنَ ۗ وَ قَتَلْتَ نَفْسًا فَنَجَّيْنَاكَ مِنَ

تجھے تیری ماں کی طرف تاکہ اس کی آنکھ ٹھنڈی ہو اور غم زدہ نہ رہے۔ اور تو نے قتل کیا ایک نفس کو تو ہم نے تجھے سفارش کی اور موسیٰ کی جان بچی۔

وہ اقتدار ناپائیدار کی خاطر حضرت موسیٰ کو قتل کرنا چاہتا تھا ورنہ اس کا دل موسیٰ کی محبت میں دیوانہ ہو چکا تھا۔ پس آسیہ کی سفارش بہانہ بن گئی۔ فرعون نے موسیٰ کو گود میں لے لیا چونکہ وہ بے اولاد تھا پس آسیہ نے اس کو متبئی بنانے کی خواہش کے اظہار سے فرعون کے دل میں مزید کشش پیدا کر دی۔ پس حالات کی سازگاری کے منتظر بنی نے اب دودھ کی خواہش میں رونا شروع کر دیا۔ آسیہ و فرعون کا دل یہ برداشت نہیں کر سکتا تھا کہ محبوب و نازنین بچہ ان کی گود میں بھوک سے روئے کیونکہ وہ اس کی محبت میں کھو چکے تھے۔

پس گردنوار کی تمام ان اسرائیلی عورتوں کو دودھ پلانے کے لئے بلایا گیا جن کے بچے تیغ تم سے ذبح کر دیئے گئے تھے ہر پسر مردہ ماں چونکہ ماتا کی محبت میں دیوانہ تھی لہذا بڑی شوق اور مہربانی سے موسیٰ کو سینے سے لگاتی تھی۔ تاکہ تسکین قلب کا سامان فراہم ہو سکے لیکن اللہ کے پیغمبر نے کسی عورت کے دودھ کو منہ نہ لگایا اور اسی کے متعلق سورہ قصص میں ارشاد ہے وَحَرَّمْنَا عَلَيْهِ الْمَرَاضِعَ مِنْ قَبْلِ۔ آیت نمبر ۱۲۔ یعنی ہم نے اس سے پہلے دودھ پلانے والی عورتوں کا دودھ اس پر حرام کر رکھا تھا۔

تفسیر صفائی کی روایت کے مطابق حضرت موسیٰ کی ماں کو اطلاع پہنچی کہ تیرا بچہ فرعون نے گرفتار کر لیا ہے تو اس کے دل پر جو گزری ہوگی اسے اللہ بہتر جانتا ہے پس جینیں مار کر روئی اور اس کی حکایت قرآن نے یوں کی ہے وَ أَصْبَحَ فُؤَادُ أُمِّ مُوسَىٰ فَارِعًا کہ مادر موسیٰ کا دل ختم ہو چکا تھا اگر ہم اس کو سہارا نہ دیتے۔ دور سے حضرت موسیٰ کی مہن نے جب دیکھا کہ میرا بھائی کسی عورت کا دودھ قبول نہیں کرتا اور فرعون دل سے خواہش مند ہے کہ کسی عورت کا دودھ پیئے کیونکہ اس کو موسیٰ کا گریہ کسی قیمت پر گوارا نہ تھا۔ موقع پا کر قریب پہنچی اور کہا کہ اگر اجازت ہو تو میں ایک ایسی عورت کی نشان دہی کرتی ہوں جو اس کو خوشی سے دودھ دے گی اور تربیت بھی کرے گی۔ چنانچہ فرعون نے اجازت دی اور اس مہانہ سے حضرت موسیٰ اپنی ماں کی گود میں پہنچے جب ماں کا دودھ پایا تو فرعون بہت خوش ہوا اور انعام و اکرام سے نواز کر بچے کی تربیت کا اس کو کفیل بنا دیا اور آئندہ کے لئے مزید انعام و اکرام کا وعدہ بھی کیا۔

تفسیر صفائی میں قہمی سے منقول ہے راوی نے امام محمد باقر علیہ السلام سے دریافت کیا کہ حضرت موسیٰ کتنی مدت تک اپنی ماں سے غائب رہے تھے تو آپ نے فرمایا صرف تین دن پس ماں حضرت موسیٰ کو گھرائی اور فرعون نے اس کا باقاعدہ وظیفہ بھی مفت زکریا دیا سو مجھ

قَتَلْتَ نَفْسًا۔ یہ بھی احسانات خداوندی میں سے ایک ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایک قبلی کا فر کو قتل کیا۔

الْغَمِّ وَفَتَكَ فَتُونَا ۖ فَلَبِثْتَ سِنِينَ فِي أَهْلِ مَدْيَنَ ۚ ثُمَّ

نجات دی غم سے اور ہم نے تجھے آزمایا کئی بار پس ٹھہرا کئی برس اہل مدین کے پاس پھر تو

جِئْتَ عَلَىٰ قَدَرٍ يُّوسَىٰ ۖ وَأَصْطَنَعْتَ لِنَفْسِي ۖ ۚ اذْهَبْ

(واپس آیا) (ڈپری) مقدار پر اسے موسیٰ اور میں نے تجھے چن لیا اپنی ذات کے لئے جاؤ تو اور تیرا

أَنْتَ وَأَخُوكَ بِآيَتِي وَلَا تَنِيَا فِي ذِكْرِي ۖ اذْهَبَا إِلَىٰ فِرْعَوْنَ

مجاہد میسرہ آیات سے کہ اور نہ سستی کرو میرے ذکر میں جاؤ فرعون کی طرف کہ وہ

اور خدانے ان کو قبلیوں کے انتقام سے نجات دی جناب رسالت مآب سے مروی ہے کہ بارہ برس کی عمر میں آپ نے قتل کیا تھا (مجمع) تفصیل سورہ قصص میں آئے گی انہ جلد ۲۳ پر ملاحظہ ہو۔

فَتَنَّاكَ فُتُونًا۔ یعنی بار بار ہم نے تجھے آزمائش میں ڈالا اور تیرے اوپر اپنی نعمت کی برسات جاری رکھی حتیٰ کہ نبوت و رسالت بھی دے دی مثلاً ۱) حمل کا مخفی ہونا ۲) قتل والے سال میں پیدا ہو کر قتل سے بچ جانا ۳) دریا کے اندر صندوق میں رہ کر فرعون کی گود تک پہنچنا ۴) دایوں کا دودھ نہ پینا اور ماں کا دودھ قبول کرنا ۵) فرعون کی وارثی کا نوحہ لیسننا ۶) پھر طشت آگ اور طشت کھجور یا جو اہر میں سے آگ کو قبول کر کے منہ میں ڈالنا ۷) ایک کا اطلاع دینا کہ لوگ تیرے قتل پر آمادہ ہیں وغیرہ یہ سب نعمت پروردگار میں سے تھاجس کا اجمالی تذکرہ آیت میں ہے۔

فَلَبِثْتَ۔ پھر آپ مدین میں حضرت شعیب کے ہاں ونبیاں چراتے رہے اور اس وقت واپس پٹے جو ان کے اعلان نبوت و اظہار رسالت کے لئے اللہ کے نزدیک مقدر تھا اور جِئْتَ عَلَىٰ قَدَرٍ کا یہی مقصد ہے یا یہ کہ اس وقت آسے جس وقت انبیاء کو اعلان نبوت کا حکم دیا جاتا ہے یعنی اس وقت آپ کی عمر چالیس برس تھی۔

اذْهَبْ أَنْتَ۔ اب حضرت موسیٰ نے جب تبلیغ رسالت کے لئے مامور ہوئے تو ہارون کی وزارت کی دعا مانگی جو گذر چکی ہے پس دعا مستجاب ہوئی اور دونوں کو مل کر جانے کا حکم ہوا۔

تفسیر مجمع البیان میں ہے کہ اس وقت حضرت ہارون مصر میں تھے خدانے ہارون کو وحی کی کہ مصر سے ایک منزل کے فاصلہ پر اگر حضرت موسیٰ کا استقبال کریں۔ پس وہ آئے اور یہاں سے دونوں مبلغ بن کر مصر میں داخل ہوئے اور آیات سے تمام وہ معجزات مراد ہیں جو خدانے حضرت موسیٰ کو عطا فرمائے تھے لہذا بعض کی تخصیص تزیین یا مرجح ہے۔

لَا تَنِيَا۔ وئی نبی لضعیف مفروق سے نہی حاضر کا صیغہ ہے۔

فِي ذِكْرِي۔ یہاں ذکر سے مراد رسالت ہے یعنی احکام رسالت کی تبلیغ میں سستی و کوتاہی نہ کرنا۔

إِنَّكَ طَغَىٰ ﴿٢٣﴾ فَقَوْلًا لَّهِ قَوْلًا لَّيِّنًا لَّعَلَّهُ يَتَذَكَّرُ أَوْ يَخْشَىٰ ﴿٢٤﴾

سرکش ہو گیا ہے پس اس کو نرم لہجہ میں بات کہو تاکہ وہ نصیحت حاصل کرے یا ڈرے

قَالَ رَبَّنَا إِنَّنا نَخَافُ أَنْ يَفْرُطَ عَلَيْنَا أَوْ أَنْ يَطْغَىٰ ﴿٢٥﴾

کہنے لگے اے رب تحقیق ہم کو ڈر ہے کہ وہ ہم پر زیادتی کرے یا سرکشی میں بڑھ جائے

إِذْ هَبَا - لفظ کا تکرار تاکید کے لئے ہے اور اس امر کو ظاہر کرتا ہے کہ حضرت ہارون علیہ السلام فرعون کو تبلیغ کرنے میں ذاتی طور پر مامور تھے صرف موسیٰ کی رفاقت تک محدود نہ تھے۔

فَقَوْلًا لَّهِ - حضرت موسیٰ علیہ السلام چونکہ باہمیت اور جوشیلے تھے۔ مقام تبلیغ میں خدا نے ان کو نرمی اختیار کرنے کا حکم دیا۔ اور خصوصاً شاہانہ مزاج عیاش اور مطلق العنان حکمران کو کلمہ حق کہنے کے لئے تند لہجہ اور تلخ کلامی یقیناً مفید تو بجائے خود انتہائی خطرناک ثابت ہو کرتی ہے اس لئے فرعون کو کلمہ حق کہنے کے لئے خدا نے موسیٰ کو وعظ کا طریقہ تعلیم فرمایا اور یہ بھی ساتھ فرمایا کہ فرعون سے مرعوب ہو کر میرے احکام میں سستی نہ کرنا۔ کہتے ہیں فرعون شاہانہ مصر کا لقب تھا اور فرعون موسیٰ کا نام ولد تھا۔

تفسیر مجمع البیان میں ہے کہ جب موسیٰ علیہ السلام پہنچے تو اس لب ولہجہ سے بات چیت شروع کی کہ اگر آپ عالمین کے پروردگار کے سامنے ٹھک جائیں اور اس پر ایمان لائیں تو میں چند انعامات خداوندی کی آپ کو پیش کش کرتا ہوں ۱) تیری جوانی کو کبھی زوال نہ آئے گا ۲) تیرا ملک اور تیری شہنشاہت تیری زندگی کے ساتھ وابستہ ہوگی یعنی تادم زلیست تو بادشاہ رہے گا ۳) کھانے پینے اور جماعت کی لذات تازلیست تیرے لئے رہیں گی ۴) جب تجھ پر موت آئے گی تو سیدھا جنت میں داخل ہوگا۔ اس تبلیغ میں حضرت موسیٰ نے فرعون کے سامنے وہ باتیں پیش کیں جو کسی عیاش آدمی کو مرغوب ہو کرتی ہیں۔ کیونکہ خداوند کریم نے عیاشی کو حرام نہیں کیا بلکہ اس کی حدود معتد فرمائی ہیں کہ عیش و عشرت سے وقت گزارو لیکن حلال کی حدود میں پابند ہو کر۔ پس آوارگی اس کے نزدیک جرم ہے۔ اسی تبلیغ میں موسیٰ نے باذن خدا فرعون کو عیش و عشرت کی زندگی پیش کی لیکن حدود شریعت میں پابند ہونے کے ساتھ۔ اس بد بخت نے جب یہ سنا تو ہامان کو بلا بھیجا۔ کیونکہ مملکت کا کوئی کام اور سلطنت کا کوئی امر بغیر اس کے مشورہ کے انجام نہیں پاتا تھا۔ پس اس اہم معاملہ میں بھی اس سے مشورہ لیا اور یہ بھی ظاہر کیا کہ میں موسیٰ کا ہم خیال ہو گیا ہوں۔ ہامان نے کہا اے فرعون میں تجھے دانا سمجھتا تھا تو تو بڑا بیوقوف ہے کیا رب ہونے کے بعد مر رہا بنا چاہتا ہے اور معبود ہونے کے بعد عبد ہونا گوارا کرتا ہے پس فرعون نے موسیٰ کی دعوت ٹھکرا دی اور کفر پر برقرار رہا۔ اسی بنا پر عیسیٰ بن معاذ کا قول منقول ہے کہ اے اللہ جب تو ربوبیت کے دعویداروں پر اس قدر مہربان ہے تو عبدیت کے دعویداروں پر کیوں نہ مہربان ہوگا۔

قَالَ لَا تَخَافَا إِنِّي مَعَكُمَا أَسْمِعُ وَأَسْرِي ۖ فَآتِيَهُ نَقُورًا إِنَّا

فرمایا نہ ڈرو میں تمہارے ساتھ ہوں سنتا بھی ہوں اور دیکھتا بھی ہوں پس جاؤ اور اُسے کہو ہم تیرے

رَسُولًا رَبِّكَ فَأَرْسِلْ مَعَنَا بَنِي إِسْرَائِيلَ وَلَا تَعَذِّبْهُمْ

رب کے بھیجے ہوئے ہیں پس روانہ کر ہمارے ہمراہ بنی اسرائیل کو اور ان کو مبتلائے عذاب

قَدْ جُنْدَكَ بَايَةً مِّنْ رَبِّكَ وَالسَّلَامُ عَلَيَّ مَنِ اتَّبَع

نہ کہ تحقیق ہم لائے ہیں معجزہ تیرے رب کی طرف سے اور سلام اس پر جو اتباع کرے

الْهُدَىٰ ۖ إِنَّا قَدْ أُوحِيَ إِلَيْنَا أَنَّ الْعَذَابَ عَلَىٰ مَن كَذَّبَ

ہدایت کی تحقیق ہماری طرف وحی ہوئی ہے کہ عذاب ہوگا اس پر جو جھٹلائے اور پھر جانے

وَتَوَلَّىٰ ۖ قَالَ فَمَنْ رَبُّكُمْ يَا مُوسَىٰ ۖ قَالَ رَبُّنَا الَّذِي أَعْطَىٰ

اپس دوڑو پیچھے اور پیغام خداوندی سنالیں وہ کہنے لگا اے موسیٰ تمہارا رب کون ہے کہا ہمارا رب وہ ہے جس نے

لَعَلَّكَ كَاكِلَةٌ شَمَكٍ كَلْتُمْ هُوَا كَرْتَا هَيْ يَلْقَيْن كَيْلْتُمْ تُوَا س نِي جَوَا ب دِيَا كِي يِه كَلْمَتُ شَمَكٍ كُو ظَا هِر كَرْتَا هَيْ هَيْ س نِي اُ ب نِي فَرَمَا يَا كِيَا خُدَا كُو

فرعون کے نصیحت قبول کرنے میں شک تھا تو وہ خدا کیسے؟ اور نصیحت نہ قبول کرنے کا یقین تھا تو حکم میں کلمہ شک کا کیوں

استعمال فرمایا؟ پس ابوحنیفہ لاجواب ہو گیا غالباً ابوحنیفہ کے چلے جانے کے بعد جب بعض حاضرین نے تاویل پوچھی تو آپ نے

فرمایا اس کا مطلب یہ ہے کہ موسیٰ اور ہارون کو جب حکم دیا تو یہ وضاحت کی کہ اس طرح ان کو تبلیغ کرو جس طرح کسی سے نصیحت

قبول کرنے کی توقع ہو اور اس کو نصیحت کی جائے لہذا ان کے کفر و عناد سے مایوس ہو کر کمزوری اور مستی سے تبلیغ نہ کرنا۔

کیونکہ پُر تُوَقُّع تَبْلِيغٍ اُوْر مَالُو سَا نَه تَبْلِيغٍ مِي اَنْدَا ز بِيَا ن كَا فَرَق هِر صَا حِب ذُو ق خُوب سَمِج سَكْتَا هَيْ ۔

قَالَ ۔ مَوْسَىٰ وَهَارُونَ نِي مَلِي كَرِي مَعْدَرْت كِي كِه مِي س كِي ظَلْم تَعْدِي يَا كُفْرِي سِر كَشِي دَزِيَا دَتِي كَا ذُر سِهِي كِه كِهِي س زِيَا دِه نِه بَجْر جَا شِي

پس ارشاد ہوا تم بے فکر رہو میں سنتا ہوں اگر اعتراض کرے گا تو میں تم پر اس کا جواب بطور الہام واضح کر دوں گا اور میں دیکھتا ہوں

اگر دستِ تعدی بڑھائے گا تو میں تمہاری حفاظت کروں گا۔

وَلَا تُعَذِّبْهُمْ ۔ یعنی بنی اسرائیل کو اپنی غلامی اور ناقابل برداشت مشنوں کے عذاب سے رہا کر دے

قَالَ فَسَنُ ۔ یہاں عبارت میں حذف ہے کیونکہ باقی کلام کی اس پر دلالت موجود ہے یعنی امر خداوندی کے بعد موسیٰ اور

كُلِّ شَيْءٍ خَلَقَهُ ثُمَّ هَدَى ۝۵۰ قَالَ فَمَا بَالُ الْقُرُونِ

دی ہر چیز کو اس کی شکل و صورت پھر ہدایت کی کہنے لگا پہلی اُمّتوں کا کب ہوا جوہت

الْأُولَى ۝۵۱ قَالَ عَلَيْهَا عِنْدَ رَبِّي فِي كِتَابٍ لَا يَصِلُ رَبِّي وَلَا

پرست گزرے ہیں) کہا اس کا علم میرے رب کے پاس ہے لوح محفوظ میں نہ میرا رب غلطی کرتا ہے اور

يُنْسَى ۝۵۲ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ مَهْدًا وَوَسَّلَكَ لَكُمْ فِيهَا

نہ بھولتا ہے وہ جس نے بنایا تمہارے لئے زمین کو بچھونا اور بنا دیتے تمہارے لئے اس میں

سُبُلًا وَأَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَخْرَجْنَا بِهِ أَشْرَاطًا مِنْ نَبَاتٍ

رستے اور اتارا آسمان سے پانی (بارش) پس ہم نے پیدا کئے اس کے ذریعے سے مختلف نباتات

باروں دونوں روانہ ہوئے اور دربار فرعون میں پہنچے (اس کی تفصیل جلد ۶ ص ۶۷ پر ملاحظہ ہو) پس حکم پروردگار کی تبلیغ کی تو فرعون نے پوچھا تمہارا رب کون ہے؟ وہ یہ سمجھتا تھا کہ شاید خدا کسی جنس و قوم سے ہوگا تو موسیٰ علیہ السلام نے اس کے وہم کی تردید کرتے ہوئے اوصاف خداوندی بیان فرمائے۔

رَبُّنَا - صیغہ تثنیہ استعمال کرتے کے بعد خطاب صرف موسیٰ سے کیا تاکہ آیات کے فواصل میں مطابقت برقرار رہے ورنہ مراد موسیٰ اور ہارون دونوں ہیں۔

قَالَ رَبُّنَا - یعنی ہمارا پروردگار وہ ہے جو جنس و قوم سے بلند و بالا ہے اور اپنی تمام مخلوق سے اور ان کی صفات سے متبرا و منترہ ہے اس نے ہر شئی کو خلعت وجود سے سرفراز فرمایا اور کھانے پینے نکاح کرنے اور سنے سہنے کے طرق کی طرف ہدایت و رہبری فرمائی۔

فَمَا بَالُ - فرعون نے اعتراض کے طور پر کہا کہ گزشتہ وہ اُمّتی جوہت پرست اور توحید خالق سے برسر پیکار گزری ہیں ان کے متعلق تم کیا کہتے ہو یعنی ان کا حشر و نشر کہاں گیا اور ان کو تمہارے قول کے مطابق عذاب نے کیوں نہ پکڑا؟

فِي كِتَابٍ - یعنی ان باتوں کا حقیقی علم اللہ کو ہے اور حشر و نشر کے وقت کا تعین بھی وہ خود ہی جانتا ہے اور لوح محفوظ میں سب کچھ موجود ہے یا ہر شخص کے اعمال نامے میں ان کا عمل من و عن موجود ہے جس میں نہ غلطی ہو سکتی ہے اور نہ نسیان کے طاری ہونے کا امکان ہے۔

فَأَخْرَجْنَا - غائب کے صیغے استعمال کرنے کے بعد صیغہ متکلم کو جاری کیا اور اسے صنعت التفات سے تعبیر کیا جاتا ہے جو علمائے معانی و بیان کے نزدیک کلام کا مدوح و مرغوب طریقہ ہے۔

شٹی ﴿۵۳﴾ كَلُوا وَارْعَوْا اَنْعَامَكُمْ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِي

کے پودے (اور کہیں) کھاؤ اور چراؤ اپنے حیوانوں کو تحقیق ان میں بہت نشانیاں ہیں عقل

النَّهْيِ ﴿۵۴﴾ مِنْهَا خَلَقْنَاكُمْ وَفِيْهَا نَعِيْدُكُمْ وَمِنْهَا نَخْرِجُكُمْ

والوں کے لئے اس سے ہم نے تم کو پیدا کیا اور اس میں تمہیں پٹائیں گے اور اسی سے تم کو نکالیں گے

تَارَةً اٰخْرٰى ﴿۵۵﴾ وَلَقَدْ اَرَيْنَا اٰيٰتِنَا كُلَّهَا فَكَذَّبَ وَاَبٰى ﴿۵۶﴾

پھر ایک مرتبہ اور تحقیق ہم نے دکھائیں اس کو اپنی تمام نشانیاں پس اس نے جھٹلایا اور انکاری رہا

قَالَ اَجُنْتُنَا لِخُرُجِنَا مِنْ اَرْضِنَا لِسِحْرِ كَيْمُوْسٰى ﴿۵۷﴾ فَلَنَاْتِيَنَّكَ

کہنے لگا کیا تو اس لئے آیا ہے کہ ہمیں جادو کے ذریعے اپنی زمین سے نکال دے اے موسیٰ ہم تیرا مقابلہ

بِسِحْرِ مِثْلِهِ فَاَجْعَلْ بَيْنَنَا وَبَيْنَكَ مَوْعِدًا اَلَّا نَخْلِفُهٗ نَحْنُ

کر رہے گے اس جیسے جادو کے ساتھ پس معترکہ ہمارے اور اپنے درمیان وعدہ (تاریخ) کہ نہ ہم اس کے خلاف

وَلَا اَنْتَ مَكَانًا سُوٰى ﴿۵۸﴾ قَالَ مَوْعِدُكُمْ يَوْمَ الزَّيْنَةِ وَاَنْ

کریں اور نہ تو ایک جگہ (جس کا فاصلہ دونوں کے لئے) برابر ہو فرمایا وعدہ کی تاریخ عید کا دن ہے اور لوگ اکٹھے

ازودا جا۔ اس کی تشریح تفسیر کی جلد ۸ میں گذر چکی ہے۔ سورہ وعد آیت نمبر ۱۸

رکوع نمبر ۱۲

اینتنا۔ یکے بعد دیگرے جس قدر معجزات حضرت موسیٰ کو عطا ہوئے اور فرعون کو دکھائے گئے لیکن وہ بد بخت انکار پر ڈٹا رہا۔

اور آخر کار گرفتار عذاب ہوا۔ حضرت موسیٰ کے معجزات کو جادو کہہ کر اس نے اپنی پوری شاہی طاقت کے ساتھ مقابلہ کیا اور آخر کار

بارگیا لیکن ایمان نہ لایا۔ جادو گروں کے ساتھ مقابلہ اور ان کا ایمان لانا تفسیر کی جلد ۶ پر ص ۶۸ تا ص ۷۴ ملاحظہ ہو۔

مکانا سوئی۔ یعنی ایسی جگہ تجویز کی جائے جس کا فاصلہ طرفین سے برابر ہو۔

لا تفتنونا۔ حضرت موسیٰ نے آداب تبلیغ کے ماتحت پہلے ان کو وعظ فرمایا کہ خدا پر افترا باندھنے سے بچو اور فریب کاری

سے کام نہ لو۔ لیکن انہوں نے نہ مانا۔

لطیفہ | تفسیر برہان میں ہے جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے ایک دفعہ ایک یہودی خدمت بڑی

يُحْشِرَ النَّاسَ صُحًى ۵۹ ﴿۵۹﴾ فَتَوَلَّىٰ فِرْعَوْنُ فَجَمَعَ كَيْدَهُ ثُمَّ

ہو جائیں قبل دوپہر پس واپس گی فرعون پس جمع کیا اپنے مکر کے ساتھ جادوگروں کو پھر

آتى ۶۰ ﴿۶۰﴾ قَالَ لَهُمْ مُوسَىٰ وَيْلَكُمْ لَا تَفْتَرُوا عَلَيَّ كَذِبًا

آگیا (عید کے دن) کہا ان کو موسیٰ نے تعجب ہے تم پر نہ افترا بازو اللہ پر جھوٹا درنہ ہلاک

فَيُوحِيَنَّكُمْ بَعْدَآيٍ ۶۱ ﴿۶۱﴾ وَقَدْ خَابَ مَنِ افْتَرَىٰ ۶۲ ﴿۶۲﴾ فَتَنَّا شُعُوًّا

کرے گا تم کو عذاب سے اور تحقیق ناکام ہوا وہ جس نے افترا کیا پس خوب جھگڑے

أَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ وَأَسْرُوا النَّجْوَىٰ ۶۳ ﴿۶۳﴾ قَالُوا إِن هٰذِينَ لَسِحْرَانِ

اپنے باہمی مشورہ میں اور پوشیدہ تجویزیں کرتے رہے کہنے لگے تحقیق یہ دونوں جادوگر ہیں

يُرِيدْنَ أَن يُخْرِجَكُم مِّنْ أَرْضِكُمْ بِسِحْرِهِمَا وَيَذْهَبَا

چاہتے ہیں کہ نکال دیں تم کو تمہاری زمین سے اپنے جادو کے ذریعے اور غالب آجائیں

بَطْرِيقِكُمُ الْمَثَلِي ۶۴ ﴿۶۴﴾ فَاجْبِعُوا كَيْدَكُمْ ثُمَّ اتُّوَصَفَآءَ ۶۵ ﴿۶۵﴾

تمہاری موجودہ پالیسی پر پس مرتب کر لو اپنی تجویزوں کو پھر اکٹھے ہو کر صف بستہ آجاؤ اور

میں حاضر ہوا۔ اور تیز نظر سے حضور کی طرف اس نے دیکھنا شروع کیا آپ نے فرمایا اے یہودی تیری کوئی حاجت ہے تو سوال کر اس نے عرض کی میں پوچھنا چاہتا ہوں کہ آپ افضل ہیں یا کہ حضرت موسیٰ نے جن کو اللہ نے اپنا کلیم بنایا اور اس پر تورات نازل کی عصا کا معجزہ دیا، سمندر کو چیرا اور بادل کا سایہ عطا کیا۔ آپ خاموشی سے سنتے رہے جب یہودی بیان کو ختم کر چکا تو آپ نے فرمایا انسان کے لئے مناسب نہیں کہ اپنی خود تعریف کرے لیکن میں یہ کہتا ہوں کہ آدم سے جب ترک اولی ہوا تو اس نے توبہ میں محمد و آل محمد کا واسطہ پیش کر کے دعائمانگی تو مقبول ہوئی۔ اس طرح حضرت نوح جب کشتی پر سوار ہوئے اور غرقابی کا خطرہ لاحق ہوا تو محمد و آل محمد کے وسیلہ سے دعائمانگی پس نجات پا کر کنارے پر پہنچے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے آگ میں جاتے ہوئے دعا کی اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ بِحَقِّ مُحَمَّدٍ لَمَّا اُنْجِیْتَنِیْ مِنْهَا۔ یعنی اے اللہ محمد و آل محمد کے صدقہ میں مجھے اس سے نجات عطا فرما پس خدا نے اس کو گزار کر دیا۔ اسی طرح جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے دل میں گمراہی اور خطرہ محسوس کیا تو محمد و آل محمد کے وسیلہ سے دعا کی تو خدا نے فرمایا لَا تَخَفْ اِنَّكَ اَنْتَ

قَدْ أَفْلَحَ الْيَوْمَ مَنْ اسْتَعْلَىٰ ﴿٦٤﴾ قَالُوا أَيُّوسَىٰ إِمَّا أَنْ تُلْقَىٰ وَ

کامیاب آج وہی ہوگا جو غالب آگیا (پس آگئے اور) کہنے لگے اے موسیٰ یا تو پہلے پھینکے

إِمَّا أَنْ تَكُونَ أَوَّلَ مَنْ أَلْقَىٰ ﴿٦٥﴾ قَالَ بَلْ أَلْقُوا فَإِذَا حِبَالُهُمْ

یا ہم پہلے پھینکنے والے ہو جائیں؟ فرمایا بلکہ تم پھینکو پس انہوں نے رسیاں

وَعَصِيَّهُمْ يَخِيلُ إِلَيْهِمْ مِنْ سِحْرِهِمْ إِنَّهَا تَسْعَىٰ ﴿٦٦﴾ فَأَوْجَسَ

اور عصا ڈالے ایسا لگتا تھا ان کے جادو کی وجہ سے کہ وہ دوڑ رہے ہیں پس موسیٰ

فِي نَفْسِهِ خِيفَةٌ مُّوسَىٰ ﴿٦٧﴾ قُلْنَا لَا تَخَفْ إِنَّكَ أَنْتَ الْأَعْلَىٰ ﴿٦٨﴾

نے بھی دل میں گھبراہٹ محسوس کی تو ہم نے کہا گھبراؤ نہیں تم ہی تو غالب ہو

وَأَلْقَىٰ مَا فِي يَمِينِكَ تَلَقَّفَ مَا صَنَعُوا إِنَّمَا صَنَعُوا كَيْدُ سِحْرٍ

اور پھینکو وہ جو تمہارے دائیں ہاتھ میں ہے بھل جائے گا جو وہ کر رہے ہیں وہ تو کر رہے ہیں

وَلَا يُفْلِحُ السَّاحِرُ حَيْثُ أَتَىٰ ﴿٦٩﴾ قَالَتِي السَّحَرَةُ سُجَّدًا قَالُوا

مگر جادوگر کاسا اور نہیں کامیاب ہوتا جادوگر جہاں بھی ہو (پس موسیٰ کے عصا نے ان کو کھالیا) تو گر گئے جادوگر سجدہ کرتے ہوئے کہنے

الْأَعْلَىٰ۔ یعنی ڈرو نہیں کیونکہ تو ہی غالب ہوگا اے یہودی اگر آج حضرت موسیٰ علیہ السلام زندہ ہوتے اور میری نبوت پر ایمان نہ لاتے تو ان کا کوئی عمل قبول نہ کیا جاتا اور اس کو اپنی نبوت کوئی فائدہ نہ دیتی۔ اے یہودی جب میری ذریت سے جہدی کا خروج ہوگا تو حضرت عیسیٰ بن مریمؑ اتریں گے اور اس کی نصرت کریں گے اور بوقت نماز ان کو اپنے آگے کھڑا کر کے ان کی اقتدا میں نماز پڑھیں گے۔

فَتَنَّا زَعُورًا۔ یعنی ایک الگ مقام پر جا کر جادوگروں نے اور فرعون کے سربراہ آفیسروں نے فرعون کی صدارت میں ایک کانفرنس کی جس میں اپنی فتح یابی کی ہر ممکن تجویز پر غور کیا گیا وہ یہ سمجھ رہے تھے کہ یہ دونوں ہماری سلطنت پر قبضہ کرنا چاہتے ہیں اور ہمارے اقتدار کا تختہ الٹنا چاہتے ہیں اگر آج ان کے جادو کا سر توڑ مقابلہ نہ کیا گیا اور یہ مغلوب نہ ہو سکے تو ہمیں اس ملک سے اور اس کے اقتدار سے مجبوراً الگ ہونا پڑے گا۔ مُثَلَّىٰ۔ کا معنی افضل ہے کیوں کہ یہ ایشل کی مونث ہے اور اس سے مراد جاہ و جلال اور سلطنت و حکومت ہے۔

أَمْثَابِ رَبِّ هَارُونَ وَمُوسَى ۝ قَالَ أَمْتُمْ لَكَ قَبْلَ أَنْ أَدْنَا لَكُمْ

لگے ہم ایمان لائے موسیٰ اور ہارون کے رب پر (فرعون نے) کہا کیا تم ایمان لائے میری اجازت سے

إِنَّهُ لَكَبِيرُكُمُ الَّذِي عَلَّمَكُمُ السِّحْرَ فَلَا وَقِطْعَنَ أَيِّدِكُمْ

پہلے وہ تمہارا استاد و بزرگ ہے جس نے تم کو جادو سکھایا ہے (پس تم اس کے ساتھ مل گئے ہو) پس ضرور کاٹوں

وَأَسْرُجُكُم مِّنْ خِلَافٍ وَلَا صَلْبِيَكُمْ فِي جُدُوعِ النَّخْلِ

کا تمہارے ہاتھ اور پاؤں مخالف جہت سے اور تم کو ٹولی پر لشکاؤں کا کھجور کے تنے پر اور تمہیں

إِنَّ هَذَا آيَةٌ مِّنْ قُرْآنِنَا مَشْهُورٍ ۝ ۱۱ إِنَّ هَذَا آيَةٌ لِّلَّذِينَ نَحْنُ لِحَالِمْ ۝ اس میں تین قرأتیں مشہور ہیں ۱۱، اِنَّ هَذَا آيَةٌ لِّلَّذِينَ نَحْنُ لِحَالِمْ سے اس کی متعدد توجیہیں کی گئی ہیں۔
ولیکن علامہ طبرسی نے جو توجیہ پسند کی ہے وہ یہ ہے کہ یہ لغت بنی کنانہ کے مطابق ہے اور وہ لوگ تشنیہ کو رفع نصب اور جر میں الف کے ساتھ پڑھتے ہیں ۱۲، اِنَّ هَذَا آيَةٌ لِّلَّذِينَ نَحْنُ لِحَالِمْ - یہ قرأت نحوی مشہور طریقہ کے مطابق ہے لیکن تمام قرآنوں کا موجودہ اعراب اس کے خلاف ہے ۱۳، اِنَّ هَذَا آيَةٌ لِّلَّذِينَ نَحْنُ لِحَالِمْ - اس کی صحیح توجیہ یہ ہے کہ اِنَّ مخففہ ہے اِنَّ ثقیلہ سے اس کا اسم ضمیر ہے اور هَذَا آيَةٌ لِّلَّذِينَ نَحْنُ لِحَالِمْ مبتداء خبر مل کر جملہ اسمیہ اِنَّ کی خبر ہے اور چونکہ اِنَّ مخففہ ہے لہذا خبر میں لام کا داخل کرنا ضروری ہے تاکہ اِنَّ نافیہ سے التباس نہ ہو۔

فَأَجْمَعُوا - فرعون نے اپنے آئندار ناپائیدار کی بجالی کے ٹٹے اپنے دور حاضر کے مفکرین دانشوروں اور سائنسی دانوں کے کمالات کو منظر عام پر لا کر عوام کو مرعوب کرنا چاہا ہاں صاحبان فن کو ہدایت کی کہ پوری تیاری کر کے میدان مقابلہ میں قدم رکھیں چنانچہ حسب وعدہ جب فریقین اکٹھے ہوئے تو حضرت موسیٰ نے فرعونی فن کاروں کو پہل کرنے کی پیش کش کی، انہوں نے میدان میں اپنی رستیوں کو ڈالا جن میں پارہ بھرا ہوا تھا پس تمازت آفتاب سے پارہ نے حرکت کی اور رستیاں بھی متحرک نظر آئیں لوگوں نے واہ وا کی صدا میں بلند کیں اور فرعون خوشی سے پھولانہ سما یا حتیٰ کہ حضرت موسیٰ بھی گھبرانے لگے تو فوراً وحی ہوئی کہ گھبرانے کی ضرورت نہیں تم عصا کو تو ذرا پیسکو۔ چنانچہ حسب حکم موسیٰ نے عصا کو زمین پر ڈالا تو وہ اثر دہا بن گیا اور ان کے رستوں سے بنائے ہوئے سانپوں کو کھا گیا اور منقول ہے پہلے اثر دہانے تمام صفوں کا چکر کاٹا اور پھر رستوں کو کھایا اور جب موسیٰ علیہ السلام نے اٹھایا تو ویسے کا ویسا عصا تھا پس اس کا اثر یہ ہوا کہ تمام جادو گروں پر حضرت موسیٰ کی نبوت کا انکشاف ہو گیا اور وہ تائب ہو کر اسلام کے حلقہ جوش ہو گئے۔ ہم نے جادو اور معجزہ کے درمیان فرق اپنی نو تصنیف کتاب لمعة الانوار فی عقائد الابرار میں کر دیا ہے اس کا مطالعہ کیجئے۔ فرعون سخت شرمندہ ہوا پس اپنی خفت اور شرمندگی کو مٹانے کے لئے جادو گروں پر فوراً الزام عائد کر دیا کہ دراصل تم اس سے ملے ہوئے تھے اور وہ تمہارا فن کا استاد ہے لہذا

وَلْتَعْلَمَنَّ إِنَّمَا أَشَدُّ عَذَابًا وَأَبْقَى ۝۴۱ قَالُوا لَنْ نُؤْتِيَكَ عَلَىٰ

پتہ چلے گا کہ ہم میں سے کس کا عذاب زیادہ سخت و دائمی ہے کہنے لگے ہم ہرگز تجھے ترجیح نہ دیں گے

مَا جَاءَنَا مِنَ الْبَيْتِ وَالَّذِي فَطَرَنَا فَاقْضِ مَا أَنْتَ قَاضٍ

اس پر جو ہمارے پاس آپکی ہیں دیلیں اور اُس پر جس نے ہمیں پیدا کیا ہے پس تو کر لے جو کچھ کر سکتے

إِنَّمَا تَقْضِي هَذِهِ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا ۝۴۲ إِنَّا أَمْثَلْنَا بِرَبِّنَا لِيُغْفِرَ لَنَا

پس تیرا فیصلہ تو صرف اسی زندگی، دنیا تک محدود ہوگا ہم ایمان لائے اپنے رب پر تاکہ بخشے

خَطِينًا وَمَا أَكْرَهْتَنَا عَلَيْهِ مِنَ السِّحْرِ وَاللَّهُ خَيْرٌ وَأَبْقَى ۝۴۳

ہمارے گنہوں کو اور اس کو جو تو نے ہمیں جبراً کرایا ہے جادو اور اللہ (تجھ سے) بہتر ہے اور (اس کا ثواب) باقی ہے

إِنَّكَ مِنْ يَأْتِ رَبَّهُ مُجْرِمًا فَإِنَّ لَهُ جَهَنَّمَ لَا يَمُوتُ فِيهَا

تحقیق جو بھی آئے اپنے رب کے پاس مجرم ہو کر تو اس کے لئے دوزخ ہے کہ نہ مرے گا اس میں

وَلَا يَحْيَىٰ ۝۴۴ وَمَنْ يَأْتِهِ مُؤْمِنًا قَدْ عَمِلَ الصَّالِحَاتِ فَأُولَٰئِكَ

اور نہ جھٹے گا اور جو آئے اس کے پاس مومن ہو کے عمل نیک کرتا ہو تو ان کے

لَهُمُ الدَّرَجَاتُ الْعُلَىٰ ۝ جَنَّاتٌ عَدْنٌ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا

لئے درجے ہیں بلند ہیشک کے باغات جن کے نیچے نہریں

تھیں اس حکومتی غداری کے جرم میں پھانسی کی سزا دی جائے گی اور تمہارے ہاتھ پاؤں کاٹ کر تمہیں سولی پر لٹکایا جائے

گا لیکن فرعون کی یہ دھمکی ان کے ایمان کے لئے مزید سختی کا سامان جہیا کر گئی اور عوام کے سامنے اس کی بے بسی و

بے چارگی منظر عام پر آگئی پس اس کے دعوائے خداوندی کا جوازہ نکل گیا۔

وَمَا أَكْرَهْتَنَا۔ کہتے ہیں جادو گروں نے فرعون سے خواہش کی تھی کہ ہم موسے کو بستر خواب پر سویا ہوا دیکھنا چاہتے

ہیں چنانچہ ان کے لئے موقع فراہم کیا گیا جب انہوں نے دیکھا تو موسے سوئے ہوئے تھے اور عصا بصورت اژدہا ان کا

کاپہرہ دے رہا تھا۔ انہوں نے اسی وقت کہہ دیا کہ یہ جادو نہیں بلکہ معجزہ ہے کیونکہ جادو نیند کی حالت میں قائم نہیں رہتا

لیکن باوجود اس کے بھی فرعون نے ان کو مقابلہ کے لئے مجبور کیا تھا جس کا بعد میں انہوں نے اظہار کیا۔

الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا ۗ وَذَلِكَ جَزَاءُ مَنْ تَزَكَّى ۗ وَلَقَدْ آوَىٰ

جاری ہیں ان میں ہمیشہ رہیں گے اور یہ بدلہ اس کا ہے جو (ایمان کے ذریعے کفر سے) پاکیزہ ہو جائے اور تحقیق ہم

حِينَآ إِلَىٰ مُوسَىٰ ۗ أَنْ أَسْرِعِبَادِي فَأَضْرِبُ لَهُمُ طَرِيقًا

نے وحی کی موسیٰ کو کہ برقت شب سے چل میرے بندوں کو پس ظاہر کرو ان کے لئے راستہ سمندر

فِي الْبَحْرِ يَبَسًا ۗ لَا تَخَفُ دَرَكًا وَلَا تَخْشَىٰ ۗ فَاتَّبَعَهُمُ

میں خشک کہ نہ ڈرو گے تعاقب سے اور نہ خطرہ ہوگا (ڈوبنے کا) پس تعاقب کیا

فَرَعُونَ بِجُنُودِهِ فَغَشِيَهُمْ مِنَ الْيَمِّ مَا غَشِيَهُمْ ۗ وَ

ان کا فرعون نے لشکر کے ہمراہ پس ڈبو دیا ان کو پانی نے جو ڈبو دینے کا حق تھا اور

تفسیر صافی میں ہے جادوگروں کی تعداد ستر ہزار تھی ہر ایک کے پاس ایک رسی اور ایک عصا تھا اور منہج البلاغہ

سے مروی ہے کہ حضرت موسیٰ اپنے نفس کے لئے نہیں گھبراتے تھے بلکہ عوام جہلا کی غوغا آرائی اور حکومت جوڑ کی دھاندلی کی وجہ سے پہلی بار گھبرا گئے تھے لیکن وحی الہی کے بعد مطمئن ہو گئے۔

تفسیر صافی میں بروایت احتجاج حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام

کے دل میں خوف پیدا ہوا اور اپنا عصا پھینکا تو زبان پر یہ لفظ جاری کئے۔ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ بِحَقِّ مُحَمَّدٍ

وَآلِ مُحَمَّدٍ لِمَا اَمْتَنْتَنِيْ۔ یعنی اے اللہ میں محمد و آل محمد کے وسیلہ سے سوال کرتا ہوں کہ مجھے امن عطا فرما تو اشرار

قدرت ہوا۔ لَا تَخْفُ اِنَّكَ اَنْتَ الْاَعْلٰی۔ یعنی ڈر نہیں کیوں کہ تو ہی غالب ہوگا باقی قصہ پہلی جلدوں میں گزر چکا ہے

رکوع نمبر ۱۳۔

وَلَقَدْ آوَىٰ وَحَيْنًا۔ یعنی معجزات دیکھ چکنے کے بعد جب فرعون اور اس کی قوم نے ایمان لانے سے سرتابی کی تو خدا

نے حکم دیا کہ بنی اسرائیل کو لے کر یہاں سے چلے جاؤ۔ جغرافیائی قرآن اور تاریخی واقعات سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ حضرت

موسیٰ علیہ السلام صحرائے سینا کی طرف بنی اسرائیل کو لے آئے اور یہی وہ صحرا ہے جس میں بنی اسرائیل ایک مدت مدید

تک سرگردان رہے اور یہیں من و سلوی اترتا رہا اور اسی میں حضرت ہارون کا انتقال ہوا۔ پس اس لحاظ سے جس پانی کو عصا مار

کر خشک کر کے راستے بنائے گئے تھے وہ بجائے دریائے نیل کے بحر قلزم کا پاٹ ہی زیادہ قرین قیاس ہے چنانچہ بعض مفسرین

بھی اسی رائے کو صحیح سمجھتے ہیں اور مؤرخین بھی اسی خیال کو ترجیح دیتے ہیں۔ واللہ اعلم۔

لَا تَخَافُ۔ حال ہے یعنی اللہ نے وعدہ فرمایا کہ تجھے فرعون کے تعاقب سے ڈر نہ ہوگا کیونکہ اللہ کے علم میں اس کی قربانی

أَضَلَّ فِرْعَوْنُ قَوْمَهُ وَمَاهَدَى ۝۹۱ يَدْبِي إِسْرَائِيلَ قَدْ

گمراہ کیا فرعون نے اپنی قوم کو اور نہ ہدایت کی اے اولاد یعقوب تحقیق ہم نے

أَنْجَيْنَاكُمْ مِنْ عَدُوِّكُمْ وَعَدْنَاكُمْ جَانِبَ الطُّورِ الْأَيْمَنِ

تم کو بچایا تمہارے دشمن سے اور تم سے وعدہ کیا طور کے دائیں طرف کا (مناجات اور تورات کے لئے)

وَنَزَّلْنَا عَلَيْكُمُ الْمَنَّاءَ وَالسَّلْوَى ۝۹۲ كَلُوا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا

اور اتارا تم پر من اور سلوی (ادر کہا) کھاؤ اس سے جو پاکیزہ رزق ہم نے

رَزَقْنَاكُمْ وَلَا تَطْغَوْا فِيهِ فَيَحِلَّ عَلَيْكُمْ غَضَبِي ۝۹۳ وَمَنْ

تم کو دیا ہے اور اس میں تجاؤز نہ کرو ورنہ تم پر میرا غضب اترے گا اور جس

کا فیصلہ ہو چکا تھا اور پانی سے عبور کے خطرہ کی بھی نفی کر دی کہ عصا مار کر بصورت اعجاز خشک راستے بنا کر نکل جاؤ گے۔ فرعون کے تعاقب اور غرقابی کا قصہ دوسری جلد میں مفصل گزر چکا ہے۔

وَاصْلًا - تفسیر صافی میں بروایت ابن عباس منقول ہے کہ فرعون نے جب ربوبیت کا دعویٰ کیا بلکہ أَنَا رَبُّكُمْ الْأَعْلَى کہا اور سمندر کے کنارے پر پہنچا تو پانی کو خشک پایا پس قوم سے خطاب کر کے کہنے لگا دیکھو میرے ڈر سے یہ بھی خشک ہو گیا ہے اور انہوں نے جی ہاں کہہ کر اس کی تصدیق کر لی اسی کی تردید میں فرماتا ہے کہ اس نے اپنی قوم کو گمراہ کر رکھا تھا۔ پوری تفصیل سورہ شعراء میں بھی آئے گی۔ جلد ۱۰

يَدْبِي إِسْرَائِيلَ - بنی اسرائیل کو نعمات کی یاد دہانی کر رہا ہے کہ ہم نے تمہارے دشمن فرعون کو غرق کر کے تم کو نجات دی پھر وہ طور کے دائیں طرف تمہیں مناجات تورات اور احکام شریعت کے عطا کرنے کے لئے بلایا اور من و سلوی کھانے کے لئے دیا اور یہ حکم دیا کہ اللہ کا پاکیزہ رزق کھاؤ اور سرکشی نہ کرو ورنہ میرا عذاب تم پر نازل ہوگا۔ آیت میں غضب سے مراد عذاب ہے کیونکہ خدا تغیر سے پاک ہے۔ اسی طرح اس کے حکم کا معنی انعام و اکرام ہوا کرتا ہے کیونکہ غضب کا انجام عذاب اور رحم کا نتیجہ انعام ہوا کرتا ہے پس اس کے اسماء نتیجے کی بنا پر ہیں۔

ثُمَّ أَهْتَدَى - ولاء آل محمد - تفسیر مجمع البیان میں امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ یہاں ہدایت سے مراد یہ ہے کہ ہماری دلالت اپنے اندر رکھتا ہو اور آپ نے حلفیہ بیان فرمایا کہ اگر کوئی بندہ پوری زندگی رکن اور مقام کے درمیان عبادت پروردگار میں گزار کر مرے اور ہماری دلانہ رکھتا ہو تو خداوند سے منہ اس کو جہنم میں داخل کرے گا

تفسیر برہان اور صافی میں بروایت کافی امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے آپ نے آیت مجیدہ پڑھی اور سید

يَحِلُّ عَلَيْهِ غَضَبِي فَقَدْ هَوَىٰ ﴿٨١﴾ وَإِنِّي لَغَفَّارٌ لِّمَن تَابَ

پر میرا غضب اترے گا وہ ہلاک ہوگا اور میں بہت بخشنے والا ہوں اے کو جو توبہ کرے

وَأَمِنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اهْتَدَىٰ ﴿٨٢﴾ وَمَا أَعْجَلَكَ عَن

اور ایمان لائے اور نیک عمل کرے اور پھر ثابت قدم رہے اور کس قدر تو نے جلدی کی

قَوْمِكَ يَمُوسَىٰ ﴿٨٣﴾ قَالَ هُمْ أَوْلَاءُ عَلَىٰ أَثَرِي وَعَجِلْتُ

اپنی قوم سے اے موسیٰ؟ کہا وہ میرے پیچھے آرہے ہیں اور میں نے جلدی کی

کہتا ہے۔ ثُمَّ اهْتَدَىٰ۔ کے بعد اپنے سینہ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا اِلٰی وَاِلٰی تَابًا۔ تفسیر برہان میں ہے کہ آپ نے مدینہ سے فرمایا جب کہ آپ مسجد الحرام میں بیت اللہ کے سامنے تشریف فرما تھے۔ اے مدینہ میں تھے وہ لوگ دکھاؤں جو اللہ کے دین سے روگردانی کرنے والے ہیں۔ پس دیکھا ایک جگہ مسجد میں امام کوئی اور سفیان ثوری لوگوں کے ایک اجتماع میں بیٹھے تھے۔ فرمایا یہ لوگ ہیں اللہ کے دین سے روگردانی کرنے والے۔ نہ ان کے پاس اللہ کی جانب سے کوئی اجازت نامہ ہے اور نہ قرآن مجید کا ان کو علم حاصل ہے اگر یہ بدباطن لوگ آرام کر کے گھروں میں بیٹھ جاتے تو لوگوں کو ہمارے پاس آنے کا موقعہ ملتا اور ہم سے خدا و رسول کے احکام حاصل کرتے۔ اس مقام پر احادیث بجزرت موجود ہیں کہ یہاں ہدایت سے دلالتے آل محمد ہے اور تفسیر صافی میں بروایت کافی امام جعفر صادق علیہ السلام سے آیت مجیدہ کے حوالہ سے بخشش خداوندی کے چار دروازے بتائے گئے ہیں (۱) توبہ (۲) ایمان (۳) عمل صالح (۴) اور دلالتے آل محمد اور فرمایا پہلی تینوں شرطیں کارآمد نہیں جب تک چوتھی شرط پوری نہ ہو۔

وَمَا أَعْجَلَكَ۔ بعض مفسرین نے کہا ہے کہ پوری قوم یا زعمائے قوم کے ہمراہ طور پر جانے کا وعدہ تھا لیکن پانی عبور کرنے کے فوراً بعد حضرت موسیٰ نے تنہا چلے گئے اور ان کو اپنے پیچھے آنے کی ہدایت فرما گئے اور ہارون کو ان پر اپنا خلیفہ مقرر فرمایا۔ پس جب خدا نے جلدی آنے کی وجہ دریافت کی تو بتایا کہ تیری خوشنودی اور محبت کی وجہ سے جلدی پہنچا ہوں تفسیر صافی میں مصباح الشریعہ سے مروی ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا جس کو کسی شے کا شوق ہو اس کو کھانا پینا، سونا دوست گھر آبادی لباس اور مسکن وغیرہ کوئی چیز اچھی نہیں لگتی۔ بلکہ شب و روز اس کی عبادت کر کے اپنی شوق کو پورا کرنے کا امیدوار رہتا ہے اور اپنے قلبی مقصد کو پورے شوق سے زبان پر لاکر محو مناجات ہوتا ہے۔ چنانچہ موسیٰ علیہ السلام کو وعدہ گاہ پر پہنچنے کا شوق تھا اور حضرت رسالت مآب نے فرمایا کہ اتنے جاتے ہوئے لعاب پروردگار کے شوق میں حضرت موسیٰ نے چالیس روز تک نہ کھایا نہ پیا اور نہ سوئے بلکہ ان چیزوں کی خواہش تک نہ کی۔

إِلَيْكَ رَبِّ لِتَرْضَى ﴿۸۴﴾ قَالَ فَإِنَّا قَدْ فَتَنَّا قَوْمَكَ مِن

تیری طرف اسے رب تاکہ تو راضی رہے۔ مہرایا ہم نے امتحان لیا ہے۔ تیری قوم کا تیرے بعد

بَعْدِكَ وَأَضَلَّهُمُ السَّامِرِيُّ ﴿۸۵﴾ فَرَجَعَ مُوسَىٰ إِلَىٰ قَوْمِهِ

اور ان کو گمراہ کر دیا ہے سامری نے۔ پس واپس لوٹے حضرت موسیٰ قوم کی

غَضَبَانَ أَسْفَاءَ قَالَ يَقَوْمِ أَلَمْ يَعِدْكُمْ رَبُّكُمْ وَعُدًّا

طرف غصہ کی حالت میں ارمان کرتے ہوئے کہنے لگے اے قوم کیا تمہارے ساتھ تمہارے رب نے اچھا وعدہ نہیں

اکثر مفسرین کی رائے میں کوہ طور پر جانے کا وعدہ صرف موسیٰ سے تھا اور انہوں نے تنہا ہی جانا تھا اور آیت نمبر ۸۰ میں جمع مخاطب کی تفسیر مجاز کے طور پر ہے اور موسیٰ علیہ السلام نے قوم کو صورت حال سے آگاہ کر دیا تھا پس وہ انتظار میں ٹھہر گئے اور حضرت موسیٰ کی جانب سے ہارون خلیفہ تھے۔ بنا بریں جلدی کے سوال کا مقصد یہ ہو گا کہ پانی عبور کرنے کے بعد بلا توقف کیوں چلے آئے ہو تو موسیٰ نے یہ جواب دیا کہ قوم میری انتظار میں ہے اور تیری رضا مقصود ہے۔

قَدْ فَتَنَّا۔ یعنی تیرے چلے آنے کے بعد ہم نے تیری قوم کو امتحان میں ڈال دیا کہ انہوں نے ایک گوسالہ کی پرستش شروع کر دی اور سامری نے ان کو گمراہ کر ڈالا ہے تفسیر برہان میں تفسیر قمی سے منقول ہے کہ حضرت موسیٰ کے چلے جانے کے بعد ابلیس نے ایک آدمی کی شکل میں اگر ان کو اس غلط راستے کی طرف لگایا تھا۔

سامری حضرت موسیٰ کی قوم سے تھا اور سعید بن جبیر کا قول ہے کہ یہ شخص اہل کرمان سے تھا لیکن بنی اسرائیل میں بہت مقبول تھا اور بعض کہتے ہیں کہ یہ شخص دراصل ایسی جگہ کا رہنے والا تھا جہاں لوگ گوسالہ پرستی کرتے تھے اور اس کا اپنا دین یہی تھا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لشکر میں یہ سب سے آگے تھا اس نے حضرت جبریل کی سواری کے قدموں کی طرف نگاہ کی تو دیکھا کہ جہاں اس کا قدم پڑتا ہے اس جگہ کی مٹی میں حرکت پیدا ہو جاتی ہے پس اس نے وہ مٹی اٹھالی۔ اور اپنے پاس محفوظ رکھ لی پس جب ابلیس بشکل انسانی بنی اسرائیل کو گمراہ کرنے کے لئے آیا تو بنی اسرائیل قبیلوں سے حاصل کردہ سونالے کر آگ میں پگھلایا اور گوسالہ کی شکل میں اس کو ڈھال دیا۔ پس سامری سے مٹی لے کر اس کی ایک چٹکی اس میں ڈال دی تو اس میں حرکت بھی پیدا ہو گئی اور چڑھا اور بال بھی آگ آئے پس کہا گیا کہ تمہارا یہ خدا ہے لہذا اس کی پرستش کرو۔ چنانچہ بنی اسرائیل کی اکثریت اس شیطانی جال میں پھنس گئی جن کی تعداد چھ لاکھ تک مذکور ہے اور حضرت ہارون کی نصیحت پر عمل کرنے والے اور اپنے ایمان پر ثابت قدم رہنے والوں کی تعداد بارہ ہزار منقول ہے۔

فَرَجَعَ مُوسَىٰ۔ حضرت موسیٰ چالیس دن گزرنے کے بعد تورات اور احکام شریعت حاصل کر کے نہایت افسردہ خاطر اور

حَسَنًاۙ اَفْطَالَ عَلَیْكُمْ الْعَهْدُ اَمْ اَسْرَدْتُمْ اَنْ یَّحِلَّ

کیا تمہارا کیا لمبی ہو گئی تم پر وعدہ (کی مدت) بلکہ تم نے ارادہ کیا کہ اترے تم پر عذاب

عَلَیْكُمْ غَضَبٌ مِّنْ رَبِّكُمْ فَاخْلَفْتُمْ مَّوْعِدِیۙ ﴿۸۶﴾

تمہارے رب کا پس تم نے میرے وعدہ کا خلاف کیا

قَالُوۡا مَا اَخْلَفْنَا مَوْعِدَكَۙ بِمَلِكِنَاۙ وَلٰكِنَّا حَمَلْنَاۙ اَوْزَارًاۙ مِّنْ

کہنے لگے (جو بری تھے) ہمیں غلات کیا ہم نے تیرے وعدہ کا اپنے بس سے لیکن اٹھائے گئے

زِينَةِ الْقَوْمِ فَقَدَفُوۡهَاۙ فَكَذٰلِكَ اَلَقٰی السَّامِرِیۙ ﴿۸۷﴾

ہم بوجھ قوم کے زیورات سے پس پھینک دیا ان کو پس اسی طرح پھینک دیا سامری نے بھی

غضب ناک ہو کر واپس پلٹے اور قوم کو سزائش کی کہ تمہارے ساتھ پروردگار کا وعدہ تھا کہ میں تم کو کتب اور شریعت دوں گا چنانچہ اس نے وعدہ ایفاء فرمایا ہے اور چالیس دن کی مدت اتنی لمبی مدت نہ تھی کہ تم اس کے گزرنے کی انتظار نہیں کر سکتے پس تسویلات شیطانہ میں اگر گمراہ ہو گئے کیا تم کو عذاب پروردگار کا خیال بھی نہ آیا کہ تم نے میرے ساتھ کئے ہوئے وعدہ کی خلاف ورزی کی کہ میں نے تم میں اپنے بھائی ہارون کو خلیفہ مقرر کیا تھا اور تم سب نے اس کی اطاعت کا مجھ سے عہد کیا تھا لیکن میرے چلے جانے کے بعد اس کو تنہا چھوڑ دیا اور عہد کو بھلا کر سامری کے پیچھے ہو لئے اور مروی ہے کہ درمیان میں گوسالے کو کھڑا کر کے اس کے ارد گردنا چستے کو دتے تھے اور ڈھول باجے بجاتے تھے۔

خداوند کریم نے سورہ مزمل میں حضرت رسالتاًؐ کو حضرت موسیٰ سے تشبیہ دی اور امت اسلامیہ کو امت موسویہ سے تشبیہ دی اور حضرت رسالتاًؐ نے علی کو حضرت ہارون سے مشابہت دی۔ چنانچہ فریقین کی کتب معتبرہ میں یہ حدیث حد تو اتر کو پہنچی ہوئی ہے اور حضرت رسالتاًؐ کے بعد کے واقعات نے ان خبروں کو من و عن صحیح ثابت کیا ارباب دانش کے لئے یہ مقام باعث نصیحت ہے۔

قَالُوۡا مَا اَخْلَفْنَاۙ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی سزائش پر وہ لوگ جو گو سالہ پرستی سے بیزار تھے اور حضرت ہارون علیہ السلام کے فرمانبردار تھے انہوں نے عرض کی حضور! ہم نے اپنے بس اور قدرت سے آپ کے وعدہ کی خلاف ورزی نہیں کی بلکہ ہم مجبور تھے کیونکہ ہم کم اور کمزور تھے اور ہمارے مقابلہ میں وہ زیادہ اور طاقتور تھے پس ہماری زبانی باتوں کو وہ مانتے نہ تھے اور طاقت ہمارے پاس نہ تھی کہ ان کو طاقت سے رد کا جانا۔

وَلٰكِنَّاۙ اس کی دو صورتیں بیان کی گئی ہیں۔ (۱) مصر سے روانگی سے پہلے انہوں نے قبطیوں سے زیورات طلب کئے

فَاخْرَجَ لَهُمْ عِجْلًا جَسَدًا آلِهَةً خَوَّارٌ فَقَالُوا هَذَا إِلَهُكُمْ

پس نکالا اس نے ان کے لئے گوسالہ جسم دار کہ وہ بولتا تھا تو وہ کہنے لگے یہ تمہارا اور موسیٰ کا معبود

وَاللَّهُ مُوسَىٰ هَٰ فَنَسِيَ ۝۸۸ أَفَلَا يَرَوْنَ إِلَّا يَرْجِعُ إِلَيْهِمْ

ہے پس بھول گیا (حقیقت ایمان کو) کب دیکھتے نہیں کہ نہ تو وہ پٹا آ ہے ان کی طرف

قَوْلًا هَ وَلَا يَمْلِكُ لَهُمْ ضَرًّا وَلَا نَفْعًا ۝۸۹ وَلَقَدْ قَالَ لَهُمْ

بات اور نہ وہ ان کے نفع و نقصان کا مالک ہے اور تحقیق ان کو کہا تھا

تھے تاکہ ان کو عید کے موقع پر استعمال کریں گے اس کے بعد فوری تیاری کا جو حکم ملا تو وہ زیورات واپس نہ کر سکے اور ان کے پاس رہ گئے۔ (۲) وہ زیورات قبلیوں کے پاس تھے جب وہ غرق ہو گئے تو بقدرت خدا پانی کی لہروں نے ان زیورات کو ساحل پر پہنچا دیا پس ان لوگوں نے وہ اٹھائے۔

بہر صورت حضرت موسیٰ کے چلے جانے کے ۲۵ دن بعد سامری نے بنی اسرائیل سے تمام زیورات اکٹھے کر لئے اور آگ میں ڈال کر پگھلا کر گوسالہ بنا دیا اور اسے معبود کہہ کر ان کو اس کی عبادت کی دعوت دی جو عوام کا لانعام نے قبول کر لی ان لوگوں نے صورت حال سے حضرت موسیٰ کو خبردار کیا جو گوسالہ پرستی میں شامل نہ تھے۔ یعنی انہوں نے بتایا کہ اس کی گمراہی کی ابتداء اس طرح ہوئی۔ پس بھیر چال لوگ ایک دوسرے کی دیکھا دیکھی سے دام تزییر میں گرفتار ہو گئے اور جو قلبیل تعداد راہ حق پر باقی رہی ان میں اس و باء عام کے روکنے کی جرأت و طاقت نہ تھی۔

عِجْلًا جَسَدًا ۱۔ اس مقام پر جسد بدل ہے عجل سے۔

فَنَسِيَ ۲۔ یعنی سامری دعوت گمراہی کا علمبردار بن گیا اور ایمان کے تقاضوں کو بھول گیا۔

أَفَلَا يَرَوْنَ ۳۔ ان کو گوسالہ پرستی سے صرف منع نہیں کیا گیا بلکہ دلیل کے ساتھ ان کے مسلک کو باطل کیا گیا ہے۔ کہ معبود تو ایسا ہونا چاہئے جو نفع و نقصان کا مالک ہو بات سُنئے اور اس کا جواب بھی دے سکے یہ لوگ عقل کے اندھے اتنا بھی نہیں سوچتے کہ جس کی عبادت کر رہے ہیں اس میں نفع و نقصان کی طاقت ہے اور نہ سُنئے اور جواب دینے کی ہمت۔

رُكُوعٌ نَمْبِرٌ ۱۲

فَتَنَّتْهُ ۱۹۸۔ یعنی حضرت ہارون نے تمام حجت کیا کہ اس امتحان سے نکلو اور اس فتنہ سے بچ کر میری اطاعت

تفسیر برہان میں سلیم بن قیس ہلالی سے مروی ہے کہ اشعث بن قیس نے حضرت امیر علیہ السلام سے سوال کیا کہ جب بنو تمیم بنو ندی اور

بنو امیہ کے افراد بیعت لے کر منبر رسول پر قابض ہوتے رہے تو آپ نے تلوار کیوں نہیں چلائی حالانکہ جب سے آپ کو فرم میں تشریف لائے ہیں جس قدر تقریریں اور خطبے بیان فرمائے ہیں منبر سے اترنے سے پہلے آپ نے اپنا حق و اخلافت ہونا اور رسالت مآب کے بعد اپنا مظلوم ہونا ظاہر فرمایا ہے اس سے بہتر تھا کہ آپ بروقت تلوار کے زور سے اپنا حق حاصل کر لیتے۔ آپ نے فرمایا جب تم نے بات پھیر لی ہے تو جواب بھی سنو۔ میرا تلوار نہ اٹھانا بزدلی یا موت کے ڈر سے نہیں تھا۔ بلکہ رسالت مآب کا فرمان میرے اس اقدام سے رد کاوٹ کا باعث تھا کیونکہ مجھے حضور نے امت سے سرزد ہونے والی کر تو توں کا تذکرہ کیا تھا لہذا میں ان حالات کے رونما ہونے سے پیشتر ان سے خوب بانہر تقابلیں نے اسی وقت عرض کی تھی کہ حضور ایسے حالات میں میری تکلیف کیا ہوگی؟ تو آپ نے فرمایا تھا کہ اگر تجھے مددگار و معاون بیتر ہو جائیں۔ تو تلوار اٹھانا ورنہ اپنی قیمتی متاع حیات کی خاطر خاموش ہو جانا جب تک قرآن و سنت کی حدود کو قائم کرنے کے لئے معاون نہ ملیں۔ اور مجھے حضور نے یہ بھی بتا دیا تھا کہ امت مجھے چھوڑ جائے گی اور غیر کی اتباع کرے گی اور فرمایا تھا کہ تیری مثل مجھ سے ایسی ہے جس طرح ہارون موسیٰ سے تھا اسی طرح بعد میں آنے والے امام بھی ہارون کی مثل ہوں گے اس کے بعد آپ نے آیت ۹۲-۹۳-۹۴ کی تلاوت کی اور فرمایا کہ حضرت موسیٰ نے بھی ہارون کو خلیفہ بناتے وقت یہ فرمایا تھا کہ بنی اسرائیل اگر گمراہ ہو جائیں اور تیرے پاس معاون موجود ہوں تو ان سے جہاد کرنا ورنہ اپنی جان کی حفاظت کے پیش نظر ہاتھ روک لینا اور تفرقہ ڈالنے کی ناکام کوشش نہ کرنا (چنانچہ حضرت ہارون نے انصار کی کمی محسوس کرتے ہوئے تلوار نہ اٹھائی اور حضرت موسیٰ سے یہی معذرت کی کہ ایسے حالات میں اگر تلوار اٹھاتا تو آپ فرماتے تو نے بنی اسرائیل میں تفرقہ کیوں ڈال دیا ہے اور میری حکم عدولی کیوں کی ہے۔) پس میں نے تلوار نہیں اٹھائی تاکہ مجھے نہ کہا جائے کہ تو نے امت میں تفرقہ کیوں ڈالا ہے اور میرے حکم پر عمل کیوں نہیں کیا؟

رسالت مآب کی رحلت کے بعد لوگوں نے جب بیعت کر لی اور میں رسول کے کفن و دفن میں مشغول تھا تو میں نے قسم کھالی تھی کہ کندھے پر رداؤں ڈالوں گا۔ سوائے نماز کے وقت جب تک قرآن کو جمع نہ کر لوں گا اور میں نے ایسا ہی کیا پھر (تمام حجت کے لئے) فاطمہ اور حسنین کو ساتھ لے کر ہاجرین و انصار میں سے ہر ایک کے گھر جا کر اپنی حق کی خاطر اللہ کا واسطہ دے کر نصرت طلب کی لیکن زبیر سلمان مقداد اور ابوذر کے سوا کسی نے میری دعوت پر لبیک نہ کہی اور میرے فائدہ میں بھی ایسے افراد نہ تھے جن کی بدولت میں خاطر خواہ اقدام کر سکتا ایک حمزہ تھا جو جنگ احد میں شہید ہو گیا دوسرا جعفر طیار تھا جو جنگ موتہ میں اللہ کو پیارا ہو گیا۔ باقی عباس اور عقیل پنج گئے جو ناکارے اور کمزور تھے پس میری حالت بالکل ہارون جیسی تھی جیسا کہ انہوں نے حضرت موسیٰ سے کہا تھا یا بنی ائم ان القوم استضعفونی وکادوا یقتلونی۔

تَرَقَّبُ قَوْلِي ﴿٩٢﴾ قَالَ فَمَا خَطْبُكَ يَا مَرْيَمُ ﴿٩٣﴾ قَالَ بَصُرْتُ

حکم کا انتظار بھی نہ کیا فرمایا تو نے کونسا کرتوت کیا ہے اے سامری؟ کہنے لگا میں نے دیکھا

بِمَا لَمْ يَبْصُرُوا بِهِ فَقَبَضْتُ قَبْضَةً مِّنْ أَثَرِ الرَّسُولِ

جو انہوں نے نہ دیکھا پس میں نے مٹھی بھر (خاک) لی مندرستادہ خدا (جبریل کی سواری کے) نقش پا سے پس اس

فَنَبَذْتُهَا وَكَذَلِكَ سَوَّلْتِ لِي نَفْسِي ﴿٩٤﴾ قَالَ فَاذْهَبْ

کو ڈالا اور یہی تجویز پیدا کی میرے لئے اپنے نفس نے مندرمایا چلا جا پس تیرے

فَإِنَّ لَكَ فِي الْحَيَاةِ أَنْ تَقُولَ لَا مِسَاسَ وَإِنَّ لَكَ

لئے ہے کہ کہتا رہے گا نہ چھوؤ اور تحقیق تیرے لئے

مَوْعِدًا لَّنْ تَخْلَفَنَّ ۚ وَانْظُرِي إِلَى إِلٰهِكَ الَّذِي ظَلْتَ

ایک وعدہ گاہ ہے جس سے تو پیچھے نہ ہوگا اور دیکھ اپنے معبود کو جس پر تو قائم

عَلَيْهِ عَاكِفًا لَّنَحْرِقَنَّهُ ثُمَّ لَنَنْسِفَنَّهُ فِي الْيَمِّ نَسْفًا ﴿٩٥﴾

متھا ہم اس کو جلائیں گے پھر ہم اس کی خاکستر کو پانی میں پھینک دیں گے

پس میں ہارون کے طریقہ پر ہوں اور رسول کا فرمان میرے لئے حجت ہے۔

قَالَ فَمَا خَطْبُكَ - حضرت موسیٰ نے سامری کو بلا کر اس کا بیان سنا اور بطور سزا کے اس کو نکال دیا اور اللہ نے اس کو دائمی طور پر ایک عذاب میں مبتلا کر دیا کہ جو بھی اس کو ہاتھ لگانا یا اس کے بدن کو چھوتا تھا وہ فوراً بیمار پڑ جاتا تھا پس لوگ اس سے کنارہ کش ہو گئے اور جنگلوں میں وحشی جانوروں کے ساتھ زندگی گزارنے پر مجبور ہو گیا اور وہ لوگوں کو کہتا پھرتا تھا لَا مِسَاسَ یعنی مجھے کوئی نہ چھوئے اور تفسیر قمی سے منقول ہے کہ اس کی اولاد جو شام و مصر میں کہیں کہیں آباد ہے وہ بھی اسی بلا میں گرفتار ہوتے ہیں پس لَامِسَاسِ کے لقب سے مشہور ہیں۔

وَانْظُرِي - جس بچھڑے کی پرستش کی گئی تھی اس کو جلا کر اس کی خاکستر کو پانی میں بہا دیا گیا اور یہ اس لئے تاکہ لوگوں کے دلوں سے اس کی عظمت و وقار کا تصور ختم بھی ہو جائے اور وہ سمجھیں کہ جس کو ہم معبود بنائے ہوئے تھے وہ ایک بے بس اور بے چارہ مخلوق تھی جب وہ اپنی ذات کو گرفت و عذاب سے نہ بچا سکی تو کسی دوسرے کے لئے وہ کس طرح نفع یا

إِنَّمَا إِلَهُكُمُ اللَّهُ الَّذِي لَّا إِلَهَ إِلَّا هُوَ وَسِعَ كُلَّ

بجز اس کے نہیں کہ تمہارا معبود وہ اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ عاویج ہے ہر شے

شَيْءٍ عِلْمًا ﴿۹۸﴾ كَذَلِكَ نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ أَنْبَاءِ مَا قَدْ

پر علم میں اسی طرح قصے بیان کرتے ہیں تم پر گزشتہ خبروں سے اور تحقیق

سَبَقَ ۚ وَقَدْ آتَيْنَكَ مِنْ لَدُنَّا ذِكْرًا ﴿۹۹﴾ مَنْ أَعْرَضَ

دیا ہم نے تم کو اپنی طرف سے ذکر (قرآن) جو روگردانی کرے اس سے اٹھائے گا وہ

عَنْهُ فَإِنَّكَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَنَرًا ﴿۱۰۰﴾ خَلِيدِينَ فِيهِ ۗ

قیامت کے روز جو اس میں ہمیشہ رہیں گے

وَسَاءَ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ حِمْلًا ﴿۱۰۱﴾ يَوْمَ يُنْفَخُ فِي

اور بُرا ہے ان کے لئے قیامت کے دن بھار جس دن پھونکا جائے گا

الصُّورِ ۖ وَنُحْشِرُ الْمَجْرِمِينَ يَوْمَئِذٍ مُرْقًا ﴿۱۰۲﴾ يَتَخَفَتُونَ

صور میں اور جمع کریں گے ہم مجرموں کو اس دن نیلگوں چشم سرگوشی کرتے

نقصان کی موجب ہو سکتی ہے اور تفسیر برہان کی ایک روایت میں ہے کہ جن لوگوں نے گوسالہ کی عبادت کی تھی انہی کو بعد میں قاتل کرنے کیلئے گائے کے ذبح کرنے کا حکم دیا گیا تھا گویا مقصد یہ تھا کہ ان کے دلوں سے اس کے معبود ہونے کا تصور تک ختم ہو جائے۔ اِنَّمَا إِلَهُكُمُ اللَّهُ۔ ان کے مصنوعی معبود کا انجام اور اس کی غلط کاری کے موجب کا عذاب بیان کرنے کے بعد دعوتِ توحید کا اعلان کیا کہ لائق عبادت و پرستش صرف وہ اللہ ہے جس کا علم ہر شے پر محیط ہے۔

ذِكْرًا۔ اس جگہ ذکر سے مراد قرآن مجید ہے کیونکہ اس میں تمام امور دنیویہ کا ذکر موجود ہے اور یہ مجاز مرسل ہے۔ حضورؐ کو گزشتہ واقعات کی بذریعہ قرآن اطلاع دینا بھی حضورؐ کے معجزات میں سے ہے کیونکہ جو شخص ظاہری طور پر کسی عالم کے ساتھ رابطہ نہ رکھتا ہو پھر اس کی زبان سے ایسے واقعات کا بیان ہو جو حرفِ بحرف سچے ہوں ایمان توحید اور تصدیق رسالت میں منصف مزاج طبائع کے لئے حرفِ آخر کی حیثیت رکھتے ہیں کیونکہ یہ ایسا امر ہے جو عام انسانی مقدور سے بہت بلند و بالا ہے پس ماننا پڑتا ہے کہ اس کلام کے لانے والا عام انسان نہیں بلکہ اپنے خالق کافر ستادہ رسول ہے۔

بَيْنَهُمْ إِنْ لَيْتُمْ إِلَّا عَشْرًا ﴿۱۰۳﴾ نَحْنُ أَعْلَمُ بِمَا يَقُولُونَ

ہوں گے آپس میں کہ تم نہیں ٹھہرے مگر دس دن ہم خوب جانتے ہیں جو وہ کہتے ہیں

إِذ يَقُولُ أَمْثَلُهُمْ طَرِيقَةً إِنْ لَيْتُمْ إِلَّا يَوْمًا ﴿۱۰۴﴾ ع وَ

جگہ کہے گا ان میں سے زیادہ دانش مند کہ تم نہیں ٹھہرے مگر ایک دن اور

يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْجِبَالِ فَقُلْ يَنْسِفُهَا رَبِّي نَسْفًا ﴿۱۰۵﴾ فَيَذَرُهَا

تجھ سے پوچھتے ہیں پہاڑوں کے متعلق تو کہہ دو اڑا دے گا ان کو میرا رب خوب اڑانا پس کرو سے

قَاعًا صَفْصَفًا ﴿۱۰۶﴾ لَا تَبْقَىٰ فِيهَا جَبَلًا وَلَا أَمْتًا ﴿۱۰۷﴾ يَوْمَئِذٍ

گا اس کو چٹیل میدان کہ نہ نظر آئے گی اس میں پستی اور نہ بلندی اس دن

جملًا۔ اونٹ کے بھار پر اس کا اطلاق عام ہے سورہ یوسف میں اس کی تحقیق گذر چکی ہے۔

زُرْفًا۔ یعنی بروز قیامت مجرم لوگ کبود چشم محشور ہوں گے یعنی ان کی آنکھیں بتی کی آنکھوں کی طرح ہوں گی اور یہ آنکھوں کا بدترین علیہ ہے اور عربوں میں اس کو مبنوض ترین سمجھا جاتا ہے بعضوں نے اندھے ہونے سے کنایہ مراد لیا ہے اور بعضوں نے اس کو پیاس کی علامت قرار دیا ہے کہ مجرم پیاس سے محشور ہوں گے کہ ان کی پیاس کی علامت آنکھوں کا نیلا رنگ ہوگا۔ يَتَخَفَتُونَ۔ یعنی مجرم لوگ آپس میں سرگوشی کریں گے۔ صور اول ہمیں سب ذمی روح مرجائیں گے اور صورت ثانی جس سے سب دوبارہ زندہ اٹھ کھڑے ہوں گے اور دونوں کے درمیان چالیس برس کا فاصلہ ہوگا اور اس دوران میں مجرموں سے عذاب کو روک لیا جائے گا پس دوبارہ اٹھ کر جب اپنے سامنے عذاب کو دیکھیں گے تو چالیس سال کا پرسکون زمانہ ان کو دس دن کی مقدار کے برابر نظر آئے گا بعضوں نے دنیاوی زندگی کے متعلق کہا ہے اور بعض مفسرین نے برزخ کی زندگی مراد لی ہے یعنی ہول محشر کی دیکھ ان کو گذشتہ مدت بالکل قلیل معلوم ہوگی۔

أَمْثَلُهُمْ۔ یعنی جو ان میں زیادہ افضل ہوگا عقل و دانش کے لحاظ سے (طریقہ سے مراد عقل و رائے) وہ تو کہے گا ہم تو ایک دن کی مقدار رہے ہیں۔ یعنی اس کو گذشتہ مدت ایک دن کے برابر معلوم ہوگی۔

رکوع نمبر ۱۵

يَسْأَلُونَكَ۔ فکر ہر کس بقدر بہت ادست کسی نے سوال کیا اتنے لمبے چوڑے پہاڑ محشر و نشر کے دن کہاں جائیں گے؟ تو ارشاد قدرت ہے ان کو کہہ دیجئے ان کو ریگ صحرا کی طرح ذرہ ذرہ کر دیا جائے گا اور تیز آندھی ان کو اڑا کر لے

يَتَّبِعُونَ الدَّاعِيَ لَعُوبَةً لَّكَ ۚ وَخَشَعَتِ الْأَصْوَاتُ لِلرَّحْمَنِ

حکم مانیں گے بلائے دالے (اسرائیل) کا نہ انحراف ہوگا اس کے لئے اور دب جائیں گی تمام آوازیں خدا کے

فَلَا تَسْمَعُ إِلَّا هَمْسًا ۝۱۰۸ يَوْمَئِذٍ لَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ إِلَّا مَنْ

سامنے پس نہ سونگے مگر آہٹ اس دن نہ نفع دے گی سفارش مگر اس کی جس کو

أُذِنَ لَهُ الرَّحْمَنُ وَرَضِيَ لَهُ قَوْلًا ۝۱۰۹ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ

خدا اذن دے اور اس کی بات پر راضی ہو وہ جانتا ہے جو ان کے

أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا يُحِيطُونَ بِهِ عِلْمًا ۝۱۱۰ وَ

آگے ہے اور جو پیچھے ہے اور وہ اللہ کا علمی احاطہ نہیں کر سکتے اور

عَنَتِ الْوُجُوهُ لِلْحَيِّ الْقَيُّومِ ۖ وَقَدْ خَابَ مَنْ حَمَلَ

ذلیل ہوں گے چہرے حی قیوم کے سامنے اور وہ تحقیق رسوا ہوگا جو شرک کا

ظُلْمًا ۝۱۱۱ وَمَنْ يَعْمَلْ مِنَ الصَّالِحَاتِ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَا

مرتکب ہوگا اور جو عمل کرے گا نیک درحالیہ مومن ہو پس نہ

جائے گی یا یہ کہ خاکستر بنا کر بذریعہ ہوا ان کو بکھیر دیا جائے گا پس ہموار زمین پر چ جائے گی۔
لَعُوبَةً لَّكَ۔ یعنی جب دوبارہ اسرائیل صور پھونکے گا تو بلائیں و پیش سب حاضر ہوں گے نہ حکم عدولی ہوگی اور نہ مہمانہ ^{طلبہ}
هَمْسًا۔ بعضوں نے اس کا معنی یہ کیا ہے کہ جو لوگ دنیا میں حکمران بن کر بلند آوازوں سے جھڑکتے اور امر یا نہی کرتے
تھے وہ دبی آوازوں سے حاضر ہوں گے۔

رَضِيَ لَهُ قَوْلًا۔ یعنی جن کی شفاعت پر خدا راضی ہوگا اور جن کو اجازت دے گا وہ شفاعت کر سکیں گے وہ انبیاء و ائمہ ہوں
گے بلکہ خواص شیعہ بھی اس شرف سے مشرف ہوں گے۔

الْوُجُوهُ۔ چونکہ ذات کا اثر چہرہ پر ہوتا ہے اس لئے ذکر کیا گیا ہے نیز ممکن ہے امر اروسا اور سلاطین مراد ہوں۔

ظُلْمًا۔ اس سے مراد شرک لیا گیا ہے کہ جس کی پونجی شرک ہو وہ یقیناً محشر میں ذلیل و خوار ہوگا۔

ظُلْمًا وَاِلٰهًا غَضًا۔ ظلم سے مراد ہے ناکردہ گناہ کا اس سے مواخذہ نہ ہوگا اور مہضم سے مراد ہے اس کے اعمال حسنہ

يَخْفُ ظُلْمًا وَلَا هَضْمًا ﴿١١٢﴾ وَكَذَلِكَ أَنْزَلْنَاهُ قُرْآنًا عَرَبِيًّا

ڈرے گا ظلم سے اور نہ حق تلفی سے اور اسی طرح ہم نے نازل کیا قرآن عربی

وَصَرَّفْنَا فِيهِ مِنَ الْوَعِيدِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ أَوْ يُحَدِّثُ

اور ہمیں پھیر کر بیان کہیں ہم نے اس میں دھمکیاں تاکہ وہ ڈریں یا پیدا کرے (قرآن)

لَهُمْ ذِكْرًا ﴿١١٣﴾ فَتَعَلَىٰ اللَّهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ وَلَا تَعْجَلْ

ان کے لئے کوئی نصیحت پس بلند ہے اللہ بادشاہ سچا اور نہ جلد بازی کرو

بِالْقُرْآنِ مِنْ قَبْلِ أَنْ يُقْضَىٰ إِلَيْكَ وَحْيُهُ وَقُلْ رَبِّ

قرآن پڑھنے میں پہلے اس سے کہ پوری ہو جائے تجھ پر اس کی وحی اور کہہ اسے رب

زِدْنِي عِلْمًا ﴿١١٤﴾ وَلَقَدْ عَاهَدْنَا إِلَىٰ آدَمَ مِنْ قَبْلِ قَنُوسٍ وَلَمْ

زیادہ کر میرا علم اور تحقیق عہد کیا ہم نے آدم کے ساتھ پہلے پس بھول گیا اور نہ

کی جزا باطل نہ ہوگی۔ یا یہ کہ نہ اس کی جزا کو بالکل باطل کیا جائے گا اور نہ اس کو اپنے حق سے کم صلہ دیا جائے گا۔
وَكَذَلِكَ۔ اس کا عطف مذکور پر ہے یعنی ہم نے تجھے قیامت کی خبروں سے آگاہ کیا اور اسی طرح ہم نے
تجھ پر قرآن اتارا۔

فَتَعَلَىٰ اللَّهُ۔ یعنی اس کی صفات مخلوق کی صفات سے بلند ہیں پس کوئی بھی صفات میں اس کے مشابہ نہیں ہو سکتا
اس کی قدرت ہر قادر سے زیادہ اور اس کا علم ہر عالم سے اتم ہے کیونکہ اس کے علاوہ ہر قادر و عالم اس کا محتاج ہے
لیکن وہ کسی کا محتاج نہیں۔ نیز اس کے علاوہ ہر قادر کسی شے پر قدرت رکھتا ہے تو کئی چیزیں اس کے محیط قدرت سے باہر
بھی ہوتی ہیں اسی طرح ہر عالم اگر کچھ چیزوں کو جانتا ہے تو کئی چیزیں اس کی علمی دسترس سے خارج بھی ہوتی ہیں لیکن اللہ کی قدرت
و علم ہر شے پر محیط ہے اسی طرح اس کا غیر جس چیز کا عالم ہے اس پر سہو و نسیان طاری ہو سکتا ہے لیکن اللہ کے علم و
قدرت پر زوال ممکن نہیں پس اس کی سلطنت و حکومت دنیا و آخرت پر حاوی ہے اور وہی سچ ملک دنیا و آخرت
کا مالک ہے۔

قُلْ رَبِّ۔ علم کی عظمت شان کی اس سے بڑھ کر اور کیا دلیل ہو سکتی ہے کہ رسول خدا کو باوجودیکہ انتہائی مرتبہ
کمال پر فائز تھے زیادتی علم کی دعا کا حکم دیا گیا۔ کیونکہ علم کی بدولت ہی انسان حیوان سے امتیاز حاصل کر سکتا ہے۔

نَجِدُ لَهُ عَزْمًا ۱۱۵ ۷ وَ اِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْۤا اِلَّا اِبٰلٰسَ ط

پایا ہم نے اس میں پختگی کر اور جب کہا ہم نے فرشتوں کو سجدہ کرو آدم کے لئے تو سب نے سجدہ کیا

اَبٰی ۱۱۶ ۷ فَقُلْنَا يَاۤ اٰدَمُ اِنَّ هٰذَا عَدُوٌّ لَّكَ وَ لِرِجَالِكَ فَلَا

مگر ابلیس نے انکار کیا تو ہم نے کہا اے آدم تحقیق یہ تیرا اور تیری زوجہ کا دشمن ہے ایسا نہ ہو

يُخْرِجَنَّكَ مِنَ الْجَنَّةِ فَتَشْقٰی ۱۱۷ ۷ اِنَّ لَكَ اَلَّا تَجُوْعَ

کہ تمہیں نکال دے جنت سے اور تم کو تکلیف ہو تحقیق تیرے لئے یہاں نہ

فِيْهَا وَ لَا تَعْرٰی ۱۱۸ ۷ وَ اَنَّكَ لَا تَظْمُوْۤا فِيْهَا وَ لَا تَضْحٰی ۱۱۹ ۷

بھوک ہے اور نہ عریانی اور تحقیق نہ تیرے لئے اس میں پیاس کا ڈر ہے نہ دھوپ کا فکر

فَوَسْوَسَ اِلَيْهِ الشَّيْطٰنُ قَالَ يَاۤ اٰدَمُ هَلْ اَدْرٰكُ عَلٰی

تو دوسرے ڈالا اس کی طرف شیطان نے اے آدم کیا تجھے پتہ دوں ہمیشگی کے

شَجَرَةٍ الْخُلْدِ وَ مَلِكٍ لَا يَمُوْتُ ۱۱۹ ۷ فَاَكَلَا مِنْهَا فَبَدَتْ

درخت کا اور ایسے ملک کا جو کہنہ نہ ہو پس دونوں نے کھا لیا اس سے

اور اسی کی وساطت سے حفیض ناسوت کو چھوڑ کر اوج رفعت کی طرف قدم بڑھا سکتا ہے ہم نے علم کے فضائل مقدمہ

تفسیر میں ذکر کئے ہیں۔

فَلَمَّسٰی - خدا نے حضرت آدم کی طرف نسیان کی نسبت دے دی اور اس کا معنی غفلت یا ترک کیا گیا ہے پس شجرہ ممنوعہ

کے قریب جانا عمدہ نہیں بلکہ سہواً تھا اور کم نہجیداً کہ عَزْمًا کا بھی غالباً یہی مقصد ہے کہ عمدہ نہیں تھا پس اخطا تھی خطا نہ تھی

رکوع نمبر ۱۶

وَ اِذْ قُلْنَا - ضروری امور کی تشریح و تفسیر چھٹی جلد ص ۱۹ اور دوسری جلد ص ۹۶ پر ملاحظہ ہو۔ نیز عصمت

آدم کا ذکر

وَ عَضٰی اٰدَمُ - یہ مشکلات قرآنیہ میں سے ہے اور عصیان سے مراد یہاں امر ارشاد ہی کی خلاف ورزی ہے جس کو ترک

اولی سے تعبیر کیا جاتا ہے مقدمہ تفسیر اور دوسری جلد میں پوری تفصیل ملاحظہ کیجئے۔

لَهُمَا سَوْآتُهُمَا وَطَفِقَا يَخْصِفْنَ عَلَيْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ ۚ

تو ٹھہر ہو گئی ان پر ان کی عورتیں اور شروع ہو گئے کہ سیتے تھے اپنے اپنے اوپر جنت کے پتے اور خلافت

وَعَصَىٰ آدَمَ رَبَّهُ فَغَوَىٰ ﴿۱۳۱﴾ ثُمَّ اجْتَبَاهُ رَبُّهُ فَتَابَ

کیا آدم نے اپنے رب کے حکم کا پس ناکام ہوا، پھر اس کو چن لیا اس کے رب نے تو اس کی

عَلَيْهِ وَهَدَىٰ ﴿۱۳۲﴾ قَالَ اهْبِطَا مِنْهَا جَمِيعًا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ

تو یہ قبول کی اور ہدایت بخشی فرمایا اترو اس سے سب کہ تمہارا بعض دوسرے بعض کا دشمن

عَدُوٌّ ۚ فَمَا يُآتِيكُمْ مِنِّي هُدًى ۗ فَمَنِ اتَّبَعَ هُدَايَ

ہوگا پس آئے گی تمہارے پاس مجھ سے ہدایت تو جو اتباع کرے گا میری ہدایت کی نہ گمراہ ہوگا

فَلَا يَضِلُّ وَلَا يَشْقَىٰ ﴿۱۳۳﴾ وَمَنْ أَعْرَضَ عَن ذِكْرِي فَإِنَّ لَهُ

اور نہ ناکام رہے گا اور جو روگردانی کرے گا میرے کلام سے تو اس کے لئے تنگ گذران

مَعِيشَةً ضَنْكًا وَنَحْشُرُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَعْمَىٰ ﴿۱۳۴﴾ قَالَ رَبِّ

ہوگی اور اس کو محسوس کریں گے ہم قیامت میں اندھا کہے گا اسے رب

غَوَىٰ۔ اس کا معنی مقصد میں ناکامی ہوا کرتا ہے جیسا کہ مجمع البیان میں ذکر کیا گیا ہے۔ تفسیر برہان میں ہے عصمت انبیاء

کے موضوع پر ایک مناظرہ میں امام رضا علیہ السلام نے فرمایا حضرت آدم زمین کی خلافت اور نبوت کے لئے آئے تھے نہ کہ جنت

کے لئے اور یہ قبضہ جنت میں ہوا جس کا آدم کی خلافت و نبوت پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔

ثُمَّ اجْتَبَاهُ۔ یہاں ضم اور فاتر تیب کے لئے نہیں بلکہ مطلقاً بیان مقصد کے لئے ہیں ایسا نہیں کہ اس واقعہ کے بعد

آدم کا چناؤ ہوا بلکہ پہلے سے وہ برگزیدہ خدا تھے نیز آدم کا ترک اولیٰ اگر نافرمانی پروردگار ہوتی تو نبوت کے لئے ان کا انتخاب

ناممکن ہو جاتا جیسا کہ مذہب امامیہ کے مسلمات میں سے ہے۔

وَهَدَىٰ۔ یعنی اللہ نے ان کلمات کی طرف آدم کی رہبری فرمائی جو قبول تو بہ کے لئے وسیلہ تھے۔

بَعْضُكُمْ۔ یہ اولاد آدم کے متعلق ہے یعنی تمہاری اولاد ایک دوسرے کی دشمن ہوگی پس میرے حکم کی اتباع نجات و

کامرانی کا معیار ہوگی۔

فَلَا يَصِلُ - یعنی اللہ کے فرمان پر چلنے والا نہ دنیا میں گمراہ ہوگا اور نہ آخرت میں ناکام ہوگا۔
 مَعِيشَةً ضَنْكًا - مقصد یہ ہے کہ کفار و منافقین کو دنیا میں خواہ کس قدر وسیع مال و دولت عطا ہو جنت کی نعمات کے مقابلہ میں یہ تنگ گذران اور تکلیف دہ روزی ہے کیونکہ اول تو صحیح معنوں میں اکثریت کفار کی تنگی رزق کے عذاب میں گرفتار ہوتی ہے اور جن کے پاس مال و دولت ہوتی ہے وہ بخل کے عذاب میں مبتلا ہوتے ہیں نہ خود اچھا کھا سکتے ہیں اور نہ صدقہ خیرات کر کے دوسروں کی بھلائی چاہتے ہیں وہ خزانے کے سنتری سپاہی کی طرح صرف رقم دہیہ کو دیکھتے ہی رہتے ہیں ان کے اپنے نصیب میں کچھ نہیں ہوتا اور اگر کوئی مالدار بالفرض بخیل نہ بھی ہو، تو وہ حرص کے عذاب میں مبتلا ہوتا ہے کہ جمع کرنے اور ادھر ادھر ہاتھ پاؤں مارنے کا حرص و لالچ جمع شدہ مال سے لذت اندوز ہونے کی اس کو فرصت نہیں دیتا۔ پس اس کے نصیب میں وہی تنگ گذران ہی ہوا کرتی ہے بخلاف اس کے مومنوں کے لئے جنت میں رزق کشادہ ہوگا۔ جو ہر قسم کی میل و کدورت اور رنجش و کوفت سے مبرا و منزہ ہوگا۔ نیز مومن اگرچہ دنیا میں ظاہری طور پر تنگ گذران رکھتا ہو لیکن آخرت میں کفار کے لئے جو جہنم میں خورد و نوش کا سامان جہتیا ہے اس کے مقابلہ میں یہ رزق وسیع اور بدرجہا بہتر ہے۔

أَعْمَى مِتًّا - منقول ہے کہ دشمن خدا جب قبر سے نکلے گا تو آنکھیں ٹھیک ہوں گی لیکن اس کے بعد اس کو اندھا کر دیا جائے گا اسی لئے تو وہ کہے گا اے پروردگار میں تو بینا تھا اب اندھا کیوں ہو گیا ہوں۔

تفسیر مجمع البیان میں ہے معاویہ بن عمار نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کی کہ مالدار آدمی اگر حج نہ کرے تو اس کا انجام کیا ہوگا۔ آپ نے فرمایا یہ انہی لوگوں میں سے ہوگا جن کے متعلق فرماتا ہے کہ ہم ان کو بروز قیامت اندھا محسوس کریں گے۔ المنیر

تفسیر برہان میں بروایت امالی شیخ ابوالاسحاق مہدانی سے مروی ہے کہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے

عالم بزرخ

مصر کی گورنری کے وقت محمد بن ابی بکر کو جو ہدایت نامہ لکھا تھا کہ اہل مصر کو سنائے اس میں یہ کلمات

بھی تھے

اے اللہ کے بندو جن کی مغفرت نہ ہو اس کے لئے موت کے بعد معاملہ موت سے بھی سخت تر ہے۔ قبر کی تنگی درستی تاریکی اور تنہائی سے ڈرو ان القبر یقول کل یوم انا بیئت العزبۃ انا بیئت التراب۔ انا بیئت الوحشۃ انا بیئت الذود الہوام۔ یعنی قبر ہر روز ندا دیتی ہے کہ میں تنہائی کا گھر ہوں میں مٹی کا گھر ہوں اور میں کیڑے مکوڑوں کا گھر ہوں والقبر روضۃ من ریاض الجنۃ اوحفرفۃ من حفرة الناس۔ اور قبر یا تو جنت کے باغات میں سے ایک باغ ہوگا اور یا دوزخ کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہوگا ان العبد المؤمن اذا دفن قالت لہ الا شمنی مروحباۃ اهلآ قد کنت من احب ان تمشی علی

لَمْ حَشُرْتَنِيْ اَعْمٰى وَقَدْ كُنْتُ بَصِيْرًا ﴿۱۳۵﴾ قَالَ كَذٰلِكَ اَتٰتُكَ

کیوں تو نے مجھے محسوس کیا ہے اندھا حالانکہ میں بینا تھا فرمائے گا اسی طرح پہنچیں تیرے

اٰیٰتِنَا فَنَسِيْتَهَا ۚ وَكَذٰلِكَ الْيَوْمَ تُنۡسٰى ﴿۱۳۶﴾ وَكَذٰلِكَ نَجۡزِي

پاس میری آیتیں تو تو نے ان کو بھلا دیا اور اسی طرح آج تو بھلایا جائے گا اور اسی طرح ہم جزا دیں گے

مَنْ اَسْرَتَ ۙ وَلَمْ يُوۡمِرۡ بِاٰیٰتِ رَبِّهٖ ۙ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ

جو حد سے بڑھے اور ایسا نہ لائے اپنے رب کی آیتوں پر اور البتہ آخرت کا عذاب

اَشَدُّ وَاَبۡقٰى ﴿۱۳۷﴾ اَفَلَمْ يَهۡدِ لَهُمۡ كُمۡ اَهَلَكْنَا قَبۡلَهُمۡ مِّنۡ

سخت تر اور دیر پا ہوگا کیا ان کو عبرت حاصل نہ ہوئی کہ کس قدر ہم نے ہلاک کیا ان سے پہلے تو ان

ظَهَرۡنَا فَاِذَا اُوۡلٰٓئِكَ فَسَتَعَلِمُوۡا كَيْفَ صُنِعۡنَا بِكَ فَيَتَّسِعُ لَهٗ مَدۡ الْبَصَرِ ۗ تَحۡقِیۡقِ مَوۡمِنٍ جِ

دہن ہوتا ہے تو زمین اُسے خوش آمدید اور مرحبا کہتی ہے اور یہ کہ تو جب میری پشت پر چلتا تھا مجھے پیارا لگتا تھا۔ اب

جب کہ تو میری گود میں پہنچا ہے تجھے پتہ چلے گا کہ میں تیرے ساتھ کونسا سلوک کرتی ہوں۔ پس مدنگاہ تک کھلی ہو جائے

گی وَاِنَّ الْكَافِرَ اِذَا دُعِيَۡتَ قَالَتۡ لَهٗ الْاِنۡسَانُ لَا مَزۡحٰبَ وَا لَا اَهۡلًا لَقَدْ كُنۡتَ مِّنۡ الْبٰغِضِ

مَنْ يَمۡشِیۡ عَلٰی ظَهَرِنَا فَاِذَا اُوۡلٰٓئِكَ نَسْتَعَلِمُوۡا كَيْفَ صُنِعۡنَا بِكَ فَتَضَمُّهُ حَتّٰی تَلۡقٰی اَهۡلَاۤءَہٗ

اور تحقیق کا فر جب دفن ہوتا ہے تو اس کو کہے گی نہ تیرے لئے مرحبا اور نہ خوش آمدید کہ جب تو میری پشت چلتا تھا تو مجھے چلنے

والوں میں سے مبغوض ترین معلوم ہوتا تھا اب تو میرے قبضہ میں پہنچا ہے میں تجھے دکھاؤں گی کہ کیا کرتی ہوں پس اس کو

اس طرح دبائے گی کہ اس کی پسلیاں چور چور ہو کر اکٹھی ہو جائیں گی اور فرمایا مَعۡیۡشَتۡہُمْ مِّنۡ مَّا جَعَلۡنَا لَہُمۡ مِّنۡ دُوۡرٍ

وہ عذاب قبر کے متعلق ہے کہ قبر میں کافر پر ۹۹ سانپ مسلط کئے جائیں گے جو اس کا گوشت نوچیں گے اور ہڈیاں

ٹوڑ کھائیں گے اور قیامت تک اس کو اسی عذاب میں گرفتار رکھیں گے اور وہ سانپ ایسے ہوں گے کہ اگر ان میں سے

ایک سانپ زمین کی طرف اپنی سانس نکالے تو عمر بھر اس سے کوئی انگوری پیدا نہ ہو سکے گی۔ اللہ کے بندو!

تمہارے کمزور نفسوں اور نرم و نازک جسموں کے لئے جن کو معمولی گذران کافی ہے یہ عذاب ناقابل برداشت ہے

پس اگر اپنے جسموں اور جانوں کو اس ناقابل برداشت اور غیر معمولی عذاب سے بچانا چاہتے ہو تو وہ عمل کرو جو اللہ کو

پسند ہو اور ایسے اعمال سے بچو جو اس کو ناپسند ہوں۔

مَنْ اَسْرَفَ ۙ ہر بے راہ روی اور حد سے تجاوز کرنے پر اسراف بولا جاتا ہے۔

الْقُرُونِ يَمْشُونَ فِي مَسْجِدِهِمْ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ

کو یہ جایا کرتے تھے جہاں وہ رہتے تھے (شام کی طرف) تحقیق اس میں نشانیاں ہیں

لِأُولَى النَّهْيِ ﴿۱۲۸﴾ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ سَرِّكَ لَكَانَ

صاحبانِ دانش کے لئے اور اگر پہلے بات نہ ہو چکی ہوتی اور اجل مقرر نہ

لِزَامًا وَ أَجَلٌ مُّسْتَسْتَأْنِي ﴿۱۲۹﴾ فَاصْبِرْ عَلَىٰ مَا يَقُولُونَ وَسَبِّحْ

کا جاتی تو ازی تھا (ان پر نوری عذاب) پس برداشت کرو جو کہتے ہیں اور تسبیح کرو

بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوبِهَا ۚ وَ

اپنے رب کی تعریف کی دن نکلنے سے پہلے اور غروب سے پہلے اور

مِنَ انْفَاءِ اللَّيْلِ فَسَبِّحْ ۖ وَأَطْرَافَ النَّهَارِ لَعَلَّكَ تَرْضَىٰ ﴿۱۳۰﴾

رات کے وقتوں میں سے پس تسبیح کرو اور دن کے اطراف میں تاکہ خوشنود ہو

رکوع نمبر ۱

لَوْلَا كَلِمَةٌ - یعنی اس کی حکمت اور مشیت کا فیصلہ ہے کہ کفار کو عذاب بروز محشر دیا جائے گا اور ان کی زندگی کے لئے ایک اجل یعنی میعاد مقرر کر دی گئی ہے ورنہ اگر یہ فیصلہ نہ ہوتا تو یہ لوگ فوری عذاب میں گرفتار کر لئے جاتے۔ بہر کیف اللہ کی طرف سے ان کی توبہ کے لئے وقت کو لمبا کر دیا گیا ہے اور کھلی مہلت دی گئی ہے تاکہ کسی وقت بھی انصاف کے تقاضوں کو پورا کرتے ہوئے ضد و ہٹ دھرمی کو چھوڑ کر توبہ کے ذریعے اس کے دامن رحمت سے تمسک کر سکیں اور یہ عذر نہ کریں کہ اگر زندگی طولانی ہوتی (ہمیں توبہ کرنے کا موقع مل جاتا پس تائب ہو جاتے۔

أَجَلٌ مُّسْتَسْتَأْنِي - اس کا عطف کلمہ پر ہے۔

سَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ - آیت مجیدہ میں نماز کے اوقات کی نشاندہی کی گئی ہے۔ بعض روایات میں مطلق ذکر خدام اراد لیا گیا ہے سورج سے نکلنے سے پہلے نماز صبح کا وقت ہے اور غروب سے پیشتر نماز عصر اور انبائی اللیل میں مغرب و عشا داخل ہیں اور اطراف النہار سے مراد نماز ظہر ہے کیونکہ وہ دن کے نصف اول کے آخری کنارہ کے ساتھ ہے اور دن کے دوسرے نصف کا پہلا کنارہ ہے اور اطراف جمع ہے طرف کی اور اس کا معنی ہے کنارہ۔

وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ إِلَىٰ مَا مَتَّعْنَا بِهِ أَشْرًا وَاجِبًا مِنْهُمْ

اور نہ اٹھاؤ اپنی آنکھیں طرف اس کے جو ہم نے نفع دیا کئی لوگوں کو ان میں سے رونق کا دنیاوی

زَهْرَةَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ۗ لِنَفْتِنَهُمْ فِيهِ ۗ وَرِزْقُ رَبِّكَ

زندگی سے تاکہ ان کو آزمائیں اس میں اور تیرے رب کا رزق نوبت

خَيْرٌ وَأَبْقَىٰ ﴿۱۳۱﴾ وَأْمُرْ أَهْلَكَ بِالصَّلَاةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا ۖ

اور دیرپا ہے اور حکم دو اپنے اہل کو نماز کا اور ثابت رہو اس پر

لَا نَسْأَلُكَ رِزْقًا ۗ نَحْنُ نَزْرُقُكَ ۗ وَالْعَاقِبَةُ لِلتَّقْوَىٰ ﴿۱۳۲﴾

ہم تم سے رزق نہیں مانگتے بلکہ ہم تجھے رزق دیتے ہیں اور انجام خیر تقویٰ والوں کے لئے ہے

انَاءً - انی کی جمع ہے یعنی وقت -

كَعَلَّكَ - یعنی دن کے ان اوقات میں اور کفار کے طعن و تشنیع پر صبر سے وقت گزارو۔ پس خدا دنیا و آخرت میں تجھ کو وہ انعام و اکرام عطا کرے گا کہ تم راضی ہو گے۔

وَلَا تَمُدَّنَّ - تفسیر مجمع البیان میں اس کا شان نزول یہ بیان کیا گیا ہے کہ ایک دفعہ حضرت رسالت اکبر کے پاس جان آیا تو آپ نے ابورافع کو ایک یہودی کے پاس آٹے کی کچھ مقدار ادھار پر خرید کر لانے کو بھیجا لیکن یہودی نے ادھار دینے سے انکار کر دیا۔ پس آپ کو رنج ہوا۔ اور فرمایا اگر وہ ادھار پر دے دیتا تو میں ضرور ادا کرتا کیوں کہ میں زمین و آسمان میں امین ہوں پس اپنی زرہ گروی رکھ کر آٹا خریدا اور یہ آیت آپ کی تسلی اور تسکین قلب کے لئے اتری اور روایت میں ہے۔ اگر اللہ کے نزدیک دنیا کی قیمت چتر کے پر کے برابر بھی ہوتی تو ایک گھونٹ پانی بھی کسی کافر کو نصیب نہ ہوتا اور تفسیر صافی میں بروایت کافی امام جعفر صادق سے منقول ہے کہ اپنے سے اونچے طبقہ کے لوگوں کی طرف نگاہ نہ اٹھائی کرو۔ گویا مقصد یہ ہے کہ تسلی حاصل کرنے کے لئے اپنے سے نیچے طبقہ کے حالات زندگی کا جائزہ لے کر شکر پروردگار ادا کیا کرو۔

وَأْمُرْ أَهْلَكَ - روایات میں ہے کہ عامۃ الناس کے علاوہ اہلبیت پیغمبر اس شرف سے بالخصوص مشرف ہیں کہ نبی علیہ السلام کو اپنی اہلبیت کے لئے نماز کی پیغام رسانی کا الگ حکم ہوا۔ اور (اصْطَبِرْ عَلَيْهَا کے لفظ سے نبی علیہ السلام کو اس عمل پر برتلا رہنے کی دعوت بھی دی گئی۔ چنانچہ آیت مجیدہ کے نازل ہونے کے بعد ہر نماز کے وقت میں آپ در دولت فاطمہ پر تشریف لاتے تھے اور الصلوة کے لفظ سے باواز مناسب علی و بتول کو ندا دیتے تھے۔ اور

وَقَالُوا لَوْلَا يَأْتِينَا بِآيَةٍ مِّن رَّبِّهِ ۗ أَوَلَمْ تَأْتِهِمُ

اور کہنے لگے کیوں نہیں لانا کوئی نشانی اپنے رب سے کی ان کے پاس نہیں پہنچی

بَيِّنَةٌ مَّا فِي الصُّحُفِ الْأُولَىٰ ﴿۱۳۳﴾ وَلَوْ أَنَّا أَهْلَكْنَاهُمْ

واضح حقیقت جو گذشتہ کتابوں میں ہے اور اگر ہم ان کو ہلاک کرتے

بَعْدَ آيٍ مِّن قَبْلِهِ لَقَالُوا رَبَّنَا لَوْلَا أَسْرَأَتْ إِلَيْنَا سُرُورًا

عذاب سے اس (تمام حجت) سے پہلے تو کہتے اے رب کیوں نہیں بھیجا تو نے ہماری طرف کوئی رسول

فَنَتَّبِعَ آيَاتِكَ مِنْ قَبْلِ أَنْ نُنزِّلَ وَنَخْرِي ﴿۱۳۴﴾ فَلَوْلَا

تاکہ تیری آیات کی اتباع کرتے ذمیل و رسوا ہونے سے پہلے کہہ دو

كُلٌّ مِّنَّا لَمَنَّا فَتَرْبِصُوا فَسَتَعْلَمُونَ مَنِ الْأَصْحَابِ

ہر ایک منتظر ہے تم بھی انتظار کر رہے جاؤ لوگ سیدھے راستے والے

الصِّرَاطِ السَّوِيِّ وَمَنِ اهْتَدَىٰ ﴿۱۱۵﴾ ع

کون ہیں اور ہدایت یافتہ کون ہیں؟

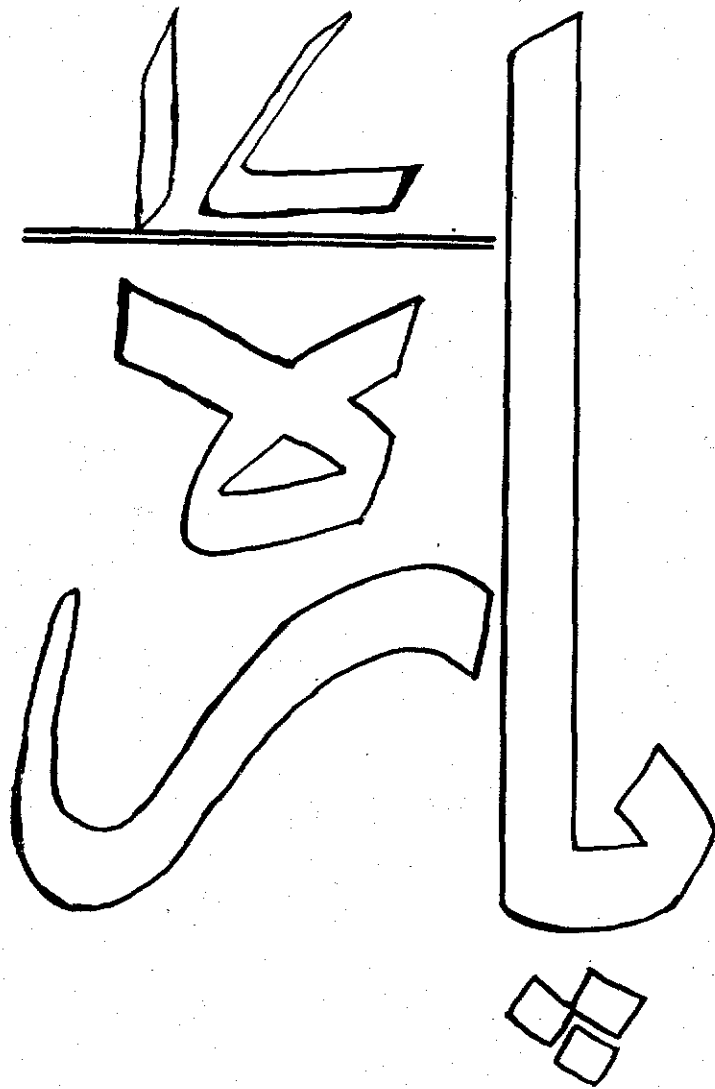
اس کے بعد آیت تطہیر کی تلاوت کرتے تھے اور نو ماہ مسلسل آپ ایسا کرتے رہے اور قحطی سے منقول ہے یہ مدینہ کی زندگی میں ہمیشہ کا تیرہ رہا یہاں تک کہ اللہ کو پیارے ہو گئے۔

کس قدر افسوس کا مقام ہے کہ امت پیغمبر نے اپنے پیغمبر کی تمام خواہشات و توقعات پر پانی پھیر دیا اور حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے جب زندان شام سے رہائی اور مدینہ میں واپسی کے بعد جو اہل مدینہ کو اپنا دردناک حال سنایا اس میں فرمایا اگر ہمارے نانا امت کو ہمارے ساتھ بدسلوکی کی وصیت کر جاتے تو امت اس سے زیادہ نہ کرتی۔ جو اب ہمارے ساتھ کر چکی ہے حالانکہ حضور نے بار بار ہمارے ساتھ احسان اور حسن سلوک کی فرمائش کی تھی۔ اقتدار کی خواہش اور ہوس پرستی نے پیغمبر کے تمام احسانات فراموش کر دیئے جس دروازہ پر رسول کے قدم پہنچ کر رک جاتے تھے اور تازیت آیت تطہیر کی تلاوت کا جس دروازہ کو مشرف حاصل تھا اسی دروازہ پر لکڑیاں لائی گئیں اور جلانے کی دھکی دی گئی اور یقین سمجھئے انہی لکڑیوں کا دھواں تھا جو کہ بلا کے ریگستان میں اہل بیت کے خیام سے بلند ہوا۔

وَقَالُوا لَوْلَا كَفَّارِ قُرَيْشٍ اور مشرکین کہنے سے یہ عادت بنالی تھی کہ جب بھی حضور ان کو پیغامِ خداوندی سنا تے وہ اعجازِ طلبی کی خواہش کو دہرا دیتے تھے اور بار بار معجزات دیکھنے کے بعد بھی ان کا تقاضا ختم نہ ہوا۔ کیونکہ جو معجزہ دیکھتے تھے اس کو جادو سے تعبیر کر لیتے تھے اور ایک نیا سوال پیدا کر کے عوام الناس کو گمراہی پر برقرار رکھنے کے لئے بہانے بنا تے تھے خداوند کریم ان کے جواب میں ارشاد فرماتا ہے ان سے کہو گذشتہ اقوام کے حالاتِ زندگی اور انبیاء سے ان کی اعجازِ طلبی اور معجزہ مانگنے دیکھنے اور انکار کرنے بعد ان کی عذابِ خدا میں گرفتاری کے قصے تو پڑھو اگر ان سے تم کو عبرت حاصل نہیں ہو سکتی تو ویسے بھی نہیں ہو سکتی نیز اگر معجزہ دکھایا گیا اور تم نے انکار کیا تو سابق امتوں کی طرح گرفتار عذاب ہو جاؤ گے اور بعض مفسرین کا خیال ہے کہ آیت مجیدہ میں ان کی اعجازِ طلبی کی خواہش کا ذکر نہیں بلکہ انہوں نے حضور کو لا جواب کرنے کے لئے خواہش کی تھی کہ تم ہم کو ڈراؤ نہیں بلکہ پچھلی امتوں کی طرح ہم پر عذابِ خداوندی کو لے آؤ پس آیت میں ان کے اس سوال کا جواب ہے۔

لَوْ اَنَّا اَهْلَكْنَا۔ آیت مجیدہ سے ظاہر ہے کہ خدا تمام حجت کے بغیر کسی کو عذاب نہیں کرتا اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کوئی زمانہ حجتِ خدا سے خالی نہیں رہ سکتا ورنہ تمام حجت نہ ہو سکے گی۔ پس رسالتِ نبی کے بعد ہر زمانہ میں امامِ وقت حجت تھے اور اب امامِ آخر الزماں حجتہ العصر قائم آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے حجتِ خدا ہیں۔ جو ظاہری طور پر وہ غیبت میں ہیں اور ان کے فیوض سے دنیا باقی اور نظامِ کائنات جاری ہے جب دنیا جور و ظلم سے پر ہو جائے گی تو وہ ظہور فرمائیں گے اور عدل و انصاف کا دنیا کو گہوارہ بنا دیں گے۔ ہائے کس قدر پُر آشوب ہے یہ دور جس کو آنکھیں دیکھتی ہیں اور کس قدر پُر کیف و پُر سکون ہو گا وہ جس کو کان سنتے ہیں اور جس کے لئے دل بے تاب ہیں۔

اَللّٰهُمَّ عَجِّلْ فِي فَرَجِ اٰلِ مُحَمَّدٍ وَاَجْعَلْنَا مِنْ
اَنْصَارِهِ بِجَاهِ مُحَمَّدٍ وَاٰلِ مُحَمَّدٍ



سُورَةُ أَنْبِيَاءٍ

یہ سورہ مکیہ ہے اور اس کی آیات کی تعداد ایک سو بارہ ہے (بسم اللہ کے بغیر)
 ابی بن کعب سے مروی ہے جو اس سورہ کی تلاوت کرے گا اس کا بروز محشر حساب آسان ہوگا اور جس قدر انبیاء
 کا قرآن میں ذکر موجود ہے وہ سب اس کا مصافحہ کریں گے (مجمع)
 امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے جو اس سورہ مجیدہ کی محبت سے تلاوت کرے وہ جنت میں نبیوں
 کا سامتی ہوگا اور لوگوں کے دلوں میں اس کا رعب ہوگا۔ (مجمع - برہان)
 جو شخص ہرن کی جھتی پر لکھ کر اس کو اپنی کمر پر باندھ کر سوئے خواب میں خوش کن عجائبات دیکھے گا۔
 امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے جو ہرن کی جھتی پر لکھ کر اس کو اپنے سینہ پر رکھ کر سو جائے اس
 کی اس وقت تک نیند نہ کھلے گی جب تک وہ سینے سے نہ اٹھالی جائے۔
 جس کو نگر خوف یا مرض کی وجہ سے نیند نہ آتی ہو اس کو اپنی کمر سے باندھے باذن پروردگار شفا پائے گا (برہان)



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ①

اللہ کے نام سے جو رحمان و رحیم ہے (شروع کرتا ہوں)

اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ وَهُمْ فِي غَفْلَةٍ مُّعْرِضُونَ ②

قرب ہے لوگوں کے لئے حساب اور وہ غفلت میں روگردانی کرنے والے ہیں

مَا يَأْتِيهِمْ مِّنْ ذِكْرِ مِّنْ رَبِّهِمْ مُّحَدَّثٍ اِلَّا اسْتَعْوٰهُ

نہیں آتا ان کے پاس ذکر اپنے رب سے نیا مگر اس کو سنتے

وَهُمْ يَلْعَبُونَ ③ لَاهِيَةً قُلُوبُهُمْ وَاَسْرُوا النَّجْوٰى

ہی کھیل سبھ کر غفلت میں ہیں ان کے دل اور ایک دوسرے سے سرگوشی

الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ④ هَلْ هٰذَا اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ اَقْتَاتُونَ

کرتے ہیں وہ جو ظالم ہیں کہ نہیں ہے یہ مگر تم جیسا انسان کیا قبول کرتے ہو

السَّحَرُوْا اَنْتُمْ تَبْصِرُونَ ⑤ قُلْ رَبِّيْ يَعْلَمُ الْقَوْلَ

جادو کو حالانکہ تم جانتے ہو؟ آپ نے نہ پایا میرا رب جانتا ہے ہر بات کو

رکوع نمبر

اِقْتَرَبَ - قیامت کی آمد کو قریب کہا گیا ہے کیونکہ ہر جانے والی چیز دُور اور ہر آنے والی شئی قریب ہو ا کرتی ہے اور صیغۂ ماضی اس کے یقینی وقوع کو ظاہر کرتا ہے۔

مُحَدَّثٍ - ذکر سے مراد قرآن اور محدث سے مراد نئے سے نیا یعنی سورت کے بعد سورت اور آیت کے بعد آیت تازہ تازہ بھیجی جاتی ہے تاکہ نصیحت حاصل کریں اور محدث کا لفظ قرآن کے سادہ ہونے کو بھی ثابت کرتا ہے پس قرآن کلام خدا اور اس کی مخلوق ہے قدیم نہیں ہے۔

اسْتَعْوٰهُ - یعنی یہ لوگ قرآن کو فکر تدبیر اور نصیحت کے لئے نہیں بلکہ لہو و لعب اور کھیل تماشہ سمجھ کر سنتے ہیں اسْرُوا - بعض لوگ اسرار کو لغات اضدادہ میں سے شمار کرتے ہیں پس اس کا معنی اظہار و اختفادوں ہو سکتے ہیں۔

فِي السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ﴿۴﴾ بَلْ قَالُوا

آسمان اور زمین میں اور وہ سنتے جاننے والا ہے بلکہ انہوں نے

أَصْنَعَاتُ أَحْلَامٍ بَلْ افْتَرَاهُ بَلْ هُوَ شَاعِرٌ فَلْيَاتِنَا

کہا خواب کی باتیں ہیں بلکہ من گھڑت قصے ہیں بلکہ شاعرانہ تخیل ہے پس لائے ہمارے

بَيِّنَاتٍ كَمَا أُرْسِلَ الْأَوْلُونَ ﴿۵﴾ مَا آمَنْتَ قَبْلَهُمْ مِّنْ

پاس معجزہ جس طرح بھیجے گئے پہلے (انبیاء) نہیں ایمان لائی ان سے پہلے کوئی بستی

قَرْيَةٍ أَهْلَكْنَاهَا أَفَهُمْ يُؤْمِنُونَ ﴿۶﴾ وَمَا أُرْسَلْنَا

(جس کو منہ مانگا معجزہ دکھایا گیا) کہ ہم نے ان کو ہلاک کیا تو کیا ایمان لائیں گے؟ اور نہیں بھیجے ہم نے

قَبْلَكَ إِلَّا رَجَالًا نُوحِي إِلَيْهِمْ فَسَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ

تجھ سے پہلے مگر آدمی چھو کی طرف ہم نے وحی کی پس سوال کرو اہل ذکر سے اگر

رَسُولٍ أَوْ بَشَرٍ | إِلَّا بَشَرٌ - کفار نبوت کے انکار میں دلیل ان کی بشریت کو پیش کرتے تھے ان کا یہ خیال تھا کہ

جو بشر ہو وہ نبی یا رسول نہیں ہو سکتا جیسا کہ آج کل کے جہلا بھی بے سوچے سمجھے کہہ دیا کرتے

ہیں کہ نبی بشر نہیں ہو سکتا۔ یہ بعینہ کفار مکہ بلکہ گذشتہ زمانہ کے منکرین انبیاء کا اگلا ہوا القمہ ہے جو یہ چہا رہے ہیں۔

بَلْ قَالُوا - پہلے تو یہ کہا نبی بشر ہو نہیں سکتا اور یہ چونکہ بشر ہے لہذا نبی نہیں۔ باقی رہے ان کے معجزات اور خارق

عادت امور تو ان کے انکار کا یہ عذر تراش لیا کہ یہ جادو گری ہے پھر اس اعراض کرتے ہوئے کہا نہیں بلکہ خواب کی باتیں ہیں

پھر کہا نہیں بلکہ من گھڑت افسانے ہیں اور پھر کہا نہیں بلکہ شاعرانہ تخیلات ہیں گویا ان کا مضطرب اور متحیر دماغ کہیں سکون

نہیں پکڑتا کیونکہ حضور کی نبوت کے انکار کرنے کے لئے یہ سب بہانے تھے ورنہ علمی میدان میں ان کے پائے استدلال

لنگ اور زبان عقل گنگ تھی پس دروغ گورا بہانہ بسیار والی مثال تھی۔ ان کی اٹلانے کے لئے کہہ دیتے تھے گذشتہ انبیاء

کی طرح کوئی معجزہ لاؤ اور ان کی معجزہ طلبی چونکہ قبول حق کے لئے نہیں تھی اس لئے معجزہ دکھانا ضروری نہیں سمجھا گیا۔

مَا آمَنْتَ - یعنی سابقہ امتوں کا یہ دستور رہا ہے کہ جس جس امت نے اپنا حسبِ فتنہ معجزہ طلب کیا اور معجزہ ظاہر ہونے

کے بعد بھی انکار کیا تو گرفتار عذاب ہوئے۔ اب ان کی اعجاز طلبی بھی انہی جیسی ہے۔

مَا أُرْسَلْنَا - انہوں نے انکار کا بہانہ بشریت کو بنایا تو خدا ان کی تردید میں فرماتا ہے یہ ایک نہیں بلکہ اس سے پیشتر

۷ ۱۰ ۱۱
اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ۷ وَمَا جَعَلْنَاهُمْ جَسَدًا اَلًا يَّا كُفُوْنَ

تم خود نہیں جانتے اور ہم نے نہیں بنایا ان کو ایسے جسم

الطَّعَامَ وَمَا كَانُوا خٰلِدِيْنَ ۸ ثُمَّ صَدَقْنَاهُمُ الْوَعْدَ

کہ کھانا نہ کھاتے ہوں اور نہ وہ ہمیشہ رہنے والے تھے پھر ہم نے سچا کیا وعدہ

فَاَنْجَيْنَاهُمْ وَمَنْ نَّشَاءُ وَاَهْلَكْنَا الْمُسْرِفِيْنَ ۹ لَقَدْ

پس ان کو نجات دی اور جن کو چاہا اور ہلاک کیا ہم نے حد سے تجاوز کرنے والوں کو تحقیق ہم

اَنْزَلْنَا اِلَيْكُمْ كِتٰبًا فِيْهِ ذِكْرُكُمْ ۱۰ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۱۱ وَكَمْ

نے اتاری تم پر کتاب اس میں تمہاری نصیحت ہے کیا تم عقل نہیں رکھتے اور کس قدر

قَصَبْنَا مِنْ قَرْيَةٍ كَانَتْ ظٰلِمَةً وَاَنْشَاْنَا بَعْدَهَا قَوْمًا اٰخِرِيْنَ ۱۱

ہلاک کیا ہم نے بستیوں کو کہ وہ ظالم تھیں اور ہم نے پیدا کیا ان کے بعد دوسری قوم کو

جس قدر انبیاء میں نے بھیجے ہیں سب بنی آدم اور انسان تھے اور ان کی طرف ہم وحی کرتے تھے ذرا پڑھے لکھے لوگوں سے دریافت تو کر لو اور امت اسلامیہ میں اہل ذکر کی تاویل آگے ملے گی جس طرح کہ متعدد بلکہ متواتر روایات میں منقول ہے۔

وَمَا جَعَلْنَاهُمْ جَسَدًا اَلًا۔ ان کا خیال تھا کہ جو نبی ہوتا ہے وہ کھانے پینے اور باقی لوازم بشریہ سے الگ ہوتا ہے خداوند کریم

ان کے اس زعم باطل کی بھی تردید فرماتا ہے کہ ہم نے جس قدر انبیاء بھیجے ہیں وہ ایسے جسم نہیں تھے کہ کھاتے نہ ہوں۔ نیز

ان کا خیال تھا کہ وہ نبی ہوتا ہے جس پر موت نہ آئے تو خدا ان کی اس بات کی بھی تردید کرتا ہے کہ ہم نے نبیوں کو ہمیشہ زندہ

رہنے والا نہیں بنایا بلکہ موت ان کے لئے بھی ہے۔ آج کل اکثر جہلا کفار مکہ اور مشرکین قریش کی طرح انبیاء کے متعلق

ان جیسے نظریات رکھتے ہیں اور جو شخص قرآنی فیصلہ کے ماتحت ان کو بشر مانے اور کھانا پینا و دیگر لوازم زندگی ان کے لئے

ثابت کرے اور ان کی موت کا قائل ہو تو فوراً جاہل طبقہ ان کو وہابیت کے نام سے یاد کرنے لگتا ہے اور عوام کی پشت

پناہی نہیں بلکہ قیادت ایسے گندم نما جو فروش علمائے سوء کے ہاتھ میں ہے جو اپنے لقمہ ترکی خاطر اپنی چوب لسانی اور

طاری سے قرآنی تعلیمات کو نظر انداز کرتے ہوئے سراسر غلط اور بے بنیاد عقائد کی ترویج کرتے ہیں وہ رقص منبری خوب

جانتے ہیں پس عوام کو اپنے دام تزدیر میں پھانس لینا ان کے بائیں ہاتھ کا کرتب ہے انہیں قرآن مجید کے مطالعہ کی توفیق

حاصل نہیں ہوتی ورنہ شاید ان کا ذہن کسی تو قرآنی تعلیمات کو قبول کر پاتا خدا کرے عوام قرآن کو اپنائیں اور اپنے عقائد

فَلَمَّا أَحْسَسُوا بِأَسَاسِنَا إِذْ أَهَمُّ مِنْهَا يَرْكُضُونَ ﴿١٢﴾ لَا تَرْكُضُوا

پس جب انہوں نے محسوس کیا ہمارا غذاب تو وہ اس سے دوڑنے لگے (ہم نے کہا) نہ دوڑو

وَأَسْرِجُوا إِلَىٰ مَا أُتْرِفْتُمْ فِيهِ وَمَسِكِنِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّسِبُونَ ﴿١٣﴾

اور واپس جاؤ جہاں تم نعمتیں دے گئے اور اپنے گھروں کو تاکہ تم سے سوال کیا جائے

قَالُوا يَا وَيْلَنَا إِنَّا كُنَّا ظَالِمِينَ ﴿١٤﴾ فَمَا زَالَتِ تِلْكَ دَعْوَاهُمْ

کہنے لگے ہائے افسوس ہم ظالم کرنے والے تھے۔ پس یہی ان کی بات رہی

حَتَّىٰ جَعَلْنَاهُمْ حَصِيدًا خَبِثِينَ ﴿١٥﴾ وَمَا خَلَقْنَا السَّمَاءَ وَالْأَرْضَ

یہاں تک کہ کر دیا ہم نے ان کو کٹا ہوا بے حس اور منہیں پیدا کیا ہم نے آسمان و

وَمَا بَيْنَهُمَا لِعِبِينٍ ﴿١٦﴾ لَوْ أَرَدْنَا أَنْ نَتَّخِذَ لَهُمْ آيَاتٍ

زمین کو اور جو ان میں ہے کھیل کرتے ہوئے اگر ہم بیوی بچے بنا چاہتے تو ہم اپنے پاس بنا لیتے اگر ہم کرنے

کو قرآنی براہین کے زیر سایہ درست کرنے کی سعادت حاصل کریں۔

رکوع نمبر ۲

فَلَمَّا أَحْسَسُوا - یعنی جب انہوں نے محسوس کیا کہ اب ہم گرفتار غذاب ہونے والے ہیں تو انہوں نے بھاگنے دوڑنے کی کوشش کی لیکن ان کو موقع نہ دیا گیا بلکہ ازراہ استہزاء کہا گیا کہ کہاں جاتے ہو تم اپنے نعمت سرا اور دولت کدہ کی طرف جاؤ کہ تم سے مانگت لوگ گداگری کے لئے حاضر ہوں۔ یا نبی و رسول دین و ایمان کی خواہش لے کر تم سے اسلام کے قبول کرنے کا سوال کریں اور ممکن بلکہ قرین عقل ہے کہ نعل نتیجہ کے لئے ہو۔ یعنی آخر کار تم سے ان نعمات خداوندی کے متعلق سوال کیا جائے گا کہ ان کا استعمال کس طرح کیا تھا

تفسیر مجمع البیان میں ہے کہ علاقہ یمن میں خدا نے ایک نبی مبعوث فرمایا تھا جس کا نام حنظلہ تھا اور یہ حضرت عیسیٰ کے بعد کا واقعہ ہے پس لوگوں نے اس کو قتل کر دیا۔ خداوند کریم نے ان پر قتل کا عذاب نازل کیا کہ نجات نہرنے ان پر چڑھائی کی اس نے ان کے مردوں کا قتل عام کیا اور عورتوں و بچوں کو اسیر بنا لیا جب یہ لوگ ظلم سے ڈر کر بھاگتے تھے تو فرشتے ان کو پھر واپس لے آتے تھے جیسے کہ ان کا صفایا کر دیا گیا۔

مِن لَدُنَّا ۙ إِنَّ كُنَّا فَعِيلِينَ ﴿۱۷﴾ بَلْ نَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَىٰ

کرنے والے ہوتے بلکہ ہم مارتے ہیں سچی دلیل کو

الْبَاطِلِ فَيَدْمَغُهُ فَإِذَا هُوَ زَاهِقٌ ۖ وَلَكُمْ الْوَيْلُ مِمَّا

باطل پر پس وہ اس پر غالب آتی ہے پس وہ ہلاک ہو جاتا ہے اور تم پر ویل ہو اس سے جو تم

تَصِفُونَ ﴿۱۸﴾ وَلَهُ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ۖ وَمَنْ عِنْدَكَ

باتیں کرتے ہو اور اس کا کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اور جو اس کے پاس ہیں

لَا يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِهِ وَلَا يَسْتَحْضِرُونَ ﴿۱۹﴾ يُسَبِّحُونَ

نہیں تکبر کرتے اس کی عبادت سے اور نہ تنگتے ہیں تسبیح کرتے ہیں

الَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَا يَفْتُرُونَ ﴿۲۰﴾ أَمْ اتَّخَذُوا إِلَهًا مِّنَ الْأَرْضِ هُمْ يَبْسُطُونَ ﴿۲۱﴾

شب و روز کہ نہیں سستی کرتے کیا انہوں نے بناٹے خدا زمین سے کہ وہی زندہ کریں گے ؟

لَوْ كَانَ فِيهَا إِلَهَةٌ إِلَّا اللَّهُ لَفَسَدَتَا ۗ فَسُبْحَانَ اللَّهِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُونَ ﴿۲۲﴾

اگر ہوتے ان میں خدا سوائے اللہ کے تو دونوں (آسمان و زمین) فاسد ہو جاتے پاک ہے اللہ جو عرش کا رب ہے اس سے جو وہ کہتے ہیں

تفسیر برہان میں متعدد روایات موجود ہیں جن کا مقصد یہ ہے کہ ان آیات کی تاویل حضرت قائم آل محمد کے زمانہ میں ظاہر ہوگی اور ممکن ہے تنزیل کا مصداق یہ درست ہو اور تاویل کا مصداق آنے والا زمانہ ہو جب کہ حضرت قائم صریح آرائے مملکت ہوں گے اللَّهُمَّ عَجَلْ فَرَجَهُ -

خُمِدَيْنِ - یعنی آگ کے بجھ جانے کے بعد جس طرح اس کے شعلے خاموش ہو جاتے ہیں اسی طرح ان لوگوں کو چلنے پھرنے کے بعد گرفتار عذاب کر لیا گیا اور وہ کٹ کر آرام سے زمین پر موت کی نیند سو گئے اور بالکل ختم کر دیئے گئے کہو! - اس کا اصل استعمال جماعت کے لئے ہے لیکن اس مقام پر بیوی اور بچوں سے کنایہ لیا گیا ہے۔ کفار چونکہ اللہ کی طرف زوجہ اور ولد کی نسبت دیتے تھے تو خداوند کریم نے ان آیات میں متعدد وجوہ سے ان کی تردید فرمائی۔ ۱۔ اگر ہم نے بیوی بچے رکھنے ہوتے تو اپنے پاس رکھتے کہ تم کو ان کا علم بھی نہ ہو سکتا۔ زمین والوں کو کیوں اختیار کرتے یہ یہود و نصاریٰ کی تردید ہے جنہوں نے حضرت عزیر اور حضرت عیسیٰ کو خدا کا بیٹا کہنے کی جسارت کی۔ ۲۔ ہم اولہ حق

لَا يُسْئَلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْئَلُونَ ﴿۲۲﴾ أَمْ اتَّخَذُوا مِن

اس سے باز پرس نہیں کی جائیگی جو وہ کرے اور وہ باز پرس کئے جائیں گے کی انہوں نے بنا لئے اس کے

دُونِهِ إِلَهَةٌ ۖ قُلْ هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ هَذَا ذِكْرٌ مِّنْ مَّعَى

علاوہ خدا کہ دیکھئے لاؤ اپنی دلیلیں یہ ذکر ہے میرے ساتھ والوں کا

کی طاقت باطل کو توڑتے اور اس کا منہ موڑتے ہیں تو لہو و لہب کو ہم اپنے لئے کیوں اختیار کریں جو باطل ہے (۳) آسمان و زمین کی مخلوق سب اللہ کی مملوک ہے اور جو بیٹھا ہو وہ مملوک نہیں ہوتا پس انبیاء و ملائکہ اس کے عاجز بندے ہیں۔ نہ کہ اولاد (۴) جن کو تم لوگ اللہ کی اولاد خیال کرتے ہو وہ سب اس کے عبادت گزار بندے ہیں اور شب و روز اس کی بارگاہ میں سر بسجود اور اس کی تسبیح و تقدیس میں رطب اللسان ہیں۔

توحید باری | کو کَانَ۔ علامہ طبرسی نے فرمایا ہے کہ یہ دلیل ہے جس پر مشککین نے مسئلہ توحید کی بنیاد قائم کی ہے کہ اگر خدا کے علاوہ کوئی اور خدا ہو تو قدیم ہونے میں دونو برابر ہوں گے کیونکہ اگر ایک قدیم ہو اور دوسرا حادث ہو تو خدا صرف وہی ہوگا جو قدیم ہوگا۔ پس جب دونو قدیم ہوں گے تو قادر بھی ہوں گے کیونکہ عاجز خدا نہیں ہو سکتا پس ممکن ہوگا کہ ایک کا ارادہ دوسرے کے خلاف ہو تو ایسی صورت میں یا تو دونو کا ارادہ پورا نہ ہو سکے گا تو نظام کائنات ختم ہوگا یا دونو کا ارادہ پورا ہوگا تو اجتماع ضدی و متناقضین لازم آئے گا۔ یا ایک کا ارادہ پورا ہوگا تو خدا وہی ایک رہے گا جس کا ارادہ پورا ہو بہر کیفیت ہر ایک کی قدرت دوسرے کے امور میں روکاؤٹ پیدا کر سکے گی اور چونکہ روکاؤٹ نہیں ہے معلوم ہوا کہ خدا صرف ایک ہے کافی سے منقول ہے امام جعفر صادق علیہ السلام نے ایک زندیق یعنی ملحد کو مسئلہ توحید اس طرح ذہن نشین کرایا تھا کہ یا دونو قوی ہوں گے یا ایک قوی اور دوسرا کمزور ہوگا پس خدا صرف وہی ہوگا جو قوی ہوگا اور دونو کے قوی ہونے کی صورت میں ہر ایک دوسرے کو اپنے راستہ سے ہٹانے کی کوشش کرتا اور یقیناً نظام زمین و آسمان درہم برہم ہو جاتا۔ پس آسمان و زمین کے نظام کا پوری تدبیر اور حسن سے چلتا رہنا اور تمناع کا نہ ہونا خدا کے ایک ہونے کی دلیل ہے۔ نیز آپ نے فرمایا کہ اگر دونوں تو ان کے درمیان کی حد فاصل کو تیسرا قدیم ماننا پڑے گا اور اگر تین ہوں تو درمیانی دو حد فاصل مل کر پانچ قدیم بن جائیں گے اور یہ سلسلہ غیر متناہی ہو جائے گا۔ پس ثابت ہوا کہ خدا صرف ایک ہے اور اس کو دلیل تمناع کہا جاتا ہے۔

ذِكْرٌ مِّنْ مَّعَى۔ یعنی توحید پروردگار کے متعلق میرا میرے سامقیدوں کا اور گذشتہ انبیاء کا نظریہ یہی ہے جو بیان ہو چکا ہے۔

قَالُوا۔ کفار قریش کہتے تھے کہ فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں۔ خداوند کریم ان کی تردید فرماتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے کہ وہ میری مخلوق اور عبادت گزار بندے ہیں وہ میرے امر کی تعمیل سے ذرہ بھر کو تا ہی نہیں کرتے اولاد بنانے کی دو

وَذِكْرٌ مِّن قَبْلِي ۖ بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ الْحَقَّ فَهُمْ

اور ذکر ہے پہلے والوں کا بلکہ ان کے اکثر نہیں جانتے حق کو پس وہ روگردانی

مُعْرِضُونَ ﴿۲۳﴾ وَمَا أَرْسَلْنَا مِن قَبْلِكَ مِن سُرْسُورٍ إِلَّا نُوْحِي

کرتے ہیں اور ہم نے نہیں بھیجا تجھ سے پہلے کوئی رسول مگر یہ کہ

إِلَيْهِ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنَا فَاعْبُدُونِ ﴿۲۴﴾ وَقَالُوا اتَّخَذَ

اس کی طرف وحی کی کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں لہذا میری ہی عبادت کرو اور انہوں نے کہا کہ

الرَّحْمٰنُ وَلَدًا سُبْحٰنَهُ ۗ بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُونَ ﴿۲۵﴾ لَا يَسْبِقُونَهُ

بنایا خدا نے بیٹا وہ پاک ہے (وہ بیٹے نہیں) بلکہ عزت دار بندے ہیں نہیں سبقت کرتے

بِالْقَوْلِ وَهُمْ بِأَفْرِهٍ يَعْمَلُونَ ﴿۲۶﴾ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ

اس سے بات میں اور وہ اس کے امر کے مطابق عمل کرتے ہیں وہ جانتا ہے ان کے سامنے

وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا يُشْفَعُونَ إِلَّا لِمَن ارْتَضَىٰ وَهُمْ مِّن خَشْيَتِهِ

اور ان کے پیچھے اور نہیں شفاعت کرتے مگر جس کے متعلق وہ راضی ہو (اللہ) اور وہ اس کے رعب سے

صورتیں ہیں (اتناسل کے ذریعے سے اور یہ اللہ کے لئے محال ہے کیونکہ اس صورت میں تغیر اور تجسم لازم آتا ہے اور خدا اس سے پاک و منزہ ہے (۲) متبہی کی صورت میں اور یہ بھی خدا کے لئے ناجائز ہے کیونکہ متبہی درحقیقت ابن یعنی حقیقی اولاد کے قائم مقام ہوتا ہے۔ جب اس کے لئے اصل ممکن نہیں تو قائم مقام کیسے ممکن ہو سکتا ہے۔

إِلَّا لِمَن ارْتَضَىٰ۔ یعنی بروز محشر ان لوگوں کے حق میں شفاعت کی جا سکے گی جن کے متعلق اللہ کی رضامندی ہوگی وَمَن يَقُلْ۔ یعنی فرشتوں میں سے بھی اگر کوئی خدا ہونے کا دعویٰ کرے تو خدا اس کو بھی دوزخ میں ڈالے گا۔

تَنْبِيْهِ۔ خداوند کریم نے ان آیات مجیدہ میں اپنی توحید اور نفی شریک کی جو مدلل وضاحت فرمائی ہے منصف

طبائع کے اطمینان کے لئے کافی و دافی ہے۔ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ۔ کا زبانی قول کافی نہیں جب تک الہ کے معنی میں

شرکت غیر کی پوری طرح نفی نہ کی جائے۔ جو لوگ محمد و آل محمد علیہم السلام کو خالق رازق مخی و میت مانتے ہیں۔

وہ الوہیت میں ان کو خدا کا شریک قرار دیتے ہیں چنانچہ ہم نے اپنی کتاب لمعة الانوار میں اس کی مزید وضاحت کی ہے

مُشْفِقُونَ ﴿۳۸﴾ وَمَنْ يَقُلْ مِنْهُمْ اِنِّي اِلٰهُ مِّنْ دُوْنِهٖ

خونزدہ ہیں اور جو کہے ان میں سے کہ میں معبود ہوں اس کے سوا تو اس کو

فَذٰلِكَ نَجْزِيْهِ جَهَنَّمَ ط كَذٰلِكَ نَجْزِي الظّٰلِمِيْنَ ﴿۳۹﴾

ہم جہنم کی سزا دیں گے اور ظالموں کو ہم ایسی سزا دیتے ہیں

اَوْ لَمْ يَرَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا اَنَّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حٰنَا كَانَتَا

کیا نہیں دیکھا ان لوگوں نے جو کافر ہیں کہ تحقیق آسمان و زمین سخت (بے مسام) تھے

رَتْقًا فَفَتَقْنٰهُمَا ط وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ ط اَفَلَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۴۰﴾ و

پس ہم نے ان کو نرم (مسام دار) بنایا اور بنایا ہم نے پانی ہم نے پانی سے ہر زندہ شے کو کیا وہ ایسا نہیں لاتے اور

جَعَلْنَا فِي الْاَرْضِ رَوٰسِيًّۙاۤ اَنْ قَمِيْدٍ بِهٖمْ ط وَجَعَلْنَا فِيْهَا رِجَالًا مَّسٰجِدًا لِّعَلَّهٖمْ يَهْتَدُوْنَ ﴿۴۱﴾

بنایا ہم نے زمین میں پہاڑوں کو کہ ان کے ساتھ حرکت نہ کرے اور بنائے ہم نے ان میں درے راستے تاکہ وہ صحیح راستہ پا سکیں

وَجَعَلْنَا السَّمٰوٰتِ سَقْفًا مَّحْفُوْظًا ط وَهَمْدٌ عَنِ اَيْتِهَآ مَعْرِضُوْنَ ﴿۴۲﴾

اور بنایا ہم نے آسمان محفوظ چھت حالانکہ وہ اس کی نشانیوں سے اعراض کرتے ہیں

پس یہ اعتقاد صحیح ہے کہ محمد و آل محمد علیہم السلام کے عبادت گزار بندے اور تمام کائنات سے افضل و برتر مخلوق

رکوع نمبر ۳

کائناتاً نقلاً۔ تفسیر مجمع البیان میں امام محمد باقر علیہ السلام و امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ آسمان و زمین میں کوئی سوراخ و مسام نہ تھا کہ آسمان سے بارش برے یا زمین سے کوئی انگوری پیدا ہو سکے۔ پس اللہ نے اپنی قدرت کاملہ اور حکمت شاملہ سے انسانوں کی نفع رسانی کے لئے آسمان کو بارش کے قابل اور زمین کو اگانے کے لئے لائق بنایا۔ یعنی سرسری طور پر دیکھنے سے آسمان و زمین ٹھوس قسم کے جسم دکھائی دیتے ہیں لیکن اللہ کی حسن صنعت کے کرشمے ہیں کہ ان کو اس قسم کے مسام عطا فرمائے کہ ظاہری اتصال بھی باقی ہے اور بکدرش و سبزی و شادابی کا سلسلہ بھی جاری و ساری ہے۔ تفسیر صافی میں کافی سے مروی ہے کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ پہلے

وَهُوَ الَّذِي خَلَقَ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ط

وہ وہ ہے جن نے پیدا کیا رات اور دن کو اور چاند کو

كُلٌّ فِي فَلَكٍ يَسْبَحُونَ ﴿۳۳﴾ وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّن قَبْلِكَ الْغَلْدُ

ہر ایک آسمان میں سیر کرتے ہیں اور نہیں مقرر کیا ہم نے کسی انسان کے لئے تجھ سے پہلے ہمیشہ

نہ آسمان سے مینہ برستا تھا اور نہ زمین سے کوئی سبزی اگتی تھی۔ پس جب حضرت آدم کی توبہ قبول ہوئی اور وہ زمین پر آباد ہوئے تو مینہ کا برسنا شروع ہوا۔ اور زمین سے انگوریوں کی پیداوار کا سلسلہ جاری ہوا۔

فَجَاجِبًا۔ فوج کی جمع ہے یعنی اس میں راستے پیدا کر دیئے تاکہ لوگ ایک جگہ سے دوسری جگہ تک آسانی سے منتقل ہو سکیں اور سیر و تفریح کو مناظر قدرت میں غور کرنے کے لئے آسان کر دیا تاکہ ہدایت پاتے ہیں سہولت ہو۔ پس سبلا ترکیب کے لحاظ سے فجاجبا کا بدل ہے۔

مَحْفُوظًا۔ یعنی آسمان کو ایسی پھت بنایا کہ وہ بوسیدہ ہونے اور گرنے کے خطرہ سے محفوظ ہے۔

تنبیہ۔ ان آیات مجیدہ میں پروردگار نے مناظر قدرت میں غور کرنے کی دعوت دی ہے۔

۱، ظاہری اتصال کے باوجود آسمان کو بارش کے قابل بنایا، ۲، زمین کو سبزیوں کے اگانے کے لائق بنایا، ۳، پانی سے ہر شے کی زندگی مقرر کی، ۴، زمین کو حرکت سے بچانے کے لئے اس میں پہاڑ نصب کر دیئے۔ ۵، آمد و رفت کی سہولتوں کے لئے پہاڑوں میں راستے پیدا کئے، ۶، آسمان کو محفوظ چھت قرار دیا، ۷، رات کو سکون کے لئے، ۸، دن کو کاروبار کی خاطر، ۹، سورج کو روشنی گرمی اور متعدد فوائد کے لئے، ۱۰، چاند کو چاندنی اور دیگر متعدد اغراض کے لئے خلق فرمایا۔ ان تمام چیزوں میں غور و خوض اور فکر و تدبیر خالق یکتا کی حسن صنعت اور وحدت وجود کے موثر داعی و محرک ہیں۔

ہم آیام طالب علمی میں افلاک کا معنی کچھ اور سمجھتے تھے لیکن تحقیق و تدقیق نے ہمیں کچھ اور سمجھنے پر مجبور کر دیا۔ علم ہیئت والوں نے اس بارے میں جو معلومات فراہم کئے ہیں کہ کلیہ افلاک کی تعداد نو ہے اور صغریٰ افلاک کو ملا کر کل تعداد چوراسی بنتی ہے اور یہ کہ ان میں خرق و التیام محال ہے وغیرہ۔ متاخرین نے جو کچھ متقدمین سے نقل کیا طلب دلیل کے بغیر اس کو من و عن تسلیم کرتے چلے گئے اور اسی کو رانہ تقلید نے مسئلہ معراج پیغمبر کو بھی ایک عقدہ لائینیل بنایا ہوا تھا۔ جدید تحقیقات نے جہاں آسمانوں کے خرق و التیام کے مسئلہ کو باطل کر دیا ہے وہاں ان کی جو ہیئت اور موٹائی کے بے سرو پا مسلمات کو بھی مضحکہ خیز تصور قرار دیا ہے۔ تسخیر کائنات کے روز افزوں تجربات اور ترقی یافتہ ممالک کی طرف سے آسمانی بلندیوں کو پہر کرنے والے راکٹوں کا سلسلہ ہر حواس ذہن کے لئے دعوتِ فکر ہے نیز قرآن مجید میں شمس اور قمر کے متعلق ارشاد باری **كُلٌّ فِي فَلَكٍ يَسْبَحُونَ**۔ ہیئت دانوں کے بے دلیل مسلک کو رانہ تقلید سے اپنانے والوں کے

اَفَاٰیْنِ مَاتَ فَمَهُمُ الْخٰلِدُوْنَ ﴿۳۴﴾ كُلُّ نَفْسٍ ذٰلِقَةٌ لِّلْمَوْتِ ط

رہنا کیا اگر تو مر جائے تو وہ ہمیشہ رہیں گے ؟ ہر نفس چکمنے والا ہے موت کو

وَنُبَلِّوْكُمْ بِالْشَّرِّ وَالْخَيْرِ فِتْنَةً ط وَاِلَيْنَا تُرْجَعُوْنَ ﴿۳۵﴾

اور ہم تم کو بتلا کرتے ہیں دکھ اور سکھ میں آزمائش کیلئے اور ہماری طرف تم پٹائے جاؤ گے

لئے تازیا نہ عبرت ہے کیونکہ ہیئت دانوں کے خیال میں افلاک گردش کرتے ہیں۔ اور سورج اور چاند اپنے اپنے فلک میں ایک جگہ گڑے اور پھنسے ہوئے ہیں پس وہ اپنی متعینہ جگہ کو کسی وقت بھی نہیں چھوڑ سکتے۔ قرآن کریم کی آیت متذکرہ بالا اس نظرئیے کی کھلے لفظوں میں تردید کر رہی ہے کہ فلک نہیں بلکہ چاند و سورج اپنے افلاک میں گردش کرتے ہیں۔ پس آسمان جہت علویٰ تعبیر ہے اور اسی جہت سے بارش نازل ہوتی ہے یعنی جس کو دیکھنے والے ایک ٹھوس اور بے مسام جسم سمجھتے ہیں اللہ نے اسے بارش برسانے کے قابل بنایا ہے اور بلندی کی جہت میں وہ متعینہ دائرہ جس پر کوئی جرم سماوی گردش کرتا ہے وہ اس کا فلک ہے۔ پس شمس و قمر کے افلاک وہ دائرے ہیں جن پر ان کی گردش ہوا کرتی ہے۔ پس اس لحاظ سے ہر آسمانی ستارہ کا فلک اس کا دائرہ گردش ہے اور چونکہ مشہور سیارے سات ہیں۔ لہذا مقصد کو اذہان کے قریب کرنے کے لئے آسمانوں کی تعداد سات بتائی گئی ہے۔ ہم نے اپنی کتاب لمعۃ الانوار میں بھی اس موضوع پر بحث کی ہے۔

ذکر موت ﴿نُبَلِّوْكُمْ﴾۔ آیت مجیدہ میں خداوند عالم نے ہر انسان کو خواب غفلت سے جگانے کے لئے موت کی آمد سے خبردار کیا ہے تاکہ کفار موت کے ذکر کی بدولت کفر کو چھوڑ کر اسلام کے حلقہ بگوش ہو جائیں اور

مسلمان کہلانے والے موت کی فکر سے ہر اس فعل سے بچ جائیں جو مبغوض پروردگار ہے اور ہر نیکی سے آراستہ ہونے کی کوشش کریں تاکہ موت سے ہم آغوش ہونے کے بعد ابدی زندگی کی کامیابی ان کو حاصل ہو سکے اور دنیا میں دکھ اور سکھ کے ذائقے چکھا کر ایک طرف ان کے ایمان اور ثبات قدم کا امتحان لیتا ہے اور دوسری طرف اخروی زندگی کا ادنیٰ نمونہ پیش کر لیا تاکہ اس دوزخ سے بچ جائیں جو بالکل دکھ ہی دکھ کا گھر ہے اور جنت کی تحصیل کے لئے اعمال حسنہ بجالائیں جو آرام ہی آرام کا مقام ہے اور یہ مسلمات میں سے ہے کہ دوزخ کا معمولی عذاب بھی دنیا کی سخت ترین تکلیف کے مقابلہ میں سخت ہے اور جنت کا معمولی درجے کا آرام بھی دنیا کی تمام نعمات سے افضل و اکمل ہے پس اللہ نے دنیا میں ہر دو نمونے آخرت کی فکر کو تیز کرنے کے لئے پیش کئے ہیں۔

تفسیر برہان میں منقول ہے ایک دفعہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام ایک جنازہ کے ہمراہ بغرض تشیع جا رہے تھے کہ ایک آدمی کے ہنسنے کی آواز سنی آپ نے فرمایا کیا موت دوسروں کے لئے ہی ہے ؟ اور کیا حق کا قبول کرنا ہمارے غیروں پر واجب ہے ؟ اور جس کی تشیع ہم لوگ کر رہے ہیں کیا یہ ایسے مسافر ہیں کہ پلٹ کر آجائیں گے ؟ اب ان کے گھر

وَإِذْ أَرَأَيْتَ الَّذِينَ كَفَرُوا وَإِنْ يَتَّخِذُونَكَ إِلَّا هُزُوًا ط

اور جب تجھے دیکھتے ہیں کافر لوگ تو نہیں بناتے تجھے مگر مسخری کا عمل (کہتے ہیں)

أَهَذَا الَّذِي يَذْكُرُ إِلَيْكُمْ وَهُمْ يَذُكِّرُ الرَّحْمٰنِ

کیا یہ وہی ہے جو گت بناتا ہے تمہارے خداؤں کی حالانکہ وہ اللہ کے ذکر کے

هُمْ كَفِرُونَ ﴿۳۶﴾ خَلِقَ الْإِنْسَانَ مِنْ عَجَلٍ سَأَوْرِيكُمْ

سُكْرًا ہاں انسان کو پیدا کیا گیا جلد باز میں تمہیں اپنی نشانیاں (عذاب)

ان کی قبریں ہیں اور ہم لوگ ان کی میراث کے مالک ہیں کیا ہم ان کے بعد ہمیشہ زندہ رہیں گے؟ کہ ہم نے ہر نصیحت مہلادی ہے۔ اس شخص کے لئے طوبیٰ ہے جس کو اپنا عیب دوسرے لوگوں کے عیوب سے غافل کر دے۔ بغیر ذات کے تواضع اختیار کرے۔ دانش مند لوگوں کی صحبت میں رہے۔ تواضع پسند اور مسکین طبقہ کا ہمنوا ہو اور اپنی حلال کمائی کو راہ خدا میں خرچ کرے۔ اے لوگو! اس شخص کے لئے طوبیٰ ہے جس کا نفس مطیع ہو۔ گمائی پاکیزہ ہو۔ باطن صاف ہو۔ خلق اچھا ہو۔ اپنے زائد مالی کو خرچ کرتا ہو۔ اپنے زائد کلام کو اپنے اندر محفوظ کر لیتا ہو۔ لوگوں سے اپنے شر کو روکتا ہو۔ اور سنت کے اندر اندر رہ کر بدعات کی طرف نہ بڑھتا ہو۔ اے لوگو! اس شخص کے لئے طوبیٰ ہے جو اپنے گھر میں آرام سے بیٹھ جائے اپنے گھر کی خشک روٹی پر گزارہ کرے اپنے گناہوں کو یاد کر کے گریہ کرے اور اپنے نفس کو تکلیف میں رکھے لیکن لوگ اس سے تکلیف نہ پائیں بلکہ راحت پائیں۔

وَإِذْ أَرَأَيْتَ مَقْصِدَٰهُ هَٰذَا أَكْفَرُ لَوْ كُنَّا نَعْلَمُ سِرَّهُمْ وَنَجْوَاهُمْ لَأَخَذْنَا مِنْهُمُ الْقَطْرَ مِنَ السَّمَاءِ لَعَلَّهُمْ يَسْمَعُونَ
وَإِذْ أَرَأَيْتَ الَّذِينَ كَفَرُوا وَإِنْ يَتَّخِذُونَكَ إِلَّا هُزُوًا ط
سے آپ کا وقار جاتا رہے۔ پس ایک دوسرے سے کہتے تھے کہ یہ وہی ہے جو ہمارے خداؤں کو برائی سے یاد کرتا ہے اور ان کی گت بناتا ہے۔

خَلِقَ الْإِنْسَانَ - انسان سے مراد آدم ہے اور اس کی جلدی سے پیدائش کا مقصد یہ ہے کہ لطفہ علقہ اور مضغہ کی تدریجی تبدیلیوں کے بغیر ایک ہی دفعہ اس کو پورا انسان پیدا کر دیا گیا اور بعضوں نے یہ مقصد بیان کیا ہے کہ جلد بازی کو انسانی خلقت اور فطرت میں داخل کر دیا گیا ہے۔ چنانچہ حضرت آدم کو جب پیدا کیا گیا تو بروایت قہمی اس کے قدموں میں روح کو جاری کیا گیا۔ پس فوراً انہوں نے اٹھنے کی کوشش کی اور نہ اٹھ سکے اور اسی قسم کی روایت تفسیر مجمع البیان میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے بھی مروی ہے اور ایک قول یہ بھی ہے کہ عجل کا معنی مٹی ہے یعنی انسان کو مٹی سے پیدا کیا گیا سَأَوْرِيكُمْ - کفار بار بار حضور سے کہتے تھے کہ جس عذاب کا وعدہ کرتے ہو لے آؤ۔ پس خدا فرماتا ہے کہ جلد بازی نہ کرو

اِتِيْنَا فَلَا تَسْتَعْجِلُوْنَ ۝۳۷ وَيَقُولُوْنَ مَتَىٰ هَٰذَا الْوَعْدُ اِنْ

دکھاؤں گا پس جلدی نہ کرو اور وہ کہتے ہیں کب کے لئے ہے یہ وعدہ اگر

كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝۳۸ لَوْ يَعْلَمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا حِيْنَ لَا يَكْفُوْنَ

تم سچے ہو؟ اگر جانتے ہوتے کافر اس وقت کو جب نہ سچا

عَنْ وُجُوْهِهِمُ النَّارَ وَلَا عَنْ ظُهُورِهِمْ وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ ۝۳۹

سکین گے اپنے چہروں کو آگ سے اور نہ اپنی پشتوں کو اور نہ وہ مدد کئے جائیں گے

بَلْ تَأْتِيْهِمْ بَغْتَةً فَتَبْهَتُهُمْ فَلَا يَسْتَطِيعُوْنَ رَدَّهَا وَلَا

بلکہ آئے گی ان پر اچانک پس ان کو ششدر کر دے گی پس نہ اس کو رد کر سکیں گے اور نہ

هَمْ يُنْظَرُوْنَ ۝۴۰ وَلَقَدْ اَسْتَهْزِئُوْا بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ

مہلت دینے جائیں گے اور تحقیق مسخری کی گئی تھی سے پہلے رسولوں کے ساتھ پس اتر مسخری

فَحٰقَ بِالَّذِيْنَ سَخِرُوْا مِنْهُمْ مَا كَانُوْا يَهْتَهْزِءُوْنَ ۝۴۱

کرنے والوں پر ان میں سے وبال اس کا جو مسخری کرتے تھے

قُلْ مَنْ يَّكْفُوْكُمْ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ مِنَ الرَّحْمٰنِ ۗ بَلْ هُمْ عَنْ ذِكْرِ

کہہ دو کون بچاتا ہے تم کو رات اور دن میں خدائی عذاب سے؟ بلکہ یہ تو اپنے رب کے ذکر

میں نہیں اپنے عذاب کی نشانیاں بھی دکھاؤں

وَلَقَدْ - حضور کو تلی دی گئی ہے کہ گہرائی نہیں سابق انبیاء کے ساتھ بھی اپنی امتوں کا یہی دتیرہ رہا ہے۔

رکوع نمبر ۴

قُلْ مَنْ - یعنی اگر تم کو خدا اگر فدا عذاب کرنا چاہے تو کون تمہیں اس کی گرفت سے بچا سکتا ہے۔ یا یہ کہ زمین و آسمان

کے روزمرہ کے تغیرات اور شب و روز کے انقلابات میں کون ہے اللہ کے سوا جو تم کو باحفاظت

رکھے ہوئے ہے؟

رِيهِمْ مُعْرِضُونَ ﴿۴۲﴾ أَمْ لَهُمُ إِلَهَةٌ تَمْنَعُهُمْ مِنْ دُونِنَا ۗ

سے اعراض کرنے والے ہیں کیا ان کے خدا ان کو بچاتے ہیں ہم سے؟

لَا يَسْتَطِيعُونَ نَصْرَ أَنْفُسِهِمْ وَلَا هُمْ قِنَاءٌ يَصْحَبُونَ ﴿۴۳﴾

وہ تو نہیں کر سکتے مدد اپنے نفسوں کی اور نہ وہ ہماری گرفت سے ساتھ دیتے جاتے ہیں

بَلْ مَتَّعْنَا هَؤُلَاءِ وَآبَاءَهُمْ حَتَّى طَالَ عَلَيْهِمُ الْعُرْسُ ۗ أَفَلَا يَرَوْنَ أَنَّا نَأْتِي الْأَرْضَ نَنْقُصُهَا مِنْ أَطْرَافِهَا ۗ أَفَهُمْ

بلکہ ہم ہی نے ان کو اور ان کے بزرگوں کو زندگی دی یہاں تک کہ ان کی عمریں لمبی ہوئیں تو کیا

دیکھتے نہیں ہم زمین کے کناروں کو کم کرتے رہتے ہیں پس کیا وہ

الْغَالِبُونَ ﴿۴۴﴾ قُلْ إِنَّمَا أُنذِرُكُمْ بِالْوَحْيِ ۗ وَلَا يَسْمَعُ

غالب ہوں گے کہہ دو میں تم کو وحی کے ذریعے سے ڈراتا ہوں اور بہرے

الصُّمُّ الدُّعَاءَ إِذَا مَا يَنْذِرُونَ ﴿۴۵﴾ وَلَكِنْ مَسَّاهُمْ نَفْعَةٌ

لوگ نہیں بات سنتے جب ڈرائے جائیں اور اگر ان کو چھوے ایک جھونکا

أَمْ لَهُمْ - یعنی کیا ان کے منہ بولے خدا ان کو ہماری گرفت سے بچا سکتے ہیں یا یہ کہ کیا ان کے بنائے ہوئے خدا ان کو اپنی پناہ میں لئے ہوئے ہیں۔ ہمارے بغیر جو اپنی مدد آپ بھی نہیں کر پاتے اور نہ ان کو ہماری گرفت سے بچانے کے لئے کوئی ساتھی دستیاب ہو سکتا ہے۔

بَلْ مَتَّعْنَا - یعنی ان کو اور ان کے بزرگوں کو لمبی لمبی زندگیاں ہم نے ہی دی ہیں تو کیا وہ اپنی طویل حیات پر اترتے ہیں حالانکہ ہم زمین کے کناروں کو گھٹاتے رہتے ہیں۔ یعنی اس کے آباد کاروں میں سے بعض کو موت دے دیتے ہیں۔ یا یہ کہ ان کے بڑے بڑوں کو موت کا جام پلا دیتے ہیں یا یہ کہ ان کے علماء کو اٹھا لیتے ہیں اور مقصد یہ ہے کہ جس طرح ہم نے پہلی بار ان کو زندگی بخشی ہے ان کو مارنے پر بھی قادر ہیں۔

وَلَا يَسْمَعُ - جو لوگ نصیحت کو سن کر اس پر عمل نہیں کرتے ان کو پروردگار نے بہرہ کہا ہے یعنی آپ وحی کے ذریعے سے ان کو انذار کرتے ہیں لیکن یہ بہرے سن نہیں پاتے۔

مَنْ عَذَابٍ رَبِّكَ لَيَقُولُنَّ يَوْمَئِذٍ إِنَّكُمْ ظَالِمِينَ ﴿۴۶﴾

تیرے رب کے عذاب کا تو کہنے لگتے ہیں اے ہم ظلم کرنے والے ہیں

وَلَنُضَعُ الْمَوَازِينَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيَامَةِ فَلَا تُظْلَمُ

اور ہم رکھیں گے ترازو انصاف کا قیامت کے دن پس نہ ظلم کیا جائے گا

نَفْسٌ شَيْئًا ۖ وَإِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِنْ خَرْدَلٍ أَتَيْنَا بِهَا

کسی پر کچھ اور اگر ایک رائی کے دانہ کے برابر ہوگا تو ہم اس کو ظاہر کریں گے

وَكَفَىٰ بِنَاحِسِينَ ﴿۴۷﴾ وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَىٰ وَهَارُونَ

اور ہم خوب حساب کرنے والے ہیں اور ہم نے دیا مرے اور ہارون کو

الْفُرْقَانَ وَضِيَآءً ۖ وَذَكَرَ الْمُتَّقِينَ ﴿۴۸﴾ الَّذِينَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُم

معبزہ اور روشنی اور ذکر متقین لوگوں کے لئے جو ڈریں اپنے رب سے

بِالْغَيْبِ وَهُمْ مِّنَ السَّاعَةِ مُشْفِقُونَ ﴿۴۹﴾ وَهَذَا ذِكْرٌ مُّبْرَكٌ

غائبانہ اور وہ قیامت کا ڈر بھی رکھتے ہوں اور یہ ذکر ہے برکت والا

مَسْتَهْمٌ۔ یعنی جب خدا کی جانب سے ان پر کوئی عذاب پڑتا ہے تو کہتے ہیں کہ ہم نے ظلم کیا ہے یا یہ کہ بروز قیامت عذاب پروردگار کی گرفت میں آئیں گے تو اپنے کئے پر پچھتائیں گے لیکن اس وقت فائدہ نہ ہوگا۔

الْمَوَازِينَ۔ مقصد یہ ہے کہ بروز قیامت نہ کسی کی نیکی برباد ہوگی اور نہ کسی کی معمولی سے معمولی برائی چھپ سکے گی

پس حاکم عادل کا دربار ہوگا اور انصاف کے فیصلے ہوں گے وہاں نہ سفارش سے کام چلے گا اور نہ پیسہ کام آئے گا۔

الْبِتَّةِ مُتَحَقِّينَ شَفَاعَتِ كَيْفَ فِيهِمْ صَاحِبَانِ شَفَاعَتِ شَفَاعَتِ كَرِيهِمْ اَوْ يَوْمَئِذٍ ظَلَمَ مِنْهُمْ بَلْ كَانُوا فِي كَرَمٍ هَيْبَةٍ۔ کیونکہ

نیک عمل کی جزا نہ دینا ظلم ہے اور خدا اس سے منزہ ہے لیکن کسی گنہگار کو اپنا حق معاف کر دینا اور اس کے لئے شفاعت کو

قبول کر لینا اس کی شان ربوبیت ہے تفسیر اہل بیت میں موازین سے مراد انبیاء و ائمہ ہیں یعنی ہر امت کے لئے مغفرت اور

بخشش کا دار و مدار اپنے رب کے نبی و امام کی اطاعت ہوگی اور اسی میزان سے بروز قیامت جزا و سزا کا فیصلہ ہوگا۔

الْفُرْقَانَ۔ اس سے مراد تورات ہے جو حقی اور باطل کے درمیان فرق کرنے والی ہے اور ممکن ہے اس سے مراد

أَنْزَلْنَاهُ أَفَأَنْتُمْ لَهُ مُنْكَرُونَ ﴿۵۰﴾ وَلَقَدْ آتَيْنَا إِبْرَاهِيمَ

جو ہم نے اتارا کیا تم اس کا انکار کرتے ہو اور تحقیق دی ہم نے ابراہیم کو

رُشْدًا مِنْ قَبْلُ وَكُنَّا بِهِ عَلِيمِينَ ﴿۵۱﴾ إِذْ قَالَ لِأَبِيهِ

نبوت اس سے پہلے اور ہم اس کو جانتے تھے جب اس نے اپنے

وَقَوْمِهِ مَا هَذِهِ التَّمَاثِيلُ الَّتِي أَنْتُمْ لَهَا عِشْقُونَ ﴿۵۲﴾ قَالُوا

پوچھے اور قوم سے کہا یہ کیا تصویریں ہیں کہ تم ان (کی عبادت) پر ڈٹے ہوئے ہو کہنے لگے

وَجَدْنَا آبَاءَنَا لَهَا عِبَادِينَ ﴿۵۳﴾ قَالَ لَقَدْ كُنْتُمْ أَنْتُمْ

ہم نے اپنے باپ دادوں کو عبادت کرتے پایا ہے فرمایا تم اور تمہارے

نبوت اور عہدہ ہدایت ہو جس کی قوت سے حق اور باطل میں امتیاز پیدا ہوتا ہے اس کے بعد ضیاء فعل محذوف کا مفعول ہے جو درحقیقت فرقان کی صفت ہے یعنی تورات ایک نور اور روشنی کا مینار تھی اسی طرح ذکر ابھی اس کی صفت ہے یعنی ہم نے ان کو فرقان دیا اور روشنی دی اور ذکر دیا یعنی تورات دی جو فرقان بھی تھی اور روشنی و ذکر بھی۔

رکوع نمبر ۵

رُشْدًا - مجاز مرسل کے طور پر مسبب کا سبب پر اطلاق کیا گیا ہے۔ پس حضرت ابراہیم کا ذکر مراد باختلاف اقوال علم - ہدایت یا نبوت ہے۔

لِأَبِيهِ - اس جگہ اب کا اطلاق چچا پر ہوا ہے کیونکہ باتفاق امامیہ نبی کے والدین کافر نہیں ہو کرتے۔ حضرت ابراہیم کے باپ کا نام تاریخ تھا جو فوت ہو چکا تھا اور آذر آپ کا چچا تھا جس کے گھر میں آپ کی پرورش ہوئی اس لئے آپ پر باپ کا اطلاق مجازاً قرآن میں موجود ہے۔

التَّمَاثِيلُ - تمثال کی جمع ہے اور مجمع البیان میں ہے۔ تمثال اس صورت یا صورت کو کہتے ہیں جو اللہ کی بنائی ہوئی کسی مخلوق کی مشابہت میں گھڑی جائے۔ کہتے ہیں انہوں نے اپنے علماء بزرگوں کی یا بقولے ابرام علویہ کی صورتیاں بنائی ہوئی تھیں جن کی پوجا کرتے تھے۔ تفسیر مجمع البیان میں بروایت اصبع بن نباتہ منقول ہے ایک دفعہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام ایک مقام سے گزرے جہاں لوگ شطرنج (چوڑو تاش وغیرہ) کھیل رہے تھے تو آپ نے ان کو ڈانٹ کر یہی آیت پڑھی۔ ماہذا التماثل یعنی یہ کونسی صورتیاں ہیں جن پر تم جھگے ہوئے ہو کہ خدا و رسول کی نافرمانی میں منہمک ہو اس سے معلوم ہوتا ہے

وَابَاءُكُمْ فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ﴿۵۴﴾ قَالُوا اجْتَنَبْنَا بِالْحَقِّ أُمَّ أَنْتَ

باپ دادے کھلی گمراہی میں تھے کہنے لگے کیا سچ کہتے ہو یا ازراہ تمسخر

مِنَ اللَّعِبِينَ ﴿۵۵﴾ قَالَ بَلْ رَبُّكُمْ رَبُّ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ

کہہ رہے ہو؟ نہ پایا بلکہ تمہارا رب آسمانوں اور زمیں کا رب ہے

الَّذِي فَطَرَهُنَّ ۖ وَأَنَا عَلَىٰ ذَلِكُمْ مِنَ الشَّاهِدِينَ ﴿۵۶﴾ وَ

جس نے ان کو پیدا کیا اور میں اس بات پر شہادت دینے والوں میں سے ہوں اور

تَاللَّهِ لَأَكِيدَنَّ أَصْنَامَكُمْ بَعْدَ أَنْ تُولُوا مَدْيَرِينَ ﴿۵۷﴾

بخدا کوئی تدبیر کروں گا تمہارے بتوں کی بعد اس کے کہ تم مڑ جاؤ گے پیچھے کو

فَجَعَلَهُمْ جُذَاذًا إِلَّا كَبِيرًا لَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ﴿۵۸﴾ قَالُوا

پس کر دیا ان کو ٹکڑے سوائے ان کے بڑے کے تاکہ وہ اس کی طرف رجوع کریں (واپس آکر) کہنے لگے

مَنْ فَعَلَ هَذَا بِآلِهَتِنَا إِنَّهُ لَمِنَ الظَّالِمِينَ ﴿۵۹﴾ قَالُوا سَبِعْنَا

یہ فعل کس نے کیا ہے ہمارے خداؤں کے ساتھ تحقیق وہ ظالموں میں سے ہے کہنے لگے ہم نے سنا ہے

کہ شطرنج چوڑ اور تاش بازی وغیرہ حضرت امیر کے نزدیک غیر اللہ کی عبادت کا حکم رکھتی ہے۔

قَالُوا ۗ- آباؤی رسوم ان کے دلوں میں اس قدر گھس کر چکی تھیں کہ حضرت ابراہیمؑ کا روکنا ان کو مذاق معلوم ہوا۔

تَاللَّهِ ۗ- یہ بات حضرت ابراہیمؑ نے اپنے دل میں کہی کہ تمہارے چلے جانے کے بعد میں ان کے لئے کوئی تدبیر کروں گا اور ممکن ہے کہ کسی آدمی کے سامنے بھی بات کی ہو۔

جُذَاذًا ۗ- بروزن فعال ہے لیکن مفعول کے معنی میں ہے یعنی مجزؤذ مجزؤذے ٹکڑے ٹکڑے کیا ہوا۔

واقعه ۱۰- حضرت ابراہیمؑ نے ان کو بتوں کی عبادت سے منع کیا اور توحید پروردگار کا پیغام سنایا لیکن وہ اپنے آباؤی دین

پر بضد رہے۔ پس حضرت ابراہیمؑ نے دل میں ایک طریقہ سوچ لیا اور موقع کے منتظر رہے چنانچہ سال میں ایک دفعہ لوگ امیر و

غریب سلطان و رعایا بڑے بڑھے بچے جوان اور زن و مرد شہر سے باہر خوشی کا تہوار منانے کے لئے ایک میلے کی

صورت میں جایا کرتے تھے اور واپس آکر لازمی طور پر بتوں کے سامنے سر بسجود ہوتے تھے پس ادھر میلے کی تیاریاں شروع ہوئیں

فَتَى يَذُكُرُهُمْ يُقَالُ لَكَ إِبرَاهِيمُ ۖ ﴿٦٠﴾ قَالُوا فَأَتُوا بِهِ عَلَى

ایک جوان جوان کو (برائی سے) یاد کرتا تھا جسے ابراہیم کہا جاتا ہے کہنے لگے لاؤ اس کو

أَعْيُنِ النَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَشْهَدُونَ ﴿٦١﴾ قَالُوا أَنْتَ فَعَلْتَ

لوگوں کے سامنے تاکہ وہ گواہی دیں کہنے لگے کیا تو نے یہ فعل کیا ہے

بِالْهَيْتَانِ يَا بَرَاهِيمَ ۖ ﴿٦٢﴾ قَالَ بَلْ فَعَلَهُ ۗ كَبِيرُهُمْ هَذَا

ہمارے خداؤں کے ساتھ اسے ابراہیم منرایا بلکہ ان کے بڑے نے کیا ہے ان سے

فَسَأَلُوهُمْ إِنْ كَانُوا يَنْطِقُونَ ﴿٦٣﴾ فَرَجَعُوا إِلَىٰ أَنفُسِهِمْ

پوچھو اگر وہ بولتے ہیں پس غور کیا انہوں نے اپنے

فَقَالُوا إِنْ كُمْ أَنْتُمْ الظَّالِمُونَ ﴿٦٤﴾ ثُمَّ تَكْسُوا عَلَىٰ رُءُوسِهِمْ

دلوں میں تو کہنے لگے (ایک دوسرے کو) تحقیق تم ہی ظالم ہو (کہ ایسوں کی عبادت کرتے ہو) پھر ازراہ عناد اٹھے ہو گئے (اور کہنے لگے)

ادھر حضرت ابراہیمؑ نے موقع غنیمت سمجھا جب لوگ روانہ ہوئے پہلے تو حضرت ابراہیمؑ بھی ان کے ساتھ چند قدم چلے پھر معذرت کر کے واپس آگئے۔ لیکن بروایت قمی فرمودنے ابراہیمؑ کو ساتھ لے جانا پسند نہ کیا پس آپ کو بت خانے کا محافظ قرار دے کر خود روانہ ہو گئے۔ حضرت ابراہیمؑ روٹی لے کر بت خانے میں داخل ہوئے اور روٹی کو ایک ایک بت کے قریب لے جا کر اس کو کھانے اور بولنے کی دعوت دیتے تھے جب وہ جواب نہ دیتا تھا تو تیسہ مار کر اس کے ہاتھ پاؤں توڑ ڈالتے تھے جب تمام بتوں کو چور چور کر چکے تو سب سے بڑا بت جو درمیان میں تھا اس کو چھوڑتے ہوئے تیسہ بھی اس کے کندھے پر رکھ کر واپس آگئے۔

إِلَّا كَيْبَرًا۔ ممکن ہے وہ قد و قامت میں بڑا ہو اور ممکن ہے وہ عزت و تکریم میں ان کے نزدیک بڑا شمار ہوتا ہو، اس کی گردن پر تیسہ رکھنے کا مقصد یہ تھا کہ اس کو چھوٹے بتوں کا قاتل سمجھ کر اس سے باز پرس کریں گے جب اس کو عاجز پائیں گے تو شاید اپنے عقیدہ فاسد سے باز آکر دامن توحید سے وابستہ ہونے پر موقف ہو جائیں گے۔

سَمِعْنَا۔ جب وہ واپس آئے اور بتوں کی حالت دیکھی تو تفتیش شروع ہوئی کہ یہ کس نے جرات کی ہے تو ایک آدمی جس کے سامنے کسی وقت حضرت ابراہیمؑ نے بتوں کو برائی سے یاد کیا تھا بول اٹھا کہ شاید یہ کام ابراہیمؑ نے کیا ہو۔ پس اس کے کہنے کے بعد باقی لوگ بھی یہی کہنے لگ گئے اور فرود کے سامنے ان الفاظ میں گواہی دے دی کہ ہم نے ایک جوان کے

لَقَدْ عَلِمْتُمْ مَاهُوَ لَكُمْ يَنْطِقُونَ ﴿۶۵﴾ قَالَ أَفَتَعْبُدُونَ مِن

تحقیق تو جانتا ہے کہ یہ تو نہیں بولتے نہرایا کیا عبادت کرتے ہو اللہ

دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَنْفَعُكُمْ شَيْئًا وَلَا يَضُرُّكُمْ ﴿۶۶﴾ أَفَلَا تَكْمُرُونَ

کے سوا (ایسوں کی) جو نہ کچھ نفع دے سکتے ہیں اور نہ نقصان انوسس تم پر

وَلِمَا تَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللَّهِ أَفَلَا تَعْقِلُونَ ﴿۶۷﴾ قَالُوا

اور اس پر جس کی تم عبادت کرتے ہو اللہ کے سوا کیا تم عقل نہیں رکھتے کہنے لگے اس کو

حَزَقُوهُمُ وَالصُّرُفَاءَ إِلَهُكُمْ إِن كُنْتُمْ فَعَلِينَ ﴿۶۸﴾ قُلْنَا

جلا دو اور مدد کرو اپنے خداؤں کی اگر کرتے ہو ہم نے کہا

متعلق سنا ہے جو بتوں کو بڑے لفظوں سے یاد کرتا تھا اور اُسے ابراہیم کہتے ہیں یہ کام اسی نے ہی کیا ہو گا۔ چنانچہ دربار شاہی میں حضرت ابراہیم سے جواب طلبی ہوئی تو آپ نے صاف صاف کہہ دیا کہ اگر وہ بول سکتے ہیں تو یہ کام بڑے کا ہے۔ بیشک پوچھ لو۔ یعنی بڑے نے جب دیکھا کہ میرے سامنے چوٹے بھی خدا بنے بیٹھے ہیں پس غیرت کھا کر ان پر حملہ آور ہو گیا یا یہ کہ میری موجودگی میں ان چھوٹوں کی پوجا کیوں کی جاتی ہے پس جوش میں آکر ان کو مار دیا کیوں کہ لائق عبادت اور خدا صرف ایک ہی ہو سکتا ہے اور یہ جھوٹ نہیں بلکہ شرط ہے اور یہ فقرہ حضرت ابراہیم کی جانب سے دعوت توحید پر مشتمل تھا کیونکہ ان کو اپنے مصنوعی خداؤں کی عاجزی کی طرف متوجہ کرنا مقصود تھا۔ لہذا جو لوگ حضرت ابراہیم پر جھوٹ کا الزام عائد کرتے ہیں وہ نہ صحیح طور پر قرآن مجید کے معانی کو سمجھتے ہیں اور نہ شان انبیاء سے واقفیت رکھتے ہیں۔ حضرت ابراہیم کے کہنے سے جب انہوں نے اپنے دل میں سوچا تو کھسیانے سے ہو کر ایک دوسرے کو کہنے لگے واقعی میرے بس بت جو بول نہیں سکتے؟ خدا کیسے بن سکتے ہیں لیکن اپنے آبائی دین کی اتباع اور اکثریت کے رجحان سے مرعوب ہو کر اپنی ضد پر ڈٹ گئے۔ نیکسوا۔ اپنے سروں پر اٹھ گئے یعنی الٹا پور کو تو ال کو ڈانٹے، والی بات ہے۔ اٹا حضرت ابراہیم کو ڈانٹتے ہوئے کہنے لگے تمہیں پتہ ہے یہ تو بول بھی نہیں سکتے تو یہ آپس میں لڑکس طرح سکتے ہیں؟ پس آپ نے فرمایا پھر ایسوں کی تم عبادت کس لئے کرتے ہو جو کچھ بھی نہیں کر سکتے بلکہ خدا وہی ایک ہی ہے جس نے سب کو خلق فرمایا ہے اور وہی لائق عبادت ہے۔ قَالُوا حَزَقُوهُ۔ جب حضرت ابراہیم سے بات کرنے میں ناکام ہو گئے تو جبروت شد پر اتر آئے جیسا کہ ہر جھوٹے فریق کا دستور ہوتا ہے پس تجویز یہ پاس ہوئی کہ اس کو زندہ آگ میں جلایا جائے تاکہ اس کو سزا مل جائے اور بتوں کو خوشنود کیا جائے نیز باقی لوگوں کو آئندہ کے لئے اپنے آبائی طریقہ پر اعتراض کرنے کی جرأت نہ رہے۔

يٰۤاَرْكَوْنِيْ بَرْدًا وَّسَلْمًا عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ ﴿٦٩﴾ وَاَسْرٰدُوْا بِهٖ

اسے آگ تو ٹھنڈی اور سلامتی ہو جا اور ابراہیم کے اور انہوں نے اس

كَيْدًا فَجَعَلْنٰهُمْ الْاٰخْسِرِيْنَ ﴿٧٠﴾ وَتَجَيَّنٰهُ وَّلُوْطًا اِلٰى

کے متعلق بری تجویز کی لیکن ہم نے ان کو خسارہ پانے والا بنایا اور ہم نے اس کو اور لوط کو نجات دی

الْاَرْضِ الَّتِيْ بَرَكْنَا فِيْهَا لِلْعٰلَمِيْنَ ﴿٧١﴾ وَوَهَبْنَا لَهٗٓ اِسْحٰقَ

اس زمین کی طرف جس میں ہم نے برکت رکھی عالمین کے لئے اور ہم نے اس کو بخشا اسحق

وَيَعْقُوْبَ نٰفِلَةً ﴿٧٢﴾ وَكُلًّا جَعَلْنَا صٰلِحِيْنَ ﴿٧٣﴾ وَجَعَلْنٰهُمْ

اور یعقوب بطور عطیہ کے اور ہر ایک کو ہم نے نیک بنایا اور ہم نے ان کو

تفسیر صحیح البیان میں ہے کہ جس شخص نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالنے کا مشورہ دیا تھا۔ وہ ایرانی باشندہ تھا پس وہ گرفتار عذاب ہوا اور زمین نے اس کو نگل لیا اور قیامت تک وہ اسی عذاب میں مبتلا رہے گا۔ تفسیر صافی و برہان میں قہمی سے منقول ہے کہ جب حضرت ابراہیم پر بت شکنی کا مقدمہ چلایا گیا اور بالآخر حضرت ابراہیم پر فرد جرم عائد کی گئی تو نمرود نے آزر سے کہا تو نے میری حکم عدوی کر کے اس بچے کو مجھ سے کیوں چھپا رکھا تھا؟ کہنے لگا اے بادشاہ اس کی ماں نے میری لاعلمی میں یہ کام کیا ہے چنانچہ حضرت ابراہیم کی والدہ سے باز پرس کی گئی تو بی بی نے بے دھرمک اور نڈر ہو کر جواب دیا کہ اے بادشاہ! میں نے ملک اور قوم کی بھلائی کی ہے؟ بادشاہ نے دریافت کیا یہ کیسے؟ تو بی بی نے جواب دیا۔ میں نے دیکھا کہ تو رعیت کے بچوں کو موت کے گھاٹ اتار رہا ہے جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ قوم کی نسل تباہ ہو جائے گی اور نوجوانوں کی کمی ملک کی فوجی طاقت کی کمزوری کا باعث ہوگی جو ملک و سلطنت کے لئے زوال کا موجب ہو جائے گی۔ پس میں نے اپنے بچے کو بچا لیا کہ اگر یہ ہی تیرا وہ دشمن ہے جس کی خاطر تو تمام بچوں کو قتل کر رہا ہے تو یہ لو میرا بچہ حاضر ہے باقی قوم کے بچوں کے قتل سے باز آ جاؤ۔ اور اگر یہ تیرا دشمن نہیں تو تم اپنے کام کو جاری رکھو مجھے میرا بچہ دے دو۔ اب میرا بچہ تیرے سامنے موجود ہے سوچ کر فیصلہ کر دیجئے اور ناحق قتل سے بچ جائیے نمرود کو بات پسند آئی۔ پس حضرت ابراہیم سے پوچھا یہ کام کس نے کیا ہے آپ نے فرمایا اگر بت بول سکتے ہیں تو ان کے بڑے نے کیا ہے اُس سے پوچھ لو۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ نہ بڑے بت نے وہ کام کیا تھا اور نہ حضرت ابراہیم نے جھوٹ بولا تھا کیونکہ فرمایا اگر بول سکتے ہیں تو اس نے کیا ہے ورنہ نہیں۔ آپ نے فرمایا ابراہیم کے زمانہ گذرے حرام زادہ تھا اور اس کے مشیر کا بھی حرام زادہ تھے جنہوں نے ابراہیم کے جلانے

اِمَّةٌ يَهْدُونَ بِاَمْرِنَا ۚ وَاَوْحَيْنَا اِلَيْهِمْ فِعْلَ الْخَيْرَاتِ

ایسے امام بنایا جو ہمارے حکم سے ہدایت کرتے تھے اور ہم نے ان کی نیکیوں کی طرف وحی کی

وَاقَامَ الصَّلٰوةَ وَآتَىءَ الزَّكٰوةَ ۚ وَكَانُوا لِنَاْعِبِدِيْنَ ﴿۴۳﴾

اور نماز قائم کرنے کی اور زکوٰۃ دینے کی اور وہ ہمارے عبادت گزار تھے

وَلَوْطًا اَتَيْنَهُ حُكْمًا وَعِلْمًا وَنَجَّيْنَاهُ مِنَ الْقُرْبٰىۤىۡ الَّتٰى

اور لوط کو ہم نے حکم دیا اور علم دیا اور اس کو نجات دی اس بستی سے جو نفل بد

كَانَتْ تَعْمَلُ الْخَبِيْثٰتِ ۗ اِنَّهُمْ كَانُوْۤا قَوْمًا سَوْءٍ فٰسِقِيْنَ ﴿۴۴﴾

کرتی تھی تحقیق وہ بری قوم فسق کرنے والے تھے

کا مشورہ دیا لیکن مومنوں کے زمانے کا فرعون اور اس کے مشیر حلال زادے تھے جنہوں نے جادو گروں کو بلا کر حق و صداقت اور جھوٹ و باطل کے درمیان فیصلہ کے لئے میدان تجویز کیا اور لوگوں کو انصاف کرنے کا موقعہ دیا۔

جب نرود کو حضرت ابراہیمؑ کے جلانے کا مشورہ دے دیا گیا اور اسی پر شاہی دربار سے آخری فیصلہ سزا دیا گیا تو حضرت ابراہیمؑ کو قید کر لیا گیا اور لکڑیوں کے جمع کرنے کا حکم صادر کر دیا گیا اور سزائے موت کی تاریخ تک مسلسل لکڑیوں کے جمع کرنے کا ہر خاص و عام کو حکم ہوا اور اس فعل کو بتوں کی خوشنودی کے لئے کارِ ثواب قرار دیا گیا۔ چنانچہ تفسیر مجمع البیان میں ہے کہ اس آئنا میں جن لوگوں کی موت آئی انہوں نے پس ماندگان کو وصیت کی کہ میرے مال سے اس قدر حصہ کی لکڑیاں خرید کر کے چھنے میں شامل کی جائیں یہاں تک کہ عورتیں چرخہ کا تنے کی مزدوری سے لکڑیاں خرید کر اس میں حصہ لیتی تھیں۔ پس تاریخ مقرر تک لکڑیوں کا ڈھیر اکٹھا ہو گیا۔ جب ان کو آگ لگائی گئی تو اس کے دیوپکے شعلوں نے آسمان سے باتیں کرنی شروع کیں حتیٰ کہ کوئی پرندہ اوپر سے گذر نہیں سکتا تھا اور آگ کی گرمی دُور دُور تک پہنچتی تھی۔

ادھر شاہی حکم کے ماتحت حضرت ابراہیمؑ کو قید خانہ سے نکال کر جلانے کے لئے لایا گیا تو بادشاہ و مشیر حیران تھے کہ آگ میں ڈالنے کی صورت کیا اختیار کی جائے جبکہ اس کے قریب جانا ممکن ہی نہیں رہا۔ پس ابلیس نے بشکی انسانی اگر ان کو منجنیق بنانی سکھائی جو جھولے کی قسم سے تھی جس طرح ایک لمبا رستہ لے کر اس کے دونوں کنارے ایک اونچے درخت سے باندھ دیئے جاتے ہیں اور نیچے جھولنے والے جھولا کرتے ہیں پس ابراہیمؑ کو اس میں بٹھا کر جھولے کے ذریعے سے اس کو آگ میں ڈالنے کا فیصلہ ہوا۔

حضرت ابراہیمؑ نے جب توحید کا علم بلند کیا اور بت پرستی کی مذمت کی تو پہلے نرود کے ساتھ مل کر جوائنٹا میں

وَأَدْخَلْنَاهُ فِي رَحْمَتِنَا ۗ إِنَّهُ مِنَ الصَّالِحِينَ ﴿۵۰﴾

اور ہم نے اس کو اپنی رحمت میں داخل کیا تحقیق وہ صالحین سے تھا

حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا تھا کہ میرا خدا مارنے جلانے پر قادر ہے تو اس کا فریضہ کیا ہے کہ یہ کام میں بھی کر سکتا ہوں۔ چنانچہ ایک واجب القتل کو رہا کر دیا اور ایک بے گناہ کو قتل کر دیا۔ پس آپ نے فرمایا میرا خدا مشرق سے سورج نکالتا ہے تو مغرب سے نکال لاتا تو کافر شرمندہ ہوا۔ اسی وقت سے فرود حضرت ابراہیمؑ کو نفرت کی نگاہوں سے دیکھتا تھا۔ اور موقع کی آڑ میں تھا۔ واقعہ مذکورہ تفسیر کی تیسری جلد ص ۱۴۲ تا ص ۱۴۳ پر گذر چکا ہے۔

فرود نے حضرت ابراہیمؑ کے جلنے کا تماشا دیکھنے کے لئے ایک بلند بالا خانہ تعمیر کرایا پس خود اس پر چڑھ گیا اور حضرت ابراہیمؑ کو آگ کے قریب منبئیق میں سوار کیا گیا۔ آذر نے ظالمانہ انداز سے آپ کے رخِ انور پر ایک طمانچہ رسید کیا اور توحید سے دست برداری کا حکم دیا۔ لیکن اللہ کا خلیل اپنے اندر وصال پروردگار کی دُھن میں جلدی منزلِ عشق کو عبور کرنے کی تمنا لئے ہوئے تھا پس اس راستے کا ہر کانٹا انہیں پھول معلوم ہوتا تھا چنانچہ وہ نہایت سکون و اطمینان سے آگے قدم بڑھا رہے تھے۔ چہرہ مظہرِ جمالی الہی گلِ گلاب کی طرح کھلا ہوا تھا اور زبان پر مسلسل ذکرِ پروردگار جاری تھا۔ جب آگ کی خبر ان کے پاسے اثبات میں لغزش نہ لاسکی۔ تو آزر کے آزار ان کا کیا بگاڑ سکتے تھے۔ ادھر ملائکہ اعلیٰ کے فرشتوں کو آسمانِ اول پر پہنچ کر خلیلِ خدا کی آزمائش کا منظر دیکھنے کے لئے حکم دیا گیا۔ بلکہ ارضی و سماوی مخلوق نے اللہ کے خلیل کے امتحان کی طرف نظر اٹھائی اور ہر خشک و تر نے بارگاہِ کبریا میں ابراہیمؑ کے اس سخت امتحان میں زبانِ سفارش کھولی۔ زمین بولی اسے پروردگار زمین پر تیرے اس خلیل کے ہوا اور کون ہے جو تیری عبادت کرے گا اس کا دشمن اس کو زندہ آگ میں جلانے کا منصوبہ بنا رہا ہے اور تو قادرِ مطلق دیکھ رہا ہے پس زبانِ قدس سے ملائکہ کو جواب بلا تم صبر و سکون سے میرے خلیل کا عزم و استقلال دیکھو۔ مجھے جب بلائے گا میں اس کی کفایت کروں گا اور جبریل کو ارشاد ہوا تم چپ رہو ایسے شخص کی طرح باتیں کرتے ہو جسے ہاتھ سے وقت کے نکل جانے کا ڈر ہو۔ وہ میرا اپنا بندہ ہے میں جب چاہوں گا اسے لے لوں گا اور وہ جو مانگے گا میں دے دوں گا۔

پس حضرت ابراہیمؑ نے اس طرح دعا مانگی اور بروایت تفسیر مجمع البیان اس وقت آپ کی عمر شریف سولہ برس تھی

يَا اَللّٰهُ يَا وَاحِدُ يَا اَحَدُ يَا صَمَدٌ يَا مَنْ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَكَ كُفُوًا
اَحَدٌ نَجَّيْتَنِي مِنَ النَّارِ بِرَحْمَتِكَ۔

اور تفسیر صافی میں بروایت احتجاج حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپ نے یہ دعا پڑھی تھی۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ بِحَقِّ مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ لِمَا اَنْجَيْتَنِيْ مِنْهَا۔

جب حضرت ابراہیمؑ منبئیق میں بیٹھے اور آگ کی طرف جارہے تھے کہ ہوا میں حضرت جبریل نے پہنچ کر مدد کی

پیش کش کی یا اَبْرَاهِيمَ هَلْ لَكَ اِلٰی مِنْ حَاجَةٍ - یعنی کیا آپ کو میری ضرورت ہے؟ تو آپ نے نہایت اطمینان سے جواب دیا - اَمَّا اِلَيْكَ فَلَا وَاَمَّا اِلٰی رَبِّ الْعَالَمِينَ فَنَعَمْ - یعنی تیری طرف تو مجھے کوئی حاجت نہیں البتہ رب العالمین کی طرف مجھے حاجت ہے -

ادھر نمرود اقتدار کے نشے میں غمور اپنے لاؤشکر سمیت تماشائی بنا ہوا تھا اور اللہ کا خلیل نہایت سکون و تحمل سے منزل محبت پروردگار کو پوری جلدی سے عبور کر رہا تھا۔ حضرت جبریل نے ایک انگوٹھی پیش کی جس پر تحریر تھا - لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ اَلْحَبَاتُ ظَهَرَنِي اِلَى اللّٰهِ وَاَسْنَدْتُ اَمْرِي اِلَى اللّٰهِ یعنی میرا پشت پناہ اللہ ہے۔ میرا سہارا اللہ ہے اور میرا معاملہ اللہ کے سپرد ہے۔ پس خدا نے آگ کو ٹھنڈا ہونے کا حکم دیا تو اس قدر ٹھنڈی ہوئی کہ دانت بچنے لگے پھر سلامتی کا حکم دیا تو متوسط درجہ کی ٹھنڈک بن گئی۔ اور تفسیر مجمع البیان میں ہے کہ وہ آگ ایک دکش پر رونق اور سرسبز و شاداب باغ بن گئی کہ جبریل اور حضرت ابراہیمؑ اس میں خوشی خوشی باتیں کر رہے تھے۔ نمرود نے جب یہ دیکھا تو بے تماشازبان سے نکلا کہ اگر خدا ہو تو ابراہیمؑ کے خدا جیسا ہو۔ ایک خوشامدی نے کہا کہ میں نے آگ پر منتر پڑھ کر اس کو بند کر دیا ہے پس فوراً آگ سے ایک شعلہ بلند ہوا اور اس کو اپنی لپیٹ میں لے کر خاکستر کر دیا جب نمرود نے آگ کے گلزار میں حضرت ابراہیمؑ کو ایک ساتھی کے ساتھ باتیں کرتے دیکھا تو آزر کی طرف مخاطب ہو کر کہنے لگا واقعی تیرا بچہ اپنے رب کو پیارا ہے اور مروی ہے کہ چھپکلی آگ کو تیز کرنے کے لئے پھونک مارتی تھی اور مینڈک پانی لا کر اس کو ٹھنڈا کرنے میں مصروف تھا اور منقول ہے جب آگ کو ابراہیمؑ کے لئے برود سلام ہونے کا حکم ملا تو پوری روئے زمین میں تین دن تک آگ نے اپنا کام چھوڑ دیا تھا۔

بروایت مفضل بن عمر و حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ جن کلمات سے حضرت ابراہیمؑ کو آزما یا گیا ان میں ایک شجاعت بھی تھی کیونکہ ہزاروں کے مقابلہ کے لئے صرف ایک آدمی کا ڈٹ جانا اور خصوصاً نمرود جیسے مطلق العنان ظالم حکمران کے سامنے ایک اکیلے کا سینہ تن کر فکر و داسے بے نیاند ہو کر میدان مقابلہ میں ثابت قدم رہنا بہت بڑی شجاعت کا مظاہرہ ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ تین دن کے بعد نمرود نے جائزہ لیا تو معلوم ہوا کہ آگ ابراہیمؑ کا کچھ نہیں بگاڑ سکی بلکہ وہ تو زندہ اور صحیح و سالم ہے تو نمرود نے حکم جاری کیا کہ اس کو جلا وطن کر دیا جائے اور کسی شے کے ساتھ لے جانے کی اس کو اجازت نہ دی جائے۔ اس وقت حضرت سارہ آپ کے ہمراہ تھی اور حضرت لوط جو سن و سال میں آپ سے چھوٹے تھے۔ وہ بھی آپ پر ظاہری طور پر ایمان کا اظہار کر چکے تھے جس طرح قرآن میں ہے - فَاَمْسَكَ لُوطٌ - تفسیر برہان میں بروایت ابن ابی عمیر حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے جب ایک شخص نے سوال کیا کہ جادو گروں کی رسیوں کو سانپ بنتے دیکھ کر حضرت مولے گھبرا گئے تھے لیکن حضرت ابراہیمؑ آگ سے نہیں گھبرائے اس کی کیا وجہ ہے؟ تو آپ نے

جواب میں ارشاد فرمایا کہ حضرت ابراہیم کی صلب میں حجج اللہ (محمد و آل محمد) کے انوار تھے اس لئے نہ گہرائے لیکن حضرت موسیٰ کے صلب میں یہ انوار نہ تھے پس وہ گہرائے۔ تفسیر مجمع البیان میں ہے کہ حضرت جبریل حضرت ابراہیم کے لئے ایک قمیص جنت اور ایک تخت ساتھ لائے قمیص پہنا دی اور تخت پر بٹھا دیا۔

تفسیر برہان میں ہے ایک دفعہ حضرت رسالتاً نے جبریل سے دریافت فرمایا کہ اس قدر قوت و طاقت کے باوجود تم نے کبھی اپنے اندر تھکان بھی محسوس کی ہے تو کہنے لگا! ہاں تین دفعہ پہلی دفعہ جب ابراہیم کو آگ میں ڈالا گیا تو مجھے حکم پروردگار پہنچا کہ مجھے اپنی عزت و جلال کی قسم اگر تیرے پنہنے سے پہلے ابراہیم کو آگ نے مس کر لیا تو تیرا نام فرشتوں کے دیوان سے کاٹ دوں گا۔ پس میں پوری تیز رفتاری سے اس وقت پہنچا جب کہ آپ منجیق سے نکل کر دوش ہوا پر سوار تھے اور آگ میں پنہنے والے تھے پس میں نے کہا اے ابراہیم ہل لک حلقہ کیا کوئی ضرورت ہے؟ تو فرمایا اِلٰی اللّٰهِ فَتَعَمَّدُ اَمَّا الْمَيْكُ فَلا۔ کہ اللہ کی حاجت تو ہے لیکن تیری نہیں۔

دوسرا مقام جب ابراہیم نے اپنے فرزند اسمعیل کے ذبح کرنے کا ارادہ کیا تو مجھے وحی ہوئی کہ مجھے اپنی عزت و جلال کی قسم کہیں سَبَقَكَ السَّكِيْنُ اِلٰی حَلِقِهِ لَا مَحْوَةَ اَسْمَاكَ مِنْ دِيْوَانِ الْمَلَائِكَةِ۔ یعنی اگر تیرے پنہنے سے پہلے پھری اسمعیل کی گردن پر پہنچ گئی تو تیرا نام فرشتوں کے دفتر سے نکال دوں گا۔ پس میں پوری تیزی سے پہنچا اور ابراہیم کے ہاتھ میں پھری کو اٹا کر دیا اور فدیہ لاکر فوراً پھری کے نیچے لٹا دیا۔ اور تیسری دفعہ جب یوسف کو کنوئیں میں ڈالا گیا تو وحی ہوئی کہ مجھے عزت و جلال کی قسم اگر تیرے پنہنے سے پہلے یوسف کنوئیں کی تہ تک پہنچ گیا تو تیرا نام فرشتوں کے دفتر سے مٹا دوں گا۔ پس میں جلدی سے پہنچا اور کنوئیں کی تہ تک پہنچنے سے پہلے اُسے تھام لیا اور ایک پتھر پر اس کو بٹھایا پس ان مقامات پر مجھے تھکان محسوس ہوئی۔ اس کنوئیں میں سانپ و اثر دبا رہتے تھے فوراً ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ آرام سے رہو اور حرکت نہ کرو کیونکہ آج ایک نبی ہمارا جہان ہے پس سانپ اپنے مقام پر خاموش رہے لیکن ایک اثر دبا اس کو ڈسنے کے لئے آگے بڑھا اور آسمانی صاعقہ اس پر پڑا کہ قیامت تک کے لئے ان کے کان بہرے ہو گئے۔

تفسیر صفائی میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے جب آپ کو جلا وطنی کا حکم ملا تو مال مریشی کو ساتھ لے جانے کی اجازت نہ دی گئی اور غرر کیا گیا کہ مال ہماری مملکت میں رہ کر تم نے حاصل کیا ہے لہذا اس میں تیرا کوئی حق نہیں ہے۔ آپ نے اپنے احتجاجی جواب دہی میں یہ شق بیان فرمائی کہ اگر تم میرے مال کو اس لئے ضبط کرتے ہو کہ یہ تمہارے ملک کا مال ہے۔ تو میں نے جس قدر زندگی تمہارے ملک میں گزاری ہے مجھے وہ واپس کر دو۔ جب میجرٹریٹ کے سامنے مقدمہ پیش ہوا تو طرفین کے بیان سننے کے بعد فیصلہ یہ ہوا کہ ابراہیم کو وہ تمام مال و دولت سرکاری خزانہ کے حوالہ کرنی چاہیے جو اس نے اس مملکت کے حدود کے اندر رہ کر کمائی ہے اور اس کے بدلہ میں حکومت اور حکومت کے مشاہروں پر ضروری ہے کہ

ابراہیم کو اس کی قیمتی زندگی کا وہ حصہ واپس کر دیں جو اس نے اس کی حدود کے اندر گزارا ہے۔ پس فرد کو جب عدالت کا فیصلہ سنایا گیا تو اس نے اپنے سابق حکم میں فوراً تبدیلی کر لی۔ اور اس ترمیم کے ساتھ دوبارہ حکم دیا کہ ابراہیم کو اپنے مالی کے ساتھ لے جانے کی اجازت ہے پس وہ فوراً ہمارے ملک کی حدود سے نکل جائے کیونکہ اس کا دہر پوری ملک کے لئے باعث خطرہ ہے اگر وہ رہا تو ایک طرف رعایا میں پھوٹ پڑے گی اور دین میں تفرقہ بازی ہوگی اور دوسری طرف ہمارے خداؤں کو وہ نقصان پہنچائے گا۔

چنانچہ تفسیر برہان میں کلینی کی روایت سے امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے آپ حضرت سارا اور لوط کو ہمراہ لے کر شام کی طرف روانہ ہو گئے اور زمین شام کو برکت والی زمین اس لئے کہا گیا ہے کہ اکثر نبی اسی علاقہ میں مبعوث ہوئے پس یہ زمین نبیوں کا گہوارہ ہے اور اسی جلد کی ابتداء میں بَارَكْنَا حَوْلَهُ۔ کی تفسیر میں اس امر کی مزید وضاحت کی جا چکی ہے۔

نَائِلَةٌ۔ یعنی خاص عطیہ اور نفل اس زیادتی اور منفعت کو کہا جاتا ہے جو واجب کی حد سے زیادہ ہو اور قابل تعریف ہو اسی لئے نماز فریضہ سے زائد کو نافلہ کہا جاتا ہے اور بعضوں نے نافلہ کا معنی غنیمت بھی کیا ہے اس مقام پر نافلہ کا اطلاق حضرت یعقوب پر ہے کہ ابراہیم کو خدا نے یہ خاص عطیہ مرحمت فرمایا کیونکہ دعا کی استجاب کا تعلق فقط آسمان تک تھا۔ اور یہ اس سے زائد تھے اور بعض مفسرین کا خیال ہے کہ اسحق اور یعقوب، دونوں پر نافلہ کا اطلاق ہوا ہے کیوں کہ خدا پر دینا واجب نہیں تھا پس ابراہیم کو بیٹا اور پوتا ازراہ فضل و کرم عطا فرمائے (مجمع البیان)

آيَاتُهُ۔ تفسیر صافی میں بروایت کافی امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ خدا نے قرآن مجید میں دو قسم کے امام ذکر فرمائے ہیں۔ ایک وہ امام جو اللہ کے امر کی طرف ہدایت فرماتے ہیں اور لوگوں کی خواہشات سے اللہ کے حکم کو مقدم سمجھتے ہیں جن کا آیت مجیدہ میں ذکر ہے اور دوسرے وہ امام جو لوگوں کی خواہشات کو اللہ کے حکم پر ترجیح دیتے ہیں۔ چنانچہ فرماتا ہے وَجَعَلْنَا هُمْ آيَاتًا لِّبَنِي آدَمَ لِيَذَّكُرُوا إِلَى النَّاسِ۔ یعنی ہم نے ایسے امام بھی بنائے جو لوگوں کو دوزخ کی طرف بلاتے ہیں۔

وَإِقَامَ الصَّلَاةِ۔ خیرات پر اس کا عطف۔ عطف خاص علی العام ہے دراصل اقامتہ تھا لیکن تاء کو حذف کر دیا گیا ہے کیونکہ اضافت اس کے قائم مقام ہے پس اضافت کے علاوہ اس کی تاء کو حذف کرنا ناجائز ہے اور نفل خیرات سے احکام شریعت مراد لئے گئے ہیں۔

وَلَوْطًا۔ منسوب علی شریطۃ التفسیر ہے اور حکم سے مراد نبوت ہے۔

الْخَبَائِثُ۔ اسی بستی کا نام سدوم تھا جس میں وہ لوگ رہائش پذیر تھے ان کا فعل خبیثیت یہ تھا کہ عورتوں کی بجائے مردوں پر اپنی شہوت بجاتے اور غیر فطری فعل کے مرتکب ہوتے تھے نیز ان کا ایک فعل خبیثت یہ بھی تھا کہ بھری محفل میں بغیر

وَنُوحًا إِذْ نَادَىٰ مِنْ قَبْلُ فَاسْتَجَبْنَا لَهُ فَنَجَّيْنَاهُ

اور نوح جب اس نے پکارا اس سے پہلے تو ہم نے قبول کیا پس اس کو نجات دی

وَأَهْلَهُ مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيمِ ﴿٤٦﴾ وَلَنُرِيَنَّاهُ مِنْ

اور اس کی اہل کو بڑی تکلیف سے اور ہم نے اس کی مدد کی

الْقَوْمِ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا إِنَّهُمْ كَانُوا قَوْمَ

اس قوم سے جنہوں نے جھٹلایا ہماری نشانیوں کو تحقیق وہ بری قوم تھی

سَوْءٍ فَأَغْرَقْنَاهُمْ أَجْمَعِينَ ﴿٤٧﴾ وَدَاوُدَ وَسُلَيْمَانَ

پس ہم نے ان سب کو غرق کر دیا اور داؤد و سلیمان جب کہ

إِذْ يَحْكُمُونَ فِي الْحَرْثِ إِذْ نَفَسَتْ فِيهِ غَمَمُ الْقَوْمِ

فیصلہ کر رہے تھے کھیتی کا جب کہ بربادی کی اس میں ایک قوم کی دنیوں نے

شرم دھیا کے گوزنی کرتے تھے اور تیسرا فعل خبیث یہ تھا کہ وہ ڈاکو اور راہزن تھے۔ حضرت لوط اور اس کی قوم کا ذکر سورہ ہود اور حجر میں گذر چکا ہے۔

تفسیر برہان میں منقول ہے امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا ایک دن جو حضرت ابراہیم صبح کو اٹھے تو ڈارہی میں ایک سفید بال دیکھا۔ پس حمد پروردگار بجالاتے کہ اس عمر تک پہنچ کر میں نے ایک چشم زدن کے وقفہ میں بھی اللہ کی نافرمانی نہیں کی۔ بعض کتب تاریخ میں ہے کہ نمرود کی لڑکی رعصہ نامی ابراہیم پر ایمان لائی تو اس کو نمرود کی حکومت نے سزائے موت کا حکم دیا لیکن اللہ نے اس کو نمرود کے عذاب سے بچالیا اور جب حضرت ابراہیم شام میں پہنچے تو جب بصرہ میں آئے تو حضرت ابراہیم کے حوالہ کر دیا۔ اور حضرت ابراہیم نے اپنے ایک لڑکے کے ساتھ اس کی شادی کر دی۔ الخیر

رکوع نمبر ۶

مِنَ الْقَوْمِ - یہاں من علی کے معنی میں ہے (مجمع) جہاں کی طعنہ زنی اور ان کی طرف سے توہین آمیز رویے کو کرب عظیم کہا گیا ہے جس سے خدا نے حضرت نوح اور اس کی آل کو نجات بخشی۔

داؤد و سلیمان کا ذکر

نَفْسَتْ - نفس کا معنی ہے کسی حیوان یعنی بھیر بکری اونٹ اور گائے وغیرہ کا رات کے وقت بغیر چرنا ہے کے گھر سے نکل کر چرنا۔ تفسیر برہان میں بروایت کافی امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ نفس کا صدق رات کو ہوتا ہے کیونکہ کھیتی کے مالک کا کام ہے دن کو اس کی حفاظت کرنا اور مال و مولیٰ کے مالک پر فرض نہیں کہ دن بھر اپنے مال کو چرنے سے روکے رکھے کیونکہ چرنے کا وقت دن ہے لہذا دن میں وہ جو نقصان کریں مالک اس کا ضامن نہیں ہے اسی طرح مولیٰ کے مالک پر ضروری ہے کہ رات کو اپنے مولیٰ قابو میں رکھے کہ لوگوں کی کھیتوں کا نقصان نہ کریں پس جو رات کو نقصان کریں گے۔ مالک اس کا ضامن ہوگا اور نفس کا یہی معنی ہے۔

واقعہ :- ایک دفعہ ایک شخص کے مولیٰ رات کے وقت ایک دوسرے شخص کے کھیت میں چلے گئے اور اس کی کھیتی کو برباد کر ڈالا۔ صبح سویرے اس نے حضرت داؤد کے دربار میں رپورٹ درج کرائی کہ فلاں شخص کے مولیوں نے میرا کھیت تباہ کر دیا ہے۔ پس مدعا علیہ کو دربار میں بلوایا گیا اور فرد جرم عائد ہونے کے بعد وہ فیصلہ کیا جو سابق انبیاء کیا کرتے تھے چنانچہ حضرت صادق علیہ السلام سے منقول ہے خدا نے انبیاء کو وحی کی تھی کہ اگر کسی کے مولیٰ کسی کی کھیتی کا نقصان کریں تو کھیتی والے کو مولیٰ اس نقصان کے بدلہ میں دئے جائیں۔ پس حضرت داؤد نے سابق انبیاء کے دستور کے مطابق فیصلہ کر دیا۔

ادھر خدا نے حضرت سلیمان پر وحی بھیجی جس میں سابق حکم منسوخ ہونا تھا چنانچہ فرمایا ہے فَفَقَهَّمَا هَا سَلِيمًا یعنی سلیمان کو ہم نے سمجھایا یہ کہ اگر کسی کے حیوان کسی دوسرے کی کھیتی کا نقصان کریں تو صاحب زراعت صاحب مال سے مال کے پیٹ کی چیز وصول کر سکتا ہے یعنی ان کے بچے یا دودھ مثلاً پس حضرت سلیمان نے یہی فیصلہ سنایا اور بعد میں پھر یہی دستور رائج ہوا۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت داؤد نے کھیتی کے نقصان کے بدلہ میں

مولیٰ دیئے تھے اور حضرت سلیمان نے ان دنیوں کا اس سال کا دودھ اور اُون کھیتی کے مالکان کو دلویا دیکھ کر کھیتی والے کی اصل باقی تھی اور ایک سال کی منفعت کا نقصان ہوا تھا۔ اس لئے مولیٰ کے مالک کی اصل کو محفوظ رکھا گیا اور اس کا سال بھر کا نفع یعنی دودھ اور اُون کھیتی والے کو دلوا دی گئی۔ تفسیر عمدة البیان میں ہے مدعی کے مالی نقصان کی قیمت چونکہ دنیوں کی قیمت کے برابر تھی۔ لہذا حضرت داؤد نے اس کو دنیوں دلوانے کا فیصلہ صادر فرمایا تھا۔

علامہ طبرسی نے مجمع البیان میں ذکر کیا ہے کہ وہ انگوروں کا باغ تھا جس کو مولیوں نے تباہ کیا تھا۔ پس حضرت داؤد نے مالک باغ کو نقصان کے بدلہ میں دنیوں دینے کا فیصلہ صادر فرمایا۔ حضرت سلیمان نے عرض کی اے اللہ کے نبی اس فیصلہ کو تبدیل فرمائیے بلکہ فیصلہ یوں ہونا چاہئے کہ مولیٰ کے مالک کو حکم دیا جائے کہ باغ کی خدمت کرے اور انگوروں و پلوؤں کی حفاظت کرے یہاں تک کہ وہ اپنی پہلی حالت پر آجائیں اور اس مدت تک اس کے مولیٰ باغ کے مالک کے قبضہ میں رہیں جب باغ کی حالت حسب سابق ٹھیک ہو جائے گی تو ہر مالک اپنا اپنا مال سنبھال لے گا

اور اسی طرح صادقین علیہم السلام سے مروی ہے۔ تفسیر عمدۃ البیان میں مدعی کا نام ایلیا اور مدعا علیہ کا نام یوحنا منقول ہے۔

تفسیر مجمع البیان میں ہے کہ اس وقت حضرت سلیمان کی عمر ۱۱ برس کی تھی اور تفسیر عمدۃ البیان میں دس برس لکھی ہے۔

حضرت داؤد اور حضرت سلیمان کے فیصلوں کا اختلاف ظاہر بین لوگوں کے لئے محل اعتراض وصی کا تعین ہے اس کا صحیح حل وہ ہے جو آئمہ اہلبیت علیہم السلام نے بیان کیا ہے چنانچہ تفسیر صانی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ خدا نے حضرت داؤد کی طرف وحی کی کہ اپنی اہل سے اپنا وصی نامزد کرو کیونکہ میرے علم میں یہ بات ثابت ہے کہ ہر نبی کا وصی اسی کی اہل سے ہی ہوگا۔ حضرت داؤد علیہ السلام کے متعدد فرزند تھے اور سب سے پیاری بیوی کے بطن سے بھی ایک لڑکا تھا جب آپ نے اپنی بیوی کو حکم پر درکار کی اطلاع دی تو اس نے اپنے لڑکے کا نام پیش کیا اور حضرت داؤد نے بھی اس کی تصدیق و تائید کر دی۔ لیکن اللہ کے علم میں آپ کا وصی حضرت سلیمان تھا۔ پس داؤد کو وحی ہوئی کہ وصی کی نامزدگی میں عجلت سے کام نہ لینا کیوں کہ اس کا فیصلہ میں خود کروں گا۔ پس تھوڑی دیر گزری کہ دربار داؤد میں مذکور بالا مقدمہ پیش ہوا۔ اور اللہ نے وحی کی کہ تمام اولاد کو جمع کر لو اور ان سے اس مقدمہ کا فیصلہ لو جس کا فیصلہ صحیح ہوگا وہی تیرا وصی ہوگا۔

حضرت داؤد نے تمام بیٹوں کو جمع کیا اور مقدمہ کی نوعیت سے ان کو مطلع کیا تو حضرت سلیمان نے انگوروں کے مالک سے پوچھا کہ اس شخص کے چوپائے تیرے باغ میں کس وقت داخل ہوئے تھے۔ اس نے بتایا کہ رات کے وقت داخل ہوئے تھے۔ پس آپ نے چوپاؤں کے مالک کو فرمایا کہ اس کا فیصلہ میں یہ کرتا ہوں کہ اس سال تیری دنبیوں کے پیدا ہونے والے بچے اور ان کی اون صاعب باغ کو تو نے دینی ہوگی۔

حضرت داؤد نے فرمایا بیٹا۔ علمائے بنی اسرائیل تو اس طرح فیصلہ کرتے ہیں کہ کھیتی کے بدلہ میں اس کو مویشی سالم دیئے جائیں تم نے ان کے فیصلہ کو کیوں بدل دیا ہے؟ تو حضرت سلیمان نے جواب دیا حضور: انگوروں کی اصلی محفوظ ہے۔ دنبیوں نے ان کا ایک سال کا پھل ضائع کیا ہے وہ اگلے سال پھر پھل دیں گے لہذا پھل کے بدلہ میں پھل ہی ہونا چاہیے۔ پس خدا کی جانب سے وحی نازل ہوئی کہ سلیمان کا فیصلہ صحیح اور نافذ ہے۔ اسے داؤد تو کچھ اور چاہتا تھا اور ہم کچھ اور چاہتے تھے۔ پس داؤد نے گھر جا کر اپنی بیوی کو حقیقت حال کی اطلاع دی اور اللہ کی رضا پر راضی ہونے کی تلقین فرمائی۔ جس طرح نبی کو حق نہیں پہنچتا کہ حقیقی وصی کے علاوہ کسی دوسرے کو اپنی مرضی سے وصی نامزد کریں۔ اسی طرح اوصیاء

کو بھی حق نہیں پہنچتا کہ اپنے بعد والے وصی کے معاملہ میں حد سے تجاوز کریں (پس اس روایت کے پیش نظر سابقہ مختلف روایات کا صحیح حل بھی معلوم ہو گیا اور داؤد و سلیمان کے فیصلہ کے اختلاف کی وجہ بھی واضح ہو گئی)

وَكُنَّا رَحِيمَهُمْ شَهِدِينَ ﴿٤٨﴾ فَفَقَّمْنَهَا سُلَيْمًا وَكُلًّا

اور ہم ان کے فیصلہ کو دیکھنے والے تھے پس ہم نے سمجھا دیا سلیمان کو اور سب کو

اتَيْنَا حُكْمًا وَعِلْمًا وَسَخَّرْنَا مَعَ دَاوُدَ الْجِبَالَ

ہم نے نبوت و علم عطا کیا اور مطیع کیا ساتھ داؤد کے پہاڑوں کو

لَيَسَّيْحَنَ وَالطَّيْرَ ط وَكُنَّا فَاعِلِينَ ﴿٤٩﴾ وَعَلَّمْنَاهُ صَنْعَةَ لَبُوسٍ

کہ تسبیح کرتے تھے اور پرندوں کو اور ہم کر سکتے ہیں اور ہم نے سکھایا اس کو زرہ بنانا

الْجِبَالَ۔ حضرت داؤد علیہ السلام کا یہ معجزہ تھا کہ جب آپ زبور کی تلاوت فرماتے تھے تو پتھروں پہاڑوں اور پرندوں کی جانب سے ان کے جواب میں تسبیح و تقدیس پروردگار کی صدائیں بلند ہوتی تھیں۔

لَبُوسٍ۔ لغت کے لحاظ سے لبوس ہر جنگی ہتھیار پر بولا جاتا ہے مثلاً زرہ تلوار اور نیزہ وغیرہ اس مقام پر مقصود زرہ ہے اور تفسیر مجمع البیان میں ہے کہ حضرت داؤد نبی بھی تھے اور بادشاہ وقت بھی تھے۔ رات کو ہمیں بدل کر اپنے متعینہ آفیسروں اور حکمرانوں کی کارکردگی کا جائزہ لینے کے لئے دورہ کرتے تھے۔ ایک دفعہ حضرت جبریل شکل انسانی میں سامنے آیا تو داؤد نے سلام و جواب کے بعد پوچھا کہ تمہارے نزدیک داؤد کیسا حکمران ہے تو اس نے جواب دیا کہ اور سب ٹھیک ہے اس میں ایک عیب ہے کہ وہ بیت المال سے روٹی کھاتا ہے پس حضرت داؤد نے اس کا شکریہ ادا کیا اور اپنے دل میں قسم کھالی کہ بیت المال سے کچھ نہ کھاؤں گا۔ پس خدا نے اس کے لئے لوسہ کو موم بنا دیا اور مروی ہے کہ ایک دفعہ حضرت لقمان طے آئے تو آپ زرہ بنانے میں مصروف تھے۔ حضرت لقمان خاموش رہے اور کچھ نہ پوچھا جب حضرت داؤد زرہ بنانے سے فارغ ہوئے تو اٹھ کھڑے ہوئے اور اس کو پہن لیا پھر فرمایا لڑائی میں بچاؤ کے لئے یہ خوب چیز ہے پس حضرت لقمان نے کہا چپ رہنا دانائی ہے لیکن اس پر عمل کرنے والے کم ہوں گے۔

تفسیر صافی میں بروایت کافی حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے منقول ہے کہ خدا نے داؤد پر وحی بھیجی کہ تونیک بندہ ہے بشرطیکہ بیت المال سے نہ کھائے بلکہ اپنے ہاتھ سے کمائے۔ پس چالیس دن تک گریہ میں مشغول رہے۔ تو خدا نے ان کے لئے لوسہ کو نرم کر دیا۔ چنانچہ آپ ہر دن میں ایک زرہ تیار کرتے اور اسے ایک ہزار درہم میں فروخت کرتے تھے اس طرح انہوں نے تین سو ساٹھ زرہیں تیار کیں اور تین لاکھ ساٹھ ہزار درہم کمائے۔ پس بیت المال سے بے نیاز ہو گئے اور حضرت داؤد ہی پہلے شخص ہیں جنہوں نے پہلے پہل زرہ ایجاد کی۔ اس سے پہلے لوسہ کی چادر سے بچاؤ کی صورت اختیار کی جاتی تھی۔ لیکن وہ بہت بھاری ہوتا تھا۔ حضرت داؤد کے ہاتھوں میں چونکہ لوسہ کی طرح نرم

لَكُمْ لِتُحْصِنَكُمْ مِنْ بَأْسِكُمْ فَهَلْ أَنْتُمْ

تمہارے لئے کہ تم کو بچائے سختی سے تو کیا تم اس کا شکر کرنے

شُكْرُونَ ﴿۸۰﴾ وَلسليمن الرّيح عاصفة تجرى

والے ہو گے؟ اور سلیمان کے لئے ہوا کو (مطیع کیا) تیز چلنے والی جو چلتی

بِأَمْرِ إِلَى الْأَرْضِ الَّتِي بَرَكْنَا فِيهَا وَكُنَّا بِكُلِّ

تھی اس کے حکم سے اس زمین کی طرف کہ برکت رکھی ہم نے اس میں اور ہم ہر

شَيْءٍ عَلِيمِينَ ﴿۸۱﴾ وَمِنَ الشَّيْطَانِ مَنْ يَغْوِصُونَ لَهُ

شے کو جاننے والے ہیں اور (مطیع کئے) شیطانوں میں سے ایسے کہ غوطہ لگاتے (اور موتی نکالتے تھے)

ہو جاتا تھا۔ پس انہوں نے حلقہ وارزہ کی ایجاد کی۔ ایجاد کی جو ہلکی پھلکی بھی ہوتی تھی اور بچاؤ کا کام بھی دیتی تھی۔

سليمان کی حکومت
وَلِسُلَيْمَانَ - یعنی ہم نے سلیمان کے لئے ہوا کو مسخر کیا۔ جہاں چاہتے تھے تیز
چلتی تھی اور جہاں چاہتے تھے آہستہ چلتی تھی۔ ان کے فرمان کے ماتحت ہی وہ سب

حرکت کرتی تھی۔ آپ ملک شام کے شہر بعلبک میں رہائش پذیر تھے اور بیت المقدس کی تعمیر جاری تھی۔ پس آمدورفت
کا سلسلہ روزمرہ جاری رہتا تھا کیوں نہ وہ زمین مبارک ہو جو اکثر انبیاء کے لئے محل بعثت اور جائے عبادت ہوئی۔
ہوا صبح کے وقت تخت سلیمان کو لے کر ایک ماہ کی مسافت پر لے جاتی اور شام کو بھی ایک ماہ کی مسافت طے کرتی
رہتی تھی جب حضرت سلیمان گھر سے نکل کر تخت شاہی تک تشریف لاتے تھے تو پرندے سر کے اوپر سایہ نگیں
رہتے تھے اور تمام جن و انسان تعلیم کے لئے گھر لے کر آتے تھے پس شاہی کرسی پر تشریف رکھتے اور درگد
پورا لشکر تہا پس ہوا میں پوری آن بان کے ساتھ پرواز کرتے تھے۔

يَغْوِصُونَ - خداوند کریم نے حضرت سلیمان کیلئے شیطانوں کو مطیع و مسخر کر کے دریاؤں اور سمندروں میں غوطہ زنی
کر کے مختلف اقسام کے قیمتی و نایاب موتی و جواہر نکال لاتے تھے۔

وَيَعْمَلُونَ - غوطہ زنی کے علاوہ کاریگری قسم کے افراد بھی تھے جو آپ کے حکم سے مختلف فن کاریوں کا مظاہرہ کرتے
تھے۔ مکانات و محلات کی تعمیر اور محرابوں وغیرہ کی صنعت میں وہ مہارت تاملہ رکھتے تھے۔

وَكُنَّا لَهُمْ - یعنی ہم ہی اس کو حفظ کرنے والے تھے کہ سلیمان کی ملازمت سے بھاگ نہ جائیں یا یہ کہ اس
بات کی ہم حفاظت کرتے تھے کہ کہیں تعمیر کی بجائے تخریبی قدم اٹھانے کی جرأت نہ کریں۔

وَيَعْمَلُونَ عَمَلًا دُونَ ذَلِكَ وَكُنَّا لَهُمْ حَفِظِينَ ﴿۸۲﴾

اس کے لئے اور اس کے علاوہ اور کاریگری بھی کرتے تھے اور ہم ان کے محافظ تھے

وَأَيُّوبَ إِذْ نَادَىٰ رَبَّهُ أَنِّي مَسَّنِيَ الضُّرُّ وَأَنْتَ

اور (یاد رکھو) ایوب کو جب پکارا اپنے رب کو تحقیق مجھے پہنچی ہے تکلیف اور توبہ

أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ ﴿۸۳﴾ فَاسْتَجَبْنَا لَهُ فَكَشَفْنَا مَا بِهِ

سے بڑا رحم کرنے والا ہے اور ہم نے قبول کیا اس کی دعا کو اور دور کی

مِنْ ضُرِّهِ وَآتَيْنَاهُ أَهْلَهُ وَمِثْلَهُمْ مَعَهُمْ رَحْمَةً

وہ جو اس کو تکلیف تھی اور عطا کیا اس کو خاندان اور اتنے ان کے علاوہ بھی اپنی رحمت

اس سورہ مجیدہ میں بعض انبیاء کی آزمائش کا تذکرہ اور ان کے صبر و
حضرت ایوب کا ذکر استقلال اور عزم و ضبط کا بیان اور بالآخر استجابت دعا اور احسان و

امتنان پروردگار کا ذکر ہے۔ پس اس ذیل میں حضرت ایوب علیہ السلام کے متعلق فرماتا ہے کہ اس نے تکلیف کے وقت اس طرح دعا کی اِنِّي مَسَّنِيَ الضُّرُّ الخ یعنی میں تکلیف میں ہوں اور تو ارحم الراحمین ہے۔ رفع مصیبت کے لئے صرف اس کی رحمت کا تذکرہ طلب اور سوال کے لئے بہترین کنایہ ہے کتب سیر میں ہے ایک مرتبہ حضرت ایوب نے عرض کی تھی اے پروردگار میں تیرا عبادت گزار شاکر بندہ ہوں اور تو نے مجھے اس مصیبت میں مبتلا کر دیا ہے تو خدا نے نضا میں بادل پیدا کئے اور اس کے ہر ہر ٹکڑے سے ندا آئی۔ اے ایوب تو مجھے اپنی عبادت اور شکر جتلا رہا ہے۔ بھلا یہ تو بتاؤ کہ تجھے شاکر کس نے بنایا ہے؟ الخیر ملخصاً۔

وَآتَيْنَاهُ۔ جب حضرت ایوب کی مصیبت دور ہوئی تو خدا نے اس کی مردہ اولاد کو زندہ کر دیا اور اتنی مقدار میں وہ عزیز بھی زندہ کر دیئے جو آزمائش سے قبل اپنی موت مرچکے تھے اسی طرح ہلاک شدہ مال و مولیٰ بھی واپس زندہ کر دیئے اور اسی قدر اور بھی عطا فرمائے۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ کے تین لڑکے اور سات لڑکیاں تھیں اور دوسری روایت میں ہے کہ سات لڑکے اور سات لڑکیاں تھیں۔ اور فرمایا یہ ہماری رحمت تھی۔ اور عبادت گزاروں کے لئے نصیحت تھی کہ مصیبت کے وقت اس طرح صبر و ضبط سے کام لیں۔ تاکہ انجام کار محمود ہو۔

تفسیر صافی میں ہے کہ حضرت ایوب علیہ السلام رومی تھے اور عیض بن اسحاق کی نسل سے تھے۔ خداوند کریم

مِّنْ عِنْدِنَا وَذِكْرَىٰ لِلْعَبِيدِ ۝۸۴ ﴿۸۴﴾ وَإِسْمَاعِيلَ

سے اور عبادت کرنے والوں کی نصیحت کے لئے اور اسمعیل

وَادْرِيْسَ ۝۸۵ ﴿۸۵﴾ وَذَا الْكُفْلِ ط

اور یس و ذوالکفل کو (یاد کرو) سب صابروں میں سے تھے

وَأَدْخَلْنَاهُمْ فِي رَحْمَتِنَا ۝۸۶ ﴿۸۶﴾ إِنَّهُمْ مِنَ الصَّالِحِينَ

اور ان کو ہم نے اپنی رحمت میں داخل کیا تحقیق وہ نیکوں میں سے تھے

نے ان کو عہدہ نبوت پر فائز فرمایا اور مال و اولاد کثرت سے عطا فرما کر امتحان میں مبتلا کیا اور جسمانی و مالی و اہلی مصائب میں گھر جانے کے باوجود انہوں نے توکل اور صبر کا دامن نہ چھوڑا اور شکر پروردگار میں رطب اللسان رہے پس خدا نے ان کی مدح فرمائی تاکہ دوسروں کے لئے باعث نصیحت ہو۔

وَإِسْمَاعِيلَ - بے آب و گیاہ علاقہ میں مبعوث ہوئے لیکن مہر و تحمل سے فرائض تبلیغ انجام دیتے رہے ان کا ذکر پارہ ۱۶ رکوع نمبر ۷ سورہ مریم میں گزر چکا ہے۔

وَإِدْرِيْسَ - ان کا ذکر بھی سورہ مریم میں گزر چکا ہے۔

وَذَا الْكُفْلِ - اس کے متعلق اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ نبی نہ تھا لیکن مرد صالح تھا اس نے ایک نبی سے روزہ رکھنے رات کی عبادت خدا کرنے غفہ نہ کرنے اور

حق پر عمل کرنے کا وعدہ کیا تھا اور اس پر قائم رہا تھا اس لئے خدا اس کی مدح فرما رہا ہے لیکن اکثرین کے نزدیک وہ نبی تھے لیکن ان کے نام میں اختلاف ہے (۱) اس کا نام ذوالکفل تھا (۲) اس کا نام ایاس تھا (۳) اس کا نام ایسح بن

خطوب تھا۔ اس نے کنعان نامی بادشاہ وقت کی کفالت لی تھی کہ اگر تو ایمان لائے گا تو میں جنت کا ضامن ہوں گا اور اسی مضمون کی تحریر بھی ان کو لکھ کر دے دی تھی چنانچہ بادشاہ تائب ہو گیا۔ اسی لئے اس کو ذوالکفل کہا جاتا ہے (۴)

تفسیر صافی میں عیون الاخبار سے منقول ہے۔ حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا ذوالکفل سے مراد یونس بن نون ہے (۵) تفسیر مجمع البیان میں کتاب النبوة سے منقول ہے شہزادہ عبدالعظیم بن عبداللہ حسنی روایت کرتا ہے کہ میں

نے امام علی نقی علیہ السلام کو خط لکھا جس میں ذوالکفل کے متعلق دریافت کیا گیا کہ ان کا اسم مبارک کیا تھا اور یہ کہ وہ رسول تھا یا نہ؟ تو آپ نے جواب میں تحریر فرمایا کہ خدا نے ایک لاکھ چوبیس ہزار نبی مبعوث فرمائے جن میں سے تین

سو تیرہ رسول تھے اور ذوالکفل انہی میں سے تھا اور یہ حضرت سلیمان بن داؤد کے بعد مبعوث برسات ہوئے اور

وَذَا النُّونِ إِذْ ذَهَبَ مُغَاضِبًا فَظَنَّ أَنْ لَنْ نَقْدِرَ

اور (یاد کرو) ذوالنون کو جو ناراض ہو کر گئے تو گمان کیا کہ ہم اس کے خلاف فیصلہ نہ کریں گے پس پکارا

عَلَيْهِ فَنَادَى فِي الظُّلُمَاتِ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ

تاریکیوں میں کہ سوائے تیرے کوئی معبود نہیں تو

سُبْحَانَكَ ۖ إِنِّي كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِينَ ﴿۸۷﴾ فَاسْتَجَبْنَا لَهُ ۖ

پاک ہے تحقیق میں خسارہ پانے والوں میں سے ہوں پس ہم نے قبول کیا

وَنَجَّيْنَاهُ مِنَ الغَمِّ ط وَكَذَلِكَ نُنشِئُ الْمُؤْمِنِينَ ﴿۸۸﴾

اس کی دعا کو اور اس کو نجات دی غم سے اور اسی طرح ہم مومنوں کو نجات دیا کرتے ہیں

حضرت داؤد کی طرح لوگوں میں فیصلے کرتے تھے ان کا غصہ صرف اللہ ہی کے لئے ہوتا تھا اور اس کا نام عدویا بن ادارین تھا۔

حضرت ذوالکفل کا روضہ نجف اور کربلا کے درمیان دریائے فرات کے شرقی کنارہ پر ایک بستی میں ہے آپ کے روضہ کے مجاور یہودی ہیں۔ رواق اور روضہ کے اندر جو کتبے موجود ہیں ان کا رسم الخط بہت پرانا ہے اور زبان بھی عربی نہیں کوئی دوسری ہے ہم ایک مرتبہ کربلا کی طرف پیدل جاتے ہوئے جب اس کی سیدہ میں پہنچے تو بذریعہ کشتی دریا کو عبور کر کے زیارت سے مشرف ہوئے تھے غالباً یہ ۱۳۶۳ھ کا واقعہ ہے۔

حضرت یونس کا ذکر | مُغَاضِبًا۔ یعنی اپنی قوم سے ناراض ہو کر چلے گئے کیونکہ کانی عرصہ تک تبلیغ فرماتے رہے لیکن وہ اپنے ضد پر قائم رہے۔ ان کا قصہ سورہ یونس میں تفسیر کی ساتویں

جلد ص ۱۸ پر گزر چکا ہے (پہلا ایڈیشن)

فَظَنَّ أَنْ لَنْ نَقْدِرَ عَلَيْكَ۔ مامون عباسی نے حضرت امام رضا علیہ السلام پر عصمت انبیاء کے متعلق جو سوالات کئے تھے ان میں سے ایک یہ بھی تھا کہ جو خدا کی قدرت پر یقین نہ رکھے مومن نہیں ہو سکتا چہ جائیکہ خدا کی عدم قدرت کا ظن رکھتا ہو اور نبی بھی ہو؟ آپ نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ یہاں قدر سے مراد تنگی رزق ہے جس طرح دوسرے مقام پر ارشاد ہے وَأَمَّا إِذَا مَا ابْتَلَاكَ فَقَدَسَ عَلَيْكَ رِزْقُكَ۔ یعنی جب خدا اس کو آزمائے اور اس کا رزق تنگ کر دے۔ پس مقصد یہ ہے کہ حضرت یونس قوم سے ناراض ہو کر چلے گئے اور یہ ناراضگی ان کی صرف رضائے پروردگار کی خاطر ہی تھی کیونکہ ان کو قوم سے کوئی ذاتی رنجش نہیں تھی۔ پس ان کو

وَزَكَرِيَّا إِذْ نَادَى رَبَّهُ رَبِّ لَا تَذَرْنِي فَرْدًا

اور (یاد کرو) زکریا کو جب پکارا اپنے رب کو اے رب مجھے اکیلا (بے وارث)

وَ أَنْتَ خَيْرُ الْوَارِثِينَ ﴿۸۹﴾ فَاسْتَجَبْنَا لَهُ وَوَهَبْنَا لَهُ

نہ چھوڑ اور تو بہتر وارث ہے پس مان لی ہم نے اس کی دعا اور

يَحْيَىٰ وَاصْلَحْنَا لَهُ زَوْجَهُ إِنَّهُمْ كَانُوا يُسْرِعُونَ

دیا اس کو یحییٰ اور اس کی بیوی کو ہم نے ٹھیک کر دیا تحقیق یہ لوگ جلدی کرتے تھے

یقین تھا کہ میرا یہ فعل صحیح ہے اور اس کی بناء پر مجھے آزمائش میں لا کر خدا تنگی رزق میں مبتلا نہ فرمائے گا لیکن نشائے خداوندی اس کے غلات تھی پس ایک عرصہ تک مچھلی کے شکم میں رہ کر خدا سے نجات کی درخواست کی جو مقبول ہوئی۔
 فِي الظُّلُمَاتِ - تین پردوں کے اندر خدا کو پکارتے تھے۔ رات کا پردہ پانی کا پردہ اور تیسرا مچھلی کے شکم کا پردہ اور نون عربی میں مچھلی کو کہتے ہیں اور مچھلی کے پیٹ میں رہنے کی وجہ سے ان کو ذوالنون کہا جاتا ہے۔
 لَدَالَةٍ إِلَّا أَنْتَ - عالمین اس کو آیت کریمہ کا نام دیتے ہیں اس آیت مجیدہ کا ورد بہت تاثیر رکھتا ہے۔
 غمزہ آدمی اس کا ورد رکھے تو غم دور ہوگا۔

تفسیر برہان میں کلینی سے منقول ہے امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں ایک خراسانی نے بچہ نہ ہونے کی شکایت کی تو آپ نے فرمایا گھر جا کر

طلبِ اولاد کے لئے عمل

جب عورت سے ہمبستری کا ارادہ ہو تو پہلے وَ ذَالنُّون سے لے کر الواسرین تک تین آیتیں پڑھ لو پھر ہمبستری کرو۔ انشاء اللہ خدا کا دے گا۔ قصہ کی تفصیل سورہ صافات میں آئے گا۔ انشاء اللہ یعنی صرف مرد پڑھے لیکن اگر مرد و عورت دونوں پڑھیں تو زیادہ بہتر ہے۔

تفسیر مجمع البیان میں ہے عارث بن مغیرہ کہتا ہے میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کی کہ میرا خاندان سب ختم ہو گیا ہے اور میرے ہاں بھی کوئی اولاد نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا سجدہ میں سجدہ شکم پڑھا کرو۔
 رَبِّ هَبْ لِي مِنْ لَدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً إِنَّكَ سَمِيعُ الدُّعَاءِ رَبِّ لَا تَذَرْنِي فَرْدًا
 وَأَنْتَ خَيْرُ الْوَارِثِينَ - وہ کہتا ہے میں نے یہ عمل کیا تو خدا نے مجھے دو بیٹے عطا فرمائے ایک کا نام علی رکھا اور دوسرے کا نام حسین رکھا یہ عمل مرد اور عورت دونوں کو کرنا چاہیے۔ سجدہ شکر کے اذکار معینہ پڑھنے کے بعد یہ دعا پڑھیں اور ہر نماز کے بعد مسلسل پڑھتے رہیں نیز صرف ایک مرتبہ پڑھنا بھی کافی ہے۔

فِي الْخَيْرَاتِ وَيَدْعُونَنَا رَغَبًا وَرَهَبًا وَكَانُوا

نیکیوں میں اور ہمیں پکارتے تھے شوق سے اور ڈر سے اور ہمارے لئے

لَنَا خَشِيعِينَ ۹۰ وَالَّتِي أَحْصَيْتُ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا

عاجزی کرنے والے تھے اور (یاد کرو) وہ عورت جس نے اپنے شرم کو محفوظ رکھا

فِيهَا مِنْ رُوحِنَا وَجَعَلْنَاهَا وَابْنَهَا آيَةً لِلْعَالَمِينَ ۹۱

پس چھونکا ہم نے اسی میں اپنی روح کو اور بنایا ہم نے اس کو اور اس کے فرزند کو آیت عالمین کے لئے

إِنَّ هَذِهِ أُمَّتُكُمْ أُمَّةً وَاحِدَةً وَأَنَا رَبُّكُمْ

تحقیق یہ تمہاری جماعت ہے ایک جماعت اور میں تم سب کا رب ہوں پس میری

فَاعْبُدُونِ ۹۲ وَتَقَطَّعُوا أَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ ۹۳ كُلُّ إِلَهِنَا مَرْجُوعٌ ۹۴

عبادت کرو اور (یہود و نصاریٰ نے) ٹکڑے ٹکڑے کر دیا باہمی دینی رابطہ سب ہماری طرف پلٹنے والے ہیں

أَصْلَحْنَا - یعنی زکریا کو ہم نے اولاد دی کہ اس کی بیوی کے بانجھ پن کو ختم کر دیا اور اس کو صحت مند کر دیا اور بعضوں نے کہا ہے کہ وہ بوڑھی بوچھلی تھی اور خدا نے اس کو دوبارہ جوانی عطا فرمادی (مجمع البیان) إِنَّهُمْ - یعنی تمام وہ انبیاء جن کا سابق میں تذکرہ ہوا ہے۔

رَغَبًا وَرَهَبًا - یعنی ان کے دل میں ایک طرف میری محبت تھی اور دوسری طرف میرا ڈر تھا۔ جیسا کہ معصوم نے بھی مومن کامل الایمان کی یہی تعریف فرمائی ہے کہ مومن کا ایمان خوف اور رجا کے درمیان ہوتا ہے اگر وزن کیا جائے تو اس کا خوف اور رجا برابر ہوں گے۔

مِنْ رُوحِنَا - حضرت عیسیٰ کو خدا نے اپنی روح قرار دیا اور اللہ کی طرف نسبت عظمت شان اور رفعت مکان کی دلیل ہے۔

آيَةً - یعنی حضرت مریم اور حضرت عیسیٰ دونوں بذات خود معجزہ تھے۔

أُمَّتُكُمْ - یعنی یہ انبیاء سب کے سب ایک جماعت ہیں یا یہ کہ ان سب کا ایک ہی دین ہے۔ اور میں سب کا پروردگار ہوں۔

تَقَطَّعُوا - یعنی یہود و نصاریٰ نے دین میں تفرقہ پیدا کیا اور وہ ایک دوسرے سے بیزار ہوئے۔

حضرت یحییٰ کا زہد و تقویٰ

تفسیر برہان میں بروایت امالی ابن بابویہ سند کے ساتھ جناب رسالت سے منقول ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت یحییٰ کے زہد کا یہ

عالم تھا کہ ایک دفعہ بیت المقدس میں ریاضت کرنے والے علماء و عابدین کو دیکھا کہ اونی قیص پہنے ہوئے اونی ٹوپی سر پر رکھے ہوئے ہمہ تن مصروف عبادت ہیں ان میں بعضوں نے ہنسیاں پھیر کر ان سے رستی گزار کر مسجد کے ستون سے اپنے آپ کو باندھ رکھا تھا پس گھر میں اگر ماں سے کہنے لگے۔ مجھے بھی ایک اونی قیص اور ٹوپی بنا دیجئے تاکہ میں بیت المقدس میں دوسرے عابدین کے ہمراہ شریک عبادت ہو جاؤں انہوں نے بات کو ٹالتے ہوئے جواب میں کہا جب اللہ کے نبی حضرت زکریا تشریف لائیں گے تو ان کے مشورہ سے میں یہ کام کر دوں گی جب آپ تشریف لائے تو بی بی نے حضرت یحییٰ کی بات دہرائی انہوں نے یحییٰ سے خطاب کر کے فرمایا بیٹا ابھی کم سن ہو۔ ایسا کیوں کرتے ہو تو یحییٰ نے جواب میں عرض کیا بابا جان! کیا آپ نہیں جانتے کہ موت تو مجھ سے چھوڑوں کو بھی نہیں چھوڑتی پس انہوں نے اس بات سے متاثر ہو کر اجازت دی اور ماں نے اونی قیص اور ٹوپی تیار کر کے پہنائی۔ پس حضرت یحییٰ بیت المقدس میں آکر مصروف عبادت ہو گئے آپ کے جسم نازنین کو اونی کمرے لباس نے کمزور کر دیا ایک دن اپنی جسمانی کمزوری کا جائزہ لے کر رو بیٹے تو فوراً وحی ہوئی کہ اے یحییٰ کیا تم (اونی قیص کی درشتی اور) جسم کی کمزوری کو محسوس کر کے رو رہے ہو۔ مجھے اپنی عزت کی قسم اگر تم میرا عذاب دیکھتے تو لوہے کی قیص پہننا بھی تمہیں آسان معلوم ہوتا پس اس قدر روئے کہ رخساروں کا گوشت ختم ہو گیا۔ ایک دن حضرت زکریا نے پوچھا بیٹے: اس قدر کیوں گریہ کرتے ہو؟ تو جواب میں عرض کی اباجان آپ نے ہی تو مجھے رونے پر آمادہ کیا ہے کیا آپ نے فرمایا نہیں تھا کہ دوزخ اور جنت کے درمیان ایک وادی ہے جس کو اللہ کے ڈر سے رونے والے ہی عبور کر سکیں گے۔

حضرت یحییٰ کی والدہ نے اُون کے دو تھیلے رخساروں پر رکھنے کے لئے بنا دیئے تاکہ آنسو ان میں ٹپکتے رہیں۔ چنانچہ وہ لحظہ بہ لحظہ تر تر ہو جاتے تھے جب ان کو پچڑتے تھے تو انگلیوں کے درمیان سے آنسو کا پانی بہتا تھا۔ ایک دن حضرت زکریا نے بیٹے کی آنسو کو دیکھ کر آسمان کی طرف سر بلند کر کے عرض کی اے میرے پروردگار! تو میرے فرزند کے گریہ کو دیکھ رہا ہے اور تو ارحم الراحمین ہے۔ ایک روایت میں میں نے دیکھا ہے۔ خدا کی جانب سے وحی ہوئی کہ تو نے عام فرزند طلب نہیں کیا تھا بلکہ تو نے ولی فرزند مانگا تھا۔ اور میرے ولی ایسے ہوا کرتے ہیں۔ اذکما قال۔

آپ جب وعظ کے لئے منبر پر تشریف لے جاتے تھے تو پہلے دائیں بائیں دیکھتے تھے۔ اگر حضرت یحییٰ موجود ہوتے تو جنت و دوزخ کا تذکرہ قطعاً نہیں فرماتے تھے ایک دن آپ کا وعظ جاری تھا کہ حضرت یحییٰ

اپنا منہ لپیٹ کر داخل مسجد ہو گئے اور لوگوں میں مل کر بیٹھ گئے حضرت زکریا کو جب نظر نہ آئے تو انہوں نے دوزخ کا ذکر پھیر دیا کہ مجھے جسے جبریل نے اللہ کی جانب سے خبر دی ہے کہ جہنم میں ایک پہاڑ ہے جس کا نام غضبان ہے اور اس میں ایک دادی ہے جس کا نام سکران ہے اور اس میں ایک کنواں ہے جس کی گہرائی ایک سو برس کی مسافت کے برابر ہے اس میں آگ کے تابوت ہیں اور ان میں آگ کے صندوق ہیں اور ان میں آگ کے زنجیر جولان اور لباس ہیں۔ جب آپ اس مقام تک پہنچے تو حضرت یحییٰ سے برداشت نہ ہو سکا سر کو بلند کیا اور ایک پیچ ماری۔ پس مسجد سے نکل کھڑے ہوئے۔ حضرت زکریا نے بھی وعظ کو چھوڑ دیا اور پیچے روانہ ہوئے۔ گھر میں آکر حضرت یحییٰ کی والدہ سے فرمایا کہ بیٹے کو تلاش کرو ورنہ وہ تو مر جائے گا۔ بی بی جب روانہ ہوئیں۔ تو بنی اسرائیل کے چند جوانوں نے دریافت کیا کہ کیا ماجرا ہے؟ تو بی بی نے صورت حال سے ان کو آگاہ کیا پس وہ بھی تلاش میں ساتھ نکل کھڑے ہوئے۔ ایک چرواہے کے پاس سے گذر ہوا تو اس سے پوچھا کہ فلاں جیلے کا کوئی جوان تو نے دیکھا ہے؟ وہ کہتے لگا شاید تم یحییٰ بن زکریا کی تلاش میں ہو؟ کہنے لگی ہاں وہ سیرا ہی تو فرزند ہے اس نے جواب دیا میں نے فلاں دادی میں اس کو دیکھا ہے کہ قدم پانی میں تھے اور سر آسمان کی طرف بلند تھا اور اپنے پروردگار سے مناجات کر رہے تھے پس وہاں پہنچے ماں نے بیٹے کے سر کو سینے سے لگایا اور قسمیں دے کر گھر لے آئی۔ حضرت زکریا نے فرمایا اس کو اپنے حال پر رہنے دیجئے۔ کیوں کہ اس کے دل سے پردے ہٹ چکے ہیں اس کو دنیاوی عیش و آرام سے کوئی واسطہ نہیں رہا۔ پس حضرت یحییٰ پھر اونی کھر در لباس پہن کر بیت المقدس میں معروف عبادت ہو گئے۔ طنضا۔ اور تازیست بیت المقدس میں عبادت کرتے رہے۔ آخر کار ایک بادشاہ ظالم جو بنی اسرائیل کی عورتوں کے ساتھ زنا کیا کرتا تھا۔ کے ہاتھوں جام شہادت نوش فرمایا اور اس قصہ کی تفصیل تفسیر کی تیسری جلد ص ۱۲ پر مرقوم ہے۔

تفسیر برہان میں منقول ہے کہ اہلبیس بنی اسرائیل کی ہر بڑی مجلس اور بڑے اجتماع میں جاتا تھا اور خواہ مخواہ حضرت مریم کی بات چھیڑ کر حضرت زکریا کی طرف زنا کی نسبت دیتا تھا۔ یہاں تک کہ حضرت زکریا کے متعلق بدگمانی عام ہو گئی تو آپ وہاں سے نکل کھڑے ہوئے پس شریہ اور بد معاش لوگوں کا گردہ بھی ان کے تعاقب میں پڑ گیا۔ آپ ایک دادی میں پہنچے جہاں درختوں کا ایک گھٹا جنگلی تھا اور درمیان میں ایک درخت تھا جس کے تنے میں حضرت زکریا کے لئے ایک شگاف پیدا ہو گیا اور آپ اس میں گھس گئے پس وہ شگاف مل گیا۔ تعاقب کرنے والے بد معاشوں کے ہمراہ اہلبیس بھی تھا بولشکل انسانی ان میں شامل اور شریک تھا۔ اور وہ ان کو اسی درخت کے پاس لے آیا اور بڑے سے لے کر آدم تک اس کو ناپ کر دل کے مقام سے درخت کو کاٹنے کا مشورہ دیا۔ پس انہوں نے تیز دھار آلات سے درخت کو اسی مقام سے

کاٹ دیا اور حضرت زکریا کو وہ اسی حالت میں چھوڑ کر چلے گئے اور شیطان اپنی بات منوانے کے بعد ان سے جُدا ہو کر غائب ہو گیا۔ پس خداوند کریم نے ملائکہ کی ایک جماعت کو بھیجا جنہوں نے غسل دیا اور تین دن تک اس پر نماز جنازہ پڑھتے رہے پھر دفن کر دیا گیا اور انبیاء کے جسم میں نہ تغیر ہوتا ہے (نہ بدبو پڑتی ہے) اور نہ ان کو مٹی کھاتی ہے۔ الحجر۔

رَغْبًا وَرَهْبًا۔ کی تفسیر میں علامہ فیض کاشانی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں کہ رغبت سے مراد اطاعت کی رغبت ہے نہ کہ ثواب جنت کی اور رہبت سے مراد گناہ کا ڈر ہے نہ کہ عذاب

نکتہ لطیفہ

جہنم کا کیونکہ انبیاء کی شان اس سے اجل و ارفع ہے چنانچہ حضرت امیر علیہ السلام اپنے متعلق ارشاد فرماتے ہیں
 اَللّٰهُمَّ مَا عَبَدْتُكَ حَوْماً مِنْ نَارِكَ وَلَا ظَنَعْتُكَ جَنَّتِكَ وَ لَعِنْتُ وَجَدْتُكَ اَهْلًا
 لِّلْعِبَادَةِ فَعَبَدْتُكَ۔ یعنی اے اللہ میں تیری آگ کے ڈر سے تیری عبادت نہیں کرتا اور نہ جنت کے لالچ میں تیری عبادت کرتا ہوں۔ لیکن میں تو تجھے عبادت کے اہل سمجھتا ہوں اس لئے تیری عبادت کرتا ہوں۔ اور بروایت
 خصال حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ لوگ تین طریقوں سے اللہ کی عبادت کرتے ہیں۔
 ایک طبقہ ثواب کی رغبت میں اس کی عبادت کرتا ہے اور یہ لالچیوں کی عبادت ہے۔ دوسرا طبقہ دوزخ کے ڈر
 سے اس کی عبادت کرتا ہے اور یہ غلامانہ عبادت ہے لیکن میں اس کی عبادت اس کی محبت کے لئے کرتا ہوں۔ اور
 یہ شریفانہ عبادت ہے اور بعض روایات میں لالچیوں کی جگہ پر پہلی قسم کو مزدوروں کی عبادت کہا گیا ہے۔

البتہ اللہ کے اولیاء کا دستور ہے کہ بعض عبادات و اعمال محض جنت کی خواہش اور دوزخ کے خطرہ سے
 بھی کرتے ہیں لیکن ذاتی اقتضا سے نہیں بلکہ اس لئے کہ ان کے محبوب یعنی خدا کو ایسا ہی پسند ہے۔ چنانچہ
 سید الاولیاء حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام نے کچھ مال وقف کر کے وقف نامہ کی عبارت اس طرح تحریر فرمائی
 ہے۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ کے بعد لکھتے ہیں۔ هٰذَا مَا اَوْضَعْتُ بِهٖ وَقَضَيْتُ بِهٖ فِیْ مَالِہٖ عِبْدًا لِلّٰہِ
 عَسٰی اَنْ اَتَّبِعَآ وَحِہٖ اللّٰہُ لِيَوْمِ لِحْتٰی بِہِ الْجَنَّةِ وَ لِيَصْرِفَ فِیْہِ عَنِ النَّارِ عَسٰی
 يَوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوہٌ وَ تَسْوَدُّ وُجُوہٌ۔ یعنی یہ وصیت نامہ اور فیصلہ ہے اپنے مال کے متعلق اللہ کے بندے علی
 کا صرف اللہ کی خوشنودی کے لئے تاکہ مجھے وہ جنت عطا کرے اور اس کی بدولت مجھے دوزخ سے الگ رکھے۔
 اور دوزخ کو مجھ سے الگ رکھے جس دن لوگوں کے چہرے سفید و سیاہ ہوں گے یا یوں سمجھئے کہ اللہ کا وصال و قرب
 اولیاء اللہ کی جنت ہے اور اُس کی جدائی ان کا دوزخ ہے۔ انتہی ما افادہ۔

واقعی ان کے نزدیک جنت کا معیار ہی کچھ اور ہے چنانچہ جناب رسالت اکبر فرماتے تھے دنیا کی چیزوں میں
 سے جو چیزیں مجھے محبوب تر ہیں ان میں ایک نماز ہے اور یہی میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے گویا آپ کر جب

فَمَنْ يَعْمَلْ مِنَ الصَّالِحَاتِ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَا كُفْرَانَ لِسَعْيِهِ

پس جو عمل کرے نیکیوں سے اور وہ مؤمن بھی ہو تو انکار نہ ہوگا اس کے کام کا

وَإِنَّا لَهُ كَاتِبُونَ ﴿۹۷﴾ وَحَرَامٌ عَلَىٰ قَرِيْبَةٍ أَهْلِكُمْ أَنَّهُمْ لَا يَرْجِعُونَ ﴿۹۸﴾

اور تحقیق ہم اس کیلئے لکھنے والے ہیں اور حرام ہے اس بستی والوں پر جن کو ہم عذاب میں ہلاک کریں کہ وہ پلٹیں

دنیاوی الجہنوں سے کوفت محسوس ہوتی تھی تو سکون کے لئے نماز میں مشغول ہو جاتے تھے۔ حضرت امام حسین علیہ السلام کے صحابہ نے امام مظلوم کو دیکھا جس قدر مصائب و آلام بڑھتے جاتے تھے اسی قدر وصال پر دردگار کے شوق میں چہرہ مبارک کارنگ نکھرتا جاتا تھا۔ حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام کا قول ہے وَجَدْتُكَ سَابِغًا كَمَا أَشْرَئِيضِي فَمَا جَعَلَنِي عَبْدًا كَمَا تَرْتَضِي۔ اے اللہ میں نے تجھے وہ رب پایا ہے جس طرح میں چاہتا ہوں پس تو مجھے ایسا عبد بنا جس طرح تو چاہتا ہے ایک دوسرے مقام پر ارشاد شاہِ ولایت ہے۔ كَفَىٰ بِي عِزًّا أَنْ أَكُونَ لَكَ عَبْدًا وَكَفَىٰ بِي فَخْرًا أَنْ تَكُونَ لِي رَبًّا أَوْ كَمَا قَالَ۔ یعنی میری عزت کے لئے یہ کافی ہے کہ میں تیرا عبد ہوں۔ اور میرے فخر کے لئے یہ کافی ہے تو میرا پروردگار ہے جیسی تو شہادت کے دن سر مبارک پر زہر آلود تلوار کا زخم پڑتے ہی اضطراب و پریشانی کے اظہار کی بجائے نہایت سکون و اطمینان سے فرمایا فُتِرْتُ وَرَبِّ انْكَفَيْهِ۔ یعنی کعبہ کے پروردگار کی قسم میں کامیاب ہو گیا ہوں۔

رکوع نمبر ۷

وَحَرَامٌ۔ لازائدہ ہے اور قریہ سے مراد اہل قریہ ہیں اور بعض مفسرین نے کہا ہے کہ حرام کا معنی واجب ہے اور لازائدہ نہیں اور معنی یہ ہوگا کہ جس بستی والوں کو ہم نے معذب کیا ہے۔ ان کے لئے واجب ہے کہ وہ واپس نہ پلٹیں۔

تفسیر برہان و کافی میں بروایت قمی صادقین علیہما السلام سے منقول ہے کہ وہ رجعت کے زمانہ میں نہ پلٹیں گے پس آیت مجیدہ زمان رجعت کو ثابت کر رہی ہے کیونکہ قیامت کے دن تو ہر مومن و کافر کو پلٹایا جائے گا۔ عذاب شدہ لوگوں کا واپس نہ پلٹایا جانا صرف رجعت کے زمانہ کے لئے ہے اور رجعت پر اس قدر اعتقاد رکھنا کافی ہے کہ حضرت صاحب الزماں امام العصر مہدی علیہ السلام کا جب ظہور ہوگا تو حضرت عیسیٰؑ پورخ چہارم سے اتر کر ان کی اقتداء میں نسا ز پڑھیں گے اور خالص مومن زندہ ہو کر ان کے ہمراہ ہوں گے اور خاص دشمنان آل محمد کو بھی زندہ پٹا کر دنیاوی سزا دی جائے گی۔ پس رجعت حق اور اس کا عقیدہ ایمان ہے۔

حَتَّىٰ إِذَا فُتِحَتْ يَأْجُوجُ وَمَأْجُوجُ وَهُمْ مِنْ كُلِّ حَدَبٍ

یہاں تک کہ جب کھولا جائے گا یا جوج و ما جوج کو اور وہ ہر بلندی سے تیز نکلتے

يَنْسِلُونَ ﴿۹۶﴾ وَاقْتَرَبَ الْوَعْدُ الْحَقُّ فَإِذَا هِيَ شَاخِصَةٌ أَبْصَارُ

ہوں گے اور قریب ہو گا سچا وعدہ پس ٹھٹھکی بانہر کر دیکھنے والی ہوں گی اُن لوگوں کی آنکھیں

الَّذِينَ كَفَرُوا يُؤْيِلْنَا قَدْ كُنَّا فِي غَفْلَةٍ مِّنْ هَذَا بَلْ كُتِبَ

جنہوں نے کفر کیا (کہیں گے) ہائے ہم اس انجام سے غفلت میں رہے بلکہ ہم نغم کرنے

ظُلْمِينَ ﴿۹۷﴾ إِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ حَصَبُ

والے ہیں تحقیق تم اور جس کی تم عبادت کرتے ہو اللہ کے سوا سب دوزخ کا ایندھن

فُتِحَتْ يَأْجُوجُ۔ یعنی قیامت کے قریب زمانہ میں سید سکندری منہدم ہو جائے گی اور یا جوج و ما جوج کو پھیلنے کا موقع مل جائے گا۔ پس وہ ہر بلندی سے اترتے ہوئے اور ہر وادی سے نکلتے ہوئے نظر آئیں گے یعنی ہر طرف پھیل جائیں گے۔ بعضوں نے اس سے ترک و مغل مراد لئے ہیں حالانکہ گزشتہ صدیوں میں اکثر ممالک میں ان کے اقتدار کا پرچم لہراتا رہا ہے تو ان کے پھیلاؤ کو علام قیامت سے کیسے قرار دیا جاسکتا ہے؟ البتہ جو لوگ روس و چین مراد لیتے ہیں ان کی بات قرین قیاس ہے اگرچہ اس پر کوئی صحیح دلیل ناطق نہیں ہے نسل کا معنی ہے جلدی سے نکلنا اور نسل اسی مادہ سے ہے۔ پس يَنْسِلُونَ کا معنی ہے کہ جلدی سے نکلیں گے۔

فَإِذَا هِيَ۔ ضمیر مونث کو اصطلاح نحو میں ضمیر قصہ کہا جاتا ہے یہ صرف تخبین کلام کے لئے ہوتی ہے۔ یا جوج و ما جوج کے متعلق مزید وضاحتی بیان اسی جلد میں سورہ کہف کی تفسیر کے آخر انوار علمیہ میں ص ۱۲۴ پر ملاحظہ کریں۔

إِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُونَ۔ یعنی غیر اللہ کی عبادت کرنے والے بمعہ اپنے مشرکین کا انجام

معبودوں کے جہنم کا ایندھن ہوں گے ما کا اطلاق غیر ذوی العقول کے لئے ہوتا ہے یعنی غیر ذوی العقول پتھروں درختوں ستاروں اور شمس و قمر وغیرہ کی عبادت کرنے والے اپنے معبودوں

کے ہمراہ دوزخ میں جائیں گے یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ ان معبودوں کو جہنم میں جلانے کی کیا وجہ ہے۔ جبکہ ان کا اس میں قصور نہیں نیز ان کے جلانے کا فائدہ بھی کچھ نہیں کیونکہ ان کو درد و تکلیف نہیں ہوتا تو اس کا جواب یہ ہے کہ مشرکین کی حسرت اور ارمان کو زیادہ کرنے کے لئے ایسا کیا جائے گا۔ پس ان کا عذاب دگنا ہو جائے

جَهَنَّمَ أَنْتُمْ لَهَا وَرِدُونَ ﴿۹۸﴾ لَوْ كَانَ هُوَ لِآءِ إِلَهَةٍ مَّا

ہو کر اس میں داخل ہونے والے ہوں گے اگر یہ حقیقی معبود ہوتے تو اس میں نہ داخل ہوتے

وَسَادُوهَا ط وَكُلٌّ فِيهَا خَالِدُونَ ﴿۹۹﴾ لَهُمْ فِيهَا زَوْجَةٌ وَفِيهَا

اور سب اس میں ہمیشہ رہنے والے ہوں گے ان کے لئے اس میں بیخ و بکار ہوگی کہ

فِيهَا لَا يَسْمَعُونَ ﴿۱۰۰﴾ إِنَّ الَّذِينَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِنَّا الْحُسْنَىٰ

خود کچھ نہ سنیں گے تحقیق وہ لوگ جن کے لئے وعدہ ہو چکا ہے ہماری طرف سے اپنی کا

أُولَٰئِكَ عَنْهَا مُبْعَدُونَ ﴿۱۰۱﴾ لَا يَسْمَعُونَ حَسِيسَهَا ۚ وَهُمْ فِي مَا

تو وہ اس سے دُور رکھے جائیں گے نہ سنیں گے اس کی آواز اور وہ اپنی من بھائی

گا۔ ایک دوزخ کی آگ کا عذاب اور دوسرا اس ارمان و حسرت کا عذاب کہ مائے ہم نے اللہ کو چھوڑ کر ایسوں کی عبادت کیوں کی۔

تفسیر صفائی میں جناب رسالت مآب سے منقول ہے کہ مشرکوں سے سوال ہوگا کہ تم نے ان کی عبادت کیوں کی تو یہ عذر پیش ہوگا کہ تیری قرب و رضا مندی کے لئے ہم ان کو پوجتے رہے پس حکم ہوگا ان کو جہنم میں داخل کرو۔ اور ان کے معبودوں کو بھی جہنم میں ڈال دو۔ سوائے ان کے جو اس سے مستثنیٰ ہیں۔

مشرکین کی دو قسمیں ہیں ایک وہ جو غیر جاندار چیزوں کی پوجا کرتے ہیں جس طرح بت پرست، ستارہ پرست، سورج پرست اور آتش پرست وغیرہ پس یہ عابد و معبود دو تو جہنم میں داخل ہوں گے اور دوسرے وہ ہیں جو ملائکہ انبیاء اور آئمہ کی پوجا کرتے ہیں۔ پس اس قسم کے مشرک خود جہنم میں جائیں گے اور ان کے معبود مستثنیٰ ہوں گے۔

تفسیر صفائی میں بروایت قتی امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے جب یہ آیت اتری تو مشرکین مکہ میں غیظ و غضب کی لہر دوڑی۔ ایک دفعہ اسی آیت کو زیر بحث لا کر مشرکین کی ایک جماعت اظہار خیال کر رہی تھی کہ اتنے میں عبد اللہ بن زبیری آپنچا۔ اس نے کہا میں محمد سے مناظرہ کرتا ہوں۔ چنانچہ آپ تشریف لائے تو وہ کہنے لگا یہ آیت

ہمارے اور ہمارے معبودوں کے متعلق ہے یا گذشتہ آیتیں اور ان کے معبود بھی اس میں داخل ہیں؟ آپ نے فرمایا تم اور تمہارے معبود اور گذشتہ آیتیں اور ان کے معبود سب اس میں شامل ہیں۔ سوائے ان کے جن کو خدا نے مستثنیٰ کیا ہے ابن زبیری نے کہا پس میری جیت ہو گئی کیوں کہ تم لوگ عیسے اور اس کی ماں کو نیک سمجھتے ہو حالانکہ عیسائی لوگ ان کی عبادت کرتے ہیں۔ اسی طرح لوگوں کی ایک جماعت فرشتوں کی پوجا بھی کرتی ہے تو یہ معبود بھی

جہنم کا ایندھن بنیں گے۔ آپ نے فرمایا ایسا نہیں ہے پس تشریحیوں نے شور مچا دیا اور ہتے ہوئے کہنے لگے۔ ابن زبیری نے میدان جیت لیا ہے۔ آپ نے نہایت متانت اور حوصلہ سے فرمایا غلط بات کہہ کر شور نہ کرو میں تو کہہ رہا ہوں۔ غیر اللہ کی عبادت کرنے والے اور ان کے معبود جہنم میں داخل کئے جائیں گے۔ سوائے ان کے جن کو اللہ نے مستثنیٰ کیا ہے۔ چنانچہ بعد والی آیت میں صاف اعلان ہے اِنَّ الَّذِیْنَ سَبَقَتْ - الخ۔ یہ آیت معبودوں میں سے انبیاء و اوصیاء اور ملائکہ کا استثناء کرتی ہے کہ ان کے عبادت کرنے والے دوزخ میں جائیں گے لیکن یہ خود جنت میں ہوں گے۔

جن لوگوں نے محمد و آل محمد کو خدائی صفات میں شریک کیا اور ہر معاملہ میں انہی کو حاجت روا اور مشکل کشا قرار دیا یہ کہہ کر کہ خدا نے اپنی رضا ان کے حوالہ کر دی ہے اب یہی مختار کل اور ناظم ممکنات ہیں جو مانگنا ہے انہی سے مانگا جائے اور جو کچھ ملتا ہے دینے والے یہی ہیں حتیٰ کہ بعض جہلا کہہ دیتے ہیں کہ خدا نے ان کو پیدا کیا ہے لیکن باقی مخلوق کو پیدا کرنے والے یہ ہیں اسی طرح ان کا رازق خدا ہے اور باقی مخلوق کے رازق یہی ہیں۔ ہوائیں چلانا۔ مینہ برسانا۔ سبزیاں اگانا بچے پیدا کرنا اور مارنا وغیرہ کل کائناتی نظام ان کے حوالہ ہے۔ یہ عقیدہ سراسر شرک ہے اور اس عقیدہ والے یقیناً مشرک ہیں اور ان کے ساتھ مشرکین والا برتاؤ ضروری ہے وہ جس چیز کو تمہاتھ سے چھولیں یا جس تمہیں چیز کو مس کریں وہ نجس ہوگی ان کے برتنوں میں کھانا حرام ہے۔ نیز رشتہ و ناطہ و جملہ احکام شرعیہ میں وہ مشرکین کے حکم میں ہیں جو لوگ اس قسم کی تفویض کے قائل ہیں خود آئمہ نے ان پر لعنت بھیجی ہے اور ہمیں ان سے بے زاری کا حکم دیا ہے بعض تو اس حد تک غلو کرتے ہیں کہ ہم ان کی عبادت کرتے ہیں اور وہ خدا کی عبادت کرتے ہیں اور مشرکین مکہ کی طرح کہتے ہیں کہ ہم خدا کی خوشنودی کے لئے یہ سب کچھ کرتے ہیں۔ پس ایسے مشرکین خود دوزخ میں ہوں گے اور جن کی وہ عبادت کرتے تھے وہ خود چونکہ اس طرز عمل پر راضی نہ تھے بلکہ ان سے بیزار تھے لہذا وہ مستثنیٰ ہیں پس جس طرح حضرت عزیر کو خدا کا بیٹا ماننے والے نہ عزیر کے محب رہے اور نہ خدا کے محب رہے بلکہ مشرک بن گئے۔ نیز حضرت عیسیٰ کو خدا کا بیٹا کہنے والے نہ عیسیٰ کے دوست رہے اور نہ خدا کے دوست رہے بلکہ مشرک قرار پائے۔ اسی طرح حضرت علی اور باقی آئمہ طاہرین کو سابق طریقہ سے خدائی صفات میں شریک ماننے والے نہ محمد و آل محمد کے محب ہیں اور نہ خدا کے دوست ہیں بلکہ مشرک و نجس ہیں پس جس طرح عزیر کے سچے دوست وہ ہیں جو ان کو عبد خدا اور نبی مان کر ان کے احکام کو مانیں اور برائیوں سے بچیں اور حضرت عیسیٰ کے سچے محب وہ ہیں جو حضرت عیسیٰ کو خدا کا بندہ و رسول مان کر اس کی صحیح طور پر اطاعت کریں۔ اسی طرح آل محمد کا سچا شیعہ وہ ہے جو ان کو اللہ کے عبادت گزار بندے اور امام برحق و پیشوا صدق تسلیم کر کے ان کی صحیح طور پر فرمانبرداری کرے پس اللہ حاجت روا ہے کہ وہ دیتا ہے اور آل محمد کی حاجت روائی یہ ہے کہ وہ

ہمارے اور اللہ کے درمیان وسیلہ ہیں کیونکہ ان کی تسلیم سے ہی تو ہم نے اللہ کو پہچانا اور انہوں نے ہی تو ہمیں اللہ سے مانگنا سکھایا۔ تمام کائنات کا نظام اتم و اکمل اس کی قدرت کاملہ کا کرشمہ ہے۔ مارنا، جلانا رزق خلق اور جملہ تکوینی امور اس کے قبضہ قدرت میں ہیں وہ نہ کسی سے مشورہ لیتا ہے اور نہ کسی کے مشورہ کا محتاج ہے۔ نبی رسول امام اور ولی سب اس کے محتاج ہیں اور وہ ان سب کا اور باقی کل مخلوق کا امیلا حاجت روا ہے۔ ان کی یہ مشکل کشائی کیا کم ہے کہ انہوں نے ہمیں اس کا شتا سا کیا بلکہ اس لحاظ سے وہ ملائکہ کے بھی مشکل کشا ہیں۔ پس وسیلہ کے درجہ میں ان کی امداد و نصرت اور حاجت روائی و مشکل کشائی کا عقیدہ ایمان ہے لیکن خدائی صفات میں شریک کرنا کفر ہے۔ اور وسیلہ کے درجہ سے گھٹانا نفاق ہے۔

تفسیر اہل بیت میں ہے کہ **إِنَّ الَّذِينَ سَبَقَتْ لَهُمُ**۔ اللہ حضرت علیؑ اور اس کے صحیح شیعوں کے حق میں اتری ہے اور اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ جن لوگوں نے غیر اللہ کو خدا مانا وہ اور ان کے خدا سب جہنم کا ایندھن بنیں گے لیکن جس طرح عیسےؑ عزیر اور ملائکہ کو خدا یا خدا کی اولاد کہنے والے خود جہنم میں جائیں گے اور ان کے معبود مستثنی ہوں گے۔ اسی طرح حضرت علیؑ کو خدائی صفات میں شریک کرنے والے یا خدا ماننے والے خود تو جہنم میں جائیں گے۔ لیکن حضرت علیؑ اور اس کے صحیح شیعہ اس سے مستثنیٰ ہیں کیونکہ جس طرح عزیر و عیسےؑ و ملائکہ مشرکین کے طرز عمل پر راضی نہیں اسی طرح حضرت علیؑ بھی خالیوں اور تفویض کا قول کرنے والوں پر راضی نہیں بلکہ بیزار ہیں۔

تفسیر صافی میں مجالس سے منقول ہے۔ حضرت رسالتؐ نے فرمایا۔ اسے علیؑ تو اور تیرے شیعہ جو من کوثر پر ہوں گے تم اپنے دوستوں کو کوثر پلاؤ گے۔ اور جس کو تم نہ چاہو گے اس کو روک دو گے۔ جس وقت تمام لوگوں پر گھبراہٹ طاری ہوگی۔ تم عرش جمید کے سایہ میں فزع اکبر سے محفوظ رہو گے اور یہ آیت **إِنَّ الَّذِينَ** تمہارے ہی حق میں نازل ہوئی ہے۔

بروایت محاسن امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے خدا قیامت کے روز ہمارے شیعوں کو مبعوث کرے گا خواہ گنہگار یا غیر گنہگار (شُرک کو گناہ نہیں کہا جاتا بلکہ وہ تر ظلم عظیم ہے جس کی بخشش ناممکن ہے) کہ ان کے چہرے سفید نورانی ہوں گے۔ چلنا آسان ہوگا۔ سختیوں سے محفوظ ہوں گے اور یا قوتی ناکاؤں پر سوار ہو کر جنت کی سیر کریں گے۔ ان کے لباس بھی نورانی ہوں گے۔ اور لوگ حساب میں مشغول ہوں گے اور وہ آرام و سکون سے جنت کے دسترخوانوں پر مہمان ہوں گے۔

تفسیر مجمع البیان میں جناب رسالتؐ سے منقول ہے تین قسم کے آدمی بروز محشر مسک کے ٹیلے پر کھڑے ہوں گے۔ حساب کی سختی سے محفوظ اور فزع اکبر سے پُر امن ہوں گے۔

اَسْتَهْتِ اَنْفُسُهُمْ خِلْدُونَ ﴿۱۰۳﴾ لَا يَجْرُنُهُمُ الْفَزَعُ الْاَكْبَرُ وَ

لذات میں ہمیشہ (مسرد میں) ہوں گے نذان کو غمناک کرے گی گھبراہٹ اور

تَتَلَقَّهُمُ الْمَلَائِكَةُ هَذَا يَوْمُكُمْ الَّذِي كُنْتُمْ تُوعَدُونَ ﴿۱۰۴﴾ يَوْمَ

میں گے ان سے فرشتے (اور کہیں گے) یہ تمہارا وہ دن ہے جس کا تم وعدہ کئے گئے تھے جس دن

نَطْوِي السَّمَاءَ كَطَيِّ السَّجِلِ لِلكُتُبِ كَمَا بَدَا نَا اَوَّلَ خَلْقٍ

ہم پٹیں گے آسمان کو مثل لپیٹنے دفتر کے خطوں کو جس طرح ہم نے ابتدا کی پیدا

۱، جو لوگ قرآن کو خدا کے لئے سیکھیں اور قریب سے الی اللہ پیش نمازی کے فرائض انجام دیں۔

۲، وہ لوگ جو خوشنودی خدا کے لئے اذان کہیں۔

۳، وہ غلام جو اللہ کے حقوق کے ساتھ ساتھ اپنے آقاؤں کے حقوق ادا کریں۔

الفزع الکبیر۔ اس کے معنی میں متعدد اقواں ہیں۔

۱، عذاب جہنم ۲، نفع صور ۳، دوزخیوں کے لئے دوزخ بھیجنے کا علم

۴، موت کو فرج کرنے کا وقت جبکہ دوزخیوں کو دوزخ اور جنتیوں کو جنت میں ہمیشہ رہنے کا حکم سنایا جائیگا

تَتَلَقَّهُمْ۔ تفسیر برہان میں کافی سے منقول ہے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا جو شخص سر کی

یا گرمی میں کسی غریب مومن کو کپڑے پہنائے، خدا پر حق ہو گا کہ: ۱ اس کو جنت کا لباس پہنائے گا ۲ اس پر کرات لوت

وقت آسان کریگا ۳ اس کی قبر میں کشادگی پیدا کریگا ۴ جب قبر سے نکلے گا تو فرشتے اسکی ملاقات کریں گے اور اس کو جنت کی خوشخبری دیں گے۔

تَطْوِي السَّجِلِ۔ دوپٹے بوٹے گتے جن میں خلقت خطوط کو باخاطت رکھ دیا جاتا ہے۔ بعضوں نے کہا ہے کہ سجل اس فرشتے کا نام ہے جس کے پاس

تمام انسانوں کے اعمال نامے ہیں اور بعض مفسرین نے جناب رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک کاتب کا نام سجل بتایا ہے۔

کَمَا بَدَا نَا۔ مقصد یہ ہے کہ جس طرح ہم ایجاد مخلوق پر قادر ہیں اسی طرح اس کے دوبارہ ناسخ پر بدرجہ اولیٰ قادر ہیں کیونکہ ایجاد سے اعادہ آسان ہے۔

الَّذِي بَدَا نَا۔ اس کے معنی میں اختلاف ہے، ۱، زبور سے مراد تمام کتب سماویہ اور ذکر سے مراد لوح محفوظ یعنی لوح محفوظ کے بعد ہم نے تمام کتب

میں یہ فیصلہ بیان کر دیا۔ ۲، زبور سے مراد تورات سے بعد میں آنے والی کتابیں اور ذکر سے مراد تورات ہے، ۳، زبور سے مراد زبور داؤد اور ذکر سے مراد

تورات ہے، ۴، ذکر کا معنی قرآن مجید اور بعد کا لفظ لغات اصداہ سے ہے۔ یہاں اس کا معنی ہے پہلے۔

اَنَّ الْاَرْضَ۔ بعض مفسرین نے کہا ہے کہ اس جگہ زمین سے مراد جنت کی زمین ہے جس کے وارث نیک لوگ ہوں گے بعض لوگوں نے کہا ہے

کہ زمین سے مراد یہی زمین ہے اور مقصد یہ ہے کہ ایک وقت ایسی گا کہ مسلمان فاتحانہ انداز سے پوری روئے زمین پر پھیلی جائیں گے پس مشرق و مغرب میں

فَهَلْ أَنْتُمْ مُسْلِمُونَ ﴿۱۰۸﴾ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَعَلْنَا آذَانَكُمْ عَلَىٰ سَوَاءٍ وَإِنْ أَدْرِي

پس کیا تم مان لو گے؟ پس اگر انکار کریں تو کہہ دو میں نے تم کو خبر دے دی ہے برابر اور میں نہیں جانتا کہ

أَتْرِبُّ أَمْ بَعِيدٌ مَا تُوعَدُونَ ﴿۱۰۹﴾ إِنَّكَ يَٰعَلَمُ الْجَهْرَمِنِ الْقَوْلِ دَعِيْلَمُ مَا تَكْتُمُونَ ﴿۱۱۰﴾

تربیب ہے یا بعید جس کا تم وعدہ کئے گئے ہو تحقیق وہ جانتا ہے جہر کہ باتوں سے اور جانتا ہے جو تم چھپاتے ہو

بھیر میں ایمان کے دشمن مذاہب کافی تھے اور آخر دم تک اپنے کفر و عناد پر ڈٹے رہے اور اب تک ہیں اگر آپ کا وجود رحمت ہوتا تو سب کے سب ہدایت یافتہ ہو چکے ہوتے اور عذاب دوزخ سے بچھٹا کر یا جلتے۔ آپ نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ خداوند کریم نے آپ کو اس دنیا میں انذار کے لئے مبعوث فرمایا۔ گذشتہ انبیاء تصریح پر مبعوث تھے نہ کہ کنایہ کے رنگ میں چنانچہ ان میں سے ایک نبی جب اللہ کا صریح حکم سنا تا تھا تو جو لوگ اس کو قبول کرتے تھے پس با امن رہتے تھے اور جو اس کو ٹھکراتے تھے وہ گرفتار عذاب کر لئے جاتے تھے اور ان پر وہ عذاب فوراً نازل ہو جاتا تھا جس کا وہ نبی وعدہ کرتا تھا مثلاً زمین بربود ہونا یا زلزلہ اور آندھی وغیرہ یعنی وہ عذاب کی اقسام جن میں گذشتہ امتیں گرفتار کر لی گئیں۔

حضرت رسالت اکبر اور اس کے صحیح جانشین چونکہ صبر عطا کئے گئے ہیں جو گذشتہ انبیاء میں نہیں تھا پس خدا نے ان کو تصریح اور ارکانیہ کے احکام دے کر مبعوث فرمایا نہ کہ تصریحی احکام سے کہ ایسا کرو ورنہ عذاب آئے گا۔ چنانچہ حضور نے اپنے وصی اور خلیفہ کے متعلق تصریح کی بجائے کنایہ اور تصریح سے کام لیا مثلاً فرمایا مَنْ كُنْتُ مَوْلَاَهُ فَمَنْ كُنْتُ مَوْلَاَهُ فَمَنْ كُنْتُ مَوْلَاَهُ - یعنی جس کا میں مولا ہوں اس کا علی مولا ہے اور فرمایا هُوَ مِنِّي بِمَنْزِلَةِ هَارُونَ مِنَ مُوسَىٰ إِلَّا أَنَّهُ لَا نَبِيَّ بَعْدِي - یعنی علی کی نسبت مجھ سے دہی ہے جو ہارون کی موسیٰ سے تھی فرق اتنا ہے کہ میرے بعد نبی کوئی نہ ہوگا۔ مہمل اور بے معنی کلام کرنا حضور کی شان نہیں پس جب علی کو ہارون سے تشبیہ دی تو بتوت اور اخوت میں تشبیہ یقیناً نہیں تھی پس ماننا پڑے گا کہ جس طرح ہارون موسیٰ کے خلیفہ و جانشین تھے اس طرح حضرت علی حضور کے خلیفہ و جانشین ہیں۔ اگر یہ فرماتے کہ میں فلاں کو تم میں اپنا خلیفہ بنا رہا ہوں اگر مانو گے تو درست ورنہ عذاب نازل ہوگا تو اس صورت میں تاقیامت سلسلہ تبلیغ و انذار جاری نہ رہتا بلکہ پہلے سے انکار کرنے والے گرفتار عذاب ہو جاتے اور بعد کا قسط ہی ختم ہو جاتا۔ بخلاف اس کے موجودہ طرز تبلیغ میں تاقیامت انذار کا سلسلہ جاری ہے۔

برایت علی حضرت امام محمد علی علیہ السلام سے مروی ہے کہ جب حضرت قائم آل محمدؑ ظہور فرمائیں گے تو حمیرا کو واپس لایا جائیگا۔ اور اس پر حد قائم ہوگی اور جناب فاطمہ کے دشمنوں سے انتقام لیا جائے گا۔ راوی نے دریافت کیا کہ حمیرا پر کس کی حد جاری ہوگی تو آپ نے فرمایا اس سے رسول خدا کے فرزند حضرت ابراہیم کی والدہ پر تہمت لگائی تھی پھر راوی نے پوچھا کہ حضور نے حد کیوں جاری نہ فرمائی تو آپ نے فرمایا حضور رحمت بن کر آئے تھے اور قائم آل محمد دشمنان محمد و آل محمد کے لئے نعت بن کر آئیں گے۔

أَذْنَتُمْ كُمْ - یعنی میں نے تم کو پوری پوری اطلاع دے دی ہے اور یہ تمہارے سامنے ہمارا اعلان جنگ ہے پھر یہ نہ کہنا کہ ہمیں توحید کے متعلق پورا سمجھایا نہ گیا اور ہم غافل تھے۔

وَإِنْ أَدْرَىٰ كَعَلَّةٍ فِتْنَةٍ لَّكُمْ وَمَتَّاعٌ إِلَىٰ حِينٍ ﴿۱۱۳﴾ قُلْ رَبِّ احْكُمْ

اور میں نہیں جانتا کہ شاید تمہاری آزمائش ہو اور نفع ایک وقت تک کے لئے ہے کہا اے رب تو حکم کر

بِالْحَقِّ وَرَبُّنَا الرَّحْمَنُ الْمُسْتَعَانُ عَلَىٰ مَا تَصِفُونَ ﴿۱۱۴﴾ ع

حق کے ساتھ اور ہمارا رب رحمان جائے طلب مدد ہے اُوپر اس کے جو تم بیان کرتے ہو۔

فِتْنَةٌ - یعنی قیامت کی تاخیر یا اگر نثار بلا ہونے میں دیر شاید تمہاری آزمائش اور امتحان کے لئے ہے۔ تاکہ تمہیں توبہ کرنے کا موقع مل جائے۔

رَبِّ احْكُمْ - حضور کا دستور تھا کہ جب گفتار کے ساتھ جنگ کرنے جاتے تو یہ کلمہ زبان پر جاری فرماتے تھے۔ عَلِيٌّ مَا تَصِفُونَ یعنی علیؑ ذَفِيعٌ مَا تَصِفُونَ - یعنی جو خدا کی تم صفات بیان کرتے ہو ہم اس کے لئے خدا سے مدد کے طلبگار ہیں اور وہی ہماری اور ہمارے مسلک کی تائید کے لئے امداد کرنے والا ہے۔

سورہ انبیاء کی تفسیر ختم ہوئی۔ اس کے بعد سورہ حج کی تفسیر کتاب کی دسویں جلد میں آئے گی۔

وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ

اس نویں جلد کی تحریر سے آج شب جمعہ ۹ ۱/۲ بجے شب ۷ ماہ رمضان ۱۳۸۵ھ بمطابق ۲۹ نومبر ۱۹۶۸ء و ۱۳ گھنٹہ ۲۰۲۵ ب فارغ ہوا ہوں اور اللہ سے دعا مانگتا ہوں کہ مجھے اپنی کتاب مجید کی تفسیر کے اتمام کی توفیق مرحمت فرمائے

وَمَا تَوْفِيقِي إِلَّا بِاللَّهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ حَسْبِي وَبِعَمْرٍ أَنُوْصِيْعَالِي وَ صَلَّى اللهُ عَلَى خَيْرِ خَلْقِهِ مُحَمَّدٍ وَآلِهِ الطَّاهِرِينَ وَ أَنَا عَبْدُهُ سَاجِدٌ إِلَى رَحْمَةِ رَبِّهِ حَسِينِ بَخْشِ بْنِ مَلِكِ اللهُ بَخْشِ عَفِي اللهُ عَنْهُ وَعَنْ آبَائِهِ

وَعَنْ جَمِيعِ الْمُؤْمِنِينَ بِحَقِّ مُحَمَّدٍ وَآلِهِ الْعَصْمِيِّينَ